فقہ، مذہب فاطمی کی جامع اور مستند

کتاب

دعائم الاسلام

جلد اول

تالیف

القاضی الاجل ابو حنیفہ النعمان بن محمد المغربی التمیمی الفاطمی متوفی ۳۶۳ھ

مترجم

یونس شکیب مبارکپوری

شائع کردہ

ادارہ ادبیات فاطمی بدری روڈ، سورت ۲

جملہ حقوق محفوظ

قیمت مجلّد علاوہ محصول ڈاک مکمل 1200/00
جلد اول 600/00 جلد دوم 600/00

بمبئی میں ملنے کا پتہ :-

علوی بک ڈپو
محمد علی روڈ
بمبئی ۳

کتاب ہذا
زیرِ نگرانی
"راہی" پرنٹنگ ایجنٹ - 1926/IX ترکمان گیٹ دہلی

(۴) کتاب الجنائز

بیماری، عیادت اور عالم سکرات کا بیان ۳۲۷
موت کو یاد کرنے کا بیان ۳۳۱
تعزیت، صبر اور رونے کی رخصت کا بیان ۳۳۴
میت کو غسل دینے کا بیان ۳۴۱
حنوط اور کفن کا بیان ۳۴۵
جنازہ اٹھانے کا بیان ۳۴۸
نماز جنازہ کا بیان ۳۵۱
دفن اور قبر کا بیان ۳۵۴

(۵) کتاب الزکوٰۃ

زکوٰۃ و صدقہ دینے کی ترغیبات کا بیان ۳۵۸
مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ نہ دینے کی بابت تغلیظ و تشدد کا بیان ۳۶۵
چاندی، سونا اور جواہر کی زکوٰۃ کا بیان ۳۷۱
چوپایوں کی زکوٰۃ کا بیان ۳۷۵
زکوٰۃ دینے کا بیان ۳۸۱
غلہ، پھل اور نباتات کی زکوٰۃ کا بیان ۳۹۱
زکوٰۃ الفطر کا بیان ۳۹۴

(۶) کتاب الصوم والاعتکاف

ماہ رمضان کا روزہ فرض ہونے کا اور اس سلسلے میں جو ترغیبات آئی ہیں ان کا بیان ۳۹۶
روزہ رکھنے کی کیفیت کا بیان ۴۰۱
جن باتوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس کا بیان، جس نے روزہ توڑ دیا اس کا بیان ۴۰۳
سفر میں روزہ رکھنے کا بیان ۴۰۸
بیماری کی حالت میں روزہ رکھنے کا بیان ۴۱۰
روزہ افطار کرنے کا بیان ۴۱۳
لیلۃ القدر کا بیان ۴۱۴
سنت اور نفل روزہ کا بیان ۴۱۷
اعتکاف کا بیان ۴۲۱

(۷) کتاب الحج

حج کے فرض ہونے اور حج نہ کرنے پر تشدد کا بیان ۴۲۳
حج کی ترغیبات کا بیان ۴۲۸
مدینۃ النبی میں داخلہ اور حاجی کو وہاں جاکر کیا عمل کرنا چاہئے اس کا بیان ۴۳۲
احرام کے میقاتوں کا بیان ۴۳۶
احرام کا بیان ۴۳۷
تقلید، اشعار، تحلیل اور تلبیہ کا بیان ۴۴۱
محرم پر احرام کی حالت میں جو کچھ حرام ہے اس کا بیان ۴۴۳
محرم اگر شکار کا مرتکب ہو تو اس پر کیا واجب ہے ۴۴۶
حرم میں داخلہ اور دیگر اعمال وغیرہ کا بیان ۴۵۱
طواف کا بیان ۴۵۳
حج تمتع کا بیان ۴۵۸
منیٰ کی طرف نکلنے اور عرفہ میں ٹھہرنے کا بیان ۴۶۱
عرفہ میں مزدلفہ کی طرف جانے کا بیان ۴۶۲
جمروں کو کنکریاں مارنے کا بیان ۴۶۵
قربانی کرنے کا بیان ۴۶۶
بال منڈوانے اور کتروانے کا بیان ۴۷۲
منیٰ میں اقامت کے درمیان حاجیوں پر کیا عمل کرنا واجب ہے اس کا بیان ۴۷۳
منیٰ سے کوچ کرنے کا بیان ۴۷۵
عمرہ مفردہ کا بیان ۴۷۷

فہرست دعائم الاسلام جلد اوّل

مضمون	صفحہ نمبر
(۱) کتاب الولایۃ	
ایمان	۴
اصول ایمان	۶
اسلام و ایمان	۲۴
ولایت امیر المومنین ابی طالبؑ	۲۸
ولایت ائمہ اہل بیت	۴۰
محمد وآل محمد پر صلوٰۃ کا بیان	۵۷
ائمہ آل محمد صلعم پر نص توقیف کا بیان	۷۷
مسئلہ امامت	۷۷
ائمہ طاہرین علیہ السلام کے درجات کا بیان	۹۱
ائمۃ الھدیٰ کی وصیتوں کا بیان	۱۰۶
حب اہل بیت کا بیان	۱۲۲
علم کی ترغیب اور عالمان علم کے فضائل کا بیان	۱۳۹
کس سے علم حاصل کرنا اور کس سے نہ کرنا اور کس کے قول پر عمل نہ کرنا چاہیئے ان مسائل کا بیان	۱۴۶
(۲) کتاب الطہارۃ	
کتاب الطہارۃ	۱۶۸
ان احداث کا بیان جن سے وضو کرنا واجب ہوتا ہے	۱۷۱
وضو کے آداب کا بیان	۱۷۵
وضو کے اوصاف کا بیان	۱۷۸
پانی کا بیان	۱۸۷
غسل کا بیان	۱۹۱
فرض اور سنت غسل کا بیان	۱۹۳
جسم لباس زمین اور بچھونوں کی طہارت کا بیان	۱۹۷
مسواک کا بیان	۱۹۹
تیمم کا بیان	۲۰۰
اشیاء خورد و نوش کی طہارتوں کا بیان	۲۰۴
صفائی اور فطری طہارتوں کا بیان	۲۰۶
کھال ہڈی بال اور اُون کی پاکیزگی و طہارت کا بیان	۲۰۹
حیض کا بیان	۲۱۲
استبراء کا بیان	۲۱۴
(۳) کتاب الصلوٰۃ	
نماز فرض ہونے کا بیان	۲۱۷
نماز کی ترغیب اور اس کے تمام کرنے کا حکم اور ثواب کا بیان	۲۲۰
نماز کے اوقات کا بیان	۲۲۴
اذان و اقامت کا بیان	۲۳۱
مساجد کا بیان	۲۳۹
امامت کا بیان	۲۴۲
جماعت اور صف کا بیان	۲۴۵
نماز کی کیفیت کا بیان	۲۵۰
نماز پڑھنے کے بعد دعا مانگنے کا بیان	۲۶۲
نماز کی حالت میں کلام اور عمل کا بیان	۲۷۳
نماز میں لباس کا بیان	۲۷۷
نماز جمعہ کا بیان	۲۸۲
نماز عیدین کا بیان	۲۸۷
نماز میں سہو کا بیان	۲۹۱
نماز قطع کرنے کا بیان	۲۹۵
مسبوق کی نماز کا بیان	۲۹۶
کس عمر میں بچوں کو نماز پڑھنے کی تاکید کرنی چاہیئے	۲۹۸
مسافر کی نماز کا بیان	۳۰۰
بیمار کی نماز کا بیان	۳۰۴
صلوٰۃ الطواف کا بیان	۳۰۵
صلوٰۃ الکسوف کا بیان	۳۰۶
صلوٰۃ الاستسقاء	۳۰۹
وتر اور فجر کی دو رکعت نماز اور قنوت کا بیان	۳۱۰
سنت اور نفل نماز کا بیان	۳۱۷
قرآن میں سجدوں کا بیان	۳۲۵

پیش لفظ

الحمدللہ کہ فقہ مذہب فاطمی کی جامع اور مستند کتاب دعائم الاسلام جلد اول جس کا اردو ترجمہ پہلی بار قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے پروفیسر آصف بن علی اصغر فیضی زید شرفہ نے اس کتاب کے متعدد قلمی نسخوں کو جمع کر کے تقریباً پندرہ سال کی مسلسل جدوجہد اور تحقیق و تعلیق کے بعد سرزمین مصر کے اسی پایہ تخت قاہرہ سے شائع کیا تھا جہاں فاطمی خلافت کے نامور قاضی القضاۃ سیدنا ابوحنیفہ النعمان بن محمد المغربی التمیمی الفاطمی نے بانی قاہرہ حضرت امام معزالدین اللہ کی رہنمائی اور برکات علمیہ سے مستفید ہوکر فاطمی فقہ کی اس عظیم الشان کتاب کو مرتب کیا تھا۔ ہم یہاں پر مؤلف کی مختصر سوانح حیات قلمبند کرتے ہیں۔

مؤلف :- آپ کا اسم گرامی النعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہے اہل سنت کے امام اعظم ابو حنیفہ النعمان بن ثابت کے نام اور کنیت میں مشابہت کے باعث آپ کے نام کے ساتھ سیدنا الاجل، القاضی، ما ہے۔ آپ خاندان تمیم کے چشم و چراغ تھے قیروان جو اسلامی علوم و معارف اور تہذیب۔ جارہ تھا وہیں آپ تیسری صدی ہجری کے اواخر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام ابوعبداللہ محمد تھا۔ مشہور مورخ علامہ ابن خلکان کی روایت کے مطابق وہ ایک سن رسیدہ بزرگ تھے عہد رفتہ کے نہایت دلچسپ اور حیرت انگیز اخبار و حوادث بیان کرتے تھے ایک سو چار سال کی عمر میں ۳۵۱ھ ہجری میں وفات پائی آپ کے ہونہار فرزند سیدنا القاضی النعمان بن محمد نے نماز جنازہ پڑھائی اور قیروان کے باب السلم میں مدفون ہوئے (۱)

۲۹۶ھ میں دولت فاطمیہ کے قیام اور پہلے فاطمی خلیفہ امام مہدی باللہ کیساتھ تعلقات پیدا ہونے سے قبل آپ کے حالات زندگی مفقود ہیں البتہ اتنا ضرور معلوم ہو سکا ہے کہ آپ پہلے مالکی مذہب کے پیرو تھے بعد میں فاطمی اسماعیلی مذہب میں داخل ہو گئے بانی دولت فاطمیہ امام عبداللہ المہدی باللہ نے جب ۳۱۳ھ میں مغرب یعنی شمالی افریقہ میں اپنی شخصیت کو ظاہر کردیا اور اغالبہ

(۱) وفیات الاعیان جلد دوم ص ۱۶۶

نے جب راہ فرار اختیار کی تو آپ نے ان کے دیار میں نزول اجلال فرمایا اس وقت فاطمی خلافت کے دربار میں سیدنا القاضی النعمان حضرت امام مہدی باللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

عہدۂ قضاء: - آپ امام قائم بامر اللہ کے عہد مبارک میں طرابلس کے قاضی تھے اور امام منصور باللہ کے عہد میں شہر منصوریہ کے پہلے قاضی مقرر کئے گئے بعد میں افریقیہ کے تمام شہروں کے "قاضی القضاۃ" بنا دیئے گئے تھے۔

فضل و کمال: - علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ (سیدنا) القاضی النعمان فسطاط مصر میں رہتے تھے اور وہاں سے روزانہ قاہرہ تشریف لاتے تھے اور مشہور مورخ علامہ ابن خلکان نے مورخ مسبحی اور ابن زولاق کی روایت نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نعمان بن محمد قرآن کے علوم و معارف اور ظاہر و باطن سے اچھی طرح واقف تھے خصوصاً علم فقہ، اور اختلافات فقہاء لغت، شعر و ادب میں یگانہ روزگار تھے۔ غرض مورخین میں سے ہر ایک نے آپ کے فضل و کمال وسعت علم اور ثقافت ہی کا تذکرہ کیا ہے۔

تالیفات: - سیدنا القاضی النعمان قدس اللہ روحہ نے جا ... پر تقریباً چوالیس کتابیں لکھی ہیں جو فاطمی مذہب کی اساس تصور کی جاتی ہیں۔ کتابوں کی تصنیف و تالیف کے وقت اس بات کا خاص التزام رکھا تھا کہ ... ہر باب فصل اور ایک باب کو امام معز الدین اللہ کی خدمت میں استناد کے لئے پیش کیا تھا۔ آپ کی علمی جلالت شان پر امام معز الدین اللہ کا یہ ارشاد گرامی مہر تصدیق ہے کہ جو شخص (سیدنا) القاضی النعمان کی علمی خدمتوں کا عشر عشیر بھی ادا کرے گا میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں" علامہ ابن خلکان اپنی مشہور کتاب وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں کہ (سیدنا) القاضی النعمان نے اہل بیت رسولؐ کے حقوق کی تائید کی حمایت میں ہزاروں اوراق لکھے ہیں اور مخالفین آل محمدؐ کی تردید میں بھی بے شمار کتابیں لکھی ہیں۔ آپ کی مشہور علمی کتابوں کی مختصر فہرست درج ذیل ہے۔

(۱) کتاب شرح الاخبار (سولہ اجزاء) (۲) کتاب دعائم الاسلام (مطبوعہ مصر)۔ (۳) اساس التاویل (فن تاویل کی اہم ترین کتاب جو حال ہی میں بیروت سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے (۴) کتاب المجالس والمسائرات (سیدنا قاضی النعمان کی ڈائری ہے) (۵) کتاب الھمۃ فی آداب اتباع الائمۃ (

حدّ اور احصار کا بیان ۴۷۸
دائم المرض اور اموات کی جانب سے حج کرنے کا بیان ۴۸۱
حج کے فوت ہو جانے کا بیان ۴۸۳

(۸) کتاب الجہاد

جہاد کے فرض ہونے کا بیان ۴۸۵
جہاد میں ترغیبات کا بیان ۴۹۱
راہ خدا میں گھوڑوں کو آراستہ کرنے کی ترغیبات کا بیان ۴۹۳
آداب سفر کا بیان ۴۹۵
صاحبان امر کے حقوق اور ان کے فرائض کا بیان ۵۰۰
امیر قوم کو خود اپنے نفس کا جائزہ لینا چاہیئے۔ ۵۰۲
امیر لشکر کو ہدایت ۵۰۳
صاحبان امر کو اپنی رعایا کے ساتھ اور اپنی جانوں کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آنے کا حکم اور اس کا بیان ۵۰۷
لوگوں کے طبقات کی معرفت ۵۱۲
افواج کے کن کن معاملات میں والی کو دھیان دینا چاہیئے اسکا بیان ۵۱۳
والی امر کو لائق ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان جس امور کے فیصل کئے جاتے ہیں ان پر بھی غور و فکر کرے ۵۱۶
والی کو اپنے عاملوں کے جن امور کی نگہداشت کرنا ضروری ہے ان کا بیان ۵۱۸
والی کو اہل خراج کے جن امور کا معائنہ کرنا چاہیئے اسکا بیان ۵۱۹
والی کو محرروں کے جن امور کی نگہداشت کرنی چاہیئے اسکا بیان ۵۲۳
تاجروں اور کاریگروں کے جن امور کی نگہداشت والی و حاکم کو رکھنا چاہیئے اسکا بیان ۵۲۵
والی اور حاکم کو مسکینوں اور محتاجوں کے جن امور کی نگہداشت کرنی چاہیئے اس کا بیان ۵۲۶
والی و حاکم کو جن آداب اور حسن سیرت سے آراستہ ہونا چاہیئے اس کا بیان ۵۲۷
جنگ سے قبل جن کاموں کو انجام دینا چاہیئے اس کا بیان ۵۳۱
طریقہ جنگ کا بیان ۵۳۵
مشرکین سے جنگ کرنیکا بیان ۵۳۸
قیدیوں کے احکام کا بیان ۵۴۱
پناہ اور امان دینے کا بیان ۵۴۲
صلح معاہدہ اور جزیہ کا بیان ۵۴۴
تقسیم سے قبل مال غنیمت کا بیان ۵۴۷
مال غنیمت کی تقسیم کا بیان ۵۵۰
اہل بغاوت سے جنگ کرنیکا بیان ۵۵۸
اہل بغاوت سے اموال غنیمت کا حکم ۵۶۸
دو گروہوں کے مابین جو کچھ ہو چکا اس کے حکم کا بیان ۵۷۰
اہل قبلہ میں سے کس کو قتل کرنا جائز ہے اس کا بیان ۵۷۲

طبع دوم

پروردگار عالم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ پہلے تو اس نے اپنے اس بندۂ حقیر کو فاطمی دعوت کی گرانقدر کتاب دعائم الاسلام کے دونوں حصّوں کے ترجمے کی توفیق عطا فرمائی پھر ان کی طباعت کے اسباب مہیا کئے اور ان کی اشاعت کے بعد قبولیتِ عام کا جو شرف بخشا ہے اس پر بے ساختہ سر اظہارِ تشکّر کے لئے سجدۂ معبود میں جھک جاتا ہے۔

تشنگانِ علوم آلِ محمدؐ کے مسلسل تقاضوں سے مجبور ہو کر دعائم الاسلام حصّہ اوّل کا دوسرا ایڈیشن کتابت کی سابقہ غلطیوں سے پاک وصاف ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

شکریہ:۔

علوی بک ڈپو بمبئی ۳ نے طبع دوم کے سلسلے میں جو تعارف کیا ہے، اس کا ادارہ بیحد شکر گزار ہے اور یونین پرنٹنگ پریس دہلی ۶ کے رُکن محترم بھائی اظہر حسین صاحب راہی جن کی زیر نگرانی اور تعاون سے مجھے اب تک فاطمیات کے گنج ہائے گراں مایہ کو شائع کیا گیا ہے، ادارہ ان کا بیحد شکر گزار ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

والسّلام

یونس شکیب مبارکپوری
" اصلاحی فاطمی "
بدری روڈ۔ سورت ۲

(۶) افتتاح الدعوۃ (دولت فاطمیہ کے عروج کی مختصر مگر جامع تاریخ) (۷) کتاب الایضاح (۸) تاویل دعائم اسلام (۹) کتاب الاخبار (۱۰) کتاب الینبوع (۱۱) مختصر الآثار (۱۲) کتاب الطہارۃ (۱۳) القصیدۃ المختارہ (۱۴) منہاج الفرائض (وراثت کا بیان) (۱۵) رسالۃ ذات البیان فی الرد علی ابن قتیبہ (۱۶) اختلاف اصول المذاہب (۱۷) کتاب التوحید والامۃ (۱۸) مناقب بنی ہاشم (۱۹) تاویل الرویا (۲۰) مفاتیح النعمۃ (۲۱) مختصر الایضاح (۲۲) کتاب المقتصر (۲۳) کتاب الاختصار (۲۴) کتاب الاتفاق والافتراق (۲۵) کتاب یوم ولیلۃ (۲۶) کتاب کیفیۃ الصلوٰۃ (۲۷) الرسالۃ المصریۃ فی الرد علی الشافعی (۲۸) کتاب فی الرد علی احمد بن سریح البغدادی (۲۹) دامغ الموجز فی الرد علی العتکی (۳۰) نہج السبیل الی معرفۃ علم التاویل (۳۱) کتاب حدود المعرفۃ (۳۲) کتاب اثبات الحقائق فی معرفۃ توحید الخالق (۳۳) کتاب فی الامامۃ (۳۴) کتاب التعاقب والانتقاد (۳۵) کتاب الدعاۃ (۳۶) کتاب الحلی والثیاب (۳۷) کتاب الشروط (۳۸) ارجوزۃ ذات المنن (۳۹) ارجوزۃ ذات المحن الوینۃ بابہ مخلد بن کیداد کی بغاوت کی تاریخ (۴۰) معالم الھدیٰ (۴۱) مقامات الائمۃ (۴۲) کتاب التقریع والتعنیف۔

اولاد: آپ کے فرزند اکبر ابو الحسین علی بن النعمان قیروان رجب ۳۲۸ھ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد گرامی سیدنا القاضی النعمان کے ہمراہ مصر تشریف لائے تھے جب سیدنا القاضی النعمان کا انتقال ہو گیا تو آپ کو ابو طاہر ذہلی کے ساتھ مصر کے عہدۂ قضاء میں بطور معاون کے شریک کر دیا گیا تھا۔ اور جب مرض فالج میں ابو طاہر کا انتقال ہو گیا تو آپ بلا شرکت غیرے تنہا عہدۂ قضاء پر فائز ہو گئے فاطمی خلیفہ امام عزیز باللہ کے نزدیک آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی ایک روز جبکہ آپ جامع مسجد میں لوگوں کے درمیان مقدمات کے فیصلے سنا رہے تھے کہ اچانک آپ پر تپ کا حملہ ہوا اور جانبر نہ ہو سکے چودہ روز کی مسلسل علالت کے بعد رجب ۳۷۴ھ میں انتقال کر گئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ سیدنا القاضی النعمان کے چھوٹے فرزند ابو عبداللہ محمد بن نعمان بھی اپنے بڑے بھائی ابو الحسین کی وفات کے بعد عہدۂ قضاء کے مرتبہ جلیلہ پر فائز ہوتے قاضی علی بن نعمان کے انتقال کے بعد حضرت امام معزالدین اللہ نے خاندان نعمان کی قدر دانی کرتے ہوئے ابو عبداللہ محمد بن نعمان کو اپنے مکتوب گرامی میں لکھا کہ تمہارے بھائی علی کے بعد عہدہ قضاء

پر تمہارا ہی حق ہے ہم اس عہد ے کہ خاندان نعمان سے کبھی جداگانہ کریں گے" قاضی محمد بن نعمان روایت و درایت، شعر و ادب اور تاریخ کے زبردست عالم تھے ۳۷۵ھ میں آپ کے فرزند ارجمند عبدالعزیز بن محمد کا عقد فاتح مصر قائد جوہر صقلی کی دختر کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے امام عزیز باللہ کے دربار میں ہوا تھا۔ محمد بن نعمان کا مرتبہ اتنا بلند ہوا کہ وہ دربار خلافت میں امام عزیز باللہ کے ساتھ منبر پر رونق افروز ہوتے تھے (ابن خلکان) محمد بن نعمان نہایت باوقار اور قابل احترام شخصیت کے مالک تھے آپ کو "سیدنا" کے لقب سے خطاب کیا جاتا تھا۔ مورخ ابن خلکان خصوصاً مصری مورخ علامہ ابن زولاق کا بیان ہے کہ ہم نے مصر میں کسی قاضی کی ایسی شان و شوکت نہیں دیکھی تھی جیسی کہ محمد بن نعمان کو حاصل تھی اور نہ عراق میں کوئی ایسا بلند مرتبہ قاضی گذرا ہے قاضی محمد بن نعمان اپنے ذاتی فضل و کمال اور اقامت حق اور ہیبت و جلال کی وجہ سے اس بے مثال شان و عظمت کے مستحق ہوئے تھے علم فقہ کی میراث خاندان بنی نعمان میں عرصہ تک باقی رہی اور بنی نعمان ۵۰۰ھ تک قضاء کے عہدہ جلیلہ پر مامور ہوتے رہے۔

انتقال:۔ سیدنا القاضی النعمان بن محمد کی علالت کے متعلق تاریخ میں کوئی تفصیل موجود نہیں ہے۔ فاطمی علوم و معارف کی جلتی ہوئی یہ شمع ۲۹، جمادی الثانی ۳۶۳ھ میں ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی۔ مسند فقہ رنج و الم میں ڈوب گئی خلیفہ وقت امام معزالدین اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور قاہرہ میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

دعائم الاسلام کی وجہ تالیف:۔ فاطمی مورخ داعی سیدنا ادریس عمادالدین اپنی شہرہ آفاق کتاب عیون الاخبار میں کتاب دعائم الاسلام کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے القاضی الاجل سیدنا ابوحنیفہ النعمان بن محمد بہت سے فاطمی داعیوں کے ساتھ امام معزالدین اللہ کے حضور میں احادیث موضوعہ اور اختلاف روایات کی بابت بحث کر رہے تھے اس وقت امام معزالدین اللہ نے انھیں رسول اکرم صلعم کا یہ ارشاد گرامی یاد دلایا کہ: اذا ظهرت البدع فی امتی فلیظهر العالم علمه فان لم یفعل فعلیه لعنة الله۔

ترجمہ:۔ رسول خدا صلعم فرماتے ہیں کہ جب کبھی میری امت میں بدعتیں ظاہر ہوں تو اس وقت عالم پر فرض ہے کہ وہ اپنے علم کو ظاہر کرے اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اس پر خدا کی لعنت ہے

پھر آپ نے سیدنا الاجل کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے نعمان! اس حدیث شریف میں تم جیسے ہی عالموں سے مراد لیا گیا ہے (اس کے بعد آپ نے ان کو دعائم الاسلام کی تالیف کا حکم دیا اور اس کے اصول و فروع مرتب کر دیئے اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے رسول خدا صلعم سے مرفوعاً جو روایات صحیحہ نقل کی تھیں ان سے واقف کر دیا تھا۔

کتاب کی جامعیت

:۔ فقہ مذہب فاطمی کی یہ عظیم کتاب فقہ کے تمام مسائل پر حاوی ہے فاطمی عقیدہ کے مطابق اسلام کے سات دعائم ہیں ولایت، طہارت، نماز، زکوۃ، روزہ، حج، جہاد، چنانچہ فاضل مؤلف نے ان ساتوں دعائم کے متعلق قرآن حکیم کی آیتیں اور احادیث رسول صلعم اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے ارشادات نقل کئے ہیں آپ نے روایات پیش کرتے وقت اطناب سے بچنے کے لئے درمیانی راویوں کے اسماء کو حذف کر دیا ہے اور رُوِینا عن فلان. صیغہ مجہول لکھکر اصل روایت کو نقل کر دیا ہے۔ اس کتاب کی اکثر روایتیں امام باقر اور امام جعفر الصادق علیہما السلام سے منقول ہیں۔

اس کتاب کی جامعیت کا صحیح اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ فاطمی خلیفہ امام علی الظاہر لدین اللہ نے اپنے عہد مبارک میں لوگوں کو دعائم الاسلام کے حفظ کرنے کا حکم دیا تھا اور انھوں نے اس کے لئے بہت بڑا انعام مقرر کر رکھا تھا اور امام حاکم بامر اللہ نے بلاد یمن میں اپنے داعی ہارون بن محمد کو ایک خط لکھکر مطلع کیا تھا کہ حرام و حلال کی بابت فتوی طلب کرنے والوں کے لئے تم جو بھی فتوی صادر کرو وہ دعائم الاسلام ہی کی روشنی میں ہونا چاہیئے۔

(۱) اس کے علاوہ فاطمی مذہب کے بلند پایہ عالم سیدنا احمد حمید الدین الکرمانی متوفی ۴۱۲ھ اپنی کتاب راحۃ العقل (مطبوعہ مصر) کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ میری کتاب راحۃ العقل کے پڑھنے سے پہلے جن کتابوں کا پڑھنا ضروری ہے ان میں سے ایک کتاب دعائم الاسلام بھی ہے اسی طرح فاطمی مذہب کے دوسرے بلند پایہ عالم سیدنا مؤید شیرازی متوفی ۴۷۰ھ اپنی خود نوشت سوانح حیات سیرت مؤیدیہ میں لکھتے ہیں کہ وہ ہر پنجشنبہ کے دن سلطان ابو کالیجار بویہی کو کتاب دعائم الاسلام کی مختلف فصلیں پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ چنانچہ آج بھی ہند و یمن کے

---

(۱) المعز لدین اللہ ص ۲۵۹

اسماعیلی فاطمی داؤدی بوہرہ اسی کتاب دعائم الاسلام کے فتاوی پر عمل کرتے ہیں۔ یہ کتاب حشو و زوائد سے اس قدر پاک ہے کہ ایک معمولی دل و دماغ کا آدمی بھی فاطمی فقہ کے مسائل سے بخوبی واقف ہو سکتا ہے۔ غرض یہ کتاب ایک "باعمل مومن" بننے کے لئے بہترین سامان تربیت ہے۔ دعائم الاسلام جلد ثانی میں معاملات سے بحث کی گئی ہے اور حسب ذیل عنوانات کے ماتحت ۲۵ ابواب پر مشتمل ہے اور اس کا ترجمہ بھی زیر تکمیل ہے (۱) کتاب البیوع (۲) کتاب الایمان والنذور (۳) کتاب الاطعمہ (۴) کتاب الاشربۃ (۵) کتاب الطب (۶) کتاب اللباس (۷) کتاب الصید (۸) کتاب الضحایا والعقائق (۹) کتاب النکاح (۱۰) کتاب الطلاق (۱۱) کتاب العتق (۱۲) کتاب العطایا (۱۳) کتاب الوصایا (۱۴) کتاب الفرائض (۱۵) کتاب الدیات (۱۶) کتاب الحدود (۱۷) کتاب السراق (۱۸) کتاب الردۃ والبدعۃ (۱۹) کتاب الغصب (۲۰) کتاب العاریۃ (۲۱) کتاب اللقطۃ (۲۲) کتاب القسمۃ والبنیان (۲۳) کتاب الشہادات (۲۴) کتاب الدعوی (۲۵) کتاب آداب القضاۃ۔

اعتراف قصور :۔ انسان خطا اور نسیان سے مرکب ہے اور مترجم حقیر بھی اس کلیہ سے خارج نہیں ہے لہذا ممکن ہے کہ کتابت و طباعت کی غلطیوں کے علاوہ اس میں معنوی اغلاط بھی موجود ہوں جن کا مجھ جیسے بے بضاعت اور کم مایہ اور خطا کار انسان سے سرزد ہونا کچھ بعید نہیں ہے البتہ ایسی غلطیاں عمداً نہ ہونگی بلکہ وہ سہو و نسیان کا نتیجہ ہوں گی اس لئے ارباب فکر و نظر سے عرض ہے کہ بنظر تسامح ملاحظہ فرمائیں اور ناچیز مترجم کو آگاہ کردیں تاکہ آئندہ اڈیشن میں یہ کتاب عیب سے پاک رہے۔ اعاذنا اللہ من الخطاء والزلل

شکریہ :۔ میں اپنے ان تمام مخلص قدر دانوں کا شکر گذار ہوں جو خاموش رہ کر صرف کام سے غرض رکھتے ہیں اور قوم کی فلاح و بہبود جن کا اولین مقصد ہے اور جو نام و نمود کے خواہاں نہیں ہیں خدا ان تمام مخلصین کو جزاء خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں دامے درمے سخنے مدد کی ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

خادم العلم والعلماء ... یونس شکیب مبارکپوری

مارچ ۱۹۶۴ء۔ بدری روڈ ۱ سورت ۲ -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وبہ نستعین فی جمیع الامور

الحمد للہ استفتاحاً بحمدہ وصلی اللہ علی محمد رسولہ وعبدہ
وعلی الائمۃ الطاہرین من اہل بیتہ اجمعین اما بعد!

جب دین میں قیاس آرائیاں زیادہ ہوگئیں، خواہشات نفس اور مذاہب مختلف ہوگئے۔ اقوال گڑھے گئے۔ امت فرقوں اور جماعتوں میں بٹ گئی، رسول خدا صلعم کی اکثر سنتیں مٹ گئیں، شجر بدعت نمودار ہوکر بلند ہوگیا۔ گمراہ فرقوں میں سے ہر فرقہ نے کسی جاہل کو اپنا پیشوا رہنما لیا اور اس کی تقلید اور حکم کی پیروی میں صرف اس کے کہنے پر حرام کو حلال اور حلال کو حرام سمجھ لیا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم میں سے کسی برہان و دلیل کے بغیر اور امت وائمۃ کے کسی اجماع کے بغیر تو اس وقت ہم کو رسول اکرم صلعم کا یہ ارشاد گرامی یاد آیا جس میں آپ نے اپنی امت سے خطاب کرکے فرمایا ہے کہ "تم لوگ ضرور ان امتوں کی راہوں پر قدم بقدم چلوگے جو تم سے پیشتر گذر چکی ہیں، تم ان کے نقش قدم کی اس حد تک پیروی کروگے کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئی ہیں تو تم بھی اس میں داخل ہوگے" اور دوسری حدیث شریف میں ہے کہ تم لوگ ضرور پچھلے لوگوں کے طریقوں پر چلوگے یہاں تک کہ اگر وہ کسی بھڑ کے چھتے میں داخل ہوئے ہیں تو تم بھی اس میں داخل

ہو گئے۔

چنانچہ امت کا حال انھیں گذشتہ امتوں جیسا ہوا جن کے متعلق خداوند تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں بیان فرمایا ہے کہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ (سورہ توبہ آیت ۳۱) ترجمہ = انھوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء اور مشایخ کو رب بنا رکھا ہے۔ ہاں ان لوگوں کے سوا جن کو خدا نے بچا لیا ہے اپنی اور اپنے رسول اور ان اولیاء کرام کی اطاعت کرنے کے سبب جن کی اطاعت خدا نے فرض کی ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے مذکورہ بالا آیت کریمہ تلاوت فرمائی اور کہا کہ قسم بخدا انھوں نے (یعنی یہود و نصاریٰ) اپنے علماء اور مشائخ کے لئے نہ تو روزہ رکھا تھا نہ ان کی طرف منہ کر کے وہ نماز پڑھتے تھے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ان علماء نے جس حرام چیز کو ان کے لئے حلال بنا دیا تو اس کو وہ حلال سمجھ بیٹھے اور جس حلال چیز کو ان پر حرام کر دیا اس کو انھوں نے بھی حرام قرار دے لیا۔

رسول اللہؐ صلعم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جب کبھی میری امت میں بدعتیں ظاہر ہوں تو اس وقت عالم پر فرض ہے کہ وہ اپنا علم ظاہر کرے اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اس پر خدا کی لعنت ہے۔ چنانچہ جب وہ تمام باتیں ظاہر ہو گئیں جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے تو ہم نے بتوفیق اللہ یہ مناسب خیال کیا کہ ایک مختصر مگر جامع کتاب جو اسلام کے دعائم اور حرام و حلال قضایا دا احکام کے بیان پر مشتمل ہو تصنیف کریں جس کا حفظ کرنا آسان اور ماخذ قریب ہو اور اس میں اتنے مختصر اقوال درج ہوں جو طول طویل باتوں سے بے نیاز کر دیں۔ لہٰذا اس کتاب میں ہم اسلام کے دعائم و حلال و حرام ان جملہ روایات میں سے جن کے بارے میں راویوں کا اختلاف ہے صرف صحیح اور ثابت روایات ہی پر اکتفاء کریں گے۔ جو ائمہؑ اہل بیت رسول صلعم سے مروی ہیں۔

اسلام کے سات ستون

امام جعفر بن محمد الصادق صلعم سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد سات ستونوں پر ہے۔ اوّل ولایت جو سب سے افضل ہے اور اسی ولایتِ ولی سے دوسرے تمام دعائم (ستون) کی معرفت تک پہنچا جا سکتا ہے۔ دوم طہارت، سوم نماز، چہارم زکوٰۃ، پنجم روزہ، ششم حج، ہفتم جہاد یہ اسلام کے سات دعائم یعنی ستون ہیں۔ انشاء اللہ ہم ان سب کا تذکرہ ایمان کے بیان کے بعد کریں گے کیونکہ خدا ایمان کے بغیر کسی عمل کو قبول نہیں کرتا۔ اس کے نزدیک تو وہی شخص پاکیزہ ہے جو اہل ایمان میں سے ہے۔ پھر ہم اس کے بعد حلال و حرام قضایا و احکام جیسے اہم مسائل پر مفصل گفتگو کریں گے کیونکہ ان مسائل میں بھی عبادات کے پہلو اور مفروضات ہیں اور خرید و فروخت اشیاء خورد و نوش، طلاق و نکاح، میراث و شہادت غرض فقہ کے تمام واجب و ثابت مسائل پر گفتگو کریں گے۔

ہم اس اہم خدمت کو انجام دینے کے لئے خداوند کریم سے نیک توفیق اور مدد کے طالب ہیں۔ اسی شئی کے توسل سے جو اس کے نزدیک پاکیزہ اور مقدس ہے اور جس سے خدا کی قربت نصیب ہوتی ہے۔

کتاب الولایۃ

(۱)

ایمان

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ ایمان کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ زبان سے اقرار کرنا دل سے تصدیق کرنا اور ارکان اسلام پر عمل کرنا ایمان ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور ایمان درست نہیں ہے۔ فرقہ مرجئہ کی یہ رائے کہ عمل کے بغیر صرف قول یعنی زبان سے اقرار کر لینے کا نام ایمان ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے اسی طرح جماعت عامہ کا یہ عقیدہ بھی درست نہیں ہے کہ ایمان محض قول و عمل ہے۔

فرقہ مرجبہ کا یہ خیال کیسے درست ہو سکتا ہے کہ ایمان قول ہے عمل نہیں جبکہ تمام امت اور خود فرقہ مرجبہ کا بھی اس بات پر پورا پورا اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص خداوند تعالیٰ کے ان فرائض میں سے جن کو اس نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے کسی ایک فرض کو انکار کرتے ہوئے ترک کر دے یعنی اس پر عمل نہ کرے تو پھر بلاشبہ وہ کافر ہے۔ جب تک کہ وہ اس بات پر اصرار کرتا ہے اس کا خون حلال ہے گرچہ وہ خدا کا اقرار کرتا ہے۔ اور اس کی وحدانیت کا قائل ہے اور اپنی زبان سے پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ صلعم کی نبوت و رسالت کی تصدیق کرتا ہے مگر وہ

اس اقرار وتصدیق کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ فلاں فریضہ (جیسے زکوٰۃ) ان فرائض میں سے نہیں ہے جو رسول اکرم صلعم خداوند تعالیٰ کی طرف سے لیکر آئے ہیں حالانکہ زکوٰۃ کے بارے میں خداوند تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ : وویل للمشرکین الذین لایؤتون الزکوٰۃ (ترجمہ) اور ایسے مشرکوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔ (سورۃ فصلت آیت ۶)

دیکھا آپ نے کہ خداوند تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں "مشرکین" کو زکوٰۃ بند کرنے کی وجہ سے دائرہ ایمان سے خارج کر دیا ہے۔ اور اسی بنا پر رسول اکرم صلعم کے بعد مسلمانوں نے بنی حنیفہ کا قتل اور ان کی اولاد کو غلام بنا لینا جائز ٹھہرا لیا تھا۔ اور ان کو اہل الردہ یعنی مرتدین کے نام سے موسوم کیا تھا۔ کیونکہ انھوں نے زکوٰۃ دینا بند کر دیا تھا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار امام محمد الباقر علیہ السلام نے ایک دن حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے جابرؓ! کیا اللہ تعالیٰ نے مشرک پر بھی زکوٰۃ فرض کی ہے؟ حضرت جابرؓ نے عرض کیا کہ نہیں! اللہ تعالیٰ نے تو زکوٰۃ صرف مسلمانوں پر فرض کیا ہے۔ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم کو بتلاتا ہوں کیا تم کو خدا کا یہ قول معلوم نہیں ہے کہ : وویل للمشرکین الذین لایؤتون الزکوٰۃ (ترجمہ) اور ایسے مشرکوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔ (سورہ فصلت آیت ۶)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے امام باقر علیہ السلام کی زبان مبارک سے مذکورہ بالا آیت سنی تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ گویا میں نے اس آیت کریمہ کو کبھی پڑھا ہی نہیں تھا حالانکہ وہ خدا کی کتاب قرآن مجید میں موجود ہے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے بارے میں اتری ہے جنھوں نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت میں شرک کیا تھا اور اپنی زکوٰۃ ایسے شخص کو دی تھی جس نے اپنے آپ کو مولانا علی علیہ السلام کے مقابلے میں کھڑا کیا تھا اس بارے میں کلام بہت طویل ہے۔

اور جماعت عامہ کا یہ کہنا کہ ایمان نیت کے بغیر قول و عمل ہے تو یہ بھی محال بات ہے کیونکہ ان لوگوں کا اس بات پر پورا اتفاق ہے کہ اگر ایک شخص دن بھر کھانے پینے سے باز رہے اور روزہ کی نیت نہ رکھے تو وہ روزہ دار نہیں ہے اور اسی طرح کھڑا ہو کر رکوع و سجود کرے اور نماز کی نیت نہ رکھے تو وہ نمازی نہیں ہے اور عرفہ پہاڑ پر جا کر کھڑا ہو جائے اور حج کی نیت نہ رکھے تو وہ حاجی نہیں ہے۔ اور اپنی تمام دولت خیرات کر دے اور زکوٰۃ کی نیت نہ رکھے تو اس کو زکوٰۃ کا ثواب نہ ملے گا غرض جماعت عامہ کا یہ تصور کہ نیت تمام فرائض میں ضروری ہے اس سے امام جعفر الصادق علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی ثابت ہو گیا کہ ایمان قول و عمل اور نیت ان تینوں کے مجموعے کا نام ایمان ہے۔ لہٰذا یہی ایمان ثابت اور صحیح ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور ایمان جائز و درست نہیں ہے۔

رسول اکرم صلعم سے روایت ہے آپ نیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ اعمال نیتوں سے درست ہوتے ہیں جو شخص جس چیز کی نیت کرتا ہے اس کو وہی چیز ملتی ہے پس اگر کسی نے اللہ و رسول کی طرف ہجرت کی ہے تو وہ اللہ و رسول سے جا ملے گا۔ اور جس کی ہجرت اور نیت کسی عورت سے شادی یا دنیا طلبی ہے تو وہ اپنی اس مراد کو پہنچے گا۔

اصول ایمان

ایمان اس بات کی شہادت دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ رسول اکرم صلعم خدا کے بندے اور پیغمبر ہیں۔ جنت حق ہے جہنم حق ہے قبر سے اٹھنا اور قیامت کا آنا برحق ہے۔ انبیاء و مرسلین اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی تصدیق کرنا امام الزمان علیہ السلام کی معرفت اور تصدیق کرنا ان کے حکم کو ماننا اور خدا نے اپنے بندوں پر جو احکام فرض کئے ہیں ان پر عمل کرنا اور جن کاموں سے روکا ہے ان سے دور رہنا امام کی اطاعت

کرنا وہ جو فرمائیں اس کو قبول کرنا ایمان ہے۔
امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ سے کسی سائل نے پوچھا کہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل ترین عمل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اے سائل افضل ترین عمل وہ ہے کہ جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کوئی عمل قبول نہیں کرتا سائل نے عرض کیا کہ وہ کون سا عمل ہے؟ صادقؑ آل محمد نے فرمایا کہ خدا پر ایمان لانا تمام اعمال میں اعلیٰ درجہ کا عمل ہے یہ رتبہ میں سب سے زیادہ اشرف ہے اور اس کا ثواب بھی سب سے زیادہ ملتا ہے۔ سائل نے عرض کیا آپ مجھے ایمان کے متعلق بتائیں کہ آیا وہ قول و عمل ہے یا قول بلا عمل ہے امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایمان سر سے پیر تک عمل ہی عمل ہے اور قول اس عمل کا ایک حصہ ہے جو خدا کی طرف سے بندوں پر فرض کیا گیا ہے قرآن مجید میں جس کا واضح بیان ہے اور جو دلیل و حجت سے ثابت ہے اور کتاب الٰہی میں جس عمل یا حکم کی شہادت موجود ہے قرآن شریف جس کی طرف دعوت کرتا ہے 'وہ عمل یا حکم ایمان کا ایک جزو اور حصہ ہے۔
سائل کہتا ہے کہ میں نے صادقؑ آل محمد کی خدمت میں پھر عرض کیا کہ غلام جان و مال سے آپ پر فدا مجھ سے آپ صاف صاف بیان فرمائیں کہ ایمان کی حقیقت کیا ہے تاکہ میں ایمان کو اچھی طرح سمجھ جاؤں' امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایمان کی مختلف صورتیں اور درجات ہیں۔ اس کے مختلف حالات' طبقات اور منازل ہیں چنانچہ ایمان کی ان صورتوں میں سے ایمان کامل ہے' ایمان ناقص ہے' ایمان راجح ہے۔ سائل کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ کیا ایمان کامل بھی ہوتا ہے ناقص بھی ہوتا ہے راجح بھی ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! سائل نے پوچھا کہ اس کی کیا کیفیت اور کیا صورت ہے؟ صادقؑ آل محمد نے فرمایا کہ سنو! اللہ تعالیٰ نے ایمان کو عملی شکل میں ابن آدم کے ایک ایک عضو پر فرض و واجب قرار دے کر ان میں تقسیم کر دیا ہے۔ چنانچہ ابن آدم کے اعضا میں سے ایسا کوئی عضو نہیں ہے کہ جس پر ایمان علاً فرض نہ ہو اس عمل کے سوا جو دوسرے عضو پر فرض ہے جیسے انسان کے اعضاء

میں سے انسان کا دل جس سے وہ فہم و بصیرت حاصل کرتا ہے یہ انسان کے پورے جسم کا امیر و مالک ہے اس کی رائے اور حکم کے بغیر کسی عضو کی مجال نہیں کہ وہ کسی چیز کو جسم کے اندر داخل کرے یا خارج کرے۔ انسان کے اعضاء میں اس کی دو آنکھیں بھی ہیں جن سے وہ دیکھتا ہے، دو کان ہیں جن سے سنتا ہے، دو ہاتھ ہیں جن سے پکڑنے کا کام لیتا ہے۔ دو پیر ہیں جن سے چلتا ہے اور فرج ہے جس کی راہ سے باہ کا خروج ہے۔ ایک زبان ہے جس سے بات چیت کرتا ہے ایک سر ہے جس میں اس کا چہرہ ہے پس ان اعضاء میں سے کوئی ایسا عضو نہیں ہے جس پر عملاً ایمان فرض نہ ہو اس عمل کے سوا جو دوسرے عضو پر فرض ہے اور یہ وہ عمل ہے جو خدا کی طرف سے فرض کیا گیا ہے۔ اس کی شہادت کتاب اللہ میں موجود ہے۔ خداوند تعالیٰ نے انسان کے دل پر جو ایمان فرض کیا ہے وہ اس عمل کے علاوہ ہے جو اس نے دونوں کانوں پر فرض کیا ہے اور کانوں پر جو عمل فرض کیا ہے وہ اس کے سوا ہے جو خدا نے زبان پر فرض کیا ہے اور جو زبان پر فرض کیا ہے وہ اس عمل کے علاوہ ہے جو دونوں آنکھوں پر عمل فرض ہے اور جو دونوں آنکھوں پر فرض ہے وہ اس کے سوا ہے جو دونوں ہاتھوں پر فرض ہے۔ اور دونوں ہاتھوں پر جو عمل فرض ہے وہ اس کے علاوہ ہے جو دونوں پیروں پر فرض ہے اور جو عمل دونوں پیروں پر فرض ہے وہ اس کے سوا ہے جو خدا نے فرج پر فرض کیا ہے اور فرج پر جو عمل فرض ہے وہ اس کے سوا ہے جو خدا نے منہ پر فرض کیا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے دل پر جو ایمان فرض کیا ہے وہ اقرار، معرفت اور اعتقاد، تسلیم و رضاء ہے۔ یعنی بندہ مومن اس بات کا دل سے اقرار کرے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ایک ہے اس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں وہ وحدہ لاشریک ہے۔ یکتا و بے نیاز ہے نہ اس کے بیوی ہے نہ اولاد ہے محمد مصطفیٰ صلعم خدا کے بندے اور اس کے سچے رسول ہیں خدا کی صلوات آپ پر اور آپ کی آل اطہار پر اس اقرار کے بعد ان تمام چیزوں کا بھی اقرار ضروری ہے جو خدا کی طرف

سے بھیجی گئی ہیں جیسے کتاب اور پیغمبر پس یہ نہ عملی ایمان ہے جو خدا نے دل پر فرض کیا ہے یعنی اقرار و معرفت اس کی طرف مندرجہ ذیل آیتوں میں اشارہ کیا گیا ہے۔
خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ : الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا (ترجمہ) (جو شخص ایمان لائے پیچھے اللہ کے ساتھ کفر کرے اگر جس شخص پر زبردستی کی جاوے بشرطیکہ اس کا قلب ایمان پر مطمئن ہو لیکن ہاں جو جی کھول کر کفر کرے (تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہوگا اور بڑی سزا ہوگی) اور خداوند تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے کہ :

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے سورہ رعد آیت ۲۷

اور دوسری آیت میں ہے کہ :

الذین قالوا آمنا بافواھھم ولم تؤمن قلوبھم

جو اپنے منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے ہیں۔ (سورۃ المائدۃ آیت ۴۰)

اور دوسری جگہ ارشاد باری ہے کہ :

وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ

اور جو باتیں تمہارے نفسوں میں ہیں ان کو اگر ظاہر کرو گے یا پوشیدہ رکھو گے تو حق تعالیٰ تم سے حساب لیں گے۔ $\frac{۲}{۲۸۴}$ ۳

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

ان تبدوا خیرا او تخفوہ :

اگر نیک کام علانیہ کرو یا اس کو خفیہ کرو (سورۃ النساء آیت ۱۴۸)

پس اقرار و معرفت جو دل کا عمل ہے خداوند تعالیٰ نے دل پر فرض کیا ہے یہی عمل ایمان کی اساس ہے اور زبان پر خداوند تعالیٰ نے قول و تعبیر یعنی دل نے جو اقرار و اعتقاد کیا ہے اس کو الفاظ میں بیان کرنا فرض کیا ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے

اس آیت کریمہ میں بیان فرمایا ہے کہ :

قُولُوٓا آمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الیٰ ابراھیم و اسماعیل واسحاق و یعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لانفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون :

آپ فرما دیجئے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ پر اور اس پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا اور اس پر جو ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب اور اولاد یعقوب کی طرف بھیجا گیا اور اس پر بھی جو موسیٰ و عیسیٰ اور دوسرے نبیوں کو دیا گیا ان کے پروردگار کی طرف سے اس کیفیت سے کہ ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو اللہ ہی کے مطیع ہیں۔ ۳ $\frac{۳}{۸۳}$

اور خدا نے فرمایا ہے کہ :

وقولوا للناس حسنا :

اور عام لوگوں سے اچھی طرح بات کرو۔ ۱ $\frac{۲}{۸۳}$

اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ :

وقولوا قولاً سدیداً

اور راستی کی بات کہو۔ ۲۲ $\frac{۳۳}{۷۰}$

اور خدا نے دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ :

وقل الحق من ربکم

اور آپ کہہ دیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ ۱۵ $\frac{۱۸}{۲۹}$

اسی طرح سے خداوند تعالیٰ نے بیشمار آیتوں میں زبان سے کہنا فرض و واجب قرار دیا ہے۔ پس یہ قول و تعبیر زبان کا عمل ہے۔

کان پر یہ فرض ہے کہ وہ خدا کے فرمان کو برابر سنے اور اس کی طرف پورا دھیان دے حرام اور ایسی باتوں کو نہ سنے جو خدا کو ناپسند ہو اس بارے میں ارشاد باری ہے کہ :

وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم آیات اللہ یکفر بھا ویستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث

اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس یہ فرمان بھیج چکا ہے کہ جب احکام الٰہیہ کے ساتھ استہزا اور کفر ہوتا ہوا سنو تو ان لوگوں

غیرہ انکم اذا مثلهم :

کے پاس مت بیٹھو جب تک کہ وہ کوئی اور بات شروع نہ کردیں کہ اس حالت میں تم بھی انھیں جیسے ہو جاؤ گے ۵ ۴/۱۴۰

اور دوسری آیت کریمہ میں ارشاد ہے کہ :

واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین

اور اگر تجھ کو شیطان بھلاوے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھو۔ ۶/۶۸

اور خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه اولئک الذین هدٰهم الله واولئک هم اولوا الالباب

سو آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیجیے جو اس کلام کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی اور یہی ہیں جو اہل عقل ہیں۔ ۲۳ ۳۹/۱۷

اور اس کے علاوہ ارشاد الٰہی ہے کہ :

قد افلح المومنون۔ الذین هم فی صلوتهم خاشعون والذین هم عن اللغو معرضون۔ والذین هم للزکوة فاعلون

بالتحقیق ان مسلمانوں نے فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور جو لغو باتوں سے برکنار رہنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ ۱۸ ۲۳/۱

اور خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنه

اور جب کوئی لغویات سنتے ہیں تو اس کو ٹال جاتے ہیں۔ ۲۰ ۲۸/۵۵

اور ارشاد باری ہے کہ :

واذا مروا باللغو مروا کراما ۱۹ ۲۵/۷۲

اور اگر بیہودہ مشغلوں کے پاس سے ہو کر گذریں تو وہ سنجیدگی کے ساتھ گذر جاتے ہیں

مذکورہ بالا آیتوں میں خداوند تعالیٰ نے کان پر فرض کیا ہے کہ وہ حرام کاری کی باتوں کے سننے سے گریز کرے یہی کان کا عمل ہے۔

آنکھوں پر خداوند تعالیٰ نے یہ فرض کیا ہے کہ وہ حرام چیزوں کی طرف نہ دیکھیں اور جن چیزوں کی طرف نظر اٹھانا بھی خدا نے ممنوع قرار دیا ہے ان سے آنکھوں کو نیچی رکھنا چاہیئے۔ یہ ایمان میں داخل ہے اور آنکھوں کا عمل ہے۔ اس کی تشریح مندرجہ ذیل آیتوں میں کی گئی ہے۔ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قل للمومنين يغضوا من ابصارهم ويحفظوا فروجهم

آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ ۱۸/۲۴ ۳

اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی مومن مرد اپنے بھائی کی شرمگاہ کی طرف نظر نہ اٹھائے اور اس کے شرمگاہ کی حفاظت کرے تاکہ کوئی شخص اس کی جانب نظر اٹھا کر نہ دیکھے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں شرمگاہ کی حفاظت سے متعلق جو بھی آیت ہے اس سے شرمگاہوں کو زنا سے محفوظ رکھنا مراد ہے لیکن مذکورہ بالا آیت میں غض بصر سے مراد یہ ہے کہ کسی کی شرمگاہ پر نظر نہ ڈالنا چاہیئے۔ اور خداوند تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں ایک ہی ساتھ دل، زبان، آنکھ، کان ان تمام کے فرائض بیان کئے ہیں۔ ارشاد باری ہے کہ:

ولا تقف ما ليس لك به علم ان السمع والبصر والفواد كل اولئك كان عنه مسئولا۔

اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمد مت کیا کر کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی پوچھ ہوگی۔ ۱۵/۱۷ ۳۶

اور دوسری آیت میں ارشاد باری ہے کہ:

وما كنتم تستترون ان

اور تم اس بات سے تو اپنے کو چھپا ہی نہ سکتے

یشھد علیکم سمعکم ولا ابصارکم ولا جلودکم	تھے کہ تمہارے کان اور آنکھیں اور کھالیں تمہارے خلاف میں گواہی دیں۔

یہاں کھالوں سے رانیں اور شرمگاہیں مراد ہیں۔

مذکورہ بالا آیتوں میں حرام کاموں کی طرف نگاہ اٹھانا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ حرام کاموں سے غض بصر یعنی آنکھیں نیچی رکھنا دونوں آنکھوں کا عمل ہے اور یہ ایمان میں داخل ہے۔

دونوں ہاتھوں پر خداوند تعالیٰ نے یہ فرض کیا ہے کہ ان سے کوئی حرام کام نہ لیا جائے بلکہ ان ہاتھوں سے صدقہ وخیرات، صلہ رحمی پاس قرابت داری راہ خدا میں جہاد اور نماز کے لئے وضو کا کام لیا جائے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں خداوند تعالیٰ نے ارشاد کیا ہے کہ:

یا ایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین وان کنتم جنبا فاطھروا	اے ایمان والو جب تم نماز کو اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوو اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں سمیت اور سروں پر ہاتھ پھیرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارا بدن پاک کرو۔ ۶ ع ۵

اور دوسری آیت کریمہ میں ارشاد باری ہے کہ:

یا ایھا الذین امنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوھم الادبار	اے ایمان والو جب تم کافروں سے دوبدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرنا۔ ۹ ع ۱۵

اور یہ بھی ارشاد باری ہے کہ:

فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموھم	سو جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو جائے تو گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم ان کی

فشدوا الوثاق - فاما منا بعد
اما فدا ۶

خوب خونریزی کر چکو تو خوب مضبوط باندھ لو پھر اس کے بعد یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دینا یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا۔

پس میدان جہاد میں خداوند تعالیٰ نے گردنیں مارنا فرض کیا گیا ہے۔ کیونکہ گردنیں مارنا دونوں ہاتھوں کا کام ہے اور یہ ایمان میں داخل ہے۔

دونوں پیروں پر خدا کی راہ اطاعت میں چلنا فرض کیا گیا ہے۔ یعنی ان پیروں سے ایسے برے کاموں کی طرف چل کر نہ جایا جائے جس میں خدا کی نافرمانی ہوتی ہو بلکہ حکم خداوندی اور رضائے الٰہی کی طرف ان پیروں سے چل کر جانا چاہیئے۔ اس بارے میں خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

ولا تمش فی الارض مرحاً
انک لن تخرق الارض ولن
تبلغ الجبال طولاً

زمین پر اتراتا ہوا مت چل تو نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتا ہے۔ ۱۵ $\frac{۱۷}{۳۷}$۔

اور دوسری جگہ ارشاد باری ہے کہ:

واقصد فی مشیک واغضض
من صوتک ان انکر الاصوات
لصوت الحمیر:

اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز کو پست کر بیشک آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے۔ ۲۱ $\frac{۳۱}{۱۹}$۔

اور خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یا ایھا الذین امنوا اذا نودی
للصلوۃ من یوم الجمعۃ فا
سعوا الی ذکر اللہ

اے ایمان والو جب جمعہ کے روز نماز کیلئے اذان کہی جایا کرے تو تم اللہ کی یاد کی طرف چل پڑا کرو۔ ۲۸ $\frac{۶۲}{۹}$۔

اور یہ بھی ارشاد خداوندی ہے کہ:

ولیطوفوا بالبیت العتیق

اور اس قدیم (خانہ کعبہ) کا طواف کریں

کریں۔ ۱۷ ۲۲/۲۹ ۔

اور خداوند تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ میں اس بات کی خبر دی ہے کہ قیامت کے دن ہاتھ اور پیر اپنے خلاف اور اپنے مالکوں کے خلاف بذریعہ کلام گواہی دیں گے۔ ارشاد باری ہے کہ:

الیوم نختم علی افواھھم و تکلمنا ایدیھم و تشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون

آج ہم ان کے منہوں پر مہر لگا دیں گے۔ اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے جو کچھ یہ لوگ کیا کرتے تھے۔ ۲۳ ۲۶/۶۵ ۔

مذکورہ آیتوں میں جن کاموں کا ذکر کیا گیا ہے وہ ہاتھوں اور پیروں پر فرض ہے۔ یہ ان کا وہ عمل ہے جو ایمان میں داخل ہے۔

چہرہ پر خداوند تعالیٰ نے دن اور رات نماز کے اوقات میں سجود فرض قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ارشاد باری ہے کہ:

یا ایھا الذین آمنوا ارکعوا و اسجدوا و اعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون

۱۷ ۲۲/۷۷

اے ایمان والو تم رکوع کیا کرو اور سجدہ کیا کرو اور اپنے رب کی عبادت کیا کرو اور نیک کام کیا کرو۔ امید ہے کہ تم فلاح پاؤ گے پس نماز ایک ایسا جامع فریضہ ہے جس کی ۱۷ ۲۲/۷۷ ادائیگی میں منہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پیروں کو شامل ہونا پڑتا ہے۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد باری ہے کہ:

وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا

اور یہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں۔ پس سوا اللہ کے کسی کی عبادت مت کرو ۲۹ ۷۲/۱۸

پس خداوند تعالیٰ نے طہارت و نماز اعضاء پر فرض قرار دیا ہے اور نماز کو اپنی

کتاب مبین میں ایمان سے تعبیر کیا ہے یہ واقعہ اس طرح سے منقول ہے کہ جب پروردگار عالم نے اپنے پیغمبر محمد مصطفےٰ صلعم کا قبلہ بیت المقدس سے پھیر دیا اور آپ کو یہ حکم ہوا کہ اب بجائے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے بیت اللہ الحرام یعنی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔ اس وقت مسلمانوں نے رسول اکرم صلعم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے پیغمبر خدا صلعم بھلا آپ ہی ہمیں بتلائیں کہ ہم نے جن نمازوں کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھا ہے ان نمازوں کا اور ہمارا کیا انجام ہوگا؟ چنانچہ اس کے جواب میں آسمان سے یہ آیت نازل ہوئی کہ:

وما کان اللہ لیضیع ایمانکم ان اللہ بالناس لرءوف رحیم۔	اور اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دیں واقعی اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر بہت ہی مہربان و شفیق ہیں ۲ ۱۴۳ ۔

دیکھا آپ نے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں نماز کو ایمان سے تعبیر کیا ہے اب جو شخص اس دنیا سے اس حال میں انتقال کرے گا کہ اس کے اعضاء گناہوں سے محفوظ ہوں گے اور ہر عضو نے اپنا فرض اچھی طرح سے ادا کیا ہوگا تو وہ شخص اللہ تعالیٰ سے کامل الایمان کی صورت میں جاملے گا اور داخل بہشت ہوگا مگر جس شخص نے ان اعضاء کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے ذرا بھی خیانت کی ہوگی یا احکام الٰہی سے تجاوز و سرتابی کی ہوگی تو ایسا شخص ناقص الایمان کی شکل میں اللہ تعالیٰ سے جاملے گا۔ ایمان کی اس طویل تشریح کے بعد سائل نے امام جعفر الصادق علیہ السلام کی خدمت میں پھر عرض کیا کہ اے فرزند رسول صلعم میں آپ کی اس تشریح سے ناقص اور کامل ایمان کی حقیقت سے واقف ہو چکا لیکن ایمان کی زیادتی کی کیا کیفیت اور صورت ہے اور اس کے زیادہ ہونے کا ثبوت کیا ہے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایمان کے زیادہ ہونے کے بارے میں خداوند تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں بیان کیا ہے کہ: واذا ما انزلت سورۃ اور جب کوئی سورۃ نازل کی جاتی ہے

فمنهم من یقول ایکم زادته هذه ایمانا۔ فاما الذین آمنوا فزادهم ایمانا وهم یستبشرون واما الذین فی قلوبهم مرض فزادهم رجسا الی رجسهم وماتوا وهم کافرون۔

تو بعض منافقین کہتے ہیں اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان میں ترقی دی سو جو لوگ ایماندار ہیں اس سورۃ نے ان کے ایمان میں ترقی دی ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں اور جن کے دلوں میں آزار ہے اس سورت نے انہیں انکی گندگی کے ساتھ اور گندگی بڑھا دی ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مر گئے۔ ۱۰ $\frac{9}{125}$

ایک دوسری آیت میں خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

نحن نقص علیک نبأهم بالحق انهم فتیة آمنوا بربهم وزدناهم هدی

ہم ان کا واقعہ آپ سے ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں وہ لوگ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں اور ترقی کر دی تھی۔ ۱۵ $\frac{18}{12}$۔

اگر کل ایمان ایک ہوتا اور اس میں کوئی کمی و زیادتی نہ ہوتی تو اس صورت میں کسی مومن کو دوسرے مومن پر فضیلت حاصل نہ ہوتی اور ایمان لانے کے عوض جو نعمتیں ملتیں اس میں سب برابر کے حصہ دار ہوتے اور تمام مومنین درجے میں مساوی ہوتے اور تفضیل کا نظریہ باطل ہو جاتا لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ مومنین اپنے ایمان کامل ہی کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے اور ایمان کے راجح اور زیادہ ہونے کی بنا پر ان کو خداوند تعالیٰ کے نزدیک دوسروں پر فضیلت حاصل ہوگی۔ اور وہ مقصرین جن کے ایمان ناقص ہیں وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔ سائل کہتا ہے کہ میں نے صادق آل محمد صلعم کی خدمت میں عرض کیا کہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک ایمان کے ایسے درجات و منازل بھی ہیں۔ جن سے مومنین کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہوگی۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں! ایمان کے ایسے درجات و منازل ہیں اس وقت سائل نے عرض کیا کہ اے فرزند

رسول صلعم آپ ایمان کے ایسے درجات و منازل کو بیان فرمائیں تاکہ میں ان سے واقف ہو جاؤں امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ مومنین کے درمیان ایمان لانے میں گوئے سبقت لے جانے کی بازی لگائی تھی جس طرح سے کہ ایک مقرر دن میں گھوڑوں کے درمیان مسابقت کی بازی لگائی جاتی ہے چنانچہ جو مومنین ایمان لانے میں سابق ہوئے ان میں سے ہر ایک کے ایمان کو درجہ بدرجہ قبول فرمایا اور سباقت کے مطابق ان کو درجات عطا کئے گئے۔ یعنی باعتبار سباقت جس کو جو درجہ ملنا چاہیئے تھا اس میں کوئی کمی نہیں کی گئی نہ تو ایمان میں پیچھے رہنے والا سابق مومن پر مقدم کیا گیا اور نہ مفضول کو فاضل پر۔ یہ سباقت ہی ایک ایسی فضیلت ہے جس سے امت میں اول ایمان لانیوالے کو آخر میں ایمان لانے والوں پر فضیلت دی گئی۔ چنانچہ امیر المومنین امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام تمام صحابہ اکرام میں سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔ اس لئے آپ کو دوسرے تمام مومنین پر فضیلت حاصل تھی اور اگر پہلے ایمان لانے والوں کو بعد میں ایمان لانے والوں پر کوئی فضیلت اور فوقیت حاصل نہ ہوتی تو اس امت کا آخری ایمان لانے والا پہلے ایمان والوں کے دوش بدوش کھڑا نظر آتا۔ اور اگر سباقت کو فضیلت کا معیار نہ بنایا گیا ہوتا تو متاخرین میں سے بہت سے ارباب فضل و کمال و زھد و تقوی اولین پر مقدم ہو جاتے کیونکہ متاخرین میں ایسے بہت سے ارباب فضل و کمال ایسے نظر آتے ہیں جو متقدین سے کہیں زیادہ باعمل ہیں وہ بکثرت نمازیں پڑھتے ہیں اور بہت روزہ رکھتے ہیں اور بہت حج کرتے ہیں اور بہت زیادہ جہاد اور راہ خدا میں صدقات کرتے رہیں۔ اگر مومنین کے درمیان سباقت و اولیت کو بنیاد اشرفیت و افضلیت قرار نہ دیا جاتا تو متاخرین اپنے عمل کی زیادتی کے باعث اولین سابقین پر مقدم ہو جاتے لیکن خدا کو یہ پسند نہیں کہ جو شخص ایمان کے آخری درجہ میں ہے وہ اولین کے درجے میں شامل ہو جائے اور خداوند تعالیٰ کو یہ بھی پسند نہیں کہ جس کو اس نے ایمان کے درجے میں موخر رکھا ہے وہ مقدم ہو جائے اور جس کو ایمان کے درجے میں مقدم فرمایا ہے وہ موخر ہو جائے سائل کہتا ہے کہ میں نے صادق آل محمد

صلعم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مجھے کوئی ایسی آیت بتلائیں جس میں اللہ جل شانہٗ نے مومنین کو ایمان میں سبقت لے جانے کی دعوت دی ہو۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس آیت کریمہ میں سابقت کا بیان ہے خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

سابقوا الی مغفرۃ من ربکم و جنۃ عرضھا کعرض السماء والارض اعدت للذین آمنوا باللہ و رسلہ۔

تم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو اور ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین کی وسعت کے برابر ہے وہ ان لوگوں کے واسطے تیار کی گئی ہے. جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ ۲۷ ۵۷/۲۱ ۔

اور دوسری آیت کریمہ میں خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

والسابقون السابقون اولئک المقربون۔

اور جو اعلیٰ درجہ کے ہیں وہ اعلیٰ درجہ کے ہیں وہ خاص قرب رکھنے والے ہیں۔ ۲۷ ۵۶/۱۰

اور اس آیت کریمہ میں بھی خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ:

اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے۔ ۱۱ ۹/۱۰۰ ۔

اور خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسولہ اولئک ھم الصادقون۔

ان حاجتمند مہاجرین کا حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے جدا کر دیئے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور رضامندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے ہیں۔ ۲۸ ۵۹/۸ ۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ :

والذین تبوؤا الدار والایمان
من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم
ولا یجدون فی صدورھم
حاجۃ مما اوتوا ویوثرون علی
انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ
ومن یوق شح نفسہ فاولئک
ھم المفلحون والذین جاءو من
بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا
ولاخواننا الذین سبقونا
بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا
غلا للذین آمنوا ربنا انک
رءوف رحیم۔

اور ان لوگوں کا حق ہے جو دارالاسلام
میں اور ایمان میں ان کے قبل سے قرار پکڑے
ہوئے ہیں جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا
ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین
کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ اپنے دلوں میں
کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے
ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو اور جو شخص
اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے
ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور
ان لوگوں کا جو ان کے بعد آئے جو دعا
کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم
کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں
کو جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔ اور
ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں
کی طرف کینہ نہ ہونے دیجئے اے ہمارے
رب آپ بڑے شفیق و رحیم ہیں۔ ۲۸۰ ۵۹/۹

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار و تابعین کا تذکرہ درجہ بدرجہ کیا ہے۔ سب سے پہلے مہاجرین اولین کا تذکرہ ان کے درجہ سباقت کے مطابق کیا گیا ہے۔ پھر درجۂ دوم میں انصار کا ذکر ہے اور درجۂ سوم میں تابعین مخلصین کا ذکر ہے۔ پس خداوند تعالیٰ نے اپنی بارگاہ میں مہاجرین و انصار و تابعین کو وہی درجہ و منزلت عطا کیا جس کے وہ مستحق تھے۔ اور اس آیت کریمہ میں متقدمین اہل ایمان کے حق میں مومنین کے طلب مغفرت کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ تاکہ اس سے متقدمین کا فضل و کمال ثابت ہو جائے اس کے بعد خداوند تعالیٰ نے مندرجہ ذیل

آیت میں اپنے اولیاء کے فضائل و مناقب کا اس طرح تذکرہ کیا ہے کہ:

تلک الرسول فضلنا بعضہم علی بعض منہم من کلم اللہ ورفع بعضہم درجات وآتینا عیسیٰ ابن مریم البینات وایدناہ بروح القدس

یہ حضرات مرسلین ایسے ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے۔ بعضے ان میں وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے ہیں اور بعضوں کو ان میں بہت سے درجوں میں سرفراز کیا اور ہم نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو کھلے کھلے دلائل عطا فرمائے اور ہم نے ان کی تائید روح القدس سے فرمائی۔ ۳ ۲/۲۵۳ ۔

اور ایک دوسری آیت میں خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض:

اور ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ۱۵ ۱۷/۵۵ ۔

اور ارشاد باری ہے کہ:

ھم درجات عند اللہ

یہ مذکورین درجات میں مختلف ہوں گے اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ ۴ ۳/۱۶۳ ۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

ویؤت کل ذی فضل فضلہ۔

اور ہر زیادہ عمل کرنے والے کو زیادہ ثواب دے گا۔ ۱۱ ۱۱/۳ ۔

اور خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

الذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ھم الفائزون

جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ترک وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مال وجان سے جہاد کیا وہ درجہ میں اللہ کے نزدیک بہت بڑے ہیں اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں۔ ۱۰ ۹/۲۰ ۔

اور خداوند تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ:

وفضل الله المجاهدين على القاعدين اجرا عظيما درجات منه ومغفرة ورحمة۔

اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے بڑا اجر عظیم دیا ہے۔ یعنی بہت سے درجے جو خدا کی طرف سے ملیں گے اور مغفرت وہ رحمت ۔ ۲/۹۵۔

اور اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لا يستوى منكم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئك اعظم درجة من الذين انفقوا من بعد وقاتلوا وكلا وعد الله الحسنى۔

جو لوگ فتح کہ سے پہلے خرچ کر چکے اور لڑ چکے برابر نہیں وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد میں خرچ کیا۔ اور لڑے اور اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ سب سے کر رکھا ہے۔ ۲۷/۱۰۔

اور باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يرفع الله الذين امنوا منكم والذين اوتوا العلم درجات

اللہ تعالیٰ تم میں ایمان والوں کے اور ان لوگوں کے جن کو علم عطا ہوا ہے درجے بلند کردے گا۔ ۲۸ ۵/۱۱۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا تمام آیتوں میں ایمان کے درجات و منازل اور مومنین کے مختلف حالات اور سبقت میں باہم تفاضل کا تذکرہ کیا گیا ہے لیکن ایمان کے بغیر صرف سبقت سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ چنانچہ اگر کسی سابق مرد مومن نے اپنے ایمان میں کسی قسم کا نقص پیدا کر دیا یا اس کو توڑ دیا تو اس صورت میں صرف مقدم اور سابق ہونا اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچائے گا۔ جیسا کہ اس آیت کریمہ میں خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

ومن يكفر بالايمان فقد حبط عمله وهو فى الاخرة من الخاسرين

اور جو شخص ایمان کے ساتھ کفر کرے گا تو اس شخص کا عمل غارت ہو جاوے گا اور وہ شخص آخرت میں بالکل زیاں کار ہوگا۔

۶ ۵/۵۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں کفر بالایمان سے احکام الٰہی پر عمل نہ کرنا مراد ہے۔ اور اس بات سے ہمارے اس قول کی تائید بھی ہوتی ہے کہ ایمان کی بنیاد قول و عمل اور اعتقاد پر ہے۔ اور ایمان و تصدیق کے بغیر ان تینوں کا وجود ناممکن ہے۔ پس جب ایمان و تصدیق کے ساتھ ساتھ قول و عمل اور دلی اعتقاد ہوگا تو اس وقت ایمان کامل ہوگا۔ اس کے علاوہ اگر کوئی شخص زبان سے کہتا اور اس پر عمل کرتا ہے لیکن حق و ایمان کے خلاف دل میں عقیدہ رکھتا ہے تو ایسا شخص مومن نہ ہوگا۔ خواہ وہ اپنی جان پر کتنی ہی مشقت کیوں نہ اٹھاتا ہو اس کا یہ عمل اس کو مفید نہ ہوگا۔
چنانچہ اس بارے میں خداوند تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ:

وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناه هباء منثورا۔

اور ہم ان کے ان کاموں کی طرف جو کہ وہ کر چکے تھے متوجہ ہوں گے سو ان کو ایسا کر دیں گے جیسے پریشان غبار۔ ۱۸ ۲۵/۲۳۔

اور دوسری آیت کریمہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وجوه یومئذ خاشعة. عاملة ناصبة. تصلی نارا حامية

بہت سے چہرے اس روز ذلیل مصیبت جھیلتے اور خستہ ہوں گے۔ آتش سوزاں میں داخل ہوں گے۔ ۳۰ ۸۸/۲۔

اس سلسلے میں اور بکثرت دلائل موجود ہیں۔

اسلام و ایمان

اسلام وایمان کے درمیان کیا فرق ہے؟ اس سلسلے میں خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قالت الاعراب آمنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم ۔

یہ گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے آپ فرما دیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ ہم مطیع ہو گئے اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ ۲۶ ۴۹/۱۴۔

اور یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھدٰکم للایمان ان کنتم صادقین ۔

یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی ہدایت دی بشرطیکہ تم سچے ہو۔ ۲۶ ۴۹/۱۷۔

اور ایک دوسری آیت میں خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فاخرجنا من کان فیھا من المومنین فما وجدنا فیھا غیر بیت من المسلمین

تو ہم نے جتنے ایماندار تھے سب کو وہاں سے۔

نوٹ: لہ مشہور امام لغات سیدنا ابوحاتم الرازی کتاب الزینہ میں اسلام و ایمان کے لغوی معنی پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ لغت میں اسلام کے دو معنی ہیں۔ ایک تو مطیع و فرماں بردار ہونا اور دوسرے معنی ہیں انقطاع یعنی یکسو ہو جانا اور ایمان کے لغوی معنی ہیں تصدیق اور اسکا اصل امان ہے

علیحدہ کردیا سو بجز مسلمانوں کے ایک گھر کے اور کوئی گھر ہم نے نہیں پایا ــــــ پس قرآن حکیم کی ان آیتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایمان ایک الگ شئی ہے لیکن اس کے برعکس بعض عوام کا یہ خیال ہے کہ ایمان و اسلام دونوں ایک ہی شئی ہیں جو درست نہیں۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ایمان اسلام کے دائرے میں ضرور داخل ہے لیکن اسلام ایمان کے دائرے میں داخل نہیں کیونکہ اسلام کا تعلق ظاہری اقوال و اعمال سے ہے۔ اور ایمان کا تعلق باطن یعنی خلوص قلب سے ہے۔ صادق آل محمد سے ایک مرتبہ اسلام و ایمان کی حقیقت کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ایمان کا تمام تر تعلق دل سے ہے اور اسلام نکاح و میراث کے احکام کی پابندی کا نام ہے۔ جو شخص دائرہ اسلام میں داخل ہوجاتا ہے اس کا قتل حرام ہوجاتا ہے اس کا خون عزت و آبرو مال و دولت سب کچھ محفوظ ہوجاتے ہیں۔

لہٰذا ایمان دائرہ اسلام میں ضرور داخل ہے لیکن اسلام دائرہ ایمان میں داخل نہیں امام جعفر الصادق علیہ السلام نے اس کی تشریح و توضیح اس طرح سے فرمائی تھی کہ آپ نے اپنی ہتھیلی پر ایک چھوٹا سا گول دائرہ بنا کر فرمایا کہ یہ ایمان کا دائرہ ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس چھوٹے گول دائرے کے چوطرف ایک دوسرا بڑا گول دائرہ بنا کر فرمایا کہ یہ اسلام کا دائرہ ہے۔ آپ نے ان دونوں دائروں کی شکل اس طرح بنائی تھی۔ اس مدور شکل میں آپ نے اسلام کو باہر کے بڑے دائرے سے تعبیر فرمایا ہے اور ایمان کو اندر کے چھوٹے دائرے سے تمثیل دی ہے۔ کیونکہ ایمان کا تعلق دل کی معرفت سے ہے اور دل انسان کے اندرونی حصے یعنی سینے میں ہوتا ہے اس تشریح اور تمثیل سے یہ بات ثابت و روشن ہو گئی کہ ایمان اسلام میں تو ضرور شامل ہے لیکن اسلام ایمان میں شامل نہیں ہے یہ تو ممکن ہے کہ ایک مسلمان مومن نہ ہو لیکن ہر مومن پہلے مسلم ہوتا ہے چنانچہ اسلام و ایمان کی اس تشریح سے ہمارے اس خیال کی تائید ہوتی ہے جو ہم نے گذشتہ باب میں ایمان کی حقیقت بیان کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ ایمان کامل کی بنیاد عقد نیت پر ہے۔ اسلام و ایمان ہی کے متعلق علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے یہ روایت منقول ہے کہ ایک مرتبہ اسلام و ایمان

کی حقیقت کے متعلق آپ سے یہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اسلام صرف زبان سے اقرار کر لینا ہے۔ اور ایمان اقرار کے ساتھ ساتھ دل سے معرفت کرنا بھی لازمی ہے۔ پس خدا اگر کسی بندے کو اپنی اور اپنے پیغمبر و امام کی معرفت کی توفیق عطا کرے اور وہ زبان سے اقرار بھی کرے تو وہ مومن ہے امیر المومنین کی خدمت میں پھر عرض کیا گیا کہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ معرفت خدا کی توفیق اور دین ہے اور اقرار بندے کا ذاتی فعل ہے؟ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ کسی بھی بندے کو معرفت کی توفیق عطا کرنا یہ خدا کی طرف سے اتمام حجت اور اس کا لطف و کرم ہے۔ اور کسی بندے کا اپنی زبان سے اقرار کر لینا یہ بھی خدا ہی کا احسان و کرم ہے وہ جس بندے پر چاہتا ہے اس قسم کا احسان کرتا ہے۔ غرض کہ معرفت وہ احسان عظیم ہے جو خدا بندے کے دل میں پیدا کر دیتا ہے۔ اور خدا ہی کے فضل و کرم سے زبان کا اقرار کرنا دل کا عمل ہے۔ یعنی دل میں خداوند تعالیٰ نے جو معرفت پیدا کر دی ہے وہ عملاً زبان سے اقرار کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ پس جس شخص کو خدا نے صاحب معرفت نہیں بنایا ہے۔ اس پر کوئی حجت و دلیل قائم نہیں کی جا سکتی۔ لیکن اس پر صرف اتنا واجب ہے کہ وہ اپنی معلومات کی حد میں رہ کر عمل کرے اور جن باتوں کا اسے کوئی علم نہ ہو ان پر عمل نہ کرے کیونکہ خداوند تعالیٰ عدم معلومات کی بنا پر اس کو سزا نہ دے گا بلکہ احکام الٰہی کی پابندی اور اعمال صالحہ و اطاعت کے صلے میں ثواب کا مستحق ہوگا۔ غرض ان امور میں سے ہر امر بغیر کسی جبر و اکراہ کے قضا و قدر اور علم الٰہی کے مطابق واقع ہوتا ہے۔ اگر لوگ مجبور محض ہوں تو اس صورت میں وہ معذور سمجھے جائیں گے۔ البتہ تعریف و ستائش کے قابل نہ ہوں گے لیکن کسی شخص کو اگر کسی بات کا علم نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے تمام مشکل مسائل کو ہمارے سامنے پیش کرے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں خداوند تعالیٰ کا حکم ہے کہ: فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔
(ترجمہ) سو اگر تم کو معلوم نہ ہو تو اہل کتاب سے دریافت کر لو۔ ۲۱/۷ ۱۷

یہ روایت بھی امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا ہے کہ اے امیر المومنین! ادنیٰ میں ادنیٰ وہ کون سی شئے ہے جس پر عمل

کرنے سے ایک بندہ مومن ہو سکتا ہے۔ اور ادنیٰ میں ادنیٰ وہ کون سی شئی ہے جس پر عمل
کرنے سے ایک بندہ کافر ہوتا ہے اور ادنیٰ میں ادنیٰ وہ کیا چیز ہے جس سے ایک بندہ گمراہ
ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جناب امیر علیہ السلام نے ان اہم مسائل پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ
ادنیٰ میں ادنیٰ وہ چیز کہ جس سے ایک بندہ مومن ہو سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر اللہ جل ثناہٗ
کسی بندے کو اپنی معرفت کی توفیق عطا کرے تو وہ اطاعت کے ساتھ خدا کا اقرار کرے
اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلعم کی معرفت کی توفیق دے تو فرماں برداری کے ساتھ ان کا
اقرار کرے اور اگر اس کو اللہ تعالیٰ زمین پر اپنی حجت اور خلائق پر اپنے شاہد کی معرفت
کی توفیق بخشے تو اس حجۃ اللہ کی امامت کا معتقد ہو جائے اور اطاعت
کے ساتھ اقرار کرے تو ایسا شخص مومن ہو گا۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اگر وہ
اس کے علاوہ اور باتوں سے بے خبر ہو تو؟ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں! اگر
اس کو دوسری باتوں کا علم نہ ہو تو جب اس کو کسی کام کا حکم دیا جائے تو اس کی تعمیل کرے
اور جب کسی کام سے روکا جائے تو اس کو نہ کرے اب رہی ادنیٰ میں ادنیٰ وہ چیز کہ جس
سے ایک بندہ مشرک ہو جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ بندہ کسی ایسی چیز کو اپنا دینی شعار
بنالے جس پر عمل کرنے سے خدا نے روکا ہو اور اس پر یہ گمان بھی کرلے کہ خدا ہی نے
اس کا حکم دیا ہے اور وہ جس کی پرستش کر رہا ہے اس کا حکم بھی خدا ہی نے دیا ہے۔
حالانکہ وہ چیز غیر اللہ ہے اور کسی بھی غیر اللہ کی عبادت سے شرک لازم آتا ہے۔ لہٰذا ایسا
شخص یعنی غیر اللہ کی پرستش کرنے والا مشرک شمار ہو گا۔ رہا ادنیٰ میں ادنیٰ وہ عمل جس
سے ایک بندہ گمراہ ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ خدا اگر اپنے کسی بندے کو زمین پر اپنی حجت
اور خلائق پر اپنے شاہد کی معرفت کی توفیق نہ بخشی ہو کر وہ اس کی پیروی کرے تو
ایسا شخص جو حجت اللہ یعنی امام الزماں علیہ السلام کی معرفت سے محروم ہے وہ لقیناً
گم کردہ راہ ہے۔

ولایت امیرالمومنین علی ابیطالب علیہ السلام

ولایت ولی کے متعلق قرآن حکیم میں پروردگار عالم کا یہ ارشاد ہے کہ: انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون ۵۵ (ترجمہ) تمہارے ولی اللہ اور اس کے رسول اور وہ اہل ایمان ہیں جو نماز پڑھتے ہیں۔ اور رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے آپکی خدمت میں یہ عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ! ہم سے حسن بصریؒ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا پیغام نازل فرمایا کہ جس سے میرا دل بیٹھ گیا اور اس وقت مجھے یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں لوگ میری نبوت کے منکر نہ ہو جائیں پس اس وقت خداوند تعالیٰ نے مجھے یہ دھمکی دی کہ اگر میں نے اس رسالت کو نہ پہنچایا تو وہ مجھے مبتلائے عذاب کرے گا۔ صادقؑ آل محمدؐ نے اس شخص سے پوچھا کہ کیا حسن بصری نے تم کو اس رسالت کے متعلق بھی کچھ بتایا تھا؟ اس شخص نے جواب دیا کہ نہیں! امام جعفر الصادق علیہ السلام نے اس شخص سے مخاطب ہو کر کہا کہ قسم بخدا حسن بصری کو معلوم تھا کہ وہ رسالت کیا ہے جس سے آپ کا دل بیٹھ گیا تھا اور آپ کو اپنی تکذیب نبوت کا خوف لاحق ہو گیا تھا مگر انھوں نے قصداً تم سے اس رسالت کے متعلق کچھ نہیں کہا تھا بلکہ اس کو تم سے چھپایا تھا۔ اس شخص نے صادقؑ آل محمدؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ میری جان آپ پر قربان آپ ہی بیان فرمائیں کہ وہ رسالت کیا تھی؟ امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب خداوند تعالیٰ نے

اپنی کتاب قرآن حکیم میں مومنین کو نماز پڑھنے کا حکم دیا تو مومنین یہ نہ سمجھ سکے کہ نماز کیا ہے اور اس کو پڑھنے کا طریقہ کیا ہے تو اس وقت پروردگار عالم نے اپنے پیغمبر محمد رسول اللہؐ کو کو یہ حکم دیا کہ آپ مومنین کو نماز پڑھنے کا طریقہ تبلادیں چنانچہ آنحضرت صلعم نے جس نماز کو قرآن حکیم میں مومنین پر خداوند تعالیٰ نے مجمل طور پہ فرض کیا ہے۔ آپ نے اپنی سنت میں عملی طور پہ کرکے بتادیا کہ جس نماز کو خداوند تعالیٰ نے مومنین پر فرض کیا ہے اس نماز کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے اور اسی طرح خداوند تعالیٰ نے مومنین کو جب زکوٰۃ دینے کا حکم دیا تو وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ زکوٰۃ کس طرح ادا کریں تو آنحضرت نے پوری تفصیل کے ساتھ سونا، چاندی اونٹ، گائے، بکری اناج وغیرہ کی تعداد و مقدار پر جو زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اس سے امت کو باخبر کر دیا۔ اسی طرح پروردگار عالم نے جب مومنین پر روزہ فرض کیا تو وہ سمجھ نہ سکے کہ روزہ کیا ہے اور کس طرح روزہ رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلعم نے روزہ کی حالت میں کن کن چیزوں سے دور رہنا چاہئیے اور روزہ رکھنے کی کیا صورت و کیفیت ہے۔ اس سے امت کو اچھی طرح واقف کر دیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حج بیت اللہ الحرام کا حکم دیا امت مسلمہ حج کی کیفیت نہ سمجھ سکی اس وقت پروردگار عالم نے رسول اکرم صلعم کو یہ حکم دیا کہ آپ امت کو حج کی پوری کیفیت سے واقف کردیں چنانچہ آپ نے اپنی سنت میں عملی طور سے حج کی وضاحت فرمادی اور اسی طرح پروردگار عالم نے اس آیت کریمہ میں امت کو اولیاء اللہ کی ولایت کا حکم دیا کہ: انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون: ــــــ ۵۵/۶ (ترجمہ) تمہارا ولی اللہ اور اس کے رسول اور وہ اہل ایمان ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ چنانچہ جب امت پر اولوالامر کی ولایت فرض کی گئی تو لوگ سمجھ نہ سکے کہ ولایت کیا ہے۔ اس وقت پروردگار عالم نے آنحضرت صلعم کو یہ حکم دیا کہ آپ امت کو ولایت کا مفہوم بھی اسی طرح سمجھادیں جس طرح سے کہ آپ نے نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج کی صورت و کیفیت سے واقف کیا ہے پس مفہوم ولایت سمجھانے

کا یہ حکم خداوند تعالیٰ نے جب آنحضرت صلعم پر نازل کیا تو اس وقت آپ کا دل بیٹھ گیا۔ اور آپ کے دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں خدانخواستہ لوگ آپ کے دین سے مرتد نہ ہو جائیں اور آپ کی نبوت کی تکذیب نہ کر بیٹھیں اس اندیشے کی وجہ سے آپ امر ولایت کے متعلق دوبارہ رب العزت سے مخاطب ہوئے تو خداوند تعالیٰ نے یہ وحی نازل کی کہ:

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس

۶/۶۷ (ترجمہ) اے رسول جو کچھ (امر ولایت کے بارے میں) آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے۔ آپ اس کو پہنچا دیجئے اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا چنانچہ آنحضرت صلعم نے امر الٰہی کو ظاہر کر دیا اور مقام غدیر خم میں امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت و امامت کا اعلان کر دیا۔ آپ نے پہلے تو اُس پیغام کو پہنچانے کے لئے الصلوۃ جامعۃ کی ندا کروائی اور آپ نے یہ حکم جاری فرمایا کہ جو حاضر ہے وہ اس پیغام کو غائب تک پہنچا دے۔ درحقیقت اسلام کے جملہ فرائض مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج یکے بعد دیگرے نازل ہوتے رہے لیکن آخری فریضۂ ولایت جب نازل ہوا تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ: الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا: ۶/۳ (ترجمہ) آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کیا۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس آیت کے ذریعہ جس میں تکمیل دین اور اتمام نعمت کی خبر دی گئی ہے پروردگار عالم امت کو اس بات سے آگاہ کر دینا چاہتا ہے کہ اب میں فریضۂ ولایت کے بعد جو آخری فریضہ ہے تم پر کوئی اور فریضہ اتارنے والا نہیں ہوں کیونکہ میں تم پر تمام فرائض نازل کر چکا ہوں۔

رسول اکرم صلعم سے یہ روایت منقول ہے آپ فرماتے ہیں کہ جو لوگ مجھ پر اور خدا پر ایمان لے آئے ہیں اور میری نبوت کی تصدیق کر چکے ہیں میں ان کو امیر المومنین مولانا علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ علیؑ سے محبت کرنا مجھ سے محبت کرنے کے برابر ہے اور یہ ولایت ایک ایسا امر ہے جس کو پہنچانے کا خدا نے مجھ کو حکم دیا ہے اور خدا نے مجھ سے یہ عہد لیا ہے کہ میں اس امر ولایت کو خدا کی طرف سے تم لوگوں تک پہنچا دوں۔

امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام سے یہ روایت منقول ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب آیت کریمہ : وانذر عشیرتک الاقربین ۲۶/۲۱۴ (ترجمہ) اور آپ اپنے نزدیک کے کنبہ والوں کو ڈرایئے نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے ایک پیالہ دودھ اور بکری کی ایک ران دسترخوان پر رکھ کر خاندان بنی عبدالمطلب کو جمع کیا جو چالیس مردوں پر مشتمل تھا مگر دس نوجوان تو ایسے تھے کہ ان میں سے ہر ایک میمنہ اکیلا ہی کھا سکتا تھا اور ایک مشک دودھ پی سکتا تھا۔ پھر بھی ان لوگوں نے خوب پیٹ بھر کر کھایا پیا اس روز ابولہب بھی ان کے ساتھ تھا۔ جب خورد و نوش سے فارغ ہو چکے تو رسول اکرم صلعم نے ان سب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے بنی عبدالمطلب! میری اطاعت کرو تو تم سب زمین کے بادشاہ اور حکمران بن جاؤ گے۔ اور میں تم سے پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ اب تک پروردگار عالم نے دنیا میں جتنے پیغمبر بھیجے ہیں ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک وصی اور وزیر بھائی اور وارث اور ولی مقرر فرمایا تھا تو آج تم میں کون ایسا جواں مرد ہے جو میرا وصی میرا وارث میرا ولی میرا بھائی اور میرا وزیر بنے گا؟ اتنا سننا تھا کہ سب پر خاموشی چھا گئی۔ مگر آنحضرت صلعم نے اتمام حجت کے طور پر ان میں سے ایک ایک کے سامنے فرداً فرداً یہ دعوت پیش کی لیکن کسی نے آپ کی اس دعوت کو قبول نہ کیا الا آنکہ میں باقی رہ گیا تھا اس وقت میں سب سے کم سن تھا مگر جب رسول اللہ صلعم نے میرے سامنے اپنی یہ دعوت پیش کی تو میں نے مودبانہ عرض کیا کہ اے پیغمبر خدا صلعم میں آپ کا وصی

وزیر، بھائی، وارث اور ولی بنوں گا آپ نے فرمایا کہ ہاں! اے علی تمہیں میرے وصی میرے وزیر میرے بھائی اور میرے ولی ہو۔ جب بنی عبدالمطلب مجلس سے باہر نکلے تو ابولہب نے ان سے کہا کہ تم نے آج جو کچھ دیکھا ہے کیا اس سے تم کو اپنے صاحب محمدؐ کی جادوگری کا ثبوت نہیں ملتا کہ اس نے تمہارے سامنے دسترخوان پر بکری کی ران رکھی اور دودھ کا ایک پیالہ جس سے تم لوگ خوب سیر شکم ہو گئے۔ پھر کیا تھا۔ وہ سب کے سب ابولہب کی اس بات کو سن کر ٹھٹا کرنے لگے اور حضرت ابوطالب سے کہنے لگے کہ تمہارا بیٹا تم پر مقدم ہو گیا۔

اکثر عوام اپنے اسلاف مفسرین سے آیت کریمہ انما ولیکم اللہ و رسولہ الخ کی یہ تاویل نقل کرتے ہیں کہ یہ آیت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دینے کا واقعہ جیسا کہ آیت کریمہ انما ولیکم اللہ ورسولہ الخ: میں بیان کیا گیا ہے وہ اس طرح سے پیش آیا ہے کہ ایک مرتبہ امیرالمومنین علیہ السلام نماز میں رکوع کی حالت میں تھے کہ ایک سائل آپ کے پاس کھڑا ہو گیا اس وقت آپ نے رکوع کی حالت میں اپنی انگوٹھی سائل کی طرف پھینکدی تھی چنانچہ آیت کریمہ: انما ولیکم اللہ ورسولہ امیرالمومنین علیہ السلام اور آپ کی ذریت طاہرہ سے جو آئمہ اطہار علیہم السلام ہوئے ہیں ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس کے علاوہ غدیرخم میں سرورکائنات فخر موجودات صلعم کی زبان مبارک سے امیرالمومنین علیہ السلام کی ولایت کا برسرملا اعلان ایک مشہور و معروف واقعہ ہے جس کے دوست و دشمن دونوں معترف ہیں یہ واقعہ تاریخ میں اس طرح منقول ہے کہ آنحضرت صلعم جب حجتہ الوداع سے فارغ ہو کر موضع غدیرخم میں داخل ہوئے تو پہلے آپ نے وہاں کی زمین صاف کرنے کا حکم دیا اس کے بعد آپ نے الصلوٰۃ جامعتہ کی ندا کروائی جب تمام اصحاب جمع ہو گئے تو آنحضرت صلعم نے امیرالمومنین علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو اپنے پہلو میں کھڑا کر دیا اور اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے لوگوں خوب جان لو کہ علیؑ کا مرتبہ

میرے نزدیک وہی ہے جو ہارونؑ کا مرتبہ موسیٰؑ کے نزدیک تھا مگر میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ علیؑ میرے بعد ولی ہیں اور جس کا میں مولا و آقا ہوں اس کا علیؑ مولا و آقا ہیں۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو خوب بلند کر کے فرمایا کہ اے پروردگار! تو اس شخص سے محبت کر جو علیؑ سے محبت کرتا ہے اور اس سے عداوت کر جو علیؑ سے عداوت رکھتا ہے اور اس کی مدد کر جو علیؑ کی مدد کرتا ہے اور اس کی مدد نہ کر جو علیؑ کی مدد نہ کرے۔ اور علیؑ جہاں کہیں بھی ہوں وہاں حق بھی ان کے ہمراہ ہو اب اس بیعت ولایت کے سوا اور کون سی بیعت زیادہ مؤکد ہو سکتی ہے؟

امیر المومنین مولانا علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام سے یہ روایت منقول ہے کہ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ اے امیر المومنین! آپ ہم سے اپنے افضل ترین فضائل و کمالات بیان فرمائیں آپ نے ان کے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ میرے فضائل و مناقب میں افضل ترین فضل و کمال وہ ہے جس کے لئے میں نے اپنی طرف سے کوئی عمل نہیں کیا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین! آپ کی کون سی افضل ترین فضیلت و منقبت ہے؟ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب رسول اکرم صلعم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے اپنے اصحاؓ کو مسجد النبیؐ کی تعمیر کا حکم دیا چنانچہ صحابہ کرام نے مسجد کی تعمیر کے ساتھ ساتھ ایک ایک دروازہ بھی کھول لیا۔ جبرئیل امین علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور خدا کا یہ حکم آنحضرت صلعم کو سنایا کہ اے پیغمبر آپ اپنے اصحاب کو حکم دیں کہ وہ اپنے اپنے دروازوں کو بند کر لیں لیکن علیؑ کا دروازہ کھلا رہنے دیں۔ پس آنحضرت صلعم حضرت معاذ بن جبل کو ان تمام اصحاب کے پاس بھیجا جنھوں نے مسجد نبوی میں اپنا اپنا دروازہ کھول رکھا تھا وہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور ان کو خدا اور رسولؐ کا یہ حکم سنایا کہ آپ اپنا دروازہ بند کر لیں چنانچہ انھوں نے اس فرمان کو بسر و چشم قبول کر کے اپنا دروازہ بند کر لیا۔ اس کے بعد وہ حضرت عمر بن خطاب کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ وہ بھی اپنا دروازہ بند کر لیں مگر وہ رسول اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے

اور عرض کیا اے پیغمبر خدا صلعم ازراہ کرم آپ میرے لئے اتنی جگہ تو کھلی رہنے دیجئے کہ جہاں سے میں اپنی دونوں آنکھوں سے جمال ختمی مرتبت صلعم کو دیکھ سکوں آنحضرت صلعم نے حضرت عمر بن خطاب کی التماس کو منظور نہیں فرمایا پس حضرت عمر نے مجبوراً اپنا دروازہ بند کرلیا اس کے بعد آنحضرت صلعم نے حضرت معاذ کو طلحہ، زبیر، عثمان، عبدالرحمٰن، سعد، حمزہ اور عباس کے پاس بھیجا کہ ان سے جاکر کہو کہ وہ اپنا اپنا دروازہ بند کرلیں۔ چنانچہ انھوں نے آنحضرت صلعم کے اس فرمان کو سن کر اپنا اپنا دروازہ تو بند کرلیا مگر حضرت حمزہ اور عباس بولے کہ پیغمبر خدا صلعم نے ہمارے دروازوں کو تو بند کردیا لیکن علی کے دروازے کو کھلا رہنے دیا ہے۔ جب اس کی اطلاع آنحضرت صلعم کو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ دروازہ بند کرنے کا جو فرمان میں نے جاری کیا تھا اس کے بارے میں تم لوگوں نے جو کچھ کہا ہے مجھے اس کی اطلاع مل چکی ہے۔ قسم بخدا میں نے یہ حکم اپنی طرف سے جاری نہیں کیا تھا۔ بلکہ میں نے خداوند تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ایسا کیا ہے۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اس سے پہلے خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی بذریعہ وحی یہ حکم دیا تھا کہ اے موسیٰ تم ایک پاک گھر بناؤ جس میں تم اور ہارون اور ان کے دونوں فرزندوں کے سوا کوئی اور شخص جنابت دار نہ ہو یعنی ان کے علاوہ کوئی اور جماع کی حالت میں داخل نہ ہو اسی طرح خداوند عالم نے مجھ کو بھی بذریعہ وحی یہ حکم دیا ہے کہ میں اس پاکیزہ گھر کو مخصوص کرلوں جس میں میرے اور علیؑ و حسنؑ و حسینؑ کے سوا کوئی اور جماع کی حالت میں داخل نہ ہو قسم بخدا میں نے اپنی رائے سے کچھ تمہارے دروازوں کو بند کرنے کا حکم صادر نہیں کیا ہے اور نہ علی کے دروازے کو کھلا رکھا ہے۔ بلکہ پروردگار عالم نے مجھے بذریعہ وحی ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

اصحاب امیرالمومنین نے عرض کیا کہ اے مولا و آقا اپنے اور فضائل بیان کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلعم کی خدمت میں قوم نصاریٰ کے دو عالم آئے تھے انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کچھ گفتگو کی تو اس وقت پروردگار عالم نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ: ان مثل عیسی عند

اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب (۱ لخ ۳ ۳/۵۹) (ترجمہ) بے شک عیسیٰ کی حالت عجیبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشابہ حالت عجیبہ آدمؑ کے ہے کہ ان کو مٹی سے بنایا۔ جب آیت مذکورہ بالا نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم گھر میں داخل ہوئے اور آپ نے میرا اور حسنؑ و حسینؑ اور فاطمہ زہراؑ کا ہاتھ پکڑا اور مباہلہ کے لئے باہر نکلے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھایا انگلیوں کو پھیلا دیا پھر آپ نے ان دونوں نصرانی عالموں کو مباہلہ کی دعوت دی جب دونوں عالموں کی نظر رسالت مآب صلعم کے چہرۂ انور پر پڑی تو ان میں سے ایک عالم نے اپنے دوسرے ساتھی عالم سے کہا کہ قسم بخدا اگر یہ اللہ کا سچا رسول ہوگا تو ہم ضرور ہلاک ہو جائیں گے۔ اور اگر یہ نبی نہ بھی ہوگا تو اس کی قوم ہماری ہلاکت کے لئے کافی ہوگی۔ چنانچہ دونوں نصرانی عالم مباہلہ سے باز آگئے اور اپنے وطن کی طرف واپس چلے گئے۔

لوگوں نے پھر عرض کیا کہ اے امیرالمومنینؑ ہم سے اور اپنے فضائل بیان کیجئے آپ نے فرمایا کہ جب سورۂ برارت آنحضرت صلعم پر نازل ہوئی تو آپ نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برارت دے کر مکہ کی طرف روانہ فرمایا تاکہ وہ حج کے موقع پر لوگوں کو پڑھ کر سنا دیں کہ اچانک جبرئیل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور رسول اکرم صلعم سے کہا کہ آپ کی جانب سے علیؑ کے سوا کوئی اور سورۂ برارت پڑھ کر نہ سنائے اس وقت رسول خدا صلعم نے مجھے بلایا اور یہ حکم فرمایا کہ آپ کی اونٹنی عضباء پر سوار ہو کر راستے ہی میں حضرت ابوبکر سے جا ملوں اور ان سے سورۂ برائت لیکر میں خود مکہ میں بر سر ملاء اسے پڑھ کر سنا دوں چنانچہ جب میں ارشاد نبوی کی تعمیل میں حضرت ابوبکر کے پاس پہنچا اور رسالت مآبؐ کا فرمان سنایا تو انھوں نے کہا کہ یہ کیا بربنائے ناراضگی ایسا فرمان صادر ہوا ہے میں نے کہا کہ یہ بات تو نہیں ہے مگر جبرئیل امین علیہ السلام دربار رسالت صلعم میں حاضر ہوئے تھے اور انھوں نے خداوند تعالیٰ کا یہ حکم سنایا ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کی طرف سے سورۂ برارت وہی شخص پہنچائے جو ان میں سے ہو۔ چنانچہ ہم یوم النحر ظہر کے

بعد مکہ معظمہ پہنچے اس دن حج اکبر تھا اور لوگ جمع ہو چکے تھے اس وقت میں اٹھا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر میں نے کہا۔

اے لوگو! تمہیں معلوم ہو کہ میں تمہارے پاس رسول اللہ صلعم کا قاصد بن کر آیا ہوں پھر میں نے ان کے سامنے برائت اس طرح سے تلاوت کی کہ: براءۃ من اللہ ورسولہ الی الذین عاھدتم من المشرکین فسیحوا فی الارض اربعۃ اشھر

۹ ۲/۱ (ترجمہ) اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین سے دست برداری ہے جن سے تم نے عہد کر رکھا تھا سو تم لوگ اس سرزمین میں چار مہینے چل پھر لو۔ وہ اس طرح سے کہ ذی الحجہ کے بیس دن اور محرم، صفر، ربیع الاول اور ربیع الآخر کے دس دن اس کے علاوہ میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ آج سے کوئی مرد یا عورت عریاں حالت میں خانۂ کعبہ کا طواف نہ کرے۔ اور نہ کوئی مشرک و مشرکہ طواف دے۔ اور یہ بھی سن لو کہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ اگر کسی شخص کا کوئی عہد و پیمان ہوا ہے تو اب اس کی مدت صرف چار مہینہ ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے فضائل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا کی مقدس کتاب قرآن حکیم میں اذن یعنی کان سے مجھ کو موسوم کیا گیا ہے۔ اس راز کو میرے سوا اور کوئی نہیں جانتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اپنے اور فضائل بیان فرمائیے اس وقت آپ نے فرمایا کہ اچھا لو سنو! ایک مرتبہ میں اور عباس اور عثمان بن شیبہ مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ دونوں مجھ پر اپنا فضل و کمال جتانے لگے عثمان بن شیبہ نے کہا کہ رسول خدا صلعم نے مجھے "سدانت" یعنی خانۂ کعبہ کی کنجیاں دی ہیں اور عباس بن عبد المطلب نے ازراہ مفاخرت کہا کہ رسول اللہ صلعم نے حجاج کو پانی پلانے کی خدمت سے مجھے نوازا ہے یعنی آب زمزم پر میرا قبضہ ہے اس کے بعد دونوں نے امیر المومنین سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے علی! آنحضرت صلعم نے تو آپ کو کچھ نہیں دیا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت

کریمہ نازل فرمائی کہ: اجعلتم سقایۃ الحجاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم الاخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستوٗن عند اللہ واللہ لا یھدی القوم الظلمین الذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ھم الفائزون۔ یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان وجنات لھم فیھا نعیم مقیم۔ خالدین فیھا ابدا ان اللہ عندہ اجر عظیم۔

(ترجمہ) کیا تم لوگوں نے حجاج کے پانی پلانے کو اور مسجد حرام کے آباد رکھنے کو اس شخص کے برابر قرار دے لیا جو کہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہو اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہو یہ لوگ برابر نہیں اللہ کے نزدیک اور جو لوگ بے انصاف ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ نہیں دیتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ترک وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا وہ درجہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑے ہیں اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں۔ ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی اور ایسے باغوں کی کہ ان کے لئے ان میں دائمی نعمت ہوگی۔ ان میں یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے۔ ۹/۱۹-۱۰

لوگوں نے پھر عرض کیا کہ اے امیر المومنینؑ اپنے اور فضائل بیان کیجئے آپ نے فرمایا کہ سنو! جب رسول اللہ صلعم حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں مقام غدیر خم میں آپ نے نزول اجلال فرمایا اور وہاں کی زمین صاف کروانے کے بعد لوگوں کو جمع کیا پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف بلند کیا اور حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ۔ کیا میں تم سے زیادہ تمہاری جانوں پر حق نہیں رکھتا؟ سب نے بیک زبان ہو کر کہا کہ! اے پیغمبر خدا صلعم ہم سے زیادہ آپ کا حق ہماری جانوں پر ہے تب آپ نے فرمایا کہ سنو! جس کا میں مولا و آقا

ہوں اس کا علیؑ مولا و آقا ہے اے پروردگار تو اس سے محبت رکھ جو علیؑ کے ساتھ محبت رکھتا ہے اور اس سے عداوت کر جو علیؑ کے ساتھ عداوت کرتا ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ اس آیت کریمہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ :۔ افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاہد منہ ۱۱/۱۲ (ترجمہ) کیا منکر قرآن ایسے شخص کی برابری کر سکتا ہے جو قرآن پر قائم ہو جو کہ اس کے رب کی طرف سے آیا ہے اور اس کے ساتھ اسی میں سے ایک گواہ بھی ہے۔ صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جو شخص "بینت" پر ہے اس سے مراد محمد رسول اللہ صلعم ہیں اور وہ شاہد جو آپ میں سے ہے اور آپ کے ساتھ ساتھ ہے اس سے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام مراد ہیں۔ آپ رسول اللہ صلعم کے بعد امت کے امام و حجت ہیں۔

رسول اکرم صلعم سے یہ حدیث منقول ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور علیؑ میرے بعد ہر مومن مرد اور مومنہ عورت کے ولی ہیں۔ اس سلسلے میں یہ بھی نہایت مشہور و معروف روایت ہے کہ آیت کریمہ: افمن کان علی بینۃ من ربہ " سے رسول اللہ صلعم مراد ہیں اس کے بعد ویتلوہ شاہد منہ سے کون مراد ہے تو اس سلسلے میں رسول اکرم صلعم کا یہ ارشاد ہے کہ "میں علیؑ سے ہوں اور علیؑ مجھ سے ہے" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام وہی شاہد ہیں جو آپ کے ساتھ ساتھ ہیں اور آپ کی اُمت پر آپ کے بعد شاہد و حجت ہیں اور امام مفترض الطاعت ہیں اور آپ کے بعد آپ کے ویسے ہی وصی ہیں جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کے وصی تھے۔

رسول اللہ صلعم کا علیؑ سے فرمانا کہ "اے علیؑ میرے نزدیک تمہارا وہی مرتبہ ہے جو موسیٰ کے نزدیک ہارونؑ کا تھا۔ رسول خدا صلعم کے اس ارشاد گرامی کا صرف یہی ایک نحوی و مطلب ہو سکتا ہے کہ علیؑ رسول اللہ صلعم کے بعد آپ کی اُمت کے خلیفہ ہیں۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے

ہارون علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ تم میری امت میں میرے قائم مقام اور خلیفہ ہو۔

اگر ہم مسئلہ خلافت کے بارے میں اخبار و روایات اور حجت و دلیل پیش کریں تو یہ اہم کام اس کتاب کی حد سے باہر ہے۔ اور اس کتاب کے ہر باب میں جو موضوع ہے اس کے تمام مسائل پر پوری روشنی ڈالنا چاہیں تو اس کے لئے ہمیں ایک الگ کتاب تصنیف کرنی ہوگی۔ اور ناظرین کو معلوم ہے کہ ہم نے اس کتاب کے شروع میں یہ شرط لگا رکھی ہے کہ ہم اس کتاب میں ایسے مختصر اقوال پیش کریں گے جو عقلمندوں کے لئے کافی ہوں۔

واللہ الموفق للصواب

ولایتِ آئمۂ اہلبیتؑ

قرآن حکیم میں پروردگار عالم کا ارشاد ہے کہ: یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔
۵ $\frac{۴}{۵۱}$ (ترجمہ) اے ایمان والو تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو صاحبان امر ہیں ان کا بھی کہنا مانو پھر اگر تم کسی امر میں باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کی طرف حوالہ کر لیا کرو۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ کسی سائل نے جب آپ سے مذکورہ بالا آیت کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ قرآن حکیم میں خداوند تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ: الم ترالی الذین اوتوا نصیباً من الکتاب یؤمنون بالجبت والطاغوت ویقولون للذین کفروا ھولاء اھدی من الذین امنوا سبیلا
۴ $\frac{۵}{۵۲}$ (ترجمہ) کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا ایک حصہ ملا ہے وہ بت اور شیطان کو مانتے ہیں اور وہ لوگ کفار کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ لوگ بہ نسبت ان مسلمانوں کے زیادہ راہ راست پر ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ گمراہ اماموں اور جہنم کی طرف دعوت کرنے والوں کے متعلق ایسا کہتے ہیں کہ وہ آل محمد صلعم سے زیادہ راہ راست پر ہیں۔ اس کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: اولئک الذین لعنھم اللہ ومن یلعن اللہ فلن تجد لہ نصیرا ام لھم نصیب من الملک فاذا لا یؤتون الناس نقیرا۔
(ترجمہ) یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے ملعون بنا دیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ

جس کو ملعون بنا دے اس کا کوئی حامی نہ پاؤ گے۔ ہاں کیا ان کے پاس کوئی حصہ ہے سلطنت (یعنی امامت خلافت) کا (اگر ان کو کچھ حصہ حاصل ہوتا) تو ایسی حالت میں وہ اور لوگوں کو ذرا سی چیز بھی نہ دیتے۔ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس آیت میں "الناس" یعنی لوگوں سے ہماری مراد ہے گٹھلی کے بیچ میں جو نقطہ نظر آتا ہے اس کو "نقیر" کہتے ہیں۔ ام یحسدون الناس علی ما آتٰھم اللہ من فضلہ ۵۴ ۵ (ترجمہ) یا دوسرے آدمیوں سے ان چیزوں پر جلتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہمیں وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے امامت کے بلند ترین منصب سے نوازا ہے اس لئے لوگ ہم سے حسد کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: فقد آتینا آل ابراھیم الکتاب والحکمۃ وآتیناھم ملکاً عظیماً ______

(ترجمہ) سو ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کو کتاب بھی دی ہے اور ہم نے ان کو بڑی بھاری سلطنت بھی دی ہے۔ یعنی ہم نے آل ابراہیمؑ میں سے انبیاء و مرسلین اور ائمہ پیدا کئے ہیں۔ ظلاً ظلیلاً تک بڑھ جایئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: یامرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان اللہ نعما یعظکم بہ ان اللہ کان سمیعا بصیرا ______

(ترجمہ) بیشک تم کو اللہ اس بات کا حکم دیتا ہے کہ اہل حقوق کو انکے حقوق پہنچا دو اور یہ کہ جب لوگوں کا تصفیہ کیا کرو تو عدل سے تصفیہ کیا کرو۔ بیشک اللہ جس بات کی تم کو نصیحت کرتا ہے وہ بات بہت ہی اچھی ہے۔ بلا شک اللہ خوب سنتا ہے اور خوب دیکھتا ہے امام باقر علیہ السلام اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس آیت میں امانت کو ادا کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس سے ہم مراد ہیں کہ ہمارا ہر امام اپنے بعد کے آنے والے امام کو کتابیں، اسلحے اور علوم جو امانت

ہیں ان کو سونپ دیا کرے۔ اور واذا حکمتم الخ کا مطلب یہ ہے کہ جب تم غالب آجاؤ تو لوگوں کے مابین اس عدل و انصاف کے مطابق فیصلہ کرو جو تمہاری طرف سے تمہارے ہاتھوں میں دیا گیا ہے۔ اس کے بعد پروردگار عالم نے یا ایھا الذین (اے ایمان والو) فرما کر قیامت تک کے مومنین سے خطاب کرکے فرمادیا ہے کہ: اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (ترجمہ) اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو صاحبان امر ہیں ان کی اطاعت کرو۔ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اللہ و رسول کی اطاعت کے بعد جن صاحبان امر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اس سے ہم ائمہ اہل بیتؑ مراد ہیں۔

سائل نے عرض کیا کہ قرآن حکیم میں دوسرے مقام پر خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون: $\frac{5}{55}$ (ترجمہ) تمہارے ولی تو اللہ اور اس کے رسول اور وہ ایمان دار لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے سائل جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں۔ اور رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دیتے ہیں ان سے خداوند تعالیٰ نے ہماری طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے سائل! قرآن حکیم میں خداوند تعالیٰ کا تو یہ بھی ارشاد ہے کہ: یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین (ترجمہ) اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے سائل! اس آیت کریمہ میں "صادقین" سے ہم مراد ہیں سائل نے عرض کیا کہ خداوند تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: وقل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ والمومنون:

(ترجمہ) اے رسول آپ کہہ دیجئے کہ عمل کئے جاؤ پس عنقریب اللہ اور

اس کے رسول اور مومنین تمہارے اعمال ناموں کو دیکھیں گے۔ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے سائل اس آیت میں اللہ ورسول کے بعد جن مومنین کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ وہ قیامت کے دن مومنوں کا اعمال نامہ دیکھیں گے۔ ان مومنین" سے ہم مراد ہیں سائل نے پھر عرض کیا کہ قرآن حکیم میں خداوند تعالی کا یہ بھی تو ارشاد ہے کہ: وکذٰلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا : ۲ ۱۴۳/۲ (ترجمہ) اور ہم نے تم کو ایک ایسی ہی جماعت بنا دی ہے جو نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ رہے۔ امام باقر علیہ السلام نے سائل سے فرمایا کہ ہم ائمہ اہل بیت علیہم السلام امت واسطہ ہیں اور ہمیں خلائق پر خدا کے گواہ اور پشت زمین پر اس کی طرف سے حجت مقرر کئے گئے ہیں۔

سائل نے امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں پھر عرض کیا کہ آل ابراہیمؑ کے متعلق خداوند تعالی کا یہ ارشاد ہے کہ: وآتیناھم ملکاً عظیماً (ترجمہ) اور ہم نے ان کو (یعنی آل ابراہیمؑ کو) بہت بڑی سلطنت عطا کی تھی آپ نے فرمایا کہ ملک عظیم سے یہ مراد ہے کہ پروردگار عالم نے آل ابراہیمؑ میں ایسے جلیل القدر ائمہ پیدا کئے تھے کہ جن کی اطاعت اللہ کی اطاعت تھی اور جن کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی تھی۔ اے سائل یہی وہ ملک عظیم ہے جو آل ابراہیم کو پروردگار عالم نے عطا کیا تھا لیکن افسوس تو اس بات کا ہے کہ مسلمانوں کو اس کا تو اقرار ہے کہ آل ابراہیمؑ کو ملک عظیم عطا کیا گیا تھا یعنی پروردگار عالم نے آل ابراہیم میں جلیل القدر ائمہ پیدا کئے تھے اور جب یہی ملک عظیم آل محمد صلعم کو عطا کیا گیا تو وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔

سائل نے امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں پھر عرض کیا کہ خداوند تعالی کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: یا ایھا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ

(ترجمہ) اے ایمان والو! تم رکوع کیا کرو اور سجدہ کیا کرو اور اپنے رب کی عبادت کیا کرو اور نیک کام کیا کرو امید ہے کہ تم فلاح پاؤ گے اور خدا کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔

اس سورہ کو آخر تک پڑھ جایئے تو آپ کو ھواجتبا کم، ھوسماکم المسلمین کے الفاظ ملیں گے اور ساتھ ساتھ ملت ابراہیم کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ امام باقر علیہ السلام نے سائل سے فرمایا کہ ہم وہ ائمہ اہل بیتؑ ہیں جن کو ہمارے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کے لئے منتخب کر لیا گیا ہے۔ اور پروردگار عالم نے کتابوں میں شروع ہی سے ہمارا نام "مسلمین" رکھا ہے۔ پس قرآن حکیم میں بھی ہمارا نام "مسلمین" رکھا ہے۔ اسی قرآن میں ہے تاکہ رسول تم پر گواہ ہو"۔ پس تمہیں معلوم ہو کہ رسول خدا صلعم ہم پر اس چیز کے شاہد ہیں جو آپ نے ہم تک خدا کی جانب سے پہنچایا ہے۔ اور ہم دوسرے لوگوں پر گواہ مقرر ہیں لہٰذا قیامت کے روز جو شخص سچ سچ کہے گا ہم اس کی تصدیق کریں گے۔ اور جو جھوٹ بولے گا اس کی ہم تکذیب کریں گے۔

سائل نے امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ قرآن حکیم میں خداوند عزوجل کا ارشاد ہے کہ: بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم

(ترجمہ) بلکہ وہ ان لوگوں کے دلوں میں جن کو علم عطا کیا گیا ہے، واضح دلیلیں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں جن لوگوں کی طرف اشارہ کیا ہے وہ ہمیں لوگ ہیں جن کو علم عطا کیا گیا ہے۔ سائل نے پھر عرض کیا کہ خداوند تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: قل کفیٰ باللّٰہ شہیداً

بینی و بینکم ومن عندہ علم الکتاب

۱۳ ۴۳ (ترجمہ) اے پیغمبرؐ آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے کافی گواہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس آیت میں جن کے پاس کتاب کا علم ہے اس سے ہم ائمہ اہل بیتؑ مراد ہیں۔ سرور کائنات محمد رسول اللہ صلعم کے بعد امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہم ائمہ اہل بیتؑ

میں سب سے اول اور سب سے افضل و برتر ہیں۔ سائل نے پھر عرض کیا کہ خداوند سبحانہ کا ارشاد ہے کہ: وانہ لذکر لک ولقومک وسوف تسالون

(ترجمہ) اور یہ قرآن آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے بڑے شرف کی چیز ہے اور عنقریب تم سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا۔ آپ نے سائل سے فرمایا کہ "ذکر" سے ہم مراد ہیں وہ "اہل ذکر" ہمیں ہیں جن کے متعلق قیامت کے دن پوچھا جائیگا۔

سائل نے پھر عرض کیا کہ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: انما انت منذر ولکل قوم ھاد ۱۳ پ ۱۳ (ترجمہ) اے رسول آپ صرف ڈرانے والے ہیں۔ اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے۔ امام باقر علیہ السلام نے سائل سے فرمایا کہ اس آیت میں "المنذر" یعنی ڈرانے والا سے رسول خدا صلعم مراد ہیں۔ اور "ہادی" سے ہم آئمہ اہل بیتؑ مراد ہیں۔ کیونکہ ہر زمانے میں اہل بیتؑ رسول سے ایک امام ہوتا ہے جو لوگوں کو رسول اللہ صلعم کی تعلیمات کی طرف ہدایت و رہنمائی کرتا ہے۔ پس تم کو معلوم ہو کہ رسول اللہ صلعم کے بعد ہم ائمہ اہل بیت میں سب سے پہلے "ہادی" امیرالمومنین مولانا علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے پھر آپ کے بعد آپ کے اوصیاء یعنی ہم ائمہ اہل بیتؑ یکے بعد دیگرے ہادی و امام زمانہ ہیں۔

سائل نے پھر عرض کیا کہ قرآن حکیم میں خداوند جل شانہ کا ارشاد ہے کہ:

وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم

(ترجمہ) اور اس کی تاویل یعنی صحیح مطلب اللہ اور علم میں پختہ کار لوگوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ آپؑ نے فرمایا کہ اے سائل رسول خدا صلعم اپنے عہد مبارک میں علم میں پختہ کار لوگوں میں سب سے افضل و برتر تھے کیونکہ خداوند تعالیٰ نے آپ پر جو کچھ بھی تنزیل و تاویل نازل فرمائی ہے ان تمام کا علم آپ کو حاصل تھا۔ آپ پر جو چیز بھی نازل ہوتی تھی آپ اس کی تاویل بخوبی جانتے تھے اور آپ کے بعد اوصیاء یعنی ائمہ طاہرین علیہم السلام جو علم میں پختہ کار ہیں ان کو تمام تاویلات کا پورا پورا علم تھا۔ سائل نے عرض کیا کہ خداوند کریم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ:-

ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات باذن اللہ ذلک ھو الفضل الکبیر

(ترجمہ) پھر ہم نے کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا تھا۔ پس ان میں سے کتنے ایسے ہیں جو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور ان میں سے کتنے میانہ روی اختیار کرنے والے ہیں اور ان میں سے کتنے خدا کی توفیق سے نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں یہ بڑا فضل ہے۔ امام باقر علیہ السلام نے اس آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے سائل سے فرمایا کہ اس آیت میں بھی پروردگار عالم نے ہم ائمہ اہل بیتؑ کی طرف اشارہ فرمایا ہے سو تمہیں معلوم ہو کہ "سابق" ہم ائمہ اہل بیتؑ میں سے ہر دور کا امام مراد ہے اور "مقتصد" یعنی میانہ روی اختیار کرنے والے سے مراد امام کے حقوق کی معرفت رکھنے والا ہے اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والے سے وہ شخص مراد ہے جو شک میں مبتلا ہے اور ہم سے دوری اختیار کئے ہوئے ہے۔ رہا عوام کا یہ خیال کہ آیت کریمہ: ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا میں انھیں لوگوں کو منتخب کر لینے کی طرف کا اشارہ کیا گیا ہے اگر ان کے زعم کے مطابق اس بات کو تسلیم کر لیا جائے تو اس صورت میں عوام سب کے سب منتخب اور چنندہ ہوئے اور تمام کے تمام داخل بہشت ہوئے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ: جنات عدن یدخلونھا

(ترجمہ) وہ ہمیشہ باقی رہنے والے باغات ہیں جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے۔ عوام نے جس طرح سے آیت کریمہ ثم اورثنا الذین کی تاویل کی ہے کہ اس آیت میں منتخب لوگوں سے انھیں کو مراد لیا گیا ہے ٹھیک اسی طرح انھوں نے اس آیت کی تاویل میں دو قسم کے قول کہے ہیں جس آیت کا ذکر ہم نے اس باب کے آغاز میں کیا ہے وہ آیت کریمہ یہ ہے: یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم

(ترجمہ) اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو صاحبان امر ہیں ان کی اطاعت کرو۔

عوام میں سے بعض کا یہ خیال ہے کہ اس آیت کریمہ میں خداوند تعالیٰ نے جن اولوالامر کی اطاعت واجب قرار دیا ہے وہ امراء لشکر ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اولوالامر سے وہ اہل علم یعنی علماء مراد ہیں جو درجۂ افتاء پر فائز ہیں۔ عوام کے ان دونوں اقوال کا ماحصل بے بنیاد ہے۔ کیونکہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اولوالامر سے سرداران لشکر مراد ہیں تو گویا انھوں نے یہ کہہ کر اپنے ان اماموں پر ان سرداران لشکر کو فضیلت دیدی جنھوں نے ان کو لشکر کا سردار بنایا تھا اور اس طرح عوام نے اپنے اس قول سے اُلٹے اماموں پر سرداران لشکر کی اطاعت واجب کردی اور ساتھ ساتھ تمام مومنین پر امراء لشکر کی اطاعت واجب کردی کیونکہ آیت کریمہ یاایھا الذین آمنو میں تمام مومنین سے خطاب کرکے اولوالامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اس لئے اولوالامر کی اطاعت میں ہر ایک مومن داخل ہے۔ اور یہ ممکن نہیں کہ اولوالامر کی اطاعت سے ایک مومن کو دوسرے مومن کے مقابل میں مستثنیٰ قرار دیا جائے الاآنکہ قرآن حکیم میں استثناء کی کوئی ایسی دلیل پائی جاتے یا پیغمبر اسلام صلعم کا کوئی بیان ہونا چاہئے کہ جن کو بیان کا پوراحق حاصل تھا۔ تو معلوم ہونا چاہیئے کہ عوام کو قرآن و حدیث میں کوئی ایسی دلیل نہ ملے گی۔ اس کے علاوہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ لشکر کے سردار کی اطاعت لشکریوں کے علاوہ جو لوگ ہیں ان پر واجب و فرض تصور نہیں کرتے تو گویا خود انھوں نے اپنی زبان سے اپنا یہ دعویٰ باطل و رد کردیا کہ اولوالامر سے مراد سرداران لشکر ہیں۔

اب رہے وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اولوالامر سے مراد علماء ہیں اور وہ علماء عامہ ہیں تو ان عوامی علماء کا حال یہ ہے کہ وہ سب کے سب آپس میں اختلاف رائے رکھتے ہیں اگر ان میں سے کسی ایک عالم کی اطاعت کی جائے تو دوسرے کی نافرمانی ہوتی ہے۔ کیونکہ جب مومن ان علماء جمہور میں سے ایک عالم کی پیروی کرے گا تو اس صورت میں یقیناً دوسرے عالم کی نافرمانی ہوگی ——— کیوں کہ

وہ اسی مسئلے میں اپنی دوسری رائے رکھتا ہے۔ حالانکہ یہ بات بالکل صاف اور واضح ہے کہ پروردگارِ عالم نے اپنے بندوں کو ایسے علماء کی اطاعت کا حکم کبھی نہیں دیا ہے کہ جو آپس میں اتنا اختلاف رکھتے ہوں کہ مامور کو یہ بھی معلوم نہ ہو سکے کہ ان میں سے کس کی اطاعت کا حکم اس کو دیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ قول بھی بالکل بے بنیاد ہے کہ اولوالامر سے علماءِ جمہور مراد ہیں۔ اس رائے اور خیال کا ظاہری پہلو اتنا کمزور ہے کہ اس کے قائل پر کسی قسم کی حجت و دلیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ دراصل اولوالامر کہلانے کے زیادہ حقدار تو وہ ائمہ اہل بیتؑ ہیں جن کے قبضے میں تمام امورِ شرعیہ ہیں اور صحیح معنوں میں وہی امر کے والی و سرپرست ہیں اگر کوئی صاحبِ فہم و بصیرت اس بات پر غور و فکر کرے تو اس کے نزدیک اولوالامر کا مفہوم بالکل واضح اور روشن ہو جائے گا۔

اور یہ بھی کتنی معقول بات ہے کہ خداوند تعالیٰ کیوں اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت میں کسی ایسے شخص کی اطاعت کو شامل کر کے اپنی مخلوق سے اس کی اطاعت کروائے جس کا حکم ہر اس کام میں جس کا تعلق خدا کی زمین میں احکامِ الٰہی کو قائم کرنا ہے اس طرح نافذ و جائز ہی نہ ہو جس طرح کہ خدا اور رسول کا امر نافذ و جائز ہے؟ اب رہے عوام میں سے وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اولوالامر سے مراد سردارانِ لشکر اور علماء ہیں تو انھیں ہماری اس بات پر غور و فکر کرنا چاہیئے کہ ان کے اس زعم کے مطابق تو خود سردارانِ لشکر کو اماموں کی اطاعت کرنی چاہیئے کیونکہ انھیں نے تو ان کو وہ سرداری اور قیادت عطا کی ہے جس کی وجہ سے وہ اس بات کے مستحق ہوئے کہ جن لوگوں کا انھیں سردار بنایا گیا ہے وہ ان کی اطاعت کریں۔ رہے وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اولوالامر سے مراد علماء ہیں تو انھیں بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ ائمہ اہل بیتؑ ہی وہ حقیقی علماء ہیں جن کے مقابل میں دوسرے تمام علماء کا درجہ کم تر ہے وہ علم و فضل کمال میں ہر لحاظ سے افضل و برتر ہیں۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حسن بن صالح بن حی اور علی بن صالح بن حی دونوں نے آپ سے خداوند تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں پوچھا کہ: یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم ۵ ۵/۵۱ (ترجمہ) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو صاحبان امر ہیں انکی اطاعت کرو۔ اس آیت کریمہ میں اولوالامر سے کون لوگ مراد ہیں؟ صادق آل محمد نے فرمایا کہ اولوالامر سے علماء مراد ہیں۔ جب دونوں آپ کے پاس سے اٹھ کر باہر چلے گئے تو علی بن صالح نے کہا غضب ہوگیا ہم نے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ وہ علماء کون ہیں؟ دونوں پھر امام جعفر الصادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے دریافت کیا کہ علماء سے کون مراد ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اہل بیتؑ رسول میں سے جو امامت کے مرتبہ عظمی پر فائز ہیں وہ مراد ہیں۔

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے آیت کریمہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم (ترجمہ) اور اگر یہ لوگ اس (بات) کو رسولؐ کے اور ان لوگوں کے سامنے جو صاحبان امر ہیں پیش کرتے تو ان میں سے جو بات کی تہ تک پہنچ جانیوالے ہیں وہ اصل حقیقت معلوم کرلیتے اس کے متعلق فرمایا کہ جو بات کی تہ تک پہنچ جانے والے ہیں ان سے ائمہ اہل بیتؑ رسول علیہم السلام مراد ہیں جن کو پروردگار عالم نے وہ علم عطا کیا ہے کہ جس سے وہ معاملے کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں اسی لئے خداوند تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ان کی اطاعت کو عام طور سے واجب قرار دیدیا ہے کہ: اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم یعنی اللہ و رسول کی اطاعت کرو اور تم میں جو صاحبان امر ہیں ان کی اطاعت کرو

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے ایک شخص کو جو بیت اللہ کا طواف دے رہا تھا یہ کہتے ہوئے سُنا کر : اللہم اجعلنی من الذین اذا ذکروا بآیات ربہم لم یخروا علیہا صما وعمیانا ۱۹ $\frac{25}{4}$ (ترجمہ) اے پروردگار تو مجھے ان لوگوں میں سے بنا جس وقت ان کے سامنے اللہ کی آیتوں کا تذکرہ ہوتا ہے تو اندھے بہرے بن کر نہیں گرتے رب اجعلنی من الذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریاتنا قرۃ اعین و اجعلنا للمتقین اماما ۱۹ $\frac{25}{4}$ (ترجمہ) اے میرے پروردگار تو مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو ہماری بی بیوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو پرہیز گاروں کا امام بنا دے۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ اے شخص تو نے اپنے پروردگار سے اپنی حیثیت سے بڑھ کر سوال کیا ہے تو نے خداوند تعالیٰ سے یہ سوال کیا ہے وہ تجھے پرہیزگاروں کا مفترض الطاعۃ امام بنا دے اس وقت آپ کے اصحاب میں سے کسی نے کہا کہ اے صادق آل محمد میں آپ پر قربان جاؤں پہلی آیت میں کن لوگوں کی طرف اشارہ ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ وہ تمہارے متعلق ہے۔ پھر انھوں نے پوچھا کہ دوسری آیت میں کن لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ؟ امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ دوسری آیت ہمارے لئے اُتری ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے آیت کریمہ : یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم ۵ $\frac{4}{59}$ (ترجمہ) اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو صاحبان امر ہیں ان کی اطاعت کرو اس کے متعلق فرمایا کہ ہم ائمہ اہل بیتؑ میں سے جو امام زمانہ ہے وہی اولوالامر ہے اور اس کی اطاعت فرض کی گئی ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ سے رسول خدا صلعم

کے اس ارشادِ گرامی کے متعلق پوچھا گیا کہ: من مات لا یعرف امام دھرہ حیا مات میتۃ جاھلیۃ یعنی جو شخص اپنے زندہ امام زمانہ کی معرفت کیئے بغیر وفات پا گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرگیا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آیا وہ شخص جاہلیت کی موت مر گیا جو آلِ محمد میں سے ہو یا غیر آلِ محمد میں سے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ جو امام کے وجود ہی کا منکر ہو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے خواہ وہ منکر امام آلِ محمدؑ میں سے ہو یا ان میں سے نہ ہو اس کی یہاں پر کوئی تخصیص نہیں ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ سے خداوند تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی کے متعلق پوچھا گیا کہ: ان فی ذالک لآیات للمتوسمین $\frac{15}{75}$ ۱۷ (ترجمہ) یقیناً اس میں اہلِ بصیرت کے لئے نشانیاں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ "متوسمین یعنی اہلِ بصیرت سے وہ ائمہ اہلِ بیتؑ مراد ہیں جو ہر چیز کو نورِ خداوندی کی روشنی میں دیکھتے ہیں لہٰذا تم فراستِ آلِ محمد سے ہمیشہ ڈرتے رہو۔

رسولِ اکرم صلعم سے مروی ہے آپ نے ایک مرتبہ امیر المومنین مولانا علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے فرمایا کہ اے علی! تم اور تمہارے فرزندوں میں سے جو اوصیاء یعنی ائمہ ہیں وہ جنت و جہنم کے درمیان خدا کے اعراف ہیں جنت میں وہی شخص داخل ہوگا جس کو تم پہچانتے ہو گے اور وہ تم کو پہچانتا ہوگا۔ اور جہنم میں بھی وہی شخص داخل ہوگا جو تمہاری وصایت و امامت کا منکر ہوگا۔ اور جس کو پہچاننے سے تم نے انکار کر دیا ہوگا۔ یہ ہے "اعراف" کی واضح اور روشن تاویل جس کے سوا کوئی اور تاویل جائز و درست نہیں ہوسکتی جیسا کہ عوام کا خیال ہے کہ اصحابِ اعراف سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے اعمال کی وجہ سے نہ تو جنت میں داخل ہو سکے اور نہ جہنم میں بلکہ وہ جنت اور جہنم کے درمیان ہی رک گئے۔ عوام کی یہ تاویل کیسے درست ہوسکتی ہے جبکہ پروردگارِ عالم نے آخرت میں جنت و جہنم کے سوا بندوں کے اعمال کی جزاء و سزا کے لئے

کوئی اور گھر ہی نہیں بنایا ہے۔ جنت و جہنم دو قسم کے لوگوں کے درجات و منازل ہیں۔ جو اہل جنت ہیں وہ جنت میں اپنے اعمال حسنہ کے مطابق اسی درجہ میں قیام کریں گے جس کے وہ مستحق ہیں اسی طرح اہل دوزخ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم کے اسی درجہ میں داخل ہوں گے جس کے وہ مستحق ہوئے ہیں۔ لہٰذا جو شخص ذرہ برابر بھی عذاب الٰہی کا مستحق نہ ہوگا وہ رحمت الٰہی کی پناہ اور سایہ میں ہوگا پس یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اصحاب اعراف کا ایسا حال کیونکر ہوگا جیسا کہ عوام کا خیال ہے کہ نہ تو جنت میں داخل ہوں گے نہ جہنم میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ انھیں جنت میں داخل ہونے سے روکا گیا ہے اور وہ خدا کی رحمت سے دور رکھے گئے ہیں۔ حالانکہ قرآن حکیم میں خداوند تعالیٰ نے اصحاب اعراف کی شان میں یہ کہا ہے کہ وہ قیامت کے روز لوگوں کو ان کی پیشانیوں سے تاڑلیں گے۔ وہ اہل دوزخ کو ان کے گناہوں پر مطلع کریں گے اور ان کو خوب زجر و توبیخ کریں گے۔ اور کہیں گے کہ: ما اغنی عنکم جمعکم و ما کنتم تتکبرون اهؤلاء الذین اقسمتم لا ینالهم الله برحمة،

(ترجمہ) تمہاری جماعت اور تمہارا اپنے کو بڑا سمجھنا تمہارے کچھ کام نہ آیا۔ کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کی نسبت تم قسم کھا کر کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نہ کرے گا۔

عوام اصحاب اعراف سے اہل جنت کی ایک جماعت مراد لیتے ہیں۔ وہ دوسرے جنتی لوگوں سے مخاطب ہو کر کہیں گے کہ تم پر سلام ہو تم بلا حزن و ملال اور خوف و خطر جنت میں داخل ہو جاؤ دوسرے لوگ بھی ان کو اپنی مدد کے لئے پکاریں گے اور ان کی شفاعت کے امیدوار ہوں گے۔

خداوند تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اصحاب اعراف کا ذکر کر کے ان کے بلند مقام کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے اس کی مخلوق

پر گواہ اور اس کے بندوں پر حجت مقرر ہیں۔ غرض اصحاب اعراف خداوند تعالیٰ کے نزدیک عظیم الشان قدر و منزلت کے مالک ہیں۔ عربی زبان میں عرف کسی چیز کے بلند تر حصّے کو کہتے ہیں جیسا کہ مرغے کی کلغی اور گھوڑے کی ایال (سر کے بال) کو عرف کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع اعراف ہے۔ بعض ماہرین لغت کا خیال ہے کہ عربوں کے نزدیک ہر بلند شئے اعراف ہے۔ چنانچہ اسی خیال سے ریت کے ڈھیر کو اعراف کہا جاتا ہے۔

عوام الناس کے بعض مفسرین و نادی اصحاب الاعراف ... (ترجمہ) اور اصحاب اعراف نے آواز دی۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اصحاب اعراف سے یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو جنت و جہنم کے درمیان ایک اونچے ٹیکرے پر ہوں گے۔ اور بعض مفسر یہ کہتے ہیں کہ اصحاب اعراف جنت و جہنم کے درمیان ایک بلند فصیل پر ہوں گے۔ یہ مفسرین کہتے ہیں کہ محض بلندی کی وجہ سے اعراف کہا گیا ہے۔ مفسرین کی اس جماعت نے منکر عارف اور جاہل مقصر کی صورت میں ضرور حق کے گرداگرد چکر لگایا مگر در مقصود حاصل نہ ہوا ہم خداوند تعالیٰ سے حیرت و ضلالت اور حق بات کے انکار و جہالت سے پناہ مانگتے ہیں۔ کتاب الٰہی کی اکثر عوامی تاویلیں اسی قسم کے فساد و بطلان پر مبنی ہیں۔ ہم تفسیر بالرائے اور حق کی مخالفت میں ہوا نفس کے گھوڑے پر سوار ہونے سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔

اصحاب اعراف کے متعلق عوام کی یہ رائے کہ ان سے ایک ایسی جماعت مراد ہے جو نہ جنت میں ہوگی نہ جہنم میں۔ یہ اتنی غلط تاویل ہے کہ اس کے غلط و فاسد ہونے کے لئے کسی قسم کی دلیل و حجت پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ عوام کے مفسرین کی اکثر تاویلیں ان کی آراء کا نتیجہ ہیں۔ خداوند تعالیٰ ہمیں اپنی کتاب قرآن پاک کی حلال و حرام باتوں کی تاویل بالرائے کرنے کے تصور سے بھی محفوظ رکھے۔

رسول اکرم صلعم سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ مجھ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اپنے پروردگار کے احکام کی اطاعت کروں اور میرے اہل بیتؑ میں جو ائمہ ہیں ان کو میری سنت اور احکام الٰہی کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور ان کے ماسوا تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور میری اطاعت اور میرے اہل بیتؑ میں سے جو ائمہ ہیں ان کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ پس یاد رکھو جس نے ائمہ اہل بیتؑ کی پیروی کی اس نے نجات پائی اور جس نے ان کا دامن چھوڑ دیا وہ ہلاک ہو گیا۔ اور یقیناً خارجی کے سوا اہل بیتؑ کا دامن کوئی اور نہ چھوڑے گا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم ۵ ۴/۸۳ (ترجمہ) اور اگر یہ لوگ اس بات کو رسول کے اور ان لوگوں کے سامنے جو صاحبان امر ہیں پیش کرتے۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آیت مذکورہ میں صاحبان امر سے کون لوگ مراد ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہم ائمہ اہل بیتؑ وہ اولوالامر ہیں جن کے سامنے سوال پیش کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک شخص نے صادقؑ آل محمد کی خدمت میں عرض کیا کہ میری جان آپ پر قربان ہو ہمارے یہاں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ: فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۱۴ ۱۶/۴۳ (ترجمہ) سو اگر تم کو علم نہیں تو اہل علم سے پوچھ دیکھو۔ وہ کہتے ہیں کہ "اہل ذکر" سے علماء یہود مراد ہیں آپ نے یہ سنکر تبسم فرمایا اور سائل سے مخاطب ہو کر کہا کہ قسم بخدا پھر تو وہ لوگوں کو اپنے ہی دین کی طرف دعوت کریں گے۔ یہ ناممکن ہے کہ خداوند تعالیٰ لوگوں کو علماء یہود سے سوال کرنے کا حکم دے بلکہ ہم ائمہ اہل بیت وہ اہل ذکر ہیں جن کے سامنے سوال پیش کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے رسول خدا صلعم کے اس ارشاد گرامی کے بارے میں فرمایا کہ: من مات ولم یعرف امام

دھرہ مات میتۃ جاہلیۃ یعنی جس شخص نے اپنے زمانہ کے امام کی معرفت نہ کی وہ جاہلیت کی موت مر گیا۔ صادقؑ آل محمدؐ نے فرمایا کہ امام زمانہ سے زندہ امام مراد ہے اس وقت آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ ہم نے زندہ امام کا لفظ نہیں سنا ہے۔ آپ نے فرمایا قسم بخدا رسول خدا صلعم نے ضرور ایسا ہی ارشاد فرمایا تھا۔

آپ نے خداوند تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں فرمایا کہ: یوم ندعو کل اناس بامامھم ۱۵ (ترجمہ) جس دن کہ ہم ہر ایک جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ اس آیت میں بامامھم سے کون مراد ہے؟

صادقؑ آل محمدؐ نے فرمایا کہ اس آیت میں امام سے وہ شخص مراد ہے جس کی لوگوں نے دنیا میں اقتدار و پیروی کی ہوگی۔ چنانچہ قیامت کے روز امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے عہد مبارک میں جن لوگوں نے آپ کی اطاعت و پیروی کی ہوگی ان کو آپ کے ہمراہ بلایا جائے گا۔ اسی طرح آپ نے تمام ائمہ اہل بیتؑ علیہم السلام کے متعلق فرمایا اس کے بعد آپ نے کہا کہ رسول خدا صلعم کے ارشاد کے مطابق جس نے اپنے زمانے کے امام کی معرفت نہ کی وہ یقیناً جاہلیت کی موت مرے گا۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ اے فرزند رسول صلعم! قریش آپ لوگوں کی اس بات سے بہت رنجیدہ خاطر رہتے ہیں کہ آپ ہی لوگ ان کے آقا و مولا ہیں۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ لوگ تین قسم کے ہیں۔ ایک قسم تو ان لوگوں کی ہے جن کو جب ہم نے اللہ کی طرف بلایا تو انھوں نے ہماری دعوت کو لبیک کہا پس ان پر خدا اور رسول کا اور ہمارا احسان ہے۔ اور دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جن کو ہم نے میدان جنگ میں قتل کر دیا تھا۔ اور تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جن پر خدا

اور رسولؐ نے فتح مکہ کے روز احسان کیا تھا اور یہ احسان خدا اور رسولؐ نے ہماری ہی وجہ سے کیا تھا پس جو لوگ ہمارے آقا و مولا ہونے سے رنجیدہ خاطر ہوتے ہیں وہ ان تین قسم کے لوگوں میں جس قسم میں بھی چاہیں شامل ہو سکتے ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے آپ ایک مرتبہ رسول خدا صلعم کی وفات کے بعد حج کے موقع پر حاضر ہوئے جب آپ نے باب کعبہ پر طواف کرتے ہوئے لوگوں کا اژدحام دیکھا تو آپ نے بیت اللہ الحرام کے دروازے کی زنجیر پکڑ کر فرمایا کہ اے لوگو! اے لوگو! یہ سننا تھا کہ لوگ نہایت خاموشی کیساتھ جمع ہو گئے حضرت ابوذر غفاری رض نے فرمایا کہ اے لوگو! تم میں سے جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ میں ہی ابوذر غفاری ہوں آج میں تمہارے سامنے وہ حدیث بیان کرنا چاہتا ہوں جس کو میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے۔ میں نے یہ حدیث اس وقت سنی تھی جب آنحضرت صلعم عالم سکرات میں تھے۔ اس وقت آپؐ اپنی زبان اقدس سے یہ فرما رہے تھے کہ میں تمہارے درمیان دو گراں مایہ چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک تو اللہ کی کتاب اور دوسرے اپنی عترت یعنی اہل بیتؑ کو چھوڑے جا رہا ہوں یہ دونوں اس وقت تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک حوض کوثر پر مجھ سے نہ مل جائیں گے حوض کوثر پر ایک ساتھ ملنے کی کیفیت ظاہر کرنے کے لئے آپ نے تمثیلاً دونوں ہاتھوں کی تسبیح والی انگلیوں کو باہم ملا دیا پھر دونوں خوب برابر کر کے آپ نے فرمایا کہ میں اس طرح سے نہیں کہتا ہوں کہ کتاب اللہ اور میری عترت ایکدوسرے سے الگ الگ ہو کر آگے پیچھے ملیں گے آپ نے آگے پیچھے ہونے کی تمثیل میں اپنے داہنے ہاتھ کی تسبیح والی انگلی اور بیچ والی انگلی کو ملا کر بتایا کہ دیکھو اس طرح نہیں کہ ان دونوں انگلیوں میں سے ایک آگے ہے اور دوسری پیچھے۔ اس کے بعد رسول اکرم صلعم نے ارشاد فرمایا کہ یاد رکھو کہ کتاب اللہ اور میری عترت کی مثال تمہارے درمیان کشتی نوح کی مثال ہے۔ جو اس پر سوار ہوا اس نے

نجات پائی اور جس نے اس کو چھوڑ دیا وہ غرق ہو گیا۔

امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے آپ سے اہل الذکر کے متعلق پوچھا گیا کہ ان سے کون لوگ مراد ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہم اہل ذکر ہیں۔ امام باقر علیہ السلام سے بھی یہی سوال کیا گیا تو آپ نے بھی فرمایا کہ ہم اہل ذکر ہیں۔ غرض اس موضوع کے سلسلے میں تو احادیث اور خبروں کا ایک انبار ہے جن کو قلمبند کرنا اس کتاب کی حد سے باہر ہے ہم نے اب تک ان احادیث و اخبار میں سے جو کچھ بھی پیش کیا ہے وہ عقلمندوں اور ان لوگوں کے واسطے جن کو راہ راست کی توفیق عطا کی گئی ہے کافی ہے۔

محمدؐ و آل محمدؐ پر صلوات کا بیان

محمدؐ و آل محمد پر صلوات بھیجنا واجب ہے اور آل محمدؐ سے اہل بیتؑ رسول مراد ہیں۔ اور منصب امامت انھیں میں منتقل ہوا ہے اور آل محمد ہی رسول اکرم صلعم کی امت ہیں۔

خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (ترجمہ) اس میں شک نہیں کہ خدا اور اس کے فرشتے پیغمبر اور ان کی آل پر درود بھیجتے ہیں تو اے ایماندارو تم بھی درود بھیجتے رہو اور برابر سلام کرتے رہو۔

رسول اکرم صلعم سے روایت ہے کہ جب آنحضرتؐ پر مذکورہ بالا آیت کریمہ نازل ہوئی تو آپ کے اصحاب کرام میں سے کچھ لوگوں نے پوچھا کہ اے پیغمبر خدا ہمیں آپ پر سلام پڑھنے کی کیفیت کا علم تو ہے لیکن آپ پر صلوات بھیجنے کی کیا صورت ہے؟ اس وقت رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ مجھ پر اس طرح سے درود بھیجا کرو:

اللھم صلِّ علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید چنانچہ آنحضرت صلعم نے اپنے اصحاب کو کھلے لفظوں میں یہ بتا دیا کہ ان پر کس طرح صلوات بھیجنا چاہئے اور یہ واضح رہے کہ پروردگار عالم نے صرف محمد و آل محمد ہی پر صلوات بھیجنا اہل ایمان کے لئے واجب قرار دیا ہے۔

رسول اکرم صلعم نے اپنے اصحاب کو محمد و آل محمد پر صلوات بھیجنے کی کیفیت سے اس طرح آگاہ کر دیا تھا جس طرح کہ آپ نے نماز پڑھنے زکوٰۃ دینے روزہ رکھنے حج کرنے اور ولایت و جہاد کی تمام تفصیلات سے واقف کر دیا تھا کیونکہ یہ تمام فرائض قرآن حکیم میں مجمل نازل ہوئے تھے۔

جماعت عامہ نے بھی اس حدیث کو ہماری روایت کے مطابق نقل کیا ہے لیکن جب انھیں اس حدیث کے انکار کا کوئی راستہ نہ مل سکا تو وہ یہ قیاس کر بیٹھے کہ تمام مسلمان آل محمد ہیں تاکہ اہل بیت رسول کو آل محمد ہونے کے اس شرف سے خارج کر دیں جس سے خداوند تعالیٰ نے ان کو مخصوص فرمایا ہے جس کا ذکر قرآن حکیم میں بھی موجود ہے اور خود رسول اکرم صلعم نے اہل بیتؑ رسول کا آل محمد ہونا واضح طور سے بیان کر دیا ہے اور پروردگار عالم نے اہل بیتؑ کے اسی شرف کو ان کی اطاعت و امامت کے لئے دلیل و حجت قرار دیا ہے اور ان کی اطاعت کو خدا و رسول کی اطاعت کے مساوی بنا دیا ہے۔

اہل بیتؑ رسول کے آل محمد ہونے کے سلسلے میں عوام کا مخالفانہ رویہ فاسد اور باطل بنیادوں پر ہے جو عقلمندوں سے مخفی نہیں اہل بیتؑ کی اس فضیلت کے متعلق عوام نے جس غلط بیانی سے کام لیا ہے وہ اس قدر روشن ہے کہ اس کی تردید میں کسی دلیل کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے ایک سائل نے آپ سے دریافت کیا کہ اے فرزند رسولؐ! آپ مجھے بتایئے کہ آل محمدؐ کون ہیں؟ صادق آل محمدؐ نے فرمایا کہ آل محمد بالخصوص رسول خدا صلعم کے اہل بیت کرام ہیں سائل نے

خدمت امام میں عرض کیا کہ عوام کا یہ خیال ہے کہ تمام مسلمانان عالم آل محمدؐ ہیں امام مسکرائے اور فرمایا کہ انھوں نے سچ بھی کہا ہے اور جھوٹ بھی کہا ہے سائل نے پوچھا کہ اے فرزند رسولؐ آپ کے اس ارشاد گرامی کا کیا مطلب ہے کہ عوام نے جھوٹ بھی کہا ہے اور سچ بھی کہا ہے آپ نے فرمایا کہ انھوں نے ایک معنی میں سچ کہا ہے اور ایک معنی میں جھوٹ کہا ہے۔ انھوں نے اس معنی میں جھوٹ کہا ہے کہ تمام وہ مسلمان جو توحید کے قائل ہیں اور رسول اکرم صلعم کو سچا پیغمبر تسلیم کرتے ہیں آل محمد ہیں۔ حالانکہ وہ اپنے مذہب میں ناقص ہیں اور افراط و تفریط کرتے رہتے ہیں۔ لیکن عوام نے اس معنی میں سچ کہا ہے کہ مسلمانانِ عالم میں جو اہل ایمان ہیں وہ آل محمد کے زمرہ میں سے ہیں اگرچہ وہ نسبی اعتبار سے آل محمد نہیں لیکن شرائط قرآن پر عمل کرنے کی وجہ سے آل محمد میں سے ضرور ہیں۔ اور ایسا بھی نہیں ہے کہ وہ ان آل محمد میں شمار کئے جائیں جن سے خداوند تعالیٰ نے شرک و کفر کی تمام ناپاکیوں کو کو دور کر دیا ہے اور ان کو اس طرح پاک کر دیا جیسا کہ پاک کرنا چاہیے۔ لہٰذا ہمارے کہنے کا یہ مطلب ہوا کہ جو شخص بھی قرآن کے احکام پر عمل کرتا ہے اور ائمہ اہل بیت کا پیرو ہے وہ ان کے دائرہ حب دلار میں داخل ہونے کی وجہ سے آل محمد میں سے شمار ہوگا گرچہ اس کا نسبی رشتہ محمد رسول اللہؐ صلعم کے نسب و خاندان سے بالکل الگ ہے۔

سائل نے عرض کیا کہ آپ مجھے بتائیں کہ وہ شرائط قرآن کیا ہیں کہ جن پر پابندی کے ساتھ عمل کرنے سے ایک مومن آل محمد میں سے شمار ہو سکتا ہے میں آپ پر فدا ہو جاؤں امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن حکیم کے احکام پر عمل کرے اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی پیروی کرے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے آل محمد کو رسول اکرم صلعم کے ساتھ قرابت داری کی وجہ سے تمام خلائق پر مقدم کیا ہے اسی طرح آل محمد کو مقدم سمجھے تو وہ اس اعتبار سے آل محمد میں سے شمار ہوگا۔ چنانچہ اس کے متعلق باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ومن یتولھم منکم

فانہ منھم ۶ پ ۵/۵ (ترجمہ) (یاد رہے) تم میں سے جس نے ان کو اپنا سرپرست بنایا پھر وہ بھی انھیں لوگوں میں سے ہو گیا۔ اس کے علاوہ پروردگار عالم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ: فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم ۱۳ ۱۴/۳۵ (ترجمہ) تو جو شخص میری پیروی کرے تو وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی (تو تجھے اختیار ہے) تو تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ اور خداوند تعالیٰ نے یہود کے بارے میں ان لوگوں کا قول نقل کیا ہے جو یہ کہتے تھے کہ: الذین قالوا ان اللہ عہد الینا ان لا نؤمن لرسول حتی یاتینا بقربان تاکلہ النار (ترجمہ) (یہ وہی لوگ ہیں) جو کہتے ہیں کہ خدا نے تو ہم سے عہد کیا ہے کہ جب تک کوئی رسول ہمیں یہ (معجزہ) نہ دکھا دے کہ وہ قربانی کرے اور اس کو (آسمانی) آگ چٹ کر جائے۔ اس کے جواب میں خدا نے اپنے رسول سے کہلا دیا کہ: قل قد جاءکم رسل من قبلی بالبینات وبالذی قلتم فلم قتلتموھم ان کنتم صادقین (ترجمہ) (اے رسول) تم کہہ دو کہ (بھلا یہ تو بتاؤ) بہتیرے پیغمبر مجھ سے قبل تمہارے پاس واضح و روشن معجزات اور جس چیز کی تم نے (اس وقت) فرمائش کی ہے (وہ بھی) لے کر آئے پھر اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو تو تم نے انھیں کیوں قتل کیا۔ یہ بات خداوند تعالیٰ نے قوم یہود کے ان چند افراد کے متعلق کہی ہے جو رسول صلعم کے عہد مبارک میں موجود تھے انھوں نے خود اپنے ہاتھوں سے انبیاء سابقین کو نہ تو قتل کیا تھا نہ وہ ان کے زمانے میں تھے البتہ ان کے اسلاف نے انبیاء کو قتل کیا تھا اور ان کا قصور یہ ہے کہ انھوں نے اپنے اسلاف کے اس ظالمانہ فعل کو پسند کیا اور بجائے نفرت کے ان سے محبت کی اس لیے خدا نے آیت مذکورہ بالا میں اسلاف کے فعل کو ان کی طرف منسوب کر دیا اور ان افراد یہود کو محض پیروی کی بنا پر انبیاء کرام کے قاتل اسلاف میں سے شمار کیا۔

سائل نے صادق آل محمدؑ کی خدمت میں پھر عرض کیا کہ میری جان آپ پر قربان

آپ آل محمد کے متعلق خدا کی کتاب قرآن حکیم میں سے کوئی ایسی دلیل پیش کریں کہ جس سے میں اس بات پر استدلال کر سکوں کہ بلا شبہ تمام مسلمانانِ عالم کو چھوڑ کر آل محمد بالخصوص رسول خدا صلعم کے اہل بیت ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اصدق القائلین جل شانہ کا ارشاد ہے کہ: ان اللہ اصطفٰے آدم ونوحا وآل ابراھیم وآل عمران علی العالمین ۳ ۳۳/۳ (ترجمہ) بے شک خدا نے آدمؑ اور نوحؑ اور خاندان ابراہیم اور خاندان عمران کو سارے جہاں سے برگزیدہ کیا ہے۔ اتنا فرمانے کے بعد خدا نے یہ بھی واضح کر دیا کہ وہ برگزیدہ لوگ کون ہیں۔ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ذریۃ بعضھا من بعض واللہ سمیع علیم (ترجمہ) بعض کی اولاد کو بعض سے اور خدا (سب کی) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے یہ تو بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ کسی قوم کی اولاد نسل ہی سے ہوتی ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: اعملوا آل داود شکرا ۲۲ ۳۴/۱۳ (ترجمہ) اے داود کی اولاد شکر کرتے رہو۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: قال رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانہ اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ ۲۴ ۴۰/۲۸ (ترجمہ) اور فرعون کے لوگوں میں سے ایک ایماندار شخص (حزقیل) نے جو اپنے ایمان کو چھپائے رہتا تھا (لوگوں سے کہا) کیا تم لوگ ایسے شخص کے قتل کے درپے ہو جو صرف یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔ دیکھا آپ نے پروردگار عالم نے آیت مذکورہ میں اس مومن کو جو فرعون کا ابن عم تھا محض نسبی قرابت کی بناء پر آل فرعون میں سے شمار کیا ہے حالانکہ وہ مذہبًا فرعون کا مخالف تھا۔ پس اگر تمام مسلمان جو رسول اکرم صلعم پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی ابتاع کرتے ہیں اس ایمان و ابتاع کی وجہ سے ان کو ان آل محمد میں شمار کر لیا جائے۔ جن سے خدا نے قرآن حکیم میں مراد لیا ہے تو پھر خدا آل فرعون کے اس مومن کو فرعون کی طرف منسوب نہ فرماتا کیونکہ وہ فرعون کے دین کا مخالف تھا۔ پس اس مثال سے واضح ہو گیا کسی شخص کی آل

اس کے اہل بیت ہی ہوتے ہیں۔ اب رہا وہ شخص جو آل محمدؐ کی پیروی کرتا ہے تو وہ محض متابعت کے اعتبار سے آل محمدؐ میں سے شمار ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ: فمن تبعنی فانہ منّی ومن عصانی فانک غفور رحیم

(ترجمہ) تو جو شخص میری پیروی کرے تو وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی (تو تجھے اختیار ہے) تو تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: ادخلوا آل فرعون اشد العذاب

(ترجمہ) (قیامت کے روز حکم ہوگا کہ) فرعون کی آل کو سخت سے سخت عذاب میں جھونک دو۔ یہاں آل سے مراد بالخصوص فرعون کے گھر والے ہیں اور عام طور سے اس کے تمام اتباع مراد ہیں اور جو اہل بیت فرعون کے علاوہ جہنم میں داخل ہوں گے سو وہ فرعون کے اہل بیت کے ساتھ محبت رکھنے کی وجہ سے داخل جہنم ہوں گے کیونکہ وہ بربنائے اطاعت واتباع انہیں میں سے شمار ہوں گے اور پھر جب کہ آل فرعون ان کے امام ٹھہرے تو وہ ان سے محبت رکھنے کی بنا پر انکے تابع و پیرو ہوئے۔

دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: سلام علی آل یٰسین

(ترجمہ) آل یٰسین پر سلام ہی سلام ہے اس آیت کریمہ میں یٰسین رسول اکرم صلعم کا اسم گرامی ہے اور آل یٰسین آپ کے اہل بیت اطہار علیہم السلام ہیں۔ اسی طرح آیت مندرجہ ذیل میں آل داؤد کو بھی خطاب کیا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ: اعملوا آل داود شکرا وقلیل من عبادی الشکور

(ترجمہ) اے داؤد کی اولاد شکر کرتے رہو اور میرے بندوں میں سے شکر کرنے والے (بندے) تھوڑے سے ہیں۔ اور دوسرے مقام پر خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: وبقیۃ مما ترک آل موسیٰ وآل ھرون تحملہ الملائکۃ (ترجمہ) اور ان تبرکات سے بچا کھچا ہوگا جو موسیٰ کی اولاد اور ہارون کی اولاد یادگار چھوڑ گئی ہے اور صندوق کو فرشتے اٹھائے ہوں گے۔

صادق آل محمدؐ نے مذکورہ بالا آیات کریمہ تلاوت کرنے کے بعد فرمایا کہ آل

موسیٰ اور آل ہارون اور آل داؤد اور آل یٰسین ہیں سے جو لوگ شمار ہوں گے وہ آل کی پیروی اور اتباع کے اعتبار سے شمار ہوں گے کیونکہ کتنے ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کا آل سے کوئی نسبی وصلبی رشتہ نہ ہوگا۔ لہٰذا یہ بات بالکل واضح ہو چکی کہ انبیاء اکرام علیہم السلام کے گھر کے لوگ ہی ائمہ ہوتے ہیں اب جو لوگ ان ائمہ اہل بیت سے رشتہ محبت قائم کریں گے اور ان کی دینی معاملات میں پیروی کریں گے ان کا شمار اس اعتبار سے آل محمد میں سے ہوگا جیسا کہ پروردگار عالم نے قرآن پاک کی بیشمار آیتوں میں واضح کر دیا ہے۔ اتنا فرما چکنے کے بعد امام جعفر الصادقؑ نے سائل سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم یقین مانو کہ گذشتہ امتوں میں سے کوئی امت اس امت سے بڑھ کر ظالم و جابر نہ تھی کیونکہ موجودہ امت تو یہ گمان کر بیٹھی ہے کہ ان کے درمیان اور ان کے پیغمبر محمد رسول اللہ صلعم کے اہل بیت کرام علیہم السلام کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے اور نہ اہل بیت کے لئے ان پر کوئی فضیلت حاصل ہے اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے پس جن لوگوں نے یہ وہم و گمان کیا ہے کہ وہ اہل بیت رسول کے ہم پلہ و مساوی ہیں انھوں نے پروردگار عالم پر بہت بڑی تہمت لگائی ہے اور وہ بہتان و گناہ عظیم کے مرتکب ہوئے ہیں۔ لہٰذا ایسے اعتقاد رکھنے والے لوگ محمد و آل محمد سے بری ہیں۔ جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلیں اور اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کرام کو جو فضائل و مناقب عطا کئے ہیں ان کا اقرار کرتے ہوئے اور یہ کہ وہ خاندان نبوت کے دمکتے ہوئے ستارے اور موضع رحمت اور معدن علم اور اہل ذکر ہیں اور ان کے درمیان فرشتوں کی گزرگاہ تھی۔ ان تمام فضائل کا اعتراف کرتے ہوئے حق کی طرف رجوع ہوں تو آل محمدؐ سے بری نہ ہوں گے۔ لیکن جو لوگ اہل بیت اطہار کی فضیلت کے منکر ہیں وہ دنیا و آخرت میں آل محمدؐ سے بری ہیں۔

جناب صادق آل محمدؐ نے اس کے بعد فرمایا کہ اے سائل اصحاب اجماع کی جانب سے ایک اور دلیل پیش کی جاتی ہے۔ سائل نے عرض کیا کہ وہ دلیل

کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ دوسرے تمام اختلافی مسائل کو چھوڑ کر اس مسئلے پر عمل کیا جائے جس پر عام مسلمانوں کا اتفاق ہے سائل نے کہا کہ اے فرزند رسول آپ نے بجا ارشاد فرمایا صادق آل محمد نے سائل سے فرمایا کہ پھر تمہیں مجھے بتاؤ کہ مسلمانوں میں کتنے ہیں جنھوں نے آل محمد ہونے کا دعویٰ کیا ہے ایسا ادعا تو کسی مسلمان نے نہیں کیا ہے البتہ وہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ان کے آل محمد ہونے میں اہل بیت محمد بھی برابر کے شریک ہیں سائل نے کہا کہ آپ نے بجا ارشاد فرمایا آپ نے فرمایا کہ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ جو لوگ اپنے آل محمد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ ساتھ ساتھ اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلعم کے گھر والے اہل بیت محمد ہیں مگر اس کے برعکس جنھوں نے اپنے آل محمد ہونے کا دعویٰ کیا ہے آل محمد ان کے اس ادعاء کا انکار کرتے ہیں اور حقیقتاً یہ دعویٰ بالکل غلط اور ناقابل قبول ہے جب تک کہ یہ دعویدار ان دلیلوں میں سے کسی ایک دلیل سے بھی اپنے دعویٰ کو ثابت نہ کر دکھائیں۔ پہلا ثبوت تو وہ یہ پیش کریں کہ تمام اہل بیت محمد ان کے دعوائے آل محمد کا اقرار کرتے ہیں اور ان کے آل محمد ہونے کے ادعاء کو تسلیم کرتے ہیں۔ جس طرح آل محمد ہونے کے یہ دعویدار آل محمد کا اقرار کرتے ہیں یا پھر کسی غیر جانبدار کی کوئی دلیل پیش کریں جو آل محمد ہونے کے دعوے میں قطعاً شریک نہ ہو یقیناً وہ ان دو دلیلوں میں سے ایک دلیل بھی نہیں پیش کر سکتے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام نے سائل سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ دیکھا تم نے کتنے مدلل طریقے سے اہل بیت محمد کا حق ثابت ہو گیا ہے اس کے برخلاف جن دعویداروں نے اپنے آل محمد ہونے کا دعویٰ کیا تھا ان کا یہ دعویٰ بربنائے اختلاف باطل ہو چکا ہے جبکہ آل محمدؐ کا حق دونوں وجہوں سے متفق علیہ ہے اور جن لوگوں نے اپنے آل محمد ہونے کا دعویٰ کیا ہے ان کا یہ ادعاء نہ کسی دلیل و حجت سے ثابت ہوتا ہے نہ اجماع سے ثابت ہوتا ہے۔

سائل نے عرض کیا کہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں اب آپ مجھے بتائیں کہ اہل بیت محمد ہی امت محمد ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اہل بیت رسول ہی امت محمد ہیں سائل نے پھر عرض کیا کہ کیا جو لوگ رسول اللہ صلعم پر ایمان لائے اور آپ کی نبوت کی تصدیق کی وہ محمد کی امت نہیں ہیں؟ امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امت محمد کا مسئلہ بھی آل محمد ہی جیسا ہے یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ تمام مسلمانان عالم جو اہل بیت محمد یعنی خاندان بنی ہاشم سے نسبت نہیں رکھتے وہ محمدؐ کی امت نہیں ہیں۔ البتہ تمام اہل مشرق و مغرب عرب و عجم انس و جن میں سے جو لوگ خدا اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور اس امت (یعنی خاندان نبوی) کی محبت رکھتے ہوئے پیغمبر صلعم کی پیروی کرتے ہیں جس میں آپ مبعوث ہوئے ہیں تو ایسے لوگوں کا شمار امت محمد میں ہوگا۔ اسی طرح جو مسلمان توحید پرست ہیں اور نبی اکرم صلعم کا اقرار کرتے ہیں وہ اس امت میں شمار ہوں گے جس کی ہدایت کے لئے آپ مبعوث ہوئے ہیں رہے وہ لوگ جو امت محمد یعنی آپ کے اہل بیت اطہار کے فضل و کمال کا انکار کرتے ہیں وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ: نؤمن ببعض و نکفر ببعض و یریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا

(ترجمہ) ہم بعض (پیغمبروں) پر ایمان لائے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں اس (کفر و ایمان) کے درمیان ایک دوسری راہ نکالیں تم یقین کرو یہ وہی لوگ ہیں کہ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا تم اللہ اور اس کے بھیجے ہوئے پیغمبر محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان رکھتے ہو؟ تو کہتے ہیں کہ ہاں ہم اللہ و رسول صلعم پر ایمان رکھتے ہیں لیکن جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ کیا تم جس پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان رکھتے ہو ان کی پاکیزہ آل کے فضائل و مناقب اور ان کی فضیلت کا بھی اقرار کرتے ہو؟ تو پیغمبر اسلام پر ایمان رکھنے کے یہ دعویدار کہتے ہیں کہ نہیں ہم آل محمد علیہم السلام کی فضیلت کا اقرار نہیں کرتے کیونکہ ہم پر ان کو فضیلت و برتری حاصل نہیں ہے۔

سائل نے صادق آل محمد علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے پاس اس بارے میں کوئی اور دلیل و حجت ہے کہ آل محمد ہی رسول اللہ صلعم کی امت ہیں اور دوسرے نہیں ؟ امام علیہ السلام نے سائل کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ سنو! قرآن حکیم میں خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ : واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسمٰعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم. ربنا واجعلنا مسلمین لک و من ذریتنا امۃ مسلمۃ لک وارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم

(ترجمہ) اور (وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب ابراہیمؑ و اسماعیل خانۂ کعبہ کی بنیادیں بلند کر رہے تھے (اور دعا مانگتے جاتے تھے کہ) اے ہمارے پروردگار ہماری (یہ خدمت) قبول کر بیشک تو ہی (دعا کا) سننے والا (اور نیت کا) جاننے والا ہے اور اے ہمارے پالنے والے تو ہمیں اپنا فرمانبردار بندہ بنا اور ہماری اولاد سے ایک گروہ (پیدا کر) جو تیرا فرمانبردار ہو اور ہم کو ہمارے حج کی جگہیں دکھا دے اور ہماری توبہ قبول کر بے شک تو ہی بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ چنانچہ جب خداوند تعالیٰ نے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی اس دعاء کو قبول فرمالیا کہ خداوندا ہم دونوں کی اولاد سے ایک امت مسلمہ کو پیدا کر اور پھر اسی امت میں سے ایک رسول کو مبعوث کر جو ان کو خدا کی آیتیں پڑھ کر سنائے اور ان کو پاکیزہ بنائے اور کتاب و حکمت سکھلائے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اس پہلی دعاء کے ساتھ جو آپ نے بارگاہِ الٰہی میں اپنی ذریت میں سے ایک امت مسلمہ پیدا کرنے کے لئے کی تھی۔ ایک دوسری دعاء بھی شامل کر دی کہ جس میں آپ نے پروردگار عالم سے یہ سوال کیا ہے کہ خداوندا اپنی ذریت میں سے جس امت کو پیدا کرنے کے لئے میں نے تجھ سے دعاء کی ہے اسی امت کے لئے تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو ان کو شرک و بت پرستی سے دور رکھنا اور یہ کہ وہ تیرے سوا کسی اور کی پرستش و پیروی نہ کریں حضرت ابراہیم

علیہ السلام کی وہ دعاء عصمت وطہارت یہ ہے: واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام ۱۳ ۳۵/۱۴ (ترجمہ) اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے بچا لے کہ بتوں کی پرستش کرنے لگیں۔ پروردگار یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے میں نے تجھ سے دعا کی ہے اور تو نے مجھ سے وعدہ بھی کر لیا ہے تو ان کو ائمہ اور امت مسلمہ بنائے گا اور ان کے درمیان انھیں میں سے ایک پیغمبر کو مبعوث کرے گا اور یہ کہ تو ان کو بت پرستی سے محفوظ رکھے گا۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اصنام کے متعلق فرماتے ہیں کہ: رب انهن اضللن كثيرا من الناس فمن تبعنی فانه منی ومن عصانی فانک غفور رحیم۔ ۱۳ ۳۶/۱۴ (ترجمہ) اے میرے پالنے والے اس میں شک نہیں کہ ان بتوں نے بہتیرے لوگوں کو گمراہ بنا کر چھوڑا تو جو شخص میری پیروی کرے تو وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی (تو تجھے اختیار ہے) تو تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ صادق آل محمد علیہ السلام نے فرمایا کہ اے سائل یہ رہی اس بات کی دلیل کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام اور وہ امت مسلمہ جس میں محمد رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے ہیں۔ دونوں حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام ہی کی اولاد میں سے ہوں گے جو ساکنین حرم ہیں اور جنھوں نے کبھی غیر اللہ کی پوجا نہیں کی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم السلام نے اپنی اولاد کے لئے یہ دعا کی تھی کہ خداوندا تو مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے محفوظ رکھنا پس اس سے غیر اللہ کی پرستش کرنے سے ان ائمہ طاہرین کی عصمت وطہارت ثابت ہوتی ہے جو حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہ السلام کی ذریت ہی سے ہوں گے۔ اور آل ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کے ساکنین حرم ہونے کا یہ ثبوت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے پروردگار عالم سے خطاب کر کے فرمایا تھا کہ: ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون۔

(ترجمہ) اے ہمارے پالنے والے ہم نے تیرے معزز گھر (کعبہ) کے پاس ایک بے کھیتی کے ویران بیابان (مکہ) میں اپنی کچھ اولاد کو (لاکر) بسایا ہے تاکہ اے ہمارے پالنے والے یہ لوگ برابر یہاں نماز پڑھا کریں تو تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر (تاکہ وہ یہاں آباد ہوں اور انھیں طرح طرح کے پھلوں سے روزی عطا کرتا کہ یہ لوگ (تیرا) شکر ادا کریں۔ صادق آل محمد علیہ السلام نے سائل سے فرمایا کہ دیکھا تم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ساکنین حرم کے لئے یہ دعا نہیں کی تھی کہ وہ پوجا کریں بلکہ بارگاہ الٰہی میں یہ دعا فرمائی ہے کہ میری اولاد میں سے جو ساکنین حرم ہیں ان کو تیرے معزز گھر کعبہ کے جوار میں اس نے آباد کیا ہے تاکہ وہ برابر یہاں نماز پڑھا کریں پس مذکورہ بالا آیتیں اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ وہ ائمہ طاہرین علیہم السلام اور امت مسلمہ جن کی عصمت و طہارت کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائی تھی وہ آپ کی پاکیزہ اولاد ہیں جنھوں نے غیر اللہ کے آگے کبھی سجدہ نہیں کیا ہے اس کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد ہی کے لئے خاص طور سے یہ فرمایا ہے کہ پروردگار تو لوگوں کو ان کی طرف مائل کرتا کہ وہ یہاں آباد ہوں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دعا خلیل ائمہ طاہرین علیہم السلام اور امت مسلمہ دونوں کے لئے مخصوص ہے جو دونوں ہی آپ کی اولاد میں سے ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم السلام نے اپنی اولاد سے محبت رکھنے والوں کے حق میں بھی دعا فرمائی ہے جیسا کہ آپ نے ان کے لئے دعا کی تھی اب اس استدلال کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے اپنی جس ذریت طاہرہ اور امت مسلمہ کے لئے دعا کی تھی وہ جناب رسالتمآب صلعم امیر المومنین علیہ السلام جگر گوشۂ رسول حضرت فاطمہ زہراؑ اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور جملہ ائمہ طاہرین علیہم السلام ہیں اور جو لوگ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی اس ذریت طاہرہ سے ولایت و محبت رکھتے ہیں وہ بھی انھیں میں سے ہیں ہم نے یہاں پر حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی دعا میں حضرات اہل بیتؑ اطہار کو اس لئے مخصوص طور سے شامل کیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم علی و فاطمہ حسن و

حسین علیہم السلام کے سوا تمام اولاد اسماعیلؑ بت پرستی میں مبتلا تھی۔ پس حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی دعا پنجتنؑ پاک ہی کے لئے مخصوص ہے۔

اس کے علاوہ رسول اکرم صلعم سے یہ حدیث منقول ہے آپؐ فرماتے ہیں کہ میں اپنے جدا علی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ثمرہ ہوں لہٰذا جو لوگ اس امت مسلمہ کی اتباع کریں گے جس کے اوصاف خداوند تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بیان کر دیئے ہیں تو وہ ولایت و محبت کے اعتبار سے امت میں سے شمار ہوں گے۔ اور جو لوگ یہ سمجھ کر امت مسلمہ یعنی پنجتن پاک علیہم السلام کی مخالفت کریں گے کہ ان کو ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے تو ایسے لوگوں کا اس امت میں شمار ہوگا جن کی ہدایت کے لئے رسول اکرم کو بھیجا تو گیا تھا مگر وہ ایمان نہ لائے۔

صادقؑ آل محمد صلعم نے سائل سے فرمایا کہ امت مسلمہ یعنی پنجتن پاک و ائمہ طاہرین علیہم السلام جن کے لئے حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ نے دعا کی تھی پروردگار عالم نے قرآن حکیم میں ان کے متعلق دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے کہ: ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون : ۴ $\frac{۳}{۱۰۴}$ (ترجمہ) اور تم میں سے ایک گروہ (ایسے لوگوں کا بھی) تو ہونا چاہیئے جو (لوگوں کو) نیکی کی طرف بلائیں اور اچھے کام کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور ایسے ہی لوگ (آخرت میں) اپنی دلی مرادیں پائیں گے۔ اس آیت کریمہ میں بربنائے ارتکاب معاصی اہل قبلہ کی تکفیر کی گئی ہے کیونکہ جو لوگ نہ نیکی کی طرف بلاتے ہیں اور نہ اچھے کام کا حکم دیتے ہیں اور نہ بُرے کاموں سے روکتے ہیں وہ اس امت میں سے ہرگز نہ ہوں گے جن کے اوصاف پروردگار عالم نے آیت مذکورہ میں بیان کئے ہیں۔ عام مسلمانوں کا یہ خیال کیسے درست ہو سکتا ہے کہ وہی لوگ رحمۃ اللعالمین صلعم کی امت ہیں حالانکہ خداوند عالم نے آیت مذکورہ میں امت محمد صلعم کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ لوگ نیکی کی طرف بلاتے ہوں گے اور بُرے کاموں سے روکتے ہوں گے پس امت کے

جن لوگوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی صفت نہ پائی جاتی ہو جس سے خداوند تعالیٰ نے امت محمدؐ کو موصوف فرمایا ہے تو وہ لوگ امت محمدؐ میں سے کیسے شمار ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ خدا کی شرطوں اور اس کے بتلائے ہوئے اوصاف کے برعکس ہیں۔

اور ایک دوسرے مقام پر اس امت کی صفت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ: وکذلک جعلناکم امۃ وسطا (یعنی عدلا) لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا ۔ ۲/۱۴۳ (ترجمہ) (اور جس طرح تمہارے قبلہ کے بارے میں ہدایت کی) اسی طرح تم کو عادل امت بنایا تاکہ اور لوگوں کے مقابلہ میں تم گواہ بنو اور رسول (محمدؐ) تمہارے مقابلہ میں گواہ بنیں صادق آل محمد علیہ السلام نے سائل سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر تمہارا یہ گمان ہے کہ اس آیت کریمہ میں امت سے خداوند تعالیٰ نے تمام توحید پرست اہل قبلہ سے مراد لیا ہے۔ تو کیا تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ جس کی گواہی اس دنیا میں ایک پیالہ کھجور کے معاملہ میں جائز نہ ہو اس کی گواہی خداوند تعالیٰ قیامت کے دن تمام مخلوق کے بارے میں کیسے قبول کر سکتا ہے اور اس کو گذشتہ امتوں کے معاملے میں کس طرح گواہ بنائے گا۔ خداوند تعالیٰ ہرگز اپنی مخلوق کے ساتھ اس قسم کا معاملہ نہ کرے گا۔ ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ جہاں خداوند کریم نے امت سے وہی امت مراد لیا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ثمرہ ہے وہ آیت کریمہ یہ ہے: کنتم خیر امۃ اخرجت للناس ۳/۱۱۰ (ترجمہ) تم کیا ہی اچھے گروہ ہو کہ لوگوں کی ہدایت کے واسطے پیدا کئے گئے ہو۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک اس آیت کریمہ میں امت سے تمام مسلمانان عالم مراد ہیں اور وہ سب کے سب ایک نیک دل امت اور عمدہ جماعت ہیں جو لوگوں کی ہدایت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں تو ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ پھر وہ کون لوگ ہیں؟ تم لوگ جن کمینے اور بد خصلت لوگوں کو امت سمجھتے ہو خداوند تعالیٰ کے نزدیک ہرگز وہ امت محمد نہیں

ہیں بلکہ اس کے نزدیک صحیح معنوں میں وہی اہل بیت رسول علیہم السلام امت ہیں جن کے درمیان رسول اکرم صلعم مبعوث ہوئے تھے۔

سائل نے امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام آنحضرت صلعم کے ساتھ ایک امت ہیں اور کوئی نہیں؟ صادقؑ آل محمد نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ امیر المومنین علی علیہ السلام کے ساتھ سیدۂ عالم فاطمہ زہرا اور امام حسن و امام حسین علیہم السلام بھی ہیں یہ وہ اہل بیت رسول ہیں جن سے پروردگار عالم نے تمام ناپاکیوں کو دُور کر دیا ہے اور یہی وہ اہل کسا ہیں جن کی عصمت و طہارت پر قرآن گواہ ہے اور اے سائل اگر علی تنہا ایک امت ہیں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے جبکہ رسول خدا صلعم تنہا ایک امت تھے۔ اس کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی تنہا ایک امت تھے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ان ابراھیم کان امۃ قانتا للہ حنیفا (ترجمہ) اس میں شک ہی نہیں کہ ابراہیم ایک اُمت (یعنی لوگوں کے) پیشوا خدا کے فرمانبردار بندے اور باطل سے کترا کر چلنے والے تھے۔

دیکھا تم نے کہ اس آیت سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تنہا ایک امت تھے پھر جب آپ کبیر السن ہو چکے تو حضرت اسماعیلؑ و اسحاقؑ کے ذریعہ آپ کی پشت پناہی کی گئی اور پروردگار عالم نے ان دونوں کی اولاد میں کتاب و نبوت کو جاری فرمایا ٹھیک اسی طرح ختمی مرتبت صلعم بھی تنہا ایک امت تھے۔ پھر آپ کو خداوند تعالیٰ نے امیر المومنین علی علیہ السلام کے ذریعہ کثرت بخشی جیسا کہ پروردگار عالم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دائرے کو حضرت اسماعیلؑ و اسحاقؑ کے ذریعہ وسیع فرمایا تھا۔ اور اسی طرح پروردگار عالم نے منصب امامت کو جو نبوت کے بعد کا درجہ ہے آنحضرت صلعم کی ذریت طاہرہ یعنی اولاد امام حسین بن علی علیہم السلام میں جاری فرمایا جس طرح سے کہ اس نے منصب نبوت کو اولاد اسحاق میں جاری فرما کر اولاد اسماعیل علیہ السلام پر ختم کر دیا تھا۔

ذریت رسول صلعم میں منصب امامت کے مستحق امام حسن بن علی علیہم السلام

سباقت کی وجہ سے ہوئے کیونکہ سباقت کے متعلق باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے
کہ: والسابقون السابقون اولئک ھم المقربون :
(ترجمہ) سبقت لے جانے والے ہی سبقت لے جانے والے ہیں اور وہی
لوگ زیادہ مقرب ہیں۔ چونکہ امام حسن علیہ السلام ہر لحاظ سے امام حسین علیہ السلام
پر فائق و برتر تھے اس لئے آپ سب سے پہلے منصب امامت کے مستحق ہوئے
اور پھر آپ کے بعد منصب امامت اولاد امام حسین علیہ السلام میں اسی طرح منتقل
ہوگیا۔ جس طرح سے کہ پروردگار عالم نے نبوت کو اولاد اسحاق سے اولاد اسماعیل کی
طرف منتقل فرمایا تھا۔ پس یہ ایک حقیقت ہے کہ ائمہ اہل بیت ہی پر امامت ہونے
کا اتفاق ہے اور اس بات پر بھی امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ منصب امامت آل
محمد صلعم میں جاری ہے اور تاقیامت جاری رہے گا اور امت کا یہ اجماع ایسا
بے نظیر ہے کہ مسئلہ امامت میں ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے سوا اس امت مسلمہ
کے کسی بھی فرد پر ایسا اجماع تاریخ اسلام کے صفحات میں ناپید ہے۔

سلسلۂ امامت میں یہ ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی پوچھے کہ اس
بات کا کیا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منصب امامت کو اولاد امام حسن علیہ السلام
سے اولاد امام حسین علیہ السلام کی طرف منتقل کردیا ہے؟ ایسے شخص کو ہمارا یہ
جواب ہے کہ منصب امامت کو نسل حسینؑ میں خود کتاب الٰہی یعنی قرآن حکیم نے منتقل
کردیا ہے اگر وہ پھر پوچھ بیٹھے کہ کیسے ممکن ہے؟ جبکہ منصب امامت کا استحقاق
سباقت ولیاقت اور گناہ کبائر سے پاکیزہ ہونے پر موقوف ہے۔ اس کے علاوہ
عملی لیاقت بھی ہونی چاہئے تو ایسے شخص کو ہمارا یہ جواب ہے کہ امام کو ان تمام
باتوں کا علم ہونا چاہیئے۔ جن کی امت کو ضرورت ہے جیسے حرام و حلال کے مسائل
اور قرآن حکیم کا خاص و عام علم ظاہر و باطن، محکم و متشابہ ناسخ و دقائق و غرائب
تاویلات کا علم! سائل نے عرض کیا کہ اس بارے میں کیا حجب و دلیل ہے کہ آپ نے
جن علوم کا تذکرہ کیا ہے ان تمام سے امام واقف ہی ہوتا ہے؟

صادقؑ آل محمد نے فرمایا کہ قرآن حکیم میں خدا وند تعالیٰ نے ان افراد کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ جن کو حکمرانی کرنے کی اجازت دی ہے اور حکومت کرنے کا اہل قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدیً ونور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا والربانیون والاحبار ۶ ۵/۴۴ (ترجمہ) بلیشک ہم نے توریت کو نازل کیا ہے جس میں ہدایت اور نور ہے وہ انبیاء کرام جو اللہ تعالیٰ کے مطیع تھے وہ اس کتاب سے یہودیوں کے لئے فیصلے کیا کرتے تھے اس طرح سے اہل اللہ اور علماء بھی پس اس آیت کریمہ میں "ربانیوں" سے ائمہ طاہرینؑ مراد ہیں جو انبیاء کرام سے کم درجہ رکھتے ہیں اور اپنے علوم و معارف سے لوگوں کی تربیت کرتے ہیں رہے احبار تو وہ ائمہ طاہرین سے کم درجہ رکھتے ہیں ان سے دعاۃ کرام مراد ہیں اس کے بعد خداوند تعالیٰ نے بتلایا کہ: بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شھداء (ترجمہ) بوجہ اس کے کہ ان کو اس کتاب اللہ کی حفاظت کا حکم دیا گیا تھا اور وہ اسی پر گواہ تھے۔ دیکھا آپ نے کہ خداوند تعالیٰ نے ایسا نہیں فرمایا کہ وہ بوجہ جہالت کے فیصلے کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ بھی تو ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب (ترجمہ) کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور نہیں جانتے دونوں برابر ہیں بیشک عقلمند ہی لوگ نصیحت لیتے ہیں۔ اور خداوند تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم: ۔ ۲۱ ۲۹/۴۹ (ترجمہ) بلکہ وہ آیتیں ان لوگوں کے سینے میں روشن ہیں جن کو علم عطا کیا گیا ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: وما یعقلھا الا العالمون ۲۰ ۲۹/۴۳ اور ان امثال کو علم والے ہی سمجھتے ہیں اور یہ بھی ارشاد ہے کہ: انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ۶ ۲۲ ۳۵/۲۸ اللہ کے بندوں میں صرف علماء ہی خدا کا خوف کرتے ہیں۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: أفمن یھدی الی الحق أحق ان یتبع أمن لا یھدی

الّا ان یھدیٰ فمالکم کیف تحکمون ۱۱ پ ۳۵ (ترجمہ) تو کیا وہ شخص جو امرِ حق کا راستہ بتلاتا ہے وہ زیادہ اتباع کے لائق ہے یا وہ شخص جس کو بے بتلائے خود ہی راستہ نہ سوجھے تو تم کو کیا ہو گیا ہے تم کیسی تجویزیں اور فیصلے کرتے ہو۔

یہ وہ دلائل و براہین ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام تمام علوم و معارف سے واقف ہوتے ہیں تاکہ لوگ ان کے محتاج ہوں نہ یہ کہ وہ حرام و حلال کے مسائل میں دوسروں کے محتاج ہوں۔

سائل نے صادقؑ آلِ محمدؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مجھے یہ بتائیے کہ امامت کس طرح سے اولاد امام حسن علیہ السلام سے نکل کر اولاد امام حسین علیہ السلام میں جاری ہوئی اور اس بارے میں آپ کے پاس کیا کیا دلائل ہیں؟ امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ سنو! قرآن حکیم میں خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا (ترجمہ) خداوند تعالیٰ تو فقط یہ چاہتا ہے کہ وہ اہل بیتؑ سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور رکھے اور تم کو پاک کردے جو پاک کرنے کا حق ہے۔ یہ آیت کریمہ پانچ افراد کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس بات کی شاہد ہے کہ ان پانچ افراد نے غیر اللہ کی پرستش نہیں کی ہے اور شرک و بت پرستی سے ہمیشہ پاک رہے ہیں۔ ان پانچ افراد کی طہارت و پاکیزگی کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا پر ہے آپ نے اپنی اولاد کے بارے میں یہ دعا کی تھی کہ: واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام۔ (ترجمہ) اے پروردگار! تو مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے دور رکھ۔ چنانچہ وہ پانچ افراد جن کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی اور جن کے بارے میں آیت تطہیر نازل ہوئی ذریت ابراہیم علیہ السلام سے ہیں اور وہ پانچ افراد رسول اکرم صلعم امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ سیدہ عالم فاطمہ زہرا حضرت امام حسن و حضرت امام حسین علیہم السلام ہیں۔

خاتون جنت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ان مردوں کے ساتھ تطہیر میں ہم پلہ اور برابر کی شریک تھیں مگر آپ کو امامت میں کوئی درجہ حاصل نہ تھا بجز اس کے

کہ آپ ائمہ طاہرین علیہم السلام کی مادر گرامی ہیں رسول اکرم صلعم کے وصال کے بعد منصب خلافت و امامت کے سب سے بڑے حق دار حضرت امیرالمومنین علی المرتضیٰ علیہ السلام ہوئے کیونکہ خدا کا یہ ارشاد ہے کہ : والسابقون السابقون اولئک المقربون ۲۷ ۵۶/۱۰ (ترجمہ) سبقت لے جانے والے ہی سبقت لے جانے والے ہیں اور وہی لوگ زیادہ مقرب ہیں اور آپ کے بعد امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام مسند امامت پر جلوہ افروز ہوئے کیونکہ ان دونوں کی امامت کی تصدیق خود رسول اکرم صلعم کے اس ارشاد گرامی سے ہوتی ہے کہ حسنؑ و حسینؑ دونوں امام برحق ہیں خواہ وہ قیام کریں یا قعود کریں (یعنی ظاہر میں ان کی امامت قائم ہو یا نہ ہو) البتہ ان دونوں کے پدر بزرگوار علی مرتضیٰ علیہ السلام دونوں سے افضل ہیں۔

اس کے علاوہ حضرات حسنینؑ کے متعلق رسول اکرم صلعم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ حسنؑ و حسینؑ جوانانِ اہل جنت کے سردار ہیں۔ لیجئے اس حدیث سے بھی دونوں حضرات کی سیادت ثابت ہوتی ہے۔

اب باعتبار سباقت دیکھا جائے تو علی مرتضیٰ علیہ السلام حسنینؑ سے امامت کے زیادہ حقدار تھے کیونکہ آپ سابق تھے۔ چنانچہ آپ رسول اکرم صلعم کے بعد مسند خلافت و امامت پر سب سے پہلے جلوہ افروز ہوئے۔ پھر آپ کے انتقال کے بعد امام حسن علیہ السلام سباقت کی وجہ سے امام حسین علیہ السلام سے زیادہ امامت کے مستحق تھے اور اولیت اور افضلیت خدا کے اس ارشاد سے بھی ثابت ہے کہ جو سابق ہیں وہ سابق ہی رہتے ہیں پس امام حسن علیہ السلام کے بعد آپ ہی منصب امامت پر فائز ہوئے جب امام حسن علیہ السلام کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو آپ کے لئے یہ روا نہ ہوا کہ تطہیر میں اپنے ہم مثل بھائی امام حسین علیہ السلام کے ہوتے ہوئے منصب امامت اپنی اولاد کو سپرد کر دیں کیونکہ امام حسین علیہ السلام ہم مثل اور سابق ہونے کی وجہ سے امام حسن علیہ السلام کی اولاد پر فضیلت رکھتے تھے۔

اس لئے امام حسن علیہ السلام کے بعد مسند امامت پر امام حسین علیہ السلام جلوہ افروز ہوئے اور جب آپ کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو کسی طرح سے یہ روانہ ہوا کہ آپ اپنی اولاد کو چھوڑ کر اپنے بھائی امام حسن علیہ السلام کی اولاد کو امامت کا منصب واپس لوٹا دیں۔ کیونکہ آپ کے پیش نظر خداوند تعالیٰ کا یہ ارشاد تھا کہ:

واولوا الارحام بعضهم اولیٰ ببعض فی کتاب الله ۱۰ ۸/۷۵ (ترجمہ) اور جو لوگ رشتہ دار ہیں وہ خدا کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ حقدار ہیں۔ اس حکم الٰہی کے مطابق امام حسین علیہ السلام کی اولاد باعتبار رشتہ آپ کے بھائی امام حسن علیہ السلام کی اولاد سے زیادہ اقرب واولیٰ ہے اس لئے منصب امامت کی زیادہ حقدار امام حسین علیہ السلام ہی کی اولاد تھی پس اے سائل! آیت مذکورہ بالا نے ہی اولاد امام حسن علیہ السلام کو منصب امامت سے خارج کر دیا ہے اور اس کا مستحق اولاد امام حسین علیہ السلام کو قرار دیا ہے چنانچہ امامت امام حسین علیہ السلام ہی کی نسل میں جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گی۔ تمام تعریف اللہ کیلئے ہے۔

ائمہ آل محمد صلعم پر نص و توقیف کا بیان

اگر ہم آل محمد میں سے جو امام ہوئے ہیں ان پر نص صریح کے بارے میں تمام دلائل و براہین قلمبند کریں اور نص کے مخالفین پر حجت قائم کریں تو یہ موضوع بحث ہماری اس کتاب کی گنجائش سے باہر ہو جائے گا اس موضوع پر تو ایک علیحدہ کتاب لکھنے کی ضرورت ہے۔

فاطمی خلیفہ حضرت امام منصور باللہ نے مسئلہ امامت پر ایک جامع اور مفصل کتاب لکھی ہے جس میں انھوں نے امامت کے اغراض و مقاصد معانی و مطالب حجت و براہین پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ چونکہ ہم نے اپنی اس کتاب کے آغاز میں یہ شرط لگا رکھی ہے کہ ہم تمام ضروری اور اہم مسائل پر اختصار کے ساتھ گفتگو کریں گے اس لئے مسئلہ امامت پر بھی ہمارا خامہ فرسائی کرنا لابدی اور ضروری ہو گیا ہے۔

مسئلہ امامت

امامت کے متعلق لوگوں کی مختلف رائیں ہیں عوام کا خیال ہے کہ انھیں از خود اپنا امام منتخب کر لینے کا اختیار حاصل ہے۔ وہ اپنے اس عقیدے کے ثبوت میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ رسول خدا صلعم کے وصال کے بعد صحابۂ کرام نے ایک شخص کو اپنا پیشواء منتخب کر لیا تھا لیکن یہ لوگ ایسے شخص کو جس کو وہ اپنا

پیشوا بنائیں کن کن صفات کا حامل ہونا چاہیئے اور یہ کہ صرف اس کو تنہا کس وجہ سے امامت کا مستحق قرار دیا جائے اس بارے میں شدید اختلاف رکھتے ہیں۔

عوام اس بات کا صاف انکار کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک کسی ایسے شخص کا نام ظاہر نہیں کیا ہے جو آپ کے بعد منصب امامت کے فرائض انجام دے سکے۔ عوام کے ایک طبقے کا یہ بھی خیال ہے کہ رسول اکرم صلعم نے ایسے شخص کی طرف صرف اشارہ فرمایا تھا اس کا نام نہیں بتایا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ جس کی طرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا تھا وہ حضرت ابوبکر ہیں۔

آنحضرت صلعم نے ان کو نماز پڑھانے کے لئے آگے کر دیا تھا چونکہ نماز کا تعلق زکوۃ سے بہت ہی گہرا ہے لہٰذا یہ واجب ہو گیا کہ زکوۃ بھی اسی شخص کو دی جائے جس کو نماز پڑھانے کے لئے مقدم کیا گیا ہے۔ یہ عام مسلمانوں کا خیال ہے وہ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ والی (یعنی امام) خواہ جیسا ہی کیوں نہ ہو اس کی ہر حال میں اطاعت واجب ہے اس کے خلاف بغاوت کرنا جائز نہیں ہے خواہ گناہوں کا ارتکاب ہی کیوں نہ کرتا ہو!

فرقہ مرجیہ کا عقیدہ ہے کہ لوگوں پر یہ واجب ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو اپنا امام بنالیں جو صاحب علم و فضل ہو وہ ایسے شخص کی تلاش میں اپنی رائے اور عقل و دانش سے کام لیں اور جس کو اپنا امام بنالیں اس پر واجب ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان خدا کی کتاب قرآن اور رسول خدا صلعم کی سنت کے مطابق احکام جاری کرے اور جس مسئلے کا حل خدا کی کتاب اور رسول مقبول صلعم کی سنت میں نہ ملے تو پھر اس میں اپنی رائے سے کام لے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس امام کی اطاعت اس وقت تک واجب ہے جب تک وہ خدا کی اطاعت پر خود لازم رہے اور جب خدا کی نافرمانی اور عصیان پر اتر آئے تو لوگوں پر اس کی اطاعت واجب نہیں ہے۔ ان کو چاہئے کہ وہ ایسے شخص کو مسند امامت سے اتار دیں اور اس کی جگہ کوئی دوسرا

امام منتخب کرلیں۔

فرقہ معتزلہ یہ کہتا ہے کہ رسول خدا صلعم نے نہ تو کسی شخص کی طرف اشارہ فرمایا ہے نہ کسی شخص کو بطور امام نامزد کیا ہے البتہ آپ نے لوگوں کو اس بات کا اختیار دیا ہے کہ وہ آپ کے بعد کسی شخص کو اپنا امام بنالیں چنانچہ عوام نے حضرت ابوبکر کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اپنا امام منتخب کرلیا۔

خوارج کہتے ہیں کہ ہمیں نہ اس کا علم ہے نہ ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ آیا رسول اکرم صلعم نے منصب امامت کے متعلق کوئی حکم صادر فرمایا ہے کہ نہیں! اور کسی شخص کی طرف اشارہ بھی کیا ہے یا نہیں! البتہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ ایک امام ضرور ہونا چاہیئے جو بندگان خدا کے درمیان احکام الہیٰ کو جاری کرے لہٰذا اس ضرورت کے پیش نظر ہمیں خود اپنا امام منتخب کرلینا چاہیئے۔

سیدنا قاضی النعمان رضوان اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم خدا کی توفیق و ہدایت سے یہ بات ان لوگوں سے کہتے ہیں جن لوگوں کا یہ گمان ہے کہ رسول خدا صلعم نے اپنے بعد کسی شخص کو اپنی امت کا امام مقرر نہیں فرمایا ہے (یہ عقیدہ مرجیۂ معتزلہ خوارج کا ہے)

تمہارے اس صریح انکار کو قبول کرلینا ہمارے اور خود تمہارے نزدیک کسی حالت میں جائز نہیں ہے۔ کیونکہ عام مسلمانوں کا اس بات پر پورا اتفاق ہے کہ ایسا شخص جو خود کسی واقعہ کے وجود کا منکر ہو وہ کسی صورت میں گواہ بننے کے لائق نہیں ہے گواہ تو وہی شخص ہوسکتا ہے جو واقعہ کا اثبات کرتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ اس نے اس کا بذات خود مشاہدہ کیا ہے ٹھیک اسی طرح تم لوگ اس کا کلیتہً انکار کرتے ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی شخص کو اپنی امت کا خلیفہ یا امام نہیں بنایا ہے تو گویا تم نے یہ کہہ کر وجود امام کا انکار کردیا اور تم نے اس چیز کی نفی کی جس کو تم ناپسند کرتے ہو اب رہا وہ شخص جو امامت کے وجود کا قائل ہے تو وہ زیادہ حق دار ہے اس بات کا کہ اس کی شہادت قبول

کی جائے اور زیادہ واجب ہے کہ وہی شخص تم میں سے گواہ ہو کیونکہ تم اور تمام امت کا ایسے دو شخصوں کے متعلق پورا اتفاق ہے کہ ان میں سے اگر ایک یہ کہے کہ میں نے فلاں شخص کو ایسا کہتے ہوئے سُنا ہے یا ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے اور دوسرا اس کے برعکس یہ کہے کہ میں نے فلاں شخص کو نہ تو ایسا کہتے ہوئے سُنا ہے اور نہ ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے تو ان دونوں میں سے جس نے سُنا یا دیکھا ہے اسی شخص کی شہادت قبول کی جائے گی اور جس نے نہ تو سُنا ہے نہ دیکھا ہے وہ کسی صورت میں گواہ بننے کے قابل نہیں ہے اور اس کا صرف انکار کر دینا اتنا کافی نہیں ہے کہ اس شخص کی بات کو ٹال دیا جائے جو کہتا ہے کہ میں نے خود سُنا اور دیکھا ہے۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ رسول اکرم صلعم نے مقام غدیر خم میں امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کا برسر ملا رعام طور سے اعلان کر دیا تھا۔ اس واقعہ کو تم بھی بیان کرتے ہو یہ سب سے زیادہ تاکیدی بیعت تھی اور ہم نے امامت کے ثبوت میں جتنے بھی دلائل پیش کئے ہیں ان میں سب سے زیادہ مضبوط اور محکم ثبوت یہی بیعت غدیر خم ہے۔ یہاں ہم نے طویل بحثوں میں نہ اُلجھتے ہوئے اختصار سے کام لیا ہے اور محض وضاحت پر اکتفا کیا ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ تمہارے زعم کے مطابق امام و خلیفہ کا انتخاب لوگوں کے اختیار میں ہے تو رسول اکرم صلعم عام مسلمانوں کو جمع کر کے ان کو یہ حکم سنا دیتے کہ تم لوگ میرے بعد جس کو چاہو اپنا امام و خلیفہ بنا لو۔ حالانکہ یہ ناممکن سی بات ہے کہ لوگ ایک شخص کے انتخاب پر کلیۃً راضی ہوں کیونکہ ان میں ہر ایک اپنی الگ رائے رکھتا ہے اور پھر اکثر لوگوں میں بغض و حسد بھی تو ہوتا ہے۔ اگر امام کا انتخاب مان لیا جائے کہ لوگوں کے ایک شخص پر اتفاق ہی کر لینے سے ہونا چاہئے تو یاد رکھیئے کہ لوگ کبھی بھی ایک شخص کو اپنا امام و خلیفہ بنانے پر متفق نہیں ہو سکتے اس کا ثبوت یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں جو صحابۂ کرام موجود تھے وہ حضرت ابوبکر کی بیعت پر متفق نہیں ہوئے تھے۔ انصار نے یہ کہکر کہ (امیر ہم میں سے ہونا چاہیئے) حضرت ابوبکر کی بیعت سے انکار کر دیا تھا ان

کے علاوہ رسول خدا صلعم اکابر اصحاب کرام نے حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی تھی۔ اور جو مسلمان دوسرے شہروں میں آباد تھے ان کی تو بات ہی جانے دو اس کے جواب میں تم اگر یہ دلیل پیش کرو کہ اظہار رائے اور امر خلافت کا استحقاق ایک ہی قوم کو حاصل ہے۔ دوسرے شہر اور قبیلہ والوں کو نہیں تو اس کے ثبوت میں تم خدا کی کتاب اور رسول اللہ صلعم کی سنت سے بطور دلیل وحجت کوئی مثال پیش کرو؟ لیکن ہمیں جہاں تک معلوم ہے تم ہرگز کوئی ایسی دلیل پیش نہیں کر سکتے! اور اگر تمہارے کہنے کے مطابق یہ تسلیم کر لیا جائے کہ امام و خلیفہ قوم ہی منتخب کرے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایسے امام کو لوگوں کا تابع فرمان ہونا چاہیئے۔ وہ اس وقت تک کسی چیز کا مالک و مختار نہ ہوگا جب تک کہ لوگ اس کو مالک و مختار نہ بنائیں اس نظریہ کے مطابق تو گویا امام کو منتخب کرنیوالے خود امام ہیں اور انھوں نے جس کو اپنا امام بنایا ہے وہ ان کے عاملوں (کارکنوں) میں سے ایک عامل (یعنی کارکن) ہے کار پرواز ہے وہ جب چاہیں اپنے خود ساختہ امام کو معزول کر سکتے ہیں جیسا کہ مرجبۂ فرقہ اس بات کا قائل ہے کہ اگر امام گناہوں کا ارتکاب کرے تو اس کو معزول کر دینا چاہیئے اس عقیدے کا فساد اتنا واضح ہے کہ اس پر مزید روشنی ڈالنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

عامۃ المسلمین کا یہ کہنا کہ وہ ایسا کام کرتے ہیں جس کا حکم نہ رسول خدا صلعم نے دیا ہے اور نہ خود آپ نے اس کام کو کیا ہے گویا وہ "بدعت" کرنے کا اقرار کرتے ہیں عوام اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ امامت دین خدا کا ایک حصہ ہے اور خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ واضح کر دیا ہے کہ اس نے اپنے دین کو مکمل کر دیا ہے اور ہم اس سے پہلے یہ بتا چکے ہیں کہ خدا کا دین اس وقت مکمل ہوا تھا جبکہ رسول خدا صلعم نے (غدیر خم) میں امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت کا اعلان کر دیا تھا لیکن ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ عام مسلمان اس بات کا کس طرح اقرار کرتے ہیں کہ خدا نے اپنے دین کو کامل کر دیا ہے جبکہ ان کے نزدیک! اللہ تعالیٰ نے امر

امامت کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں کی ہے حالانکہ خود ان کے اقرار کیمطابق امامت دین الٰہی کا ایک حصہ ہے۔ کیا ایسا ہے کہ خدا نے تو یہ فرمادیا کہ اس نے اپنے دین کو کامل بنادیا ہے لیکن اس نے خود اپنے دین کو کامل نہیں کیا بلکہ لوگوں نے اس کے دین کو کامل بنایا ہے یا پھر خداوند تعالیٰ نے جس امر کی وضاحت فرض کی تھی اس کی ادائیگی سے رسول اکرم صلعم عاجز و قاصر رہے اور لوگوں نے اس کی وضاحت کی؟ عوام کا یہ نہایت بدترین عقیدہ ہے اور خدا و رسولؐ کے خلاف ایک بہت بڑی جسارت ہے۔

ہم ان لوگوں سے کہتے ہیں جن کا یہ گمان ہے کہ رسول اکرم صلعم نے حضرت ابوبکر کی طرف اشارہ فرمایا تھا اس لئے انھوں نے (عام مسلمانوں نے) حضرت ابوبکر ہی کو اپنا خلیفہ اور امام بنالیا حالانکہ تم عام مسلمان اس بات کا بھی اقرار کرتے ہو کہ امامت دین خدا کا ایک جزو ہے تو پھر ہم تم سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ کیا خدا کے دین میں ذرہ برابر بھی کسی قسم کی تبدیلی کرنا جائز ہے؟ یقیناً تم یہی جواب دوگے کہ نہیں تو پھر ان سے کہا جائے گا کہ اگر ایسا ہی ہے کہ فرض امامت پر عمل اس طرح ہو کہ امام اشارے سے قائم کیا جائے جیسا کہ تم کہتے ہو کہ آنحضرت صلعم نے حضرت ابوبکر کی امامت کی طرف اشارہ فرمایا تھا تو پھر تمہیں بتاؤ کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کے ساتھ کیا کیا؟ اور حضرت عمر نے حضرت عثمان کے ساتھ کیا کیا؟ تو تم (عام مسلمان) اس سوال کا یہ جواب دوگے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر پر نص کی اور حضرت عمر نے منصب امامت و خلافت کو چھ اصحاب کے درمیان مشورہ پر معلق چھوڑ دیا اور حضرت صہیب کو نماز پڑھانے پر مامور کردیا یہ تو خدا کے دین میں آنحضرت صلعم کے طرز عمل کی صریح مخالفت ہوئی حالانکہ خداوند تعالیٰ نے رسول اکرم صلعم کی مکمل پیروی اور اتباع کرنے کا حکم دیا ہے اور آنحضرت صلعم کی مخالفت کرنے سے منع فرمایا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: وما آتکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا: ــــــ (ترجمہ) ہاں جو تم کو رسول

دیدیں وہ لے لیا کرو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔

(حضرت ابوبکر کے طرز عمل سے رسولؐ کی مخالفت ہوئی تو ہوئی) مگر حضرت عمر نے بھی حضرت ابوبکر کے عمل کے خلاف کیا گویا (اے مسلمانوں) خود تمہارے اقرار کے مطابق ان دونوں حضرات نے (حضرت ابوبکر و حضرت عمر نے) اپنے اپنے عمل سے خدا کے دین میں تغیر پیدا کیا اور حکم خدا میں تبدیلی کا ارتکاب کیا اور خدا کے رسولؐ کی مخالفت کی عام مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق (وہ عقیدہ یہ کہ رسول اکرم صلعم نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کے لئے مقدم فرمایا تھا اس لئے وہ خلافت و امامت کے حقدار ہو گئے) تو حضرت صہیب کو نماز پڑھانے کی وجہ سے حضرت عثمان سے زیادہ امامت و خلافت کا حقدار ہونا چاہئے کیونکہ حضرت عمر نے ان کو نماز پڑھانے پر مامور کیا تھا ٹھیک اسی طرح جیسا کہ (عام مسلمانوں کا) یہ گمان ہے کہ رسول اکرم صلعم نے چونکہ حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے پر مامور کیا تھا اس لئے وہ ان کے نزدیک امامت و خلافت کے حقدار ہو گئے حالانکہ رسول اللہ صلعم نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم ہی نہیں دیا تھا اب جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ آنحضرت صلعم نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا اشارہ کیا تھا تو ہم ان سے کہیں گے کہ برائے کرم تم اس دلیل کو نہ پیش کرو کیونکہ تمہارے نزدیک تو ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اور اس کے ثبوت میں تم بہت سے واقعات پیش کر کے اپنے مخالفین پر دلیل و حجت قائم کرتے ہو حالانکہ تم خود اس بات کا بھی اقرار کرتے ہو کہ رسول اللہ صلعم نے غزوۂ ذات السلاسل کے موقع پر جب عمر بن العاص کو قائد اور عامل مقرر فرمایا تھا اس وقت عمر بن العاص کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی تھے عمر بن العاص ان دونوں حضرات کو اور دوسرے لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اور یہ دونوں حضرات عمر بن العاص کے جھنڈے کے نیچے (یعنی ماتحت) تھے ساتھ ہی ساتھ تم لوگ (عام مسلمان) اس بات کا بھی اقرار کرتے ہو کہ رسول اللہ صلعم نے امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام پر کبھی بھی کسی شخص کو بطور عامل و قائد مقرر نہیں فرمایا تھا اور نہ آپ کو کسی اور کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

دیا تھا تم لوگ حضرت ابوبکر کے جس نماز پڑھانے کا تذکرہ کرتے ہو کہ رسول اللہ صلعم نے انھیں نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا اس نماز میں جناب امیر علیہ السلام شریک نہیں ہوئے تھے بلکہ جیسا تم کہتے ہو کہ آپ رسول اللہ صلعم کے ہمراہ تھے اور آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھی تھی تو تمہارے ہی دعوی کے مطابق امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اس شخص سے زیادہ افضل ہوئے جس کو تم نے مقدم کیا ہے اسی طرح تم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہو کہ رسول اکرم صلعم نے اسامہ بن زید کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر امیر بنایا تھا اور یہ دونوں حضرات آنحضرت صلعم کی وفات تک اسامہ بن زید کے ماتحت رہے اور وہ نماز میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے امام اور امیر تھے اور آنحضرت صلعم نے اپنی آخری وصیت میں یہ فرمادیا تھا کہ لشکر اسامہ کو مہم پر روانہ کر دیا جائے جو شخص اس لشکر میں شامل نہ ہوگا اس پر خدا کی لعنت ہے۔ چنانچہ حضرت اسامہ اپنی مہم پر جا چکے تھے لیکن پیچھے رہ جانے والوں میں یہ دونوں حضرات بھی تھے لہٰذا تمہارے کہنے کے مطابق اسامہ بن زید اور عمر بن العاص یہ دونوں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے زیادہ امامت کے حقدار ہوئے کیونکہ اسامہ اور عمر بن العاص دونوں نماز میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے امام تھے۔ تم عام مسلمان اس بات کا بھی اقرار کرتے ہو کہ حضرت عمر نے جب منصب امامت کو چھ اصحاب کے درمیان مشورہ پر چھوڑ دیا اور صہیب کو نماز پڑھانے پر مامور کر دیا پھر بھی صہیب تمہارے نزدیک خلافت و امامت کے حقدار نہ ہوئے ساتھ ہی ساتھ حضرت ابوبکر کے جس نماز پڑھانے کا تم دعویٰ کرتے ہو وہ تمہاری ان خبروں اور روایتوں کے اختلاف کی وجہ سے ثابت نہیں جن کو تم حضرت عائشہ بنت ابی بکر کی طرف منسوب کر کے پیش کرتے ہو اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ جس شخص کے متعلق کسی ایک حدیث میں بھی اختلاف واقع ہو جائے تو گویا وہ ایسا ہے جس سے کوئی حدیث ہی نقل نہیں کی گئی ہے۔

اور جب تم امیرالمومنین علی بن ابی طالب کے لئے سیدۂ عالم جگر گوشۂ رسول حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی شہادت نامنظور کرتے ہو تو پھر کیونکر تم جناب عائشہ

کی شہادت کو ان کے والد حضرت ابوبکر کے لئے جائز سمجھتے ہو؟ جبکہ نماز پڑھانے کی بات حضرت عائشہ کے سوا کسی اور سے ثابت نہیں ہے اور جب رسول اکرم صلعم کو اس بات کا علم ہوا کہ (حضرت ابوبکر نماز پڑھا رہے ہیں) تو آپ بیت الشرف سے باہر تشریف لائے اس وقت لوگوں نے حضرت ابوبکر کو پیچھے ہٹا دیا اور آنحضرت صلعم نے خود نماز پڑھائی ہے۔

فرقہ مرجیہ کا یہ کہنا کہ لوگ خود ہی امام منتخب کرلیں مگر جب وہ ظلم وجور سے پیش آئے تو اس کو برطرف کردینا چاہیے وہ اپنے عقیدے کی رو سے اس بات کے زیادہ حقدار اور اہل ہیں کہ خود ہی امام بن بیٹھیں جب کہ انھیں کسی کو والی اور امام مقرر کرنے کا اختیار ہے تو اس کو معزول کرنے کا اختیار بھی نہیں کو حاصل ہے اس قول پر کوئی اعتبار نہیں کیا جاسکتا ہے ہم نے اس سے قبل اس عقیدے کا فساد واضح لفظوں میں بیان کردیا ہے۔

اور فرقہ معتزلہ کا یہ کہنا کہ رسول اکرم صلعم کا وہ طرز عمل جو آپ نے مقام غدیر خم میں جناب امیر علیہ السلام کے متعلق اختیار کیا تھا۔ یعنی آپ نے جناب امیر علیہ السلام کی ولایت اور خلافت و امامت کے سلسلے میں جو اعلان فرمایا تھا۔ اس کا تذکرہ کر دیا ہے اور جن لوگوں کا یہ گمان ہے کہ امام کا انتخاب ان کے اختیار میں ہے اس کی تردید میں ہم نے اوپر بہت کچھ لکھدیا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ خدا و رسول ہرگز کسی ایسی بات کے متعلق کوئی ایسا حکم صادر نہیں کرتے جو نہ ہونے والی ہو اور خدا کسی ایسے شخص کی اطاعت بھی واجب و فرض قرار نہیں دیتا جس کا انتخاب اس شخص کے اختیار میں ہو جس پر اس منتخب امام کی اطاعت فرض کی گئی ہے۔ اور اس امام کے انتخاب کے ساتھ ساتھ اس کا برطرف کردینا بھی اسی کے اختیار میں ہو اور اس کو یہ بھی اختیار حاصل ہو کہ وہ جس کو انتخاب کرے اس کو خوب نقد و تبصرہ کے بعد قائم کرے اگر یہ جائز ہوتا کہ لوگ اپنا امام منتخب کرلیں تو ان کے لئے یہ بھی جائز ہوتا کہ وہ نبی کو بھی قائم کرلیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اماموں کی اطاعت کو انبیاء

علیہم السلام کی اطاعت کے ساتھ منسلک کر دیا ہے اور اماموں کو انبیاء کے بعد ان کی امتوں میں ان کا جانشین اور حاکم مقرر فرمایا ہے جس طرح انبیاء لوگوں کے درمیان خدا کے جانشین اور حاکم ہوتے ہیں۔

فرقۂ خوارج کا یہ کہنا کہ رسول اکرم صلعم نے جو کچھ کیا ہے اس کا انھیں کوئی علم نہیں ہے تو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کی یہ لاعلمی اس شخص پر حجت نہیں بن سکتی جو خبردار اور صاحب علم ہے ایسا شخص جو کسی بات کو نہ جانتا ہو اس پر واجب ہے کہ وہ اس شخص سے معلوم کرنے کی کوشش کرے جو جانتا ہے۔ اگر ہم سے یہ لوگ پوچھیں کہ پھر تمہیں یہ بتاؤ کہ امام کس طرح قائم کیا جا سکتا ہے؟ تو ہم ان کو یہ جواب دیں گے کہ امام کا تقرر ایک ایسی صورت سے ممکن ہے جس کو رد کرنے کی کسی کو جرأت نہیں ہو سکتی نہ خود تم اس کو رد کر سکتے ہو نہ تمہارے علاوہ دوسرے لوگ رد کر سکتے ہیں وہ ناقابل تردید صورت یہ ہے کہ امام نص و توقیف سے قائم ہو تاکہ نص و توقیف کا تصور رکھنے والے پر کوئی حجت قائم نہ ہو سکے اور نہ اس کے مخالف کے لئے کوئی جائے مقال رہے۔

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی امامت و خلافت سے آگاہ کر دیا تھا۔ اور آنحضرت صلعم نے ان کو اپنا جانشین اور لوگوں کا امام مقرر کر دیا تھا۔ اور پھر اسی طرح امیرالمومنین علیہ السلام نے امام حسن علیہ السلام کو امام مقرر فرمایا اور امام حسن علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام کو امام مقرر فرمایا اور امام حسین علیہ السلام نے امام زین العابدین علیہ السلام کو امام مقرر فرمایا اور امام زین العابدین علیہ السلام نے امام محمد الباقر علیہ السلام کو امام مقرر فرمایا اور امام محمد الباقر علیہ السلام نے ——— امام جعفر الصادق علیہ السلام کو امام مقرر فرمایا اور پھر امام جعفر الصادق علیہ السلام کے بعد یکے بعد دیگرے امام قائم ہوتے رہے یہ وہ ائمہ طاہرین علیہم السلام ہیں جن کے بارے میں ہمارے پیشروؤں سے ہم تک خبر پہنچی ہے اور ہم نے اپنے عہد میں جن اماموں کو دیکھا ہے انھیں نے

بھی نص ہی کے طریقے پر عمل کیا ہے پس نص کا طریقہ نہایت واضح اور حجت قاطع ہے اس میں کسی کو کچھ کہنے کی گنجائش نہیں ہے اور نہ کوئی حرف زنی کر سکتا ہے۔

یہی بات ہم رسولوں کے بارے میں اور ان کے درمیان جو ائمہ ہوتے ہیں ان کے بارے میں بھی کہتے ہیں کہ منصب امامت کا انعقاد نص و توقیف ہی سے ہوتا ہے وہ اس طرح سے کہ ایک نبی اپنے بعد ایک امام کو بذریعہ نص و توقیف مقرر کر جاتا ہے اور وہ امام اپنے بعد کے امام کو بذریعہ نص قائم کر جاتا ہے اور ایک نبی اپنے بعد کے آنے والے نبی کی بشارت دیتا ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے کہ: ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

ترجمہ۔ اور ایک پیغمبر جن کا نام احمد ہوگا اور میرے بعد آئیں گے۔ ان کی خوشخبری سناتا ہوں۔

چنانچہ ائمہ ایک دوسرے کو مقام امامت بذریعہ نص سونپتے رہتے ہیں اور اپنے بعد کے آنے والے امام سے واقف و خبردار کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جس نبی کی بشارت دی گئی ہے اس کا ظہور ہو جاتا ہے جیسا کہ عام مسلمان بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے شیث علیہ السلام پر نص کی تھی اور پھر شیث علیہ السلام نے اپنے فرزندوں میں سے اپنے بعد کے آنے والے امام پر نص کی تھی غرض اماموں کے نص کرنے کا یہی طریقہ تھا ہر امام اپنے بعد کے آنے والے امام سے بذریعہ نص آگاہ کرتا رہا یہاں تک کہ یہ سلسلہ نوح علیہ السلام تک پہنچا اور نوح علیہ السلام سے ابراہیم علیہ السلام تک پہنچا اور ابراہیم علیہ السلام سے موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا اور موسیٰ علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچا اور عیسیٰ علیہ السلام سے خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلعم تک پہنچا۔

عام مسلمان اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ گذشتہ انبیاء کرام میں سے ہر نبی نے اپنا ایک وصی مقرر کیا تھا جو اس کے بعد اس کے تمام کام کو بخوبی انجام دیتا ہوائے ان کے اپنے پیغمبر محمد مصطفیٰ صلعم کے کہ آپ نے کسی کو اپنا وصی نہیں بنایا ہے حالانکہ لوگوں

کو وحی و نبوت کا سلسلہ منقطع ہوجانے کے سبب اوصیاء اور ائمہ کی سخت ضرورت
تھی لیکن ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ جب پروردگار عالم نے محمد رسول اللہ صلعم پر سلسلۂ نبوت
کو ختم کر دیا تو اس نے امت کے تمام امور کو ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے حوالے کر دیا
اور قیامت تک کے لئے ائمہ طاہرین علیہم السلام کو خلق خدا کی نگہداشت کا کام سونپا
گیا ہے۔ پس ہم نے جیسا کہ اوپر لکھا ہے اس طرح نبوت و امامت کے بارے میں
نص و توقیف کے قائل ہیں، نہیں کہ عام مسلمانوں کا جیسا کہ یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء و
مرسلین کی رسالت و نبوت کی تصدیق کے لئے بطور ثبوت ان کے معجزات کافی
ہیں نص و بشارت اور توقیف نہیں اگر وہ قرآن حکیم کا غور سے مطالعہ کرتے تو ان
کو معلوم ہو جاتا کہ قرآن انبیاء و مرسلین علیہم السلام سے معجزات طلب کرنے
والوں کی سخت مذمت کرتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ میں خداوند تعالیٰ نے رسول اکرم
صلعم سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ: یسئلک اھل الکتاب ان تنزل علیھم
کتابا من السماء فقد سألوا موسیٰ اکبر من ذالک فقالوا ارنا اللہ
جھرۃ ۶ ۴/۱۵۳ ترجمہ۔ (اے رسول) اہل کتاب (یہود) جو تم سے یہ
درخواست کرتے ہیں کہ تم ان پر ایک کتاب آسمان سے اتروا دو تو تم اس کا خیال
نہ کرو کیونکہ یہ لوگ موسیٰ سے تو اس سے کہیں بڑھ چڑھ کے درخواست کر چکے ہیں۔
چنانچہ کہنے لگے کہ خدا کو ہمیں کھلم کھلا دکھا دو اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ
وقالوا لن نومن لک حتیٰ تفجر لنا من الارض ینبوعا او تکون لک جنۃ من نخیل
وعنب فتفجر الانھار خلالھا تفجیرا او تسقط السماء کما زعمت
علینا کسفا او تاتی باللہ والملائکۃ قبیلا او یکون لک بیت من زخرف
او ترقیٰ فی السماء ولن نومن لرقیک حتیٰ تنزل علینا کتابا نقرؤہ قل سبحان ربی ھل
کنت الا بشرا رسولا: ترجمہ۔ اور (اے رسول کفار مکہ نے تم سے کہا کہ جب تک
تم ہمارے واسطے زمین سے چشمہ نہ بہا نکالو گے ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے
یا (یہ نہیں تو) کھجوروں اور انگوروں کا تمہارا کوئی باغ ہو اس میں تم بیچ بیچ

میں نہریں جاری کرکے دکھادو یا جیسا تم گمان رکھتے تھے۔ ہم پر آسمان ہی کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے گراؤ یا خدا اور فرشتوں کو (اپنے قول کی تصدیق میں ہمارے سامنے) گواہی میں لا کھڑا کرو۔

یا تمہارے (رہنے کے) لئے کوئی طلائی محل سرا ہو یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور جب تک تم پر (خدا کے ہاں سے ایک کتاب نازل نہ کروگے کہ ہم اسے خود بھی پڑھ لیں اس وقت تک ہم تمہارے (آسمان) پر چڑھنے کے بھی قائل نہ ہوں گے (اے رسول) تم کہدو کہ سبحان اللہ میں ایک آدمی خدا کے رسول کے سوا آخر اور کیا ہوں۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: وقالوا لولا یاتینا بآیة من ربه اولم تاتهم بینة ما فی الصحف الاولیٰ ۱۶ $\frac{۲۰}{۱۳۳}$ ترجمہ۔ اور (اہل مکہ) کہتے ہیں کہ اپنے پروردگار کی طرف سے ہمارے پاس کوئی معجزہ (ہماری مرضی کے موافق) کیوں نہیں لاتا تو کیا جو پیشن گوئیاں اگلی کتابوں (توریت انجیل) میں (اس کی) گواہ ہیں وہ بھی ان کے پاس نہیں پہنچیں۔

قرآن حکیم میں اس قسم کی بکثرت آیتیں موجود ہیں اس کے علاوہ یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جب نبی کو مبعوث کرتا ہے اس کی اطاعت فرض اور واجب ہوتی ہے۔ پس جس نے اس کی تصدیق کی اور قبل اس کے کہ وہ نبی کوئی معجزہ پیش کرے تکذیب کی حالت میں مرجائے تو عوام کے نزدیک وہ بالاتفاق کافر کی موت مر گیا اگر عوام کے زعم کے مطابق انبیاء کی نبوت کے لئے ان کے معجزات ہی ثبوت اور دلیل و حجت ہیں تو پھر وہ شخص قابل مواخذہ نہیں جو معجزہ ظاہر ہونے سے پہلے ایمان نہ لائے۔ لیکن عوام اگر ہم سے دریافت کریں کہ انبیاء کے معجزات لانے کا کیا مقصد ہے؟ تو ہم ان کو یہ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کو اس لئے معجزات دے کر مبعوث کرتا ہے تاکہ اپنی مخلوق کے دلوں میں خوف و رعب پیدا کردے اور اپنے رسولوں کی تائید اور ان کے ان دلائل و براہین کو مضبوط بنانے کے لئے جو وہ اپنے مخالفین کے سامنے پیش کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں خوف پیدا

کرنے کے لئے خدا انبیاء علیہم السلام کو معجزات دے کر مبعوث کرتا ہے۔ چنانچہ اس آیت کریمہ میں ارشاد ہے کہ: وما نرسل بالآیات الا تخویفا ۱۵ ۱۷/۵۹۔
ترجمہ۔ اور ہم تو معجزے صرف ڈرانے کی غرض سے بھیجا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم میں مبعوث فرمایا تھا وہ اپنی قوم کو ساڑھے نو سو برس تک دعوت کرتے رہے اس طویل مدت کے درمیان آپ کی تکذیب کرنے والے بکثرت لوگ حالت کفر میں مر گئے اور خداوند تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ نوح علیہ السلام کا معجزہ آپ کی کشتی ہے اور عام مسلمانوں کا بھی یہی خیال ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ کشتی کا یہ معجزہ آپ کے آخری زمانے میں پیش آیا ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ نوح کی قوم پران کے کفر کی وجہ سے عذاب بھی آیا اور خدا نے انھیں انکی نافرمانی کا مزہ چکھایا اور نوح علیہ السلام اور آپ کے ان ساتھیوں کو بچا لیا جو آپ پر ایمان لا چکے تھے۔ یہاں پر قابل غور بات تو یہ ہے کہ کشتی نوح سے پہلے وہ قومیں آپ کی تکذیب کر چکی تھیں وہ آپ کی تکذیب اور جو آپ اپنے پروردگار کی طرف سے لائے تھے۔ اس کی تکذیب کی وجہ سے داخل جہنم ہو چکی تھیں پس اگر قوم نوح کے نزدیک آپ کی نبوت کا ثبوت معجزہ ہی ہوتا تو ان پر کچھ فرض و واجب نہ تھا کہ وہ آپ پر ایمان لاتے اور جب قوم نوح پر یہ واجب ہی نہ تھا کہ وہ نوح پر ایمان لائیں تو نوح علیہ السلام کے لئے یہ سزا وار نہ تھا کہ وہ کوئی معجزہ پیش کئے بغیر ان کو دعوت کرتے کیونکہ ان پر نوح علیہ السلام کی تصدیق کسی معجزہ کے بغیر واجب ہی نہ تھی اور نہ یہ واجب تھا کہ نوح انکو کسی ایسی چیز کی طرف دعوت کرتے جس کا قبول کرنا ان پر واجب نہ تھا حالانکہ خداوند تعالیٰ جب کسی پیغمبر کو مبعوث کرتا ہے تو اسکی اطاعت واجب اور فرض ہوتی ہے یہ بات اس شخص کے لئے روشن اور واضح ہے جو غور و فکر کرے اور سمجھے۔ اگر ہم اس سلسلے میں مزید اور باتیں بیان کریں تو یہ اس کتاب کی حد سے باہر ہو گا۔ ہم نے تو ان میں سے چند نکتے بیان کر دیئے ہیں جن کو صاحبان عقل ہی سمجھتے ہیں اور خدا اپنی رحمت سے راہ ثواب پر چلنے کی توفیق عطا کرنے والا ہے۔

ائمہ طاہرین علیہم السلام کے درجات اور منازل کا بیان

اس باب میں ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے منازل اور درجات کا ہم تذکرہ کریں گے اور یہ بتائیں گے کہ انھوں نے ہمیشہ ایسے لوگوں سے اظہار برأت کیا ہے جو انھیں ان کے درجات کے سوا دوسرے درجوں میں شمار کرتے ہیں اور وہ ایسے لوگوں کو کافر سمجھتے ہیں جو ان کی ذوات مقدسہ کے بارے میں اپنے منھ سے کفر و الحاد کے کلمات نکالتے ہیں۔

ائمۃ الہدیٰ علیہم السلام خلائق خدا میں سے ایک مخلوق ہیں اور اس کے بندوں میں سے چیندہ بندے ہیں خداوند تعالیٰ نے ہر امام کی اطاعت اس کے ہم عصر لوگوں پر فرض کی ہے اور اس کے حکم کو تسلیم کرنا واجب قرار دیا ہے خداوند تعالیٰ نے ائمہ طاہرین علیہم السلام کو اپنی طرف رہنمائی کرنے کے لئے خلائق کا رہنما بنایا ہے اور اپنی ذات کی معرفت کروانے کے لئے ان کو اپنے بندوں کا پیشوا بنایا ہے اور پروردگار عالم نے اپنی اور اپنے رسولؐ کی اطاعت کے ساتھ ائمۃ الہدیٰ علیہم السلام کی اطاعت کو منسلک کر دیا ہے غرض کہ ائمہ طاہرینؑ خلق خدا پر اس کی طرف سے حجت مقرر ہیں اور خدا کی زمین میں اس کے خلفاء اور نائبین ہیں وہ افتراپرداز گمراہوں کے عقیدے کے مطابق خدا نہیں ہیں اور نہ رسول و نبی اور نہ ان پر اس طرح وحی نازل ہوتی ہے جیسے انبیاء پر نازل ہوتی ہے نہ وہ ایسا علم غیب جانتے ہیں جس کو

خدا نے اپنی مخلوق سے چھپا رکھا ہے اس علم غیب میں سے انبیاء کرام وہی جانتے ہیں جو اس نے ان کو بتایا ہے نہ کہ ان کے پاس ویسا علم غیب ہے جیسا کہ اہل باطل افترا پرداز اور جھوٹے لوگوں کا ان کے بارے میں عقیدہ ہے خداوند تعالیٰ اس بات سے بلند و بالا ہے اس نے اپنے اولیاء کرام کو ملحدین، مکذبین، ضالین و مفترین کی تہمتوں سے پاک کر دیا ہے۔

جب ائمہ طاہرین علیہم السلام خدا کی ایسی حجتیں ہیں جن سے اس نے اپنی مخلوق پر استدلال قائم کیا ہے اور وہ خدا کی رحمت کے ایسے دروازے ہیں جن کو اس نے اپنی مخلوق پر کھول رکھے ہیں اور خداوند تعالیٰ نے ائمۃ الھدیٰ کو اپنے اطاعت گذار بندوں کے لئے اسباب نجات بنایا ہے ان کی اطاعت کے بغیر نہ اعمال مقبول ہوں گے نہ جزا ملے گی۔ مگر جو لوگ ائمہ طاہرین علیہم السلام سے محبت رکھتے ہوں گے اور جو ان کی تصدیق کریں گے ان کے اعمال مقبول ہوں گے اور ان کو جزا ملے گی اور خدا ان کو کوئی جزا نہ دے گا جو ائمۃ الھدیٰ علیہم السلام سے دشمنی رکھتے ہیں اور ان کی نافرمانی کرتے ہیں اور انھوں نے برحق اماموں کے مقابل میں کسی اور شخص کو اپنا امام بنا لیا ہے پس شیطان نے ائمہ طاہرینؑ کے مطیع و فرمانبردار محبوں سے سخت دشمنی کی تاکہ ان کو گمراہ کر دے جس طرح اس نے پہلے آدم و حوا کو بہکایا تھا۔ چنانچہ شیطان نے ان میں سے بکثرت لوگوں کو بہکا کر گمراہ کر دیا انھیں فریب میں مبتلا کیا اور ہوا پرستی کی راہ پر لگا دیا جس کی وجہ سے وہ بہت بڑے خسارے میں مبتلا ہو گئے۔ نیک بختی کے بعد بدبختی کا شکار ہو گئے اور اطاعت کی راہ سے ہٹ کر نافرمانی اور معصیت پر اتر آئے شیطان ان میں سے ہر اس شخص کے پاس پہنچا جس تک پہنچنے کا اسے کوئی راستہ مل سکا اور اس پر اس نے اپنے گھوڑے اور پیادے دوڑائے ان میں سے جو علم و فہم میں کمزور تھے اور اپنی ہوا لنفسی کا شکار تھے ان کو گمراہ کر دیا اور ان کو ائمۃ الھدیٰ علیہم السلام کے انکار، خروج اور کفر و نفاق کے راستے پر لگا دیا اور جو علم و فن کے ماہر اور صاحب فہم و بصیرت تھے جن کو شیطان ان لوگوں کی طرح گمراہ نہ

کر سکا جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے وہ ایسے پختہ کار عالموں اور صاحبان فہم و بصیرت کے پاس ان کے محبوب و پسندیدہ راستوں سے پہنچا ان کی تمناؤں اور خواہشات کی جگہوں سے ان تک پہنچا اور ان کو گمراہی میں مبتلا کر دیا ان کے سامنے اس نے خوشنما تاویلیں پیش کیں اور جھوٹے اقوال پر خوب رنگ و روغن چڑھایا غرض شیطان نے ائمۃ الھدیٰ علیہم السلام کی شان اور ان کے مقام بلند میں غور و فکر پر آمادہ کر کے لوگوں کو گمراہ کر دیا اور اس نے ان کے سامنے اس بات کے ثبوت میں پر زور وسائل و دلائل پیش کئے کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام نعوذ باللہ خدا ہیں مخلوق نہیں ہیں۔ یا پھر اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ائمہ انبیاء و مرسلین ہیں پس شیطان نے جس مقصد کیلئے اس قسم کی جرأت کی تھی اس میں سو فیصدی کامیاب ہو گیا اب تیسرے طبقے کے پاس اس صورت میں گیا کہ اس نے ان کے ذہنوں میں ایسے شکوک و شبہات پیدا کر دیئے کہ جس سے وہ دین کے فرائض و واجبات کو بار گراں سمجھنے لگے پھر کیا تھا شیطان نے حرام چیزوں کو ان کے لئے صاح کر دیا اور دین کے اہم فرائض کو ترک کرنے کا راستہ کھول دیا اور توحید پرست مسلمانوں کے زمرہ سے نکل جانا ان کے لئے آسان اور سہل بنا دیا اس نے یہ سب کچھ اپنی ناپاک اور جھوٹی تاویلوں اور واہیات دلیلوں سے کیا تھا پس تیسرے طبقہ کے لوگ بھی بدبختی اور نامرادی میں مبتلا ہو گئے اور اہل دین و ایمان کے زمرے سے خارج ہو گئے ہم خدا سے دعا کرتے ہیں ۔ اور پناہ طلب کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس قسم کی گمراہی سے بچائے اور ہمیں اس دنیا سے ایمان کی سلامتی کے ساتھ اٹھائے۔ اس حال میں کہ ہم نے نہ تو بیعت توڑی ہو نہ دین سے نکل گئے ہوں نہ ہم نے دین میں کوئی رد و بدل کیا ہو نہ ہم پر خدا کا غضب اترا ہو نہ ہم گمراہ ہوئے ہوں۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے لوگوں کے طعنے اور ایذا رسانی کی شکایت کرتے ہوئے آپ سے کہا کہ اے فرزند رسول لوگ ہمیں کیوں ستاتے ہیں اور ہمارے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہیں وہ ہم سے بغض و عداوت کیوں رکھتے ہیں اور ہم پر طعنے کیوں کستے رہتے ہیں جیسے کہ

ہم ان کے نزدیک مسلمان ہی نہیں ہیں؟ صادق آل محمد علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا کہ کیا تم اس طعنہ زنی اور ایذا رسانی پر خدا کی حمد و ستائش اور اس کا شکر نہ ادا کرو گے؟ دیکھو جب شیطان اس بات سے مایوس اور نا امید ہو جاتا ہے کہ تم ہمارے دامن ولایت کو چھوڑنے ہیں یا اس کی اطاعت نہیں کرتے جس کے متعلق وہ جانتا ہے کہ خدا ولایت کے بغیر کسی عمل کرنے والے کے عمل کو قبول نہ کرے گا لہٰذا شیطان ہماری اس ولایت کی وجہ سے لوگوں کو تمہارے خلاف بھڑکا دیتا ہے پس تمہیں چاہیئے کہ خدا نے تم کو جو عصمت و پناہ عطا کی ہے اس پر اس کی حمد و ستائش کرو اور جب لوگوں کی ایذا رسانی حد سے تجاوز کر جائے تو تم اس کے بارے میں غور و فکر کرو اور ہم پر جو مصیبتیں اور محنتیں پڑی ہیں ان پر نظر ڈالو اور آئندہ بھی لوگوں کی طرف سے ہمیں ایذا پہنچتی رہیں گی اور ہم سے پہلے خدا کے اولیاء اور رسول گذر چکے ہیں ان کے مصائب و محن پر بھی نظر ڈالو۔ سنو میں تم کو یاد دلاتا ہوں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلعم سے پوچھا گیا کہ دنیا میں وہ کون سے لوگ ہیں جو سب سے زیادہ امتحان و آزمائش میں مبتلا کئے جاتے ہیں آپ نے فرمایا کہ انبیاء پھر اوصیاء پھر ائمہ طاہرین پھر مومنین ان میں جو اول ہیں وہ اول ہی ہیں اور جو افضل ہیں وہ افضل ہی ہیں خداوند تعالیٰ نے ہمیں اور تمہیں آخرت کی پاکیزہ زندگی عطا کی ہے اور اس نے ہمارے اور تمہارے لئے اس زندگی کو پسند فرمایا ہے اس کے بعد کہا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے خدا جب کسی مومن بندے کو اس دنیا میں کچھ حصہ عطا کرتا ہے تو اس میں کچھ نہ کچھ آمیزش اور کدورت ہوتی ہی ہے تاکہ دنیا کا یہ حظ و نصیب خدا کے بے آمیزش ثواب میں سے شمار نہ ہو اس کے لئے تو خدا آخرت کی بلا کدورت پاکیزہ زندگی مکمل کر دے گا۔

اہل غلو جو گمراہ اور ہلاک ہو گئے ان کی فہرست تو بہت طویل ہے اور وہ اس کتاب کی حد و بساط سے باہر ہے لیکن ہماری شرط کے مطابق اس سلسلے میں ہمارے لئے کچھ نہ کچھ بیان کرنا نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ کے اصحاب میں سے کچھ ایسے لوگ جو آپ کی بیعت میں

داخل تھے اور آپ کی ولایت و امامت کے قائل تھے وہ آپ سے الگ ہو گئے اور آپ کی بیعت کو توڑ دیا اور آپ کے بارے میں ظلم و ناانصافی سے کام لیا پس امیرالمومنین علیہ السلام نے ان سے جنگ کی اور بیعت توڑنے والوں کو شکست دی اور دین سے نکل جانے والوں کو قتل کر دیا اور ظالموں سے جہاد کر کے انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا ان میں سے کتنے آپ سے بری ہو گئے اور آپ ان سے بری ہو گئے ایک گروہ نے تو شیطان کے مکر و فریب میں آ کر امیرالمومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام کی شان میں غلو کرتے ہوئے یہاں تک کہا کہ نعوذ باللہ آپ ہی نبی تھے۔ جبرئیلؑ نے غلطی کی انھیں علیؑ کے پاس وحی دے کر بھیجا گیا تھا مگر غلطی سے محمد رسول اللہ صلعم کے پاس چلے گئے۔ تف اور حیف ہے ایسی ناقص عقلوں اور نامراد لوگوں پر اور ایسی واہیات اور لچر باتوں پر انھیں اتنا تو غور کرنا چاہیئے کہ ان میں سے ایک شخص کسی شخص کو ایک پیالہ کھجور دے کر کسی شخص کو دینے کے لئے بھیجتا ہے اور وہ جا کر کسی اور ہی شخص کو دے آئے تو بھیجنے والا اس کے فعل کو جائز قرار نہیں دیتا بلکہ اس کی جگہ پر دوسرا قاصد بھیجتا ہے یا دی ہوئی چیز کو واپس منگا لیتا ہے جب ایسی بات ایک معمولی انسان کے بارے میں سوچی نہیں جا سکتی تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ لوگ رب العالمین کے بارے میں کیوں ایسا فاسد اور غلط گمان کرتے ہیں اور روح الامین جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ اس قسم کا سوءِ ظن کیوں کرتے ہیں حالانکہ وہ رسول اکرم صلعم کی حیات طیبہ میں آپ کے پاس برابر وحی لیکر آیا کرتے تھے اور وہ قرآن لیکر آئے جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوا ہے اس کے باوجود اہل غلو شیطان کے فریب میں آ کر ایسی بری باتیں اپنے منہ سے نکالتے ہیں اور اس قسم کا کھلم کھلا بہتان لگاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان نے ان کو بہکا دیا ہے اور بہتان و سرکشی کا راستہ ان کے سامنے آراستہ کر دیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نے اس سے پہلے ذکر کیا تھا۔ ان میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جن کو یہ وہم ہے کہ جناب امیر علیہ السلام بادلوں کے اندر ہیں یہ ان کی عین حماقت اور ایسی غلط بات ہے جو عقلمندوں پر مخفی نہیں ہے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام

کی شان میں غلو کرنے والے آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ ہی ہمارے خدا اور خالق و رزاق ہیں اور آپ سے ہماری ابتداء ہے اور آپ کی طرف ہمارا معاد ہے ان بیہودہ باتوں کو سن کر آپ کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا اور آپ پسینہ پسینہ ہوگئے اور جلال الہٰی کی تعظیم اور خوف کی وجہ سے بید کی طرح لرز اٹھے اور غضبناک ہوکر اپنے حاشیہ نشینوں کو آواز دی اور ان کو ایک کھڈا کھودنے کا حکم دیا جو فوراً کھودا گیا آپ نے فرمایا کہ میں آج اس کھڈے کو چربی اور گوشت سے بھر دوں گا جب غلو کرنیوالوں کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ آپ ان کو قتل کردیں گے تو انھوں نے پھر یہ کہا کہ اگر آپ ہمیں مار ڈالیں گے تو آپ ہی ہمیں دوبارہ زندہ بھی کردیں گے پہلے تو امیرالمومنین علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ ان ناگفتہ بہ باتوں سے توبہ کرو لیکن وہ اپنی بات پر اڑے رہے پس آپ نے ان سب کو قتل کر ڈالنے کا حکم دیا پھر قتل کرنے کے بعد اس کھڈے میں آگ سلگا کر ان کو جلا دیا گیا۔ آپ نے اس وقت یہ شعر پڑھا۔

لما رایت الامر امرا منکرا اججت ناری ودعوت قنبرا

ترجمہ۔ میں نے جب ناگوار بات دیکھی تو آگ سلگائی اور اپنے غلام قنبر کو آواز دی آپ کا یہ واقعہ تاریخ میں بہت مشہور ہے ایسے ہی دوسرے واقعات آپ کے فرزندوں میں سے جو ائمہ طاہرین ہوئے ہیں ان کے زمانوں میں بھی پیش آچکے ہیں جن کی فہرست بہت طویل ہے مثال کے طور پر ہم مغیرہ بن سعید کا واقعہ یہاں پر نقل کرتے ہیں مغیرہ امام باقر علیہ السلام کے اصحاب اور دعاۃ میں سے تھا۔ مگر شیطان نے اس کو گمراہ کردیا وہ کافر ہوگیا اس نے نبوت کا دعوٰی کیا اس کو یہ وہم ہوگیا کہ وہ مُردوں کو زندہ کرسکتا ہے اس کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ امام باقر علیہ السلام (نعوذ باللہ) خدا ہیں اللہ ہی تمام عالم کا رب ہے اس کا یہ بھی گمان تھا کہ آپ نے اس کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ اس کی ان واہیات اور لچر باتوں میں آپ کے بہت سے اصحاب آگئے اور وہ فرقہ مغیریہ کے نام سے مشہور ہوگئے جب یہ خبر امام باقر علیہ السلام کو پہنچی تو اس وقت آپ امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی طرح بادشاہ وقت

نہ تھے کہ آپ ان کو قتل کرتے جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام نے ان لوگوں کو قتل کیا تھا۔ جنھوں نے آپ کی ذات مبارکہ میں کفر و الحاد کی باتیں کہی تھیں البتہ امام باقر علیہ السلام نے اتنا ضرور کیا کہ آپ نے مغیرہ اور اس کے پیروؤں پر لعنت بھیجی اور اس سے اور اس کے اصحاب سے اور اس کی تمام کفریات سے اپنی برأت کا اظہار کیا اور اپنے شیعوں کو تحریراً اس بات سے خبردار کر دیا ان کو مغیرہ و اصحاب مغیرہ سے ترک تعلق اور خدا سے پناہ مانگنے کا حکم دیا اور آپ نے مغیرہ و اصحاب مغیرہ پر پرزور الفاظ میں لعنت بھیجی پس آپ کے اصحاب نے آپ کے حکم پر عمل کیا انھوں نے اتباع مغیرہ کو مغیریہ را فضہ کے نام سے موسوم کیا کیونکہ انھوں نے امام باقر علیہ السلام کا دامن چھوڑ دیا تھا۔ اور ملعون مغیرہ کی باتوں میں آگئے تھے آپ کے اور مغیرہ و اصحاب مغیرہ کے درمیان بکثرت مناظرے اور جھگڑے ہوئے ہیں جن کا تذکرہ بہت طویل ہے۔ مغیرہ و اصحاب مغیرہ نے تمام محرمات کو حلال و مباح کر لیا تھا انھوں نے شریعت کو چھوڑ دیا تھا اور وہ اسلام کے دائرے سے خارج ہو گئے تھے اور شیعان حق کے زمرہ اور ائمۃ الھدیٰ علیہم السلام کے پیروؤں سے علیحدہ ہو گئے تھے امام باقر علیہ السلام نے اپنی لعنت و برأت کا عام طور سے اعلان کر دیا تھا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام کے زمانہ میں ابوالخطاب نکلا یہ آپ کا بہت بڑا داعی تھا مغیرہ کی طرح یہ داعی بھی گمراہ ہو گیا اس نے کفر اور دعوائے نبوت تک کیا اور یہ بدگمانی کی کہ امام جعفر الصادق علیہ السلام (نعوذ باللہ) خدا ہیں اللہ تعالیٰ ہی بلند و برتر ہے اس نے بھی مغیرہ کی طرح تمام محرمات کو حلال و مباح کر لیا تھا اس نے فسق و فجور کی عام اجازت دے رکھی تھی اس کے تابعین کو جب کسی فریضہ کی ادائیگی بار گراں معلوم ہوتی تو وہ ابوالخطاب کے پاس آکر کہتے کہ اے ابوالخطاب! ہمارے سروں سے اس بوجھ کو ہلکا کر دو تو اس وقت ابوالخطاب ان سب کو اس فریضہ کو ترک کرنے کا حکم دیدیتا یہاں تک کہ انھوں نے رفتہ رفتہ تمام فرائض کو ترک کر دیا تھا اور تمام محرمات کو حلال و مباح کر لیا تھا غرض شیعت نے جن جن

کاموں سے روکا تھا وہ اسی کے مرتکب ہوئے اس کے علاوہ ابوالخطاب نے اپنے اتباع کو ایک دوسرے کے خلاف جھوٹی گواہی دینا بھی جائز و مباح کر دیا تھا اس نے یہاں تک کہا کہ جس نے امام کو پہچان لیا اس کے لئے ہر حرام چیز حلال ہے جب اس کی اطلاع امام جعفر الصادق علیہ السلام کو ہوئی تو آپ اس وقت اس کے سوا کچھ اور نہ کر سکے کہ آپ نے ابوالخطاب پر لعنت اور اس سے اظہار برائت کی یہ اطلاع بذریعہ خط پہنچا دی پس امام جعفر الصادق علیہ السلام کے لئے اس زمانہ میں اتنا ہی ممکن تھا جو آپ کر گذرے ابوالخطاب کا معاملہ آپ پر بہت شاق اور گراں تھا۔

حضرت منفضل بن عمرو کا بیان ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک روز امام جعفر الصادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت میں نے آپ کو غصہ کے عالم میں رنجیدہ خاطر اور اشکبار پایا میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان و نچھاور ہو جاؤں اس رنجیدگی اور اشک فشانی کا باعث کیا ہے صادق آل محمد نے فرمایا کہ: سبحان اللہ وتعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔ پاک ہے خدا اور بلند و بالا ہے اس بات سے جو ظالمین کہتے ہیں اے مفضل! یہ کافر کذاب ابوالخطاب یہ بدگمانی کرتا ہے کہ میں (نعوذباللہ) اللہ ہوں سبحان اللہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہی میرا اور میرے آباء و اجداد کا رب ہے اسی نے ہم کو پیدا کیا ہے اور ہم کو اپنے عطیات سے نوازا ہے ہم تو ہدایتوں کے محض نشانات اور جھنڈے ہیں اور زمین میں خدا کے لئے سب سے بڑی حجت ہیں اے مفضل! تم اصحاب ابوالخطاب کے پاس جاؤ اور ان سے کہدو کہ ہم مخلوق اور خدا کے بندے ہیں رب نہیں مربوب ہیں البتہ ہم کو خدا کی طرف سے ایسا درجہ عطا ہوا ہے جو ہمارے سوا کسی اور کو نہیں ملا ہے اور اس مرتبۂ امامت کے صرف ہمیں اہل ہیں ہم تو محض خدا کے انوار میں سے ایک نور ہیں اور ہمارے شیعہ ہم ہی سے ہیں اور ہمارے تمام مخالفین جہنم میں ہونگے اور ہم کل قیامت کے روز خدا کے گھر میں اس کے پڑوسی ہوں گے جو ہماری باتوں کو قبول کرے گا اور ہماری اطاعت کرے گا وہ جنت میں ہوگا اور جو اس کا فرد

کذاب ابوالخطاب کی اطاعت و پیروی کرے گا وہ جہنم میں جائے گا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے سدیر صیرفیؓ نے ایک مرتبہ آپ سے پوچھا کہ میں آپ پہ فدا ہو جاؤں آپ کے شیعہ آپ کے بارے میں بکثرت اختلاف رکھتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ امام کے کان میں پھونکا جاتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ امام پر وحی نازل ہوتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ امام اپنے باپ دادا کی کتابوں سے فتویٰ دیتے ہیں اب آپ ہی فرمائیے کہ میں ان میں سے کس کی بات مانوں؟ امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ان میں سے کسی کی بات نہ مانو۔ اے سدیرؓ ہم تو اللہ کے بندوں پر محض اسکے حجت اور امین ہیں۔ ہمارا حلال و حرام خدا کی کتاب سے ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ عیص بن مختار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں آپ کے شیعوں کے درمیان یہ کیسے کیسے اختلافات ہیں؟ صادق آل محمد نے فرمایا کہ اے عیص تم ان کے درمیان کن اختلافات کی باتیں کرتے ہو؟ عیص نے عرض کیا کہ میں جب کبھی کوفہ میں آپ کے شیعوں کے حلقے میں بیٹھتا ہوں تو میں ان کی باتوں اور اختلافات کی وجہ سے شک سے قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہاں سے لوٹ کر مفضلؓ کے پاس پہنچتا ہوں تو مجھے ان کے پاس سکون و اطمینان مل جاتا ہے امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں اے عیص یہ ویسا ہی ہے جیسا کہ تم نے بیان کیا ہے لوگ ہم پر بہتان باندھنے لگے ہیں گویا خدا نے ہمارے خلاف بہتان تراشی کو ان پر فرض کر دیا ہے اور وہ ان سے اس کے سوا کچھ اور چاہتا نہیں ہے میں ان میں سے جب کسی ایک سے کوئی حدیث بیان کرتا ہوں تو وہ جیسے ہی میرے پاس سے اٹھ کر چلا جاتا ہے وہ میرے خلاف اس کی بے بنیاد تاویلات کرنے لگتا ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ دین حق کے طلبگار نہیں ہیں اور تم صحیح معنوں میں دین حق کے طلبگار رہو اے عیص ان میں سے ہر ایک کی یہی خواہش ہے کہ وہ سر بلند سردار بن جائے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جو بندہ اپنا سر اونچا کرتا ہے خدا اس کے سر کو نیچا کر دیتا ہے اور جو بندہ اپنے نفس کو کمتر اور حقیر شمار کرتا ہے۔ خدا اس کو سر بلند اور شرف دار کر دیتا ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے اس داعی کو خط لکھا جس نے اپنے خط میں ایسے لوگوں کا حال لکھا تھا جنہوں نے الگ دعوت قائم کر لی تھی اور حدود سے تجاوز کر گئے تھے اور انھوں نے محرمات کو جائز و حلال بنا لیا تھا اور ظاہری احکام شریعت کو چھوڑ دیا تھا امام جعفر الصادق علیہ السلام نے اس داعی کو جواب دیتے ہوئے اپنے مکتوب گرامی میں قوم کا حال بیان کرنے کے بعد اس طرح تحریر فرمایا کہ اے داعی تم نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ تمہیں اس بات کی خبر پہنچی ہے کہ اس قوم کا یہ گمان ہے کہ نماز روزہ زکوٰۃ، حج وعمرہ مسجد حرام، بیت اللہ الحرام، مشاعر عظام اور شہر حرام یہ تمام ایک شخص ہیں جنابت کے غسل سے ایک شخص مراد ہے اور خدا نے جو فرائض اپنے بندوں پر فرض کئے ہیں ان تمام سے مراد ایک شخص ہے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جس نے اس ایک شخص کو پہچان لیا تو عمل کے بغیر اس کا یہ پہچان لینا کافی ہے اس نے نماز پڑھ لی زکوٰۃ روزہ حج وغیرہ ادا کر لیا اور جنابت کے غسل سے پاک ہو گیا ہے وہ حرمت اللہ کی تعظیم کر چکا اس نے شہر حرام اور مسجد حرام کی تعظیم کر لی اور ان کا یہ بھی گمان ہے کہ جس نے اس شخص کی معرفت کر لی اور وہ شخص اس کے دل میں پیوست و جاگزیں ہو گیا تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ احکام الٰہی کے ساتھ حقارت سے پیش آئے اسے اپنی جان کو مشقت میں ڈالنا واجب نہیں ہے جس نے اس شخص کو پہچان لیا تو اس کی طرف سے خدا کے تمام فرائض مقبول ہو گئے اگرچہ اس نے ان فرائض پر عمل نہیں کیا ہے اور اے داعی تمہیں یہ بھی خبر پہنچی ہے کہ وہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے جن فواحش اور بدکاریوں سے روکا ہے مثلاً جوا، شراب، زنا، سود، مردہ، خون، سور کا گوشت یہ تمام کے تمام اشخاص ہیں ان کا یہ بھی خیال ہے کہ خداوند تعالیٰ نے صرف اپنی ماؤں، بیٹیوں، بہنوں، پھپھیوں، خالاؤں کے ساتھ نکاح کرنا حرام کیا ہے ان کے علاوہ مومنین پر جو دوسری عورتیں حرام ہیں وہ نبی کی ازدواج مطہرات ہیں ان کے سوا دوسری عورتوں سے نکاح کرنا مباح ہے تم کو یہ بھی خبر ملی ہے کہ وہ لوگ ایک ہی عورت کے ساتھ باہم نکاح کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف جھوٹی گواہی دیتے ہیں اور وہ یہ بھی گمان رکھتے ہیں کہ انھیں ہر شئی کے

ظاہر و باطن کی معرفت حاصل ہے اور باطن ہی اصل غرض و غایت ہے ان کو باطن ہی پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اے داعی تم اس بارے میں اور ان کے حالات کے بارے میں اور ان کے عقائد کے بابت مجھ سے سوال کرتے ہو؟ تو لو سنو! میں تم کو خبر کرتا ہوں کہ جس کا دین و مذہب اس قسم کا ہے جس کے متعلق تم نے مجھ سے دریافت کیا ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ ایسے دین و مذہب کا پیرو میرے نزدیک مشرک ہے اس کا شرک اتنا واضح اور کھلا ہوا ہے کہ جس میں کسی کو شک کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

کیا ان لوگوں نے خدا کا یہ قول نہیں سنا ہے کہ: قل انما حرم ربی الفواحش ما ظهر منها وما بطن ۷/۳۳ ترجمہ۔ (اے رسول) تم (صاف) کہہ دو کہ ہمارے پروردگار نے تو تمام بدکاریوں کو خواہ ظاہری ہوں یا باطنی حرام کیا ہے۔

اور خدا کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: ذروا ظاهر الاثم وباطنه ۶/۱۲۰ ترجمہ۔ (اے لوگو!) ظاہری اور باطنی (دونوں) گناہ کو بالکل چھوڑ دو۔

پس جس چیز کا ظاہر حرام ہے اس کا باطن بھی حرام ہے اور جس چیز کا ظاہر حلال ہے اس کا باطن بھی حلال و جائز ہے۔ ظاہر کو باطن پر دلیل بنایا گیا ہے اور باطن کو ظاہر پر دلیل بنایا گیا ہے ظاہر و باطن دونوں ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو مضبوط و پختہ کرتے ہیں جو چیز ظاہر میں مذموم و بری ہے وہ باطن میں بھی مذموم و بری ہے اور جو ظاہر میں پسندیدہ ہے وہ باطن میں بھی پسندیدہ ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام نے اس کے لئے تحریر فرمایا کہ اے داعی تم یقین جانو کہ یہ وہ قوم ہے جس نے سنا تو ضرور مگر وہ اس کی حقیقت سے واقف نہیں ہوئے اور نہ اس کے حدود پر وضع کر سکے جن پر وضع کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا یہ تکذیب اور خدا و رسول پر بہتان باندھنے کی وجہ سے انھوں نے ایسا کیا ہے اور ارتکاب گناہ پر جرأت کی بنا پر ایسا کیا ہے خداوند تعالیٰ نے کسی ایسے نبی کو مبعوث نہیں فرمایا ہے جو محض معرفت کی طرف دعوت کرتا ہوا اور اس کے ساتھ اطاعت لازم نہ ہو خدا اپنے بندوں سے فرائض کے اعمال کو اسی وقت قبول کرتا ہے جب کہ خدا کی طرف سے ان فرائض و

احکام کو لانے والے اور اس کی طرف دعوت کرنے والے کی معرفت حاصل ہو لہٰذا سب سے پہلا فرض یہی ہے کہ اس شخص کی معرفت حاصل کی جائے جو خدا کی طرف دعوت کرتا ہے وہ اس طرح سے کہ پہلے اس بات کا اقرار کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ واحد ہے اور پھر اس کی ربوبیت کا اقرار کیا جائے اس کے بعد اس رسول کی معرفت فرض ہے جس نے خدا کی طرف سے پیغام کو پہنچایا ہے وہ جو کچھ بھی پیغام الٰہی لے کر آیا ہے اس کو قبول کیا جائے۔ پھر وصی کی معرفت پھر ان ائمہ طاہرین علیہم السلام کی معرفت کرنا فرض ہے جن کی اطاعت کو خدا نے ہر زمانہ کے لوگوں پر فرض کی ہے اول و آخر رسول و امام پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا فرض ہے اس کے بعد خدا نے اپنے بندوں پر جن ظاہری و باطنی اعمال کو فرض کیا ہے ان پر عمل کرنا ضروری ہے اور ظاہر و باطن میں جو حرام چیزیں ہیں ان سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

خدا نے ظاہر کو باطن کے ساتھ اور باطن کو ظاہر کے ساتھ حرام قرار دیا ہے خدا نے اصل و فرع دونوں کو حرام کیا ہے پس جو چیز باطن میں حرام ہے وہ اپنے ظاہر ہی کی طرح حرام ہے ان دونوں میں سے کسی ایک کو حلال و مباح نہیں کیا جا سکتا ہے اور اس طرح تمام طاعات کے ظاہر و باطن پر عمل کرنا بندوں پر فرض ہے ایسا نہیں ہے کہ ان میں سے ظاہر پر تو عمل کیا جائے اور باطن کو چھوڑ دیا جائے یا باطن پر عمل کیا جائے اور ظاہر کو چھوڑ دیا جائے باطنی نماز چھوڑ کر صرف ظاہری نماز جائز نہیں ہے اور نہ ظاہری نماز کو چھوڑ کر باطنی نماز جائز ہے۔ یہی حال زکوٰۃ، حج و عمرہ کا بھی ہے اور دوسرے ان تمام فرائض اور حرمات و شعائر اللہ کا ہے جن کو خدا نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے۔

امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے ایک مرتبہ قرآن کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کے ظاہری احکام پر عمل کرنا واجب ہے اور قرآن کا علم باطن پوشیدہ ہے جو ہمارے پاس معلوم و مکتوب ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے آپ سے ایسے لوگوں کا تذکرہ کیا جو آپ کے شیعوں کے زمرہ سے

نکل گئے تھے اور انھوں نے تمام حرام چیزوں کو حلال کر لیا تھا اس شخص نے صادق آل محمد علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ دین فقط معرفت کا نام ہے جب تم کو امام کی معرفت حاصل ہو جائے تو پھر جو چاہو سو کرو امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ: انا للہ وانا الیہ راجعون ان کافروں نے ایسی چیز کے متعلق سر مارا ہے جس کو وہ جانتے ہی نہیں ہیں دراصل یہ کہا گیا ہے کہ امام کی معرفت کرو اس کے بعد طاعتوں میں سے جو چاہو طاعت کرو وہ تم سے قبول کی جائے گی کیونکہ خدا بغیر معرفت کے کوئی عمل قبول نہیں کرتا ہے اگر ایک شخص نیکی کے تمام کام کرتا رہے۔ اور زمانہ بھر روزہ رکھتا رہے اور رات بھر نماز پڑھتا رہے اور راہ خدا میں اپنی دولت کو خرچ کرتا رہے اور خدا کے تمام احکام پر عمل کرتا رہے لیکن اس کو اس نبی کی معرفت ہی حاصل نہ ہو جو ان فرائض کو لایا ہے تاکہ وہ اس پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق کرے اور اس کو اپنے امام زمانہ کا بھی پتہ نہ ہو جس کی اطاعت خدا نے اس پر فرض کی ہے کہ وہ اس امام کی طاعت کرے تو ایسے شخص کو خدا اس کے کسی عمل کا بھی ذرہ برابر ثواب نہ دے گا۔ جیسا کہ اس بارے میں خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ھباءً منثورا ۱۹ $\frac{25}{22}$ ترجمہ۔ اور ان لوگوں نے (دنیا میں) جو نیک کام کئے ہیں ہم اس کی طرف توجہ کریں گے تو ہم اس کو (گویا) اڑتی ہوئی خاک بنا کر (برباد) کر دیں گے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام نے تو یہاں تک فرمایا کہ اگر ایک "جاہل" عبادت میں مشغولیت کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے پھر بھی وہ خدا سے دور ہی رہے گا۔ اور اس قسم کی دوسری روایات اور واقعات جو ہر امام کے زمانے میں پیش آچکے اور جن کا ہم نے خود مشاہدہ کیا ہے اگر ان تمام کو ہم بیان کرنے لگیں تو اس کتاب کو تمام کرنے کا جو ہمارا ارادہ ہے وہ پورا نہ ہوگا۔

ایسا ہی ایک واقعہ امام مہدی باللہ علیہ السلام کے زمانے میں پیش آچکا ہے ہمیں کچھ ایسے لوگوں کے اختلاف کی خبر پہنچی تھی جو دین میں بصیرت رکھتے تھے اور

جلیل القدر مومنین میں سے شمار ہوتے تھے انھوں نے اتنی مشقت اٹھائی تھی اور ایسا جہاد کیا تھا جس کی گذشتہ زمانہ میں کوئی مثال نہیں ملتی اور وہ ایسے دعاۃ تھے جو خدا اور اس کے ولی ہی کی طرف دعوت کرتے تھے اور وہ علم کے ایسے بلند مقام پر پہنچے تھے جہاں ان کے سوا کوئی اور نہ پہنچا تھا ایسے لوگوں کو شیطان نے ان لوگوں کی طرح گمراہ کیا جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے پس شیطان نے ان کو ھوا پرستی کی راہ پر لگا دیا اور ان کو پہلے راستے سے ہٹا دیا اور ان کو غار ہلاکت میں ڈال دیا اور اس طرح ان کا خاتمہ و انجام بہت برا ہوا وہ نفاق و گمراہی کی حالت میں قتل کردیئے گئے وہ دین سے بالکل خارج ہوگئے تھے ضلالت و بدبختی سے خدا کی پناہ! ہم نے کتنے ایسے لوگوں کو بھی دیکھا ہے. جو دعوت کے دائرے میں تھے اور صاحبان بصیرت و ولایت تھے اور نیک عمل کرتے تھے پھر وہ بڑے بڑے گناہ کرنے لگے. انھوں نے حرام چیزوں کو حلال کرلیا اور فرائض کو ترک کردیا دین کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے ان کا حال بھی وہی ہوگیا جن کا ہم اوپر بیان کرچکے ہیں امام مہدی باللہ علیہ السلام نے ان لوگوں کو سخت سزادی تھی اور ہر ایک کو اس کے کفر و شرک کے مطابق مبتلائے عذاب کیا تھا آپ نے ان میں سے کچھ لوگوں کو تو مار ڈالا اور کچھ لوگوں کو سولی پر لٹکا دیا اور کتنوں کو بیڑیاں پہنا کر قیدخانوں میں ڈال دیا یہاں تک کہ وہ سب کے سب ہلاک ہوگئے آپ نے اپنی دعوت کا دروازہ بند کرلیا اور پرتو رحمت کو عرصہ دراز تک کے لئے مخفی کردیا حتیٰ کہ آپ نے مومنین کا امتحان لیا منافقوں اور بے دینوں کو الگ کردیا اس سلسلے میں آپ نے جو کچھ کیا تھا وہ اور قوم کے حالات لکھنے بیٹھیں تو ضخیم کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ ہم نے ایسا ہی واقعہ امام منصور باللہ علیہ السلام سے بھی سُنا ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب امام مہدی باللہ علیہ السلام کا انتقال ہوگیا اور آپ کے بعد آپ کے فرزند امام قائم بامر اللہ علیہ السلام تخت خلافت و امامت پر جلوہ افروز ہوئے اس کے بعد آپ نے ایک روز ائمہ طاہرین علیہم السلام کا ذکر کیا اور ان لوگوں کے کفر و الحاد کا تذکرہ فرمایا جنھوں نے ائمۃ الھدیٰ کی شان میں اپنی زبان سے کفر و الحاد کے کلمات نکالے تھے آپ نے

اس وقت آہ سرد کھینچی اچانک طبیعت میں انقباض وملال پیدا ہو گیا اور آپ پر خوف الٰہی طاری ہو گیا ہم اس وقت آپ کے سامنے بیٹھے تھے۔ ہم نے آپ پر خوف الٰہی کے آثار دیکھے تھے آپ نے کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ: انا للہ وانا الیہ راجعون

ترجمہ۔ ہم تو خدا ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں اور امام منصور باللہ علیہ السلام نے امام قائم بامر اللہ علیہ السلام کے کچھ کلام کا تذکرہ کیا تھا جو ہمیں یاد نہیں ہے مگر اس کا مفہوم و مقصود لوگوں کے شر سے اور ان کی تاویلات اور من گھڑت باتوں سے پناہ مانگنا تھا اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ کل تک تو میں ان لوگوں کے نزدیک مسلمانوں کا ولی امر تھا اور آج یہ حال ہے کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے مجھے خدا بنا دیا ہے اور بعض نے مجھے نبی بنا دیا ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ میں علم غیب جانتا ہوں اور کتنوں نے یہ کہا کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے اس کے بعد امام منصور باللہ علیہ السلام نے ہم سے فرمایا کہ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے اسی طرح تم لوگ بھی ہماری باتیں لوگوں تک پہنچا دو اتنا کہنا تھا کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے ہم نے آپ پر خدا کا خوف طاری دیکھا پھر آپ نے فرمایا کہ ہماری یہ باتیں نوٹ کرو اور لوگوں کے سامنے اس کا تذکرہ کرو کہ ہم ائمۃ الھدی علیہم السلام بندگان خدا میں سے صرف اس کے بندے ہیں اور اس کی مخلوق میں سے ہم بھی ایک مخلوق ہیں ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ہم کو اپنی طرف سے مرتبہ عنایت فرمایا ہے اس مرتبے سے ہم کو عزت بخشی ہے وہ مرتبہ یہ ہے کہ خدا نے ہمیں اپنے بندوں کا امام اور اپنی مخلوق پر "حجت" بنایا ہے ہمارے پاس اس قسم کی اور بہت سی باتیں موجود ہیں اگر ہم ان کو پورا بیان کرنے لگیں تو اس کتاب کا اصل مقصد فوت ہو جائے گا۔ پھر بھی ہم نے جو کچھ بیان کر دیا ہے اس سے خدا عقلمندوں کو فائدہ ہی پہنچائے گا۔ انشاء اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

ائمۃ الھدیٰ کی وصیتوں کا بیان

امیرالمومنین علی المرتضیٰ علیہ السلام سے مروی ہے کہ کچھ لوگ دنیاوی کام کاج کے سلسلے میں آپ کے پاس آئے اور اس دنیاوی مقصد کے حصول کے لئے اپنی شیعیت کو آلۂ کار بناتے ہوئے عرض کرنے لگے کہ اے امیرالمومنین ہم آپ کے شیعہ ہیں جناب امیر علیہ السلام نے ان کی طرف کچھ دیر دیکھنے کے بعد فرمایا کہ میں تم لوگوں کو پہچان بھی نہیں پاتا ہوں درحقیقت ہمارے شیعہ تو وہ لوگ ہیں جو اللہ رسول پر ایمان لائے ہیں جو خدا کے احکام پر عمل کرتے ہیں اور گناہوں سے بچتے ہیں اور جس بات کا ہم ان کو حکم دیتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں ہمارے شیعہ تو وہ ہیں جو اوقات نماز معلوم کرنے کے لئے سورج چاند اور ستاروں پر نظر رکھتے ہیں ہمارے شیعہ وہ ہیں جن کے ہونٹ خشک اور پیٹ اندر کو دھنسے ہوئے ہوتے ہیں جن کے چہروں سے درویشانہ آثار نظر آتے ہیں وہ شخص ہمارے شیعوں میں سے نہیں ہے جو دوسروں کا حق کھا جائے اور جو لوگوں پر ظلم و جبر کرے اور جو اس چیز پر اپنا قبضہ جمالے جو اسکا حق نہیں ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ شیعوں میں سے کچھ لوگ کوفے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ لوگ جب تک ان سے ہو سکا مدینہ میں مقیم رہے اور صادقؑ آل محمد کی خدمت میں آتے جاتے رہے اور آپ سے احادیث کا سماع کرتے رہے اور علوم و معارف حاصل کرتے رہے جب کوفہ جانے کا وقت آیا تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے امام جعفر الصادق علیہ السلام نے انھیں وداع کیا اس وقت ان میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ اے فرزند رسول آپ ہم کو کچھ وصیت فرمایئے، آپ نے ان سے خطاب کر کے فرمایا کہ میں تم سب کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے

کی وصیت کرتا ہوں اور احکام الہٰی پر عمل اور گناہوں سے اجتناب کی وصیت کرتا ہوں اور جو تم کو اپنی امانت سونپ جائے اس کو ادا کرنے کی وصیت کرتا ہوں جس کی صحبت میں رہو اس کے ساتھ حسن سلوک کی میں تم کو وصیت کرتا ہوں اور اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ تم ہمارے خاموش دعاۃ بنو یہ سن کر ان لوگوں نے عرض کیا کہ اے فرزند رسول بھلا ہم لوگ خاموش رہ کر کس طرح آپ لوگوں کی طرف دعوت کریں گے آپ نے فرمایا کہ جب تم ان احکام الہٰی پر عمل کرو گے جن پر عمل کرنے کا ہم نے تم کو حکم دیا ہے اور خداوند تعالیٰ نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اس کے ارتکاب سے ایک دوسرے کو روکتے رہو گے اور لوگوں کے ساتھ سچائی و انصاف سے پیش آؤ گے اور امانتوں کو برابر ادا کرو گے نیک کاموں کا حکم دو گے اور بدکاریوں سے منع کرو گے اور لوگ تمہاری نیکی ہی نیکی سے واقف ہوں گے تو اس وقت یہ کہیں گے کہ یہ فلاں امام کے اتباع ہیں خدا کی رحمت فلاں پر اس نے اپنے اصحاب کو کتنی عمدہ تعلیم اور کتنے اچھے آداب سکھائے ہیں اس وقت انھیں ہمارے فضل و کمال کا علم ہوگا اور پھر وہ ہمارے فضل و کمال کی طرف جلد مائل ہوں گے۔ میں اس بات کا شاہد ہوں کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اگلے زمانوں میں ہمارے جو شیعہ تھے وہ اپنے زمانے کے بہت ہی نیک اور باعمل لوگ تھے اگر قبیلہ کی مسجد میں کوئی امام ہوتا تو وہ انھیں میں سے ہوتا تھا اور اگر اس مسجد کا کوئی مؤذن ہوتا تو وہ ہمارے ہی شیعوں میں سے ہوتا تھا اور اگر ان میں کوئی ایسا عالم ہوتا جس کے پاس لوگ دینی و دنیاوی حاجت روائی کے واسطے آتے تو وہ بھی ہمارے ہی شیعوں میں سے ہوتا تھا لہٰذا تم لوگ بھی ایسے ہی بنو۔ ہمیں لوگوں کے نزدیک محبوب و پسندیدہ بناؤ ہمیں ان کے نزدیک ناپسندیدہ اور مبغوض نہ بناؤ۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ کو اپنے کچھ شیعوں کے عمل میں کوتاہی کی خبر پہنچی تو آپ نے ان کو نصیحت فرمائی اور سخت تنبیہ کی۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ دیکھو جو شخص بھی خدا کے فرض کی ادائیگی میں ذرہ برابر بھی کوتاہی کرے گا اس پر خدا کی رحمت نہ ہوگی اور وہ قیامت کے دن محمد رسول اللہ صلعم

کی شفاعت کا حق دار کبھی نہ ہو گا لہٰذا تم پر جو کچھ خدا نے فرض کیا ہے وہ ہم سے سنو اور اس پر عمل کرو ہم تم سے جو کچھ کہتے ہیں اس کی مخالفت کر کے خدا و رسول کے اور ہمارے عاصی و نافرمان نہ بنو خدا کی قسم اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے یہ کہہ کر آپ نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور پھر یہ فرمایا کہ اور ہم ہیں اس وقت آپ نے اپنے نفس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا پھر فرمایا کہ ہمارے شیعہ ہم میں سے ہیں اور دوسرے تمام لوگ جہنم میں جائیں گے۔ ہماری ہی ذات سے خدا کی عبادت ہوتی ہے اور ہماری ہی ذات سے خدا کی نافرمانی ہوتی ہے پس جس نے ہماری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی اور جس نے ہماری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی ہماری اطاعت خدا کا وہ حکم ہے جو اس کی مخلوق کی طرف سابق ہو چکا ہے وہ اس طرح کہ خدا کسی بندے کا عمل قبول نہیں کرتا مگر ہمارے ذریعہ سے اور نہ وہ کسی پر رحم فرماتا ہے مگر ہمارے ہی ذریعہ سے لہٰذا ہم خدا کے "باب" اور اس کے "حجت" ہیں اور اس کی مخلوق کے امین ہیں اور اس کے اسرار کے محافظ ہیں اور اس کے علوم و معارف کے امانت دار ہیں جنت میں اس شخص کا کوئی حصہ نہیں ہے جو اپنے مال میں سے ہم کو ہمارا حق نہ دے گا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے حضرت مفضلؓ سے فرمایا کہ اے مفضل! تم ہمارے شیعوں سے کہدو کہ وہ خدا کی مرضی کے تابع ہو کر اور اس کے محارم و معاصی سے بچتے ہوئے لوگوں کو ہماری طرف دعوت کرتے رہیں کیونکہ جب وہ خود عمل کریں گے تو لوگ از خود ہماری طرف دوڑ کر آئیں گے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے یہ بھی مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مفضل بن عمرؒ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت ان کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جسے انھوں نے صادق آل محمد کے سامنے رکھدیا آپ نے حضرت مفضلؓ سے پوچھا کہ یہ کیا ہے ؟ انھوں نے کہا کہ میری جان آپ پر قربان یہ آپ کے غلاموں کی طرف سے "صلہ" یعنی ہدیہ ہے امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اے مفضل میں اسے ضرور قبول کروں گا لیکن کسی محتاجگی اور ضرورت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس ہدیہ سے ان کو

صرف پاکیزہ بنانے کے لئے اسے قبول کروں گا یہ کہہ کر آپ نے خادمہ کو آواز دی جب خادمہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ میں نے گذشتہ شب تم کو جو پیٹی دی تھی اس کو لے آؤ خادمہ نے کھجور کی بنی ہوئی ایک پیٹی آپ کے سامنے لاکر رکھ دیا حضرت منفضلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس پیٹی میں ایک ایسا موتی دیکھا جس کے مثل میں نے اس سے پہلے کبھی کوئی موتی نہیں دیکھا تھا وہ بے حد چمکدار اور آگ کے انگارے کی طرح شعلہ زن تھا امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اے منفضل! کیا آل محمد کیلئے صرف یہ ایک موتی کافی نہیں ہے؟ حضرت منفضل کہتے ہیں کہ میں نے امام عالی مقام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں ہاں خدا کی قسم صرف یہ ایک ہی موتی کافی ہے بلکہ اس سے کم قیمت کا بھی ہوتا تو وہ کافی تھا اس گفتگو کے بعد امام جعفر الصادق علیہ السلام نے پیٹی کو ڈھانک دیا اور خادمہ کو دیدیا پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جس شخص نے ایک سال گذر جانے کے بعد اپنے مال میں سے ہمارا حق خواہ وہ کم ہو یا زیادہ اگر نہ دے گا تو خدا قیامت کے روز اس کی طرف نظر بھی اٹھا کر نہ دیکھے گا الا انکہ وہ معاف کردے۔ اُس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے منفضل "صلہ" وہ فریضہ ہے جس کو خدا نے اپنی کتاب میں ہمارے شیعوں پر فرض کیا ہے اس کے بارے میں خداوند تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ: لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون ۴ $\frac{3}{92}$ ۔ ترجمہ۔ (لوگو) جب تک تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے کچھ راہ خدا میں خرچ نہ کروگے ہرگز نیکی کے درجے پر فائز نہ ہوگے پس یاد رکھو کہ ہم اہل بر و تقویٰ ہیں اور ہدایت کے راستے ہیں اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جس نے ہمارا راز فاش کر دیا اس نے ہمارے ساتھ دشمنی کی پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جس شخص نے ہمارا راز فاش کر دیا اس کے بعد چاہے وہ ہمیں سونے کا پہاڑ ہی کیوں نہ لاکر دے وہ ہم سے دور ہی رہے گا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام نے ایک مرتبہ حضرت منفضلؓ سے کوفہ میں آباد اپنے اصحاب کی بابت پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ بہت تھوڑے ہیں جب حضرت

مفضل کوفہ میں پہنچے تو وہاں کے شیعوں نے آپ کے ساتھ نہایت ذلت آمیز سلوک کیا اور ان کو مارنے کا ارادہ کیا اور انھیں خوب دھمکی دی یہ خبر امام جعفر الصادق علیہ السلام کو بھی پہنچی تو جب حضرت مفضلؒ کوفہ سے واپس آپ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے تو امام جعفر الصادق علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کیسی خبر مجھے ملی ہے؟ حضرت مفضل نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں کوفہ والوں کی باتیں میرے لئے باعث عیب نہیں ہیں آپ نے فرمایا کہ ہاں اے مفضل! انھیں لوگوں پر عیب ہے خدا کی قسم وہ ہمارے شیعہ نہیں ہیں اگر وہ ہمارے شیعہ ہوتے تو وہ تمہاری باتوں سے اس قدر غصہ نہ ہو جاتے اور نہ کبیدہ خاطر ہوتے۔ ہمارے شیعوں کے اوصاف تو خداوند تعالیٰ نے ان کوفہ والوں کے اوصاف کے برعکس بیان کئے ہیں جعفرؑ کا شیعہ تو وہی ہو سکتا ہے جس نے اپنی زبان کو قابو میں رکھا ہو اور جس نے اپنے خالق کے لئے عمل کیا ہو اور اپنے آقا سے امید رکھی ہو اور خدا سے ڈرتا ہو جتنا کہ اس سے ڈرنا چاہئے یہاں تک کہ وہ کثرت نماز سے کمان کی طرح ہو جائے اور خوف خدا سے مریض کی طرح دبلا پتلا ہو جائے اور خشوع کی وجہ سے اندھے کی مانند ہو جائے اور روزہ کی کثرت سے مریض کی طرح لاغر ہو جائے اور مسلسل خاموش رہنے کی وجہ سے مانند گونگا ہو جائے کیا ہے کوفہ کے ان شیعوں میں کوئی ایسا جس نے نماز میں پوری رات گذار دی ہو اور دن بھر روزہ داری کو اپنی عادت بنا لیا ہو یا خوف الٰہی اور ہم اہل بیت کی طرف اشتیاق رکھنے کی خاطر اپنے نفس کو دنیا کی لذتوں اور اس کی نعمتوں سے دور رکھا ہو؟ یہ لوگ کیسے ہمارے شیعہ ہو سکتے ہیں جبکہ وہ ہمارے دشمنوں سے ہمارے بارے میں خصومت کیا کرتے ہیں یہاں تک کہ اس کو ہمارا اور دشمن بنا دیتے ہیں یہ لوگ تو جیسے سردی لگنے کی وجہ سے کتے کوں کوں کرتے ہیں ویسے بھونکتے ہیں اور کوّے کی طرح لالچی ہیں۔ خدا کی قسم اگر تمہارے اور ان کے درمیان مزید عداوت پیدا ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں تم کو حکم دیتا کہ تم اپنے گھر میں بیٹھ جاؤ اور اپنا دروازہ بند کر لو یہاں تک کہ تم تاعمر ان میں سے کسی کا چہرہ ہی نہ دیکھو الا اینکہ وہ توبہ کرتے ہوئے تمہارے پاس آئیں تو تم ان کی توبہ قبول

کرو کیونکہ خدا نے ہم کو اپنا ایسا خلیفہ بنایا ہے جو اس کے بندوں سے توبہ قبول کرتے ہیں۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے بعض اصحاب سے فرمایا کہ تم ہمارا راز چھپاؤ اس کو فاش نہ کرو کیونکہ جو ہمارا راز چھپائے گا اور اس کو فاش نہ کرے گا خدا اس کو دنیا و آخرت میں عزت عطا کرے گا اور جو ہمارے راز کو نہیں چھپائے گا بلکہ اس کو فاش کرے گا تو خدا اس کو دنیا و آخرت میں ذلیل کرے گا اور اس کی دونوں آنکھوں سے روشنی کو زائل کر دے گا۔ میرے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ تقیہ میرا اور میرے آباء و اجداد کا دین ہے جو تقیہ نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں ہے۔ خدا کو یہ بات پسند ہے کہ اس کی عبادت مخفی میں بھی کی جائے جس طرح کہ وہ پسند کرتا ہے کہ اس کی عبادت علانیہ ظاہر میں کی جائے اور ہمارے امر کو فاش کرنے والا اُس کے منکر کے برابر ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے شیعوں کی ایک جماعت آپ کے خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے اپنی مشکلات کے سلسلے میں کچھ بات چیت کی اور مصائب سے نجات پانے کا تذکرہ کیا انھوں نے آپ سے کہا کہ اے فرزند رسول ہم کب کشادگی اور امن و چین کا دن دیکھیں گے؟ آپ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم جس چیز کے خواہشمند ہو اگر وہ تم کو مل جائے تو تم خوش ہو جاؤ گے انھوں نے جواب دیا کہ ہاں خدا کی قسم تب آپ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم لوگ اپنے اہل وعیال، احباب و اقارب سے فراق اختیار کرو گے اور گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور ہتھیار پہنو گے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ کیا تم اپنے دشمنوں سے جنگ بھی کرو گے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں اس وقت امام جعفر الصادق علیہ السلام نے ان سے کہا کہ ہم نے تو تم سے اس سے بہت ہی معمولی کام کرنے کا سوال کیا تھا مگر تم اسے انجام نہ دے سکے یہ سُن کر وہ سب کے سب خاموش ہو گئے لیکن ان میں سے ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ اے فرزند رسول میں آپ پر قربان ہو جاؤں وہ کون سا کام تھا؟ آپ نے فرمایا کہ ہم نے تم سے صرف اتنا کہا تھا کہ خاموشی اختیار کرو کیونکہ جب تم خاموش رہو گے اور کوئی حرکت نہ کرو گے تو ہم

خوش و خرم رہیں گے اور اگر تم نے اپنے دشمنوں سے مخالفت کی تو تمہیں ان سے اذیت پہنچے گی پس تم اتنا بھی نہ کر سکے۔

حضرت صادق آل محمد علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے ان اصحاب سے فرمایا کہ جو آپ کی خدمت میں حاضر تھے اور وہ آپ کے سامنے اس موضوع پر بحث کر رہے تھے کہ آپ کے پاس کس بات کو موضوع کلام بنایا جائے اس وقت امام جعفر الصادق علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ لوگوں سے اس نوعیت کی بات کرو اور اس طریقے سے کرو جو ان کے نزدیک پسندیدہ اور معروف ہو اور جو ان کو ناپسند ہو اس کو چھوڑ دو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ خدا اور اس کے رسول کو گالیاں دی جائیں؟ انھوں نے عرض کیا کہ اے فرزند رسول! خدا و رسول کو کیسے گالیاں دی جائیں گی؟ آپ نے فرمایا کہ وہ اس طرح کہ جب تم ان سے ان کی پسند کے خلاف بات کرو گے تو وہ یہ کہیں گے کہ ایسی باتیں کرنے والے پر خدا کی لعنت ہے حالانکہ اس بات کو خدا و رسول نے کہا ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے ایک مرتبہ اپنے کسی شیعہ سے فرمایا کہ تمہاری یہ بات اور تمہارا یہ امر وہ ہے جس سے جاہلوں کے دل رنجیدہ اور کبیدہ ہوتے ہیں۔ پس تمہاری یہ بات اور تمہارا یہ امر جو پہچان لے اس کو مزید واقف کرو اور جو انکار کرے اس کو چھوڑ دو بیشک اللہ تعالیٰ نے جس دن انبیاء کرام کا میثاق لیا تھا اسی دن ہمارا اور ہمارے شیعوں کا بھی میثاق لیا تھا پس اب ان شیعوں میں نہ کوئی زیادہ ہو گا اور نہ کوئی شیعہ ان میں سے کم ہو گا اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو نیک توفیق عطا کرنا چاہتا ہے تو وہ خود اس کی چوٹی پکڑ کر ہماری امامت کا معتقد بنا دیتا ہے خواہ وہ اسے پسند کرے یا ناپسند۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو ہم سے محبت کرنے کے لئے پیدا کیا ہے اور ایک قوم کو ہم سے بغض و عداوت کرنے کے لئے پیدا کیا ہے پس اگر وہ لوگ جن کو خدا نے ہماری محبت کے لئے پیدا کیا ہے اگر وہ ہماری دعوت و امامت سے نکل کر کسی اور کی طرف چلے جائیں تو خدا ان کو

ہماری دعوت وامامت کی طرف لوٹا دیگا چاہے انھیں کتنا ہی یہ ناپسند کیوں نہ ہو اور خدا نے جس قوم کو ہم سے بغض وعداوت کرنے کے لئے پیدا کیا ہے وہ ہم سے کبھی بھی محبت نہ کریں گے۔

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اس بندے پر خدا کی رحمت جس نے ہم کو لوگوں کے نزدیک محبوب وپسندیدہ بنایا ان کے نزدیک مبغوض وغیر پسندیدہ نہیں بنایا۔ خدا کی قسم اگر لوگ ہماری باتوں کو صحیح طور پر پیش کریں اس میں اپنی رائے سے کسی قسم کی تحریف وتبدیلی نہ کریں تو کوئی شخص کسی معاملے میں بھی ان سے الجھنے کی جرأت نہیں کرسکتا لیکن افسوس تو اس بات کا ہے کہ جب ان میں سے کوئی شخص ہمارے اقوال کو سنتا ہے تو اس میں اپنی طرف سے دس باتیں ملا دیتا ہے اور اس کے اصل مقصد کے برعکس اپنی حسب منشاء اس کی تاویل کرتا ہے۔ خدا اس بندے پر رحم کرے جو ہمارے راز کی باتیں سنتا ہے اور پھر اس کو اپنے سینے میں دفن کردیتا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم اس دنیا کے سوا کسی اور جگہ ہمارے دوستوں اور ہمارے دشمنوں کو خدا یکجا نہ کرے گا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص کوفہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس سے دریافت کیا کہ کوفہ میں ہمارے شیعوں کا کیا حال ہے؟ جب وہ شخص کوفہ کے شیعوں کا حال بیان کرچکا تو آپ نے فرمایا کہ صرف قبول وتصدیق ہی ہمارے امر کی پابندی نہیں ہے بلکہ ہمارے امر کو چھپانا اور غیر مستحق سے اس کو محفوظ رکھنا بھی عمل ہے پس تم ان کو ہمارا اسلام کہو اور ان سے یہ بات بھی کہدو کہ خدا اس شخص پر رحم کرے گا جس نے ہم کو اور اپنے آپ کو لوگوں کے نزدیک محبوب وپسندیدہ بنایا اور ان کے معروف وپسندیدہ طریقے سے گفتگو کی اور ان سے اس بات کو چھپایا جو انھیں ناپسند ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ اگر کوئی شخص ہمارے خلاف جنگ کرتا ہے تو وہ ہمارے لئے اتنا مضرت رساں اور تکلیف دہ نہیں ہوتا جتنا کہ وہ شخص جو ہماری طرف سے ایسی باتیں کرتا ہے جسے ہم خود ناپسند

کرتے ہیں اگر وہ وہی بات کہیں جو میں کہتا ہوں تو میں ان کی باتوں کی اتنی پرواہ بھی نہ کرتا اور وہ لوگ درحقیقت میرے اصحاب ہوتے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے ایک روز اپنے اصحاب کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور جس کی صحبت میں رہو اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور جس کے پڑوس میں رہو تو اپنے پڑوسی کا حق بھی ادا کرو اور تمہارے پاس امانتیں ہوں تو ان کے حقداروں کو پہنچا دو اور اگر تم ہمارے شیعہ ہو تو لوگوں کو سور اور خنازیر سے خطاب نہ کرو۔ وہی بات کہو جو ہم کہتے ہیں اور اسی پر عمل کرو جس کا ہم تمہیں حکم دیتے ہیں تو اس وقت تم ہمارے صحیح معنوں میں شیعہ ہو گے اور یاد رکھو ہمارے متعلق ایسی باتیں نہ کہو خود ہم اپنے بارے میں نہیں کہتے اگر تم کہو گے تو ہمارے شیعہ نہ بن سکو گے۔ میرے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام نے مجھ سے یہ فرمایا ہے کہ اگر ہمارا کوئی شیعہ کسی قبیلہ میں ہوتا ہے تو اس کے پاس لوگوں کی امانتیں اور وصیتیں محفوظ رہتی ہیں لہٰذا تم لوگ بھی ویسے ہی بنو!

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو جسے اپنے شیعوں کی طرف بھیج رہے تھے وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم ہمارے شیعوں کو ہمارا سلام پہنچا دو اور انھیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرو اور انھیں اس بات کی وصیت کرو کہ ان میں جو مالدار ہیں وہ اپنے غریبوں اور محتاجوں کی دیکھ بھال کریں جو تندرست ہو وہ بیمار کی مزاج پرسی کرے اور ہر شخص میت کے جنازے میں شریک ہو اور ان کو اس بات کی وصیت کرو کہ اپنے گھروں میں باہم ملا جلا کریں کیونکہ باہم ملنے جلنے سے ہمارے امر کی بقاء اور زندگی ہے خدا رحم کرے اس شخص پر جس نے ہمارے امر کو زندہ کیا اور نیک عمل کیا تم ان سے یہ بھی کہہ دو کہ میں خدا کے نزدیک عمل صالح کے سوا ذرہ برابر بھی ان کو فائدہ نہ کروں گا اور تقویٰ و زہد کے بغیر ہماری ولایت کو ہرگز پا نہیں سکتے قیامت کے روز اس شخص کو زیادہ حسرت و افسوس ہو گا جس نے عمل کی تعریف تو کی مگر پھر وہ عمل کو چھوڑ کر دوسری

بات کی طرف چلا گیا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے ایک مرتبہ اپنے اصحاب کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا عمل خدا کے لئے ہونا چاہیئے۔ لوگ دکھاوے کے لئے نہیں کیونکہ جو عمل خدا کے لئے ہوگا وہ خدا تک پہنچے گا اور جو عمل لوگ دکھاوے کیلئے ہوگا وہ خدا تک نہ پہنچے گا تم اپنے دین کے لئے لوگوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا نہ کرو کیونکہ لڑائی جھگڑے سے دل بیمار ہو جاتا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے پیغمبر محمد رسول اللہ صلعم سے خطاب کر کے فرمایا ہے کہ: انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء۔ ۲۰ ۲۸/۵۶ ترجمہ۔ (اے رسول) بیشک تم جسے چاہو منزل مقصود تک نہیں پہنچا سکتے مگر ہاں خدا جسے چاہے منزل مقصود تک پہنچا دے۔ اور خدا نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ: أفأنت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین۔ ۱۱/۹۹ ترجمہ۔ کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو تاکہ سب کے سب ایماندار ہو جائیں۔ تم لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ یہ لوگ تو ایک دوسرے سے علم حاصل کرتے ہیں اور تم رسول خدا صلعم اور علی مرتضیٰ اور ہم اہلبیت سے علوم حاصل کرتے ہو میں نے اپنے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب اس امر" ولایت" میں کسی بندے کا داخل ہونا قلمبند ہو جاتا ہے تو وہ پرندوں کے اپنے گھونسلوں کی طرف پرواز کرنے سے تیز رفتار ہمارے امر کی طرف پرواز کر کے آجاتا ہے۔ اس کے بعد امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے جس نے تقویٰ اور عمل صالح کو اپنا شعار بنایا وہ ہم اہل بیت کے زمرے سے ہے آپ سے دریافت کیا گیا اے فرزند رسول کیا واقعی ایسا شخص آپ لوگوں میں سے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ ضرور ہم میں سے ہے کیا تم نے خدا کا یہ ارشاد نہیں سنا ہے کہ: ومن یتولھم منکم فانہ منھم ۵/۵۱ ترجمہ: اور (یاد رہے کہ) تم میں سے جس نے ان کو اپنا سرپرست بنایا وہ پھر وہ بھی انھیں لوگوں میں ہو گیا۔ اور قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول ہے کہ: فمن تبعنی فانہ منی ۱۳ ۱۴/۳۶ ترجمہ۔ جو شخص میری پیروی کرے تو وہ مجھ سے ہے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت

ہے آپ نے اپنے بعض شیعوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا کی قسم تم سب اللہ اور اس کے ملائکہ کے دین کے پیرو ہو لہٰذا تم اپنے زہد و تقویٰ اور اجتہاد سے اس دین کے لئے ہماری مدد کرو اور یاد رکھو۔ خدا تمہارے ہی دین و عمل کو قبول کرے گا۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور اپنی زبانوں پر قابو رکھو اور اپنی مسجدوں میں نماز پڑھو اپنے بیماروں کی عیادت کرو جب لوگ تم سے جدا ہو جائیں تو تم بھی ان سے الگ ہو جاؤ خدا اس شخص پر رحم کرے جس نے ہمارے امر کو زندہ کیا آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اے فرزند رسولؐ آپ لوگوں کے امر کو زندہ کرنے سے کیا مراد ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ دین داروں، اہل علم اور عقلمندوں کے نزدیک ہمارے امر کا تذکرہ کرو پھر آپ نے فرمایا کہ قسم بخدا تم سب بلاشبہ جنت میں داخل ہو گے۔ لیکن تم میں سے وہ شخص کتنا برا ہے جو عمل صالح کرنے والوں کے ساتھ جنت میں تو ہو گا لیکن یہ ان کے درمیان زیور عمل سے خالی ہو گا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایسا شخص بھی وہاں ہو گا ؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ اس شخص کا حال ہو گا جو اپنے شکم اور اپنی شرمگاہ اور اپنی زبان پر قابو نہ رکھے گا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ تم ہمارا ایسا کوئی شیعہ نہ پاؤ گے جس کے دونوں قدم پھسل جاتے ہوں البتہ جب اس کا ایک پاؤں پھسل جاتا ہے تو وہ دوسرے پاؤں کا سہارا لیتا ہے یہاں تک کہ پھسلا ہوا قدم اپنی اصلی حالت پر آ جاتا ہے۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ سے ایک شخص نے کسی کے متعلق عرض کیا کہ فلاں شخص نے اپنا ستر کھول دیا ہے اور حرام کاموں کا ارتکاب کیا ہے اور فرائض کو حقیر سمجھتا ہے یہاں تک کہ اس نے فرض نماز کو بھی ترک کر دیا ہے امام باقر علیہ السلام اس وقت ٹیک لگائے بیٹھے تھے یہ سن کر آپ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ سبحان اللہ اس نے فرض نماز کو چھوڑ دیا ہے بلاشبہ فرض نماز کو ترک کرنا خدا کے نزدیک گناہ عظیم ہے۔

امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس بندۂ مومن کے دل کو زہد و تقویٰ کے لئے پرکھ لیتا ہے تو وہ

ضرور ہمیں اپنے دل سے محبت کرنے لگتا ہے اور جس بندے سے خدا ناراض وناخوش ہوتا ہے وہ ضرور ہمیں اپنے دل سے بغض وعداوت کرتا ہے لہذا جو شخص ہم سے محبت کرے تو اس کو چاہئے کہ وہ ہم سے خالص محبت کرے اس سونے کی طرح جس میں ذرہ بھی ملاوٹ نہیں ہوتی اور جس نے ہم سے بغض رکھا تو وہ بغض ہی کی منزل پر ہے۔ ہم شریف ونجیب ہیں ہماری اولاد انبیاء کی اولاد ہیں اور میں تمام اوصیاء کا سردار ہوں ہم اللہ اور اس کے رسول کے لشکر ہیں اور باقی جماعت شیطان کے لشکر میں سے ہے اور شیطان ان میں سے ہے پس جس نے ہمارے بارے میں شک کیا اور ہم سے علیحدہ ہو کر ہمارے دشمنوں میں جا ملا وہ ہم میں سے نہیں ہے تم میں سے اگر کوئی یہ جاننا چاہے کہ ہم سے کون محبت کرتا ہے اور کون عداوت کرتا ہے تو پہلے اس کے دل کو ٹٹولو اگر اس کے دل میں ہمارے کسی دشمن کی محبت ہے تو یہ جان لینا چاہئے کہ خدا اور رسول وملائکہ جبرئیل ومیکائیل اس کے دشمن ہیں اور اللہ تو کافروں کا دشمن ہی ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے اپنے بعض شیعوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک قوم نے اس طریقے سے علم حاصل کیا اور دوسری قوم نے دوسرے طریقے سے علم حاصل کیا آپ نے اس کی پانچ قسمیں بیان کیں مگر تم نے تو اپنے نبی کے اہل بیت کا دامن پکڑا ہے لہذا تم پر واجب ہے کہ زہد وتقویٰ پر لازم رہو سچ بولو امانتوں کو ادا کرو کیونکہ خدا اپنی اطاعت کے بغیر کچھ بھی ثواب نہ دے گا۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے اپنے بعض شیعوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ اے گروہ شیعہ سنو! اور سمجھو! ہماری ان وصیتوں کو اور اس عہد کو جو ہم اپنے محبوں سے لیتے ہیں تم سچ بولو اور اپنی قسموں کو پورا کرو۔ مال و دولت سے باہم ایک دوسرے کو مدد کرتے رہو اور آپس میں دل سے محبت کرو اپنے محتاجوں کو خیرات بانٹو اور اتفاق واتحاد پہ قائم رہو کسی کے ساتھ مکر وفریب جعل سازی اور خیانت مجرمانہ سے پیش نہ آؤ یقین کے بعد دل میں شک نہ لاؤ اور قائم

اٹھانے کے بعد بزدلی سے پیچھے نہ ہٹو۔ تم میں سے کوئی بھی اپنے اہل محبت کو پیٹھ نہ دکھائے اور غیر کی محبت میں شہوت نہ ہونی چاہیئے اور تمہاری مودت تمہارے ماسوا میں نہ ہو اور تمہارا عمل غیر اللہ کے لئے نہ ہو اور تمہارا ایمان و مقصود تمہارے نبی کے سوا کوئی اور نہ ہو

واستعینوا باللّٰہ واصبروا ان الارض للّٰہ یورثھا من یشاء من عبادہٖ والعاقبۃ للمتقین وان الارض للّٰہ یورثھا عبادہ الصالحین ۹/۱۲۸

ترجمہ: خدا سے مدد مانگو اور صبر کرو ساری زمین تو خدا ہی کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کا وارث (مالک) بنادے اور خاتمہ بخیر تو بس پرہیز گاروں ہی کا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ ہمارے شیعوں میں سے اللہ و رسول کے اولیاء و محبین وہ ہیں جو سچ بولتے ہیں اور جب وعدہ کرتے ہیں تو وفا کرتے ہیں اور ان کو امانت دی گئی ہو تو ادا کرتے ہیں اور جب راہ حق میں مشکلات کا سامنا ہو تو صبر و ضبط کرتے ہیں اور جب ان سے واجبات کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو ادا کر دیتے ہیں اور جب ان کو حق بات کا حکم دیا جاتا ہے تو اس پر عمل کرتے ہیں ہمارے شیعہ وہ ہیں جن کے کانوں سے علم باہر نہیں نکلتا ہمارے شیعہ وہ ہیں جو ہم پر عیب لگانے والے کی مدح نہیں کرتے اور جو ہم سے بغض رکھتے ہیں ان سے وہ تعلق نہیں رکھتے اور نہ ہمارے فضائل میں تقصیر کرنے والے اہل غلو کی صحبت اختیار کرتے ہیں اگر ہمارے شیعہ کسی مومن سے ملتے ہیں تو اس کی عزت کرتے ہیں اور اگر کسی جاہل سے ملاقات ہو جاتی ہے تو اس سے پرے ہٹ جاتے ہیں ہمارے شیعہ وہ ہیں جو سردی کی وجہ سے بھونکنے والے کتوں کی طرح نہیں بھونکتے اور نہ کوے کی طرح لالچ کرتے ہیں اگر ہمارے شیعہ کسی سے کچھ مانگتے ہیں تو اپنے ہی کسی بھائی سے مانگتے ہیں خواہ وہ بھوک سے مر ہی کیوں نہ جائے ہمارے شیعہ وہ ہیں جو ہماری ہی بات کہتے ہیں اور ہماری محبت میں اپنے دوستوں تک کو چھوڑ دیتے ہیں اور ہمارے لئے جو دور کے لوگ ہیں ان کو اپنے سے قریب کر لیتے ہیں اور جو قریب کے لوگ ہیں ان کو دور کر دیتے ہیں اس وقت حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ اے فرزند رسول میں

آپ پر قربان ہو جاؤں ایسے شیعہ کہاں ملیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ زمین کے اطراف میں ملیں گے وہ بہت ہی تنگدست اور غریب ہوں گے مگر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی (ہشاش و بشاش ہوں گے) اگر انھیں دیکھا جائے تو وہ پہچانے نہیں جاسکتے اور اگر غائب ہو جائیں تو انھیں ڈھونڈا نہیں جاسکتا اور بیمار پڑ جائیں تو ان کی عیادت نہیں کی جاتی اور وہ شادی کرنا چاہتے ہیں تو ان سے شادی و بیاہ نہیں کیا جاتا ہے اور اگر کسی رہگذر پر آ گئے تو ہٹ کر چلتے ہیں واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما ویبیتون لربھم سجدا وقیاما ۱۹ $\frac{25}{63}$ ترجمہ: اور جب جاہل ان سے (جہالت کی باتیں کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ سلام (تم سلامت رہو) اس شخص نے پھر عرض کیا کہ اے فرزند رسول ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اپنی زبانوں سے تو شیعہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں مگر ان کے دل تشیع کے برخلاف ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ان پر ایک ایسا دور آئے گا جو انھیں فنا کر دے گا اور کینہ بازی اور اختلاف انھیں مار ڈالے گا خبردار! قسم ہے اس ذات کی جس نے اپنے ملائکہ سے ہماری امداد کی ہے خدا انھیں اپنے ہی ہاتھوں سے قتل کرے گا پس جب تم سے کوئی حدیث بیان کی جائے تو اس کا اقرار کرو اور جب آنکھ سے دیکھو تو تصدیق کرو اور لڑنا جھگڑنا بند کرو کیونکہ جھگڑا تم کو اصل منزل مقصود سے دور ڈال دے گا خدا تم کو قیامت سے قبل اٹھانے سے بچائے ورنہ تمہارا خون ضائع ہو جائے گا اور تمہاری جانیں ہلاک ہو جائیں گی اور تمہارے بعد جو لوگ آئیں گے وہ تم کو برا بھلا کہیں گے اور تم دیکھنے والوں کے لئے عبرت بن جاؤ گے وہ شخص عمل کے اعتبار سے بہت بہتر ہے جو اہل دنیا اور اپنے ماں باپ اور فرزندوں سے فراق اختیار کرے اور خدا کے لئے اپنے بھائیوں کے ساتھ محبت کرے۔ نصیحت و تعاون کرے خواہ وہ حبشی اور زنگی ہی کیوں نہ ہو اگرچہ کوئی بندۂ مومن اپنی قبر سے بروز قیامت سیاہ رو نہیں اٹھایا جائے گا بلکہ وہ برف کے مانند سفید ہوگا اور اس کو جنت کے پانی سے غسل دیا گیا ہوگا۔ وہ ہمیشہ باقی رہنے والی نعمت پائیں گے ان کو ملائکہ مقربین اور انبیاء و مرسلین کی صحبت نصیب ہوگی خداوند تعالیٰ کے نزدیک

اس بندے سے زیادہ کوئی بندہ معزز نہیں ہے جو خدا کے لئے شہر بدر کیا گیا ہو حتیٰ کہ وہ جلاوطنی کی حالت میں اپنے پروردگار سے جا ملے ہمارے شیعہ زمین میں منذر (یعنی قیامت وغیرہ سے ڈرانے والے) ہیں اور طلبگاروں کے لئے چراغ راہ ہیں۔ نشانات اور نور ہیں اور اللہ کی اطاعت کرنے والوں کے لئے رہنما ہیں اور جن لوگوں نے اماموں کے منصب کا دعویٰ کیا ہے اور ان کی مخالفت کی ہے تو ان پر ہمارے شیعہ شاہد و حجت ہیں ان کے پاس جو آتا ہے سکون پاتا ہے اور جو ان سے محبت کرتا ہے اس کے ساتھ وہ لطف و مہربانی سے پیش آتے ہیں ہمارے شیعہ سخی اور معاف کرنے والے اور رحم کرنے والے ہیں توراۃ و انجیل اور قرآن میں ہمارے شیعوں کی یہ صفتیں اور ان کے گن ہیں۔

ہمارے شیعوں میں سے جو عالم ہوتا ہے وہ اپنی زبان کو قابو میں رکھتا ہے اور اللہ و رسول کی اطاعت سے اس کو خوشی حاصل ہوتی ہے اور ہمارے دشمنوں کے لئے اپنی تدبیر کو اپنے دل میں چھپائے رکھتا ہے اور جب سویرے نکلتا ہے تو وہ ان کے تمام عیوب سے واقف ہوتا ہے مگر ان کے لئے اپنے دل میں جو رکھتا ہے اس کو ظاہر نہیں کرتا ان کے برے اعمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہتا ہے اور اپنے کانوں سے ان کی برائیوں کو سنتا رہتا ہے اور اپنی زبان سے ان کے لئے بد دعا کرتا ہے ان سے بغض رکھنے والے اس کے دوست ہوتے ہیں۔ اور ان سے محبت رکھنے والے اس کے دشمن ہوتے ہیں اس وقت امام باقر علیہ السلام سے ایک شخص نے پوچھا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ایسے شخص کے لئے ثواب ہی کیا ہو سکتا ہے جو صبح اور شام امن و چین کے ساتھ گذارتا اور رات بھی محفوظ حالت میں بسر کرتا ہو اس کا درجہ ہی کیا اور ثواب کیا؟ آپ نے فرمایا کہ آسمان کو اس پر سایہ کرنے کا حکم دیا جائے گا اور زمین کو اس کی عزت کرنے کا حکم دیا جائے گا اس شخص نے عرض کیا کہ اس کی دنیاوی صفت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر سوال کرے گا تو پائے گا اگر دعا کرے گا تو جواب ملے گا اور طلب کرے گا تو پائیگا

کسی مظلوم کی مدد کرے گا تو وہ عزیز ہوگا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے اپنے بعض شیعوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگوں کے عمدہ اخلاق کو اپناؤ ان کی مسجدوں میں نماز پڑھو ان کے بیماروں کی مزاج پرسی کرو اور ان کے جنازوں میں شریک ہوا کرو اور تم پیش امام اور موذن بن سکتے ہو تو بنو کیونکہ جب تم ان باتوں پر عمل کروگے تو لوگ کہیں گے کہ یہ فلاں کے پیرو ہیں خدا فلاں پر رحم کرے اس نے اپنے اتباع واصحاب کو کتنے اچھے آداب سکھائے ہیں۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے اپنے بعض شیعوں سے فرمایا کہ تم زہد و تقویٰ اور اجتہاد پر لازم رہو۔ سچ بولو۔ امانتوں کو ادا کرو اور جس راستے پر تم ہو اس پر قائم رہو کیونکہ جب تم میں سے کسی کی جان حلقوم تک آپہنچتی ہے تو وہ اس وقت خوش ہوتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اگر تم زندہ رہے تو وہ چیز دیکھو گے جس سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور اگر تم انتقال کر گئے تو خدا کی قسم تم بہترین سلف سے جا ملو گے۔ خدا کی قسم تم اللہ کے دین اور میرے آباء واجداد کے دین پر ہو خدا کی قسم آباء واجداد سے مراد صرف محمدؑ بن علی اور علی بن الحسینؑ ہی نہیں ہیں بلکہ ان دونوں حضرات کے ساتھ ساتھ حضرت ابراہیم واسماعیل اور اسحاق و یعقوب علیہم السلام بھی ہیں ان سب کا ایک ہی دین ہے تم خدا سے ڈرو اور زہد و تقویٰ سے ہماری امداد کرو۔ خدا کی قسم نماز زکوٰۃ اور حج صرف تمہیں سے قبول کئے جائیں گے اور تم کو خدا معاف کرے گا لیکن اتنا یاد رکھو کہ ہمارے شیعہ وہی ہیں جو ہماری پیروی کرتے ہیں ہماری مخالفت نہیں کرتے جب ہم ڈرتے ہیں تو وہ بھی ڈرتے ہیں اور جب ہم امن و امان میں رہتے ہیں تو وہ بھی امن وسکون میں رہتے ہیں یہی لوگ ہمارے شیعہ ہیں۔

ابلیس جب لوگوں میں گیا تو انھوں نے اس کی اطاعت کی اور جب وہ ہمارے شیعوں کے پاس آیا تو انھوں نے اسکی اطاعت کرنے سے انکار کر دیا اسلئے ابلیس نے لوگوں کو شیعوں کے خلاف بھڑکا دیا پس یہی سبب ہے کہ ہمارے شیعوں کو انکی طرف سے مصائب پہنچتے ہیں۔

حُبِّ اہلِ بیت کا بیان

حب و ولاء کی ترغیب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ قل لا أسألکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ

ترجمہ: (اے رسول) تم کہدو کہ میں اس (تبلیغ رسالت) کا اپنے قرابت داروں (اہل بیت) کی محبت کے سوا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے شیعوں کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ان کے ساتھ ایک اندھا شخص بھی تھا ان میں سے کسی نے کہا کہ اے فرزند رسول یہ شخص آپ سے محبت کرتا ہے یہ سننا تھا کہ آپ غضبناک صورت میں اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ بہترین محبت وہ ہے جو اللہ و رسول کے لئے کی جائے اس کے سوا کسی اور محبت میں کوئی خیر و خوبی نہیں ہے اتنا فرمانے کے بعد آپ نے دو بار اپنے دست مبارک کو ہلایا اور فرمایا کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں انصار نے آکر عرض کیا کہ اے رسول خدا صلعم ہم گمراہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کے ذریعہ ہدایت دی ہم محتاج تھے تو اللہ تعالےٰ نے ہمیں آپ کے ذریعہ غنی بنا دیا اس لئے آپ ہمارے مال و دولت میں سے جو چاہیں طلب فرمائیں وہ ہم آپ کو دے دیں گے اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیۂ مودت نازل فرمائی کہ قل لا أسالکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ ۲۵ ۴۲/۲۳ ترجمہ: (اے رسول) تم کہدو کہ میں اس (تبلیغ رسالت) کا اپنے قرابت داروں (اہل بیت) کی محبت کے سوا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا اس آیت مودت کو تلاوت کرنے کے بعد صادق آل محمدؑ نے اپنے دست مبارک کو آسمان کی طرف بلند کیا اور آنسو روئے کہ

آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی پھر آپ نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو فضیلت عطا فرمائی۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ سے آیت کریمہ: قل لا أسالکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی کے بارے میں پوچھا گیا تھا کہ تو آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ انصار نے آنحضرت کی صلعم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ اے رسول خدا صلعم آپ ہمارے پاس اس وقت تشریف لائے جب ہم گمراہ تھے تو اللہ تعالی نے آپ کے ذریعہ سے ہم کو ہدایت دی اور ہم محتاج تھے تو آپ کے ذریعہ اللہ تعالی نے ہم کو تونگر بنا دیا یہ ہماری دولت ہے آپ اس میں سے جتنا چاہیں لے لیں اس وقت اللہ تعالی نے آیت مودت قل لا اسالکم الخ نازل فرمائی۔

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے آیت مودۃ قل لا أسالکم الخ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ محمد رسول اللہ صلعم کے واسطے آپ کے اہل بیت کی مودت خدا کی جانب سے بندوں پر فرض ہے۔ امت میں آیت مودت کی تاویل میں چار فرقے ہوگئے ہیں ان میں سے ایک فرقہ اس آیت کی وہی تاویل کرتا ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ اہل بیت رسول کے بارے میں نازل ہوئی ہے عوام نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب آیت مودت نازل ہوئی تو لوگوں نے رسول اکرم صلعم کی خدمت میں عرض کیا اے پیغمبر خدا صلعم وہ کون اشخاص ہیں جن سے ہم محبت کریں؟ آپ نے فرمایا کہ علی و فاطمہؑ اور ان کی اولاد۔

دوسرا فرقہ یہ کہتا ہے کہ آیت کریمہ مودت اہل بیت رسول کے سلسلے میں ضرور نازل ہوئی تھی مگر وہ اس آیت سے منسوخ ہو چکی ہے۔ قل ما سالتکم من اجر فھو لکم ان اجری الا علی اللہ ۳۲ $\frac{۳۴}{۴}$ - ترجمہ: (اے رسول) تم یہ بھی کہدو کہ (تبلیغ رسالت) کی میں نے تم سے کچھ اجرت مانگی ہو تو وہ تمہیں کو (مبارک) ہو میری اجرت تو بس خدا پر ہے۔ ان لوگوں نے اپنی اس تاویل سے اہل بیت رسول کی اس مودت کا انکار کردیا جسے خدا نے فرض کیا تھا حالانکہ وہ اہل بیت

کے فضل و کمال اور رسول اکرم صلعم کے نزدیک ان کا جو مقام ہے اس میں ان کو کوئی شک نہیں ہے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ایک ایسے فرض کو ساقط کر دیا ہے جسے اس نے فرض کیا تھا اور ایک ایسی آیت کا حکم ساقط کر دیا جس حکم کو خدا نے اپنی کتاب میں واجب و لازم قرار دیا تھا انھوں نے ایسا اللہ تعالیٰ کے اولیاء کرام سے بغض و عداوت اور کتاب اللہ سے جہالت کی بنا پر کیا ہے۔ پس انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ آیت کریمہ قل ما سألتکم من اجر دو باتوں سے خالی نہیں یا تو یہ آیت قل لا اسألکم سے پہلے نازل ہوئی ہے یا اس کے بعد اگر نازل ہوئی ہے تو آیت مودت فی القربیٰ کی تاکید و توثیق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ قل ما سألتکم من اجر میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اجر رسالت کو ساقط کرے بلکہ اس آیت کریمہ میں تو پروردگار عالم نے یہ بتایا ہے کہ مودت کا اجر انھیں کو ملے گا جب وہ اہل بیت رسول سے محبت کریں تو ان کو اجر و ثواب ملے گا ایسا نہیں ہے کہ مودت کا اجر رسول اللہ صلعم کو ملے گا یہ تو بہت ہی واضح اور صاف بات ہے اگر مخفی ہے تو جاہل ہی پر مخفی ہے اور اس کا انکار صرف بغض و عناد رکھنے والا ہی کر سکتا ہے پس یہ دونوں آیتیں ثابت اور باقی ہیں بحمد اللہ تو ان میں سے کوئی ناسخ ہے اور نہ منسوخ ہے بلکہ یہ دونوں آیتیں ایک دوسرے کی تاکید و توثیق کرتی ہیں۔

تیسرا فرقہ کہتا ہے کہ آیت مودت عرب کے تمام لوگوں کے متعلق ہے انھوں نے اس آیت کی یہ تاویل اور معنی محض آل رسول سے بغض و عداوت کی وجہ سے کیا ہے ان کی تاویل کا مطلب یہ ہے کہ آیت مودت میں رسول اکرم صلعم نے یہ سوال کیا ہے کہ تم لوگ میرے اقرباء سے محبت کر کے مجھ سے محبت کر سکتے ہو وہ کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب کے تمام خاندانوں میں آپ کی قرابت پائی جاتی ہے۔ یہ انھوں نے اہل بیت رسول کے فضل و کمال کے انکار میں نہایت مبالغہ آمیز بات کہی ہے انھوں نے نبی کریم صلعم کی قرابت کو تمام عربوں میں بانٹ کر فضل اہل بیت رسول سے انکار کا اپنا موقف مضبوط و محفوظ بنا دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے تمام عربوں سے

یہ سوال کیا ہے کہ چونکہ سب عرب آپ کی قرابت میں ہیں اس لئے وہ آپ سے محبت کریں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر رسول خدا صلعم نے اجر رسالت کا سوال مومنین سے کیا ہے تو وہ آپ پر ایمان لانے اور آپ کی تصدیق کرنے کی وجہ سے آپ سے محبت کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر آپ کے ذریعہ سے ہدایت دیکر جو احسان کیا ہے اس کی وجہ سے وہ محبت کریں گے اور اگر ان کے کہنے کے مطابق اس آیت کے مخاطب کفار ہیں تو آنحضرت صلعم ان لوگوں سے کس طرح اجر رسالت کا سوال کر سکتے ہیں جنہوں نے آپ کی تصدیق بھی نہیں کی ہے غرض ان لوگوں نے آیت مودت کو تمام عربوں کے لئے مخصوص کر کے اپنی جہالت اور بغض و عداوت کا ثبوت دیا ہے۔ انھوں نے آیت مودت کی اس تاویل سے خدا کی کتاب میں تحریف اور اس کے کلام میں تغیر و تبدل کیا ہے جبکہ ارشاد باری تعالیٰ اس طرح سے ہے کہ:

والذین آمنوا وعملوا الصالحات فی روضات الجنات لهم ما یشاؤن عند ربهم ذلک هو الفضل الکبیر ذلک الذی یبشر الله عباده الذین آمنوا وعملوا الصالحات قل لا اسالکم علیه اجرا الا المودة فی القربی ۲۵ ۴۲/۲۳۔ ترجمہ: اور جنہوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے کام کئے وہ بہشت کے باغوں میں ہوں گے وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے پروردگار کی بارگاہ میں (موجود) ہے (یہی خدا کا) بڑا فضل ہے یہی انعام ہے جس کی خدا اپنے ان بندوں کو خوشخبری دیتا ہے جو ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے (اے رسول) تم کہدو کہ میں اس (تبلیغ رسالت) کا اپنے قرابت داروں (اہل بیت) کی محبت کے سوا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا۔ اس آیت میں خدا نے تمام مومنین سے خطاب کر کے فرمایا ہے اس میں عرب و عجم کے تمام مومنین شامل ہیں جو اللہ اور اس کے رسول محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر واجب کر دیا ہے کہ وہ رسول اکرم صلعم کے قرابت داروں (اہل بیت) سے محبت و مودت کریں۔ یہ بات اس کے لئے بہت ہی واضح اور روشن ہے جس کو خدا نے فہم و بصیرت کی توفیق اور ہدایت عطا کی ہے۔

چوتھا فرقہ یہ کہتا ہے کہ آیت مودت فی القربیٰ سے مراد اللہ کے احکام پر عمل کر کے اس کی قربت حاصل کرنا ہے یہ بہت بعید معنی اور غامض تاویل ہے اس آیت کے ظاہری الفاظ سے یہ معنی نہیں نکلتے درحقیقت یہ تاویل حسن بصری سے منقول ہے۔
جس کا عقیدہ آلِ محمد کے ساتھ درست نہیں تھا اس کی بد عقیدگی سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس نے آیت مودت کے نہایت فاسد معنی بیان کئے ہیں حالانکہ مودت فی القربیٰ میں بظاہر کوئی ایسی دلیل نہیں ہے کہ یہ قربیٰ سے مراد خدا کی قربت لی جائے اگر خدا کے کلام میں اس تحریف کرنے والے کی یہ بات مان لی جائے تو پھر یہاں پر "مودتنا" کے کیا معنی ہوں گے اور "اجر" کے ذکر کا کیا مطلب ہوگا؟ خدا کے کلام میں اس تحریف کرنے والے نے اپنی طرف سے ایک ایسی بات پیش کی ہے جس سے اس نے خدا کی کتاب میں تحریف پیدا کر دیا ہے۔

اس معنی کے ساتھ ساتھ یہ محرف حضرت ابن عباس کا وہ قول بھی نقل کرتا ہے جو ہم نے اوپر بیان کر دیا ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے آنحضرت صلعم سے آیت مودۃ فی القربیٰ کے متعلق دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ "اہل قربیٰ" کون لوگ ہیں جن سے ہم آپ کے لئے محبت کریں؟ آپ نے فرمایا کہ علی و فاطمہ اور ان کی اولاد ہیں پس آنحضرت صلعم نے لوگوں کو ان پاکیزہ ہستیوں سے واقف کر دیا جن سے محبت کرنے کا حکم خدا نے دیا تھا اور آپ پر جو حکم نازل ہوا تھا اس کو آپ نے واضح کر دیا کہ بات بالکل واضح اور مشہور و معروف ہو جائے اور پھر ہر وہ شخص مستحق مودت ہونے کا دعوی نہ کر سکے جس کو رسول خدا صلعم سے ذرا بھی قرابت ہے اگر آپ کے اہل قرابت اس کا دعوی بھی کریں تو مودت کا استحقاق اسی کو حاصل ہوگا جو بلحاظ قرابت سب سے زیادہ آپ سے اقرب ہے مگر تاریخ گواہ ہے کہ آپ کے اہل بیت کے سوا کسی اور قرابت دار نے اس کا دعوی نہیں کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رسول اکرم صلعم سے تو یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ مودہ فی القربیٰ میں باوجودیکہ وہ آنحضرت صلعم کے قرابت دار ہیں ان کو کوئی خط حاصل نہیں

ہے بلکہ یہ حظ رسول اکرم صلعم کے بیان کے مطابق علیؑ اور ائمہ طاہرین کے لئے مخصوص ہے پس کلام الٰہی میں اس تحریف کرنے والے نے نہ تو کتاب اللہ کے ظاہری بیان کی پیروی کی نہ تو رسول اللہ صلعم نے "اہل مودۃ" کے سلسلے میں اپنی امت کے لئے جو وضاحت فرمائی تھی اس کی اقتدار کی بلکہ اس محرف نے تو خدا و رسول کی سراسر مخالفت کی اور جن افراد سے خدا نے محبت کرنے کا حکم دیا تھا ان سے بغض و عداوت کی بنا پر اس محرف نے اپنی رائے اور طبیعت سے ایک ایسی بات پیدا کی جو اس کے لئے مہلک تھی اس نے تو خدا اور رسول پر جرأت کی ہے خدا کی پناہ گمراہی اور جہالت سے اور اس قسم کی فاسد تاویلات سے یہ ہمارا موضوع بحث نہیں ہے کہ ہم اس پر مزید گفتگو کریں لیکن ہم نے جو کچھ بیان کر دیا ہے وہ انشاء اللہ کافی ہو گا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے اپنے شیعوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں کو اس نیکی سے مطلع نہ کروں جس کا کرنے والا قیامت کے دن خوف سے مامون رہے گا اور کیا میں تم کو اس بدی سے خبردار نہ کروں کہ جس کے کرنے والے کو خدا منھ کے بل جہنم میں ڈالے گا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں اے فرزند رسول آپ ضرور ہم کو بتایئے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ نیکی ہماری محبت ہے اور وہ بدی ہم سے بغض و عداوت رکھنا ہے۔

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ خراسان سے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ان میں ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کے دونوں پیر زخمی تھے اس سے آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہوا؟ اس شخص نے کہا کہ اے فرزند رسول سفر کی دوری کی وجہ سے ایسا ہوا ہے اور قسم بخدا میں جہاں سے آیا ہوں وہاں سے مجھے صرف آپ اہل بیت کرام کی محبت کھینچ کر لائی ہے امام باقر علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا کہ قسم بخدا میں تم کو یہ بشارت دیتا ہوں کہ تم قیامت کے روز ہمارے ساتھ اٹھو گے اس شخص نے آپ سے پھر عرض کیا کہ اے فرزند رسول کیا آپ لوگوں کے ساتھ میرا حشر ہو گا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں جو بندۂ خدا ہم سے محبت کرے گا خدا اس کو قیامت کے

روز ہمارے ساتھ اٹھائے گا۔ دین صرف محبت ہے اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے کہ:
قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ۳ ۳/۳۱ ترجمہ: اے رسول
ان لوگوں سے کہدو کہ تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو کہ خدا بھی تم کو
دوست رکھے گا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خلائق میں ایک مخلوق کو ہماری محبت کے لئے پیدا کیا ہے اور ایک مخلوق کو ہم سے بغض و عداوت کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص جس نے ہم سے محبت کی ہے وہ اپنی اس رائے سے نکل کر دوسری رائے کی طرف مائل ہو جائے تو خدا اس کو پہلی رائے کی طرف یعنی ہماری محبت کی طرف واپس لوٹا دے گا۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جب تمہاری جان حلق تک آ پہنچے تو اس وقت علیؑ کی محبت تم کو سب سے زیادہ نفع بخش ہو گی اور آپ سے یہ بھی روایت ہے کہ ایک مرتبہ زیاد الاسود جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کی نظر ان کے پیروں پر پڑی آپ نے ان سے فرمایا کہ اے زیاد یہ زخم کیسے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ اے میرے آقا میں ایک کمزور اونٹ پر سوار ہوا تھا اور شاہراہ عام پر چلا تھا میرے پاس روپیہ نہیں تھا کہ جس سے فربہ اونٹ خریدتا اور یہ بھی اونٹ میں نے تین چار چیزوں کو ملا کر خریدا تھا یہ سننا تھا کہ امام باقر علیہ السلام پر رقت طاری ہو گئی اور آنکھوں میں آنسو تھرتھرانے لگے زیاد الاسود نے عرض کیا کہ اے آقا آپ پر میری جان قربان قسم بخدا میں بہت ہی گنہگار رہوں اور اپنی جان پر اسراف کرنے والا ہوں بسا اوقات تو میں بول اٹھتا ہوں کہ میں ہلاک ہو گیا۔ پھر جب میں آپ اہل بیتؑ کرام کی حب و ولاء یاد کرتا ہوں تو میں مغفرت کی امید کرنے لگتا ہوں اس وقت امام باقر علیہ السلام نے زیاد الاسود کی جانب خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ سبحان اللہ دین فقط اور خداوند تعالیٰ نے بھی اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم ترجمہ خدا نے تمہیں ایمان کی محبت دی ہے اور اسی کو تمہارے دلوں میں عمدہ کر دکھایا ہے اور خدا کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

یحببکم اللہ ۳ ۳۱/۳ ۔ ترجمہ: (اے رسول ان لوگوں سے) کہدو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو کہ خدا بھی تم کو دوست رکھے گا۔ اور خدا نے یہ بھی فرمایا ہے کہ: یحبون من ھاجر الیھم ۲۸ ۵۹/۹ ترجمہ: اور جو لوگ ان کی طرف ہجرت کرکے آئے ان سے محبت کرتے ہیں۔ پھر امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ اے رسول خدا میں نماز یوں سے محبت کرتا ہوں مگر خود نماز نہیں پڑھتا اور روزہ داروں سے محبت کرتا ہوں مگر خود روزہ نہیں رکھتا ہوں امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اعرابی نے جو یہ کہا تھا کہ میں نماز نہیں پڑھتا ہوں اور نہ روزہ رکھتا ہوں۔ اس سے اس کی مراد تطوع یعنی نفل نماز اور روزہ سے تھی فرض نماز و روزہ نہیں۔ رسول اکرم صلعم نے اعرابی سے جب یہ سنا تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا حشر ان کے ساتھ ہوگا جن سے تم محبت کرتے ہو اس تذکرہ کے بعد امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ قسم بخدا اگر کوئی ایسا خوفناک امر واقع ہو جائے جس سے لوگ سراسیمہ اور خوفزدہ ہو جائیں تو اس وقت تم ہماری پناہ میں ہو گے۔ اور ہم ہمارے نبی کریم صلعم کی پناہ میں ہوں گے۔ میں تم کو خوشخبری سناتا ہوں کہ تم قیامت کے روز بلا شبہ ہمارے ساتھ ہو گے۔ خدا کی قسم تم کو اور تمہارے اخیار کو خدا کوئی مساوی درجہ نہ دے گا اور نہ ان کے لئے کوئی عزت و کرامت ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے ایک مرتبہ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ہم تم اور ہمارے اتباع میں سے جب کوئی شخص اپنے گھر میں قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے تو وہ آسمان والوں کے لئے اسی طرح چمکتا ہے جس طرح آسمان کے روشن ستارے زمین والوں کے لئے چمکتے ہیں آپ سے یہ بھی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کے پاس کسی کے انتقال کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اے فرزند رسول! مرحوم آپ لوگوں کے بارے میں حسن ظن رکھتا تھا اور آپ لوگوں کا محب تھا اس شخص سے امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم سے جو بندہ بھی محبت کرے گا وہ بروز قیامت ہمارے ساتھ ہوگا اور ہمارے سایہ میں ہوگا اور منزلت و درجات میں بھی ہمارا ہم صحبت ہوگا۔ قسم

بخدا کوئی بندہ ہم سے اس وقت تک محبت نہیں کر سکتا جب تک کہ خدا اس کے دل کو پاک نہ کردے اور خدا اس کے دل کو اس وقت تک پاک نہ کرے گا جب تک کہ وہ ہماری امامت کو تسلیم نہ کرے گا جب کہ وہ ہمیں بطور امام تسلیم کرلے گا تو خدا اس کو بروز قیامت حساب بد سے بچائے گا اور وہ خوف عظیم سے محفوظ رہے گا۔ ہماری امامت کو تسلیم کرنے والے اس وقت خوش ہوتے ہیں جب ان کی جان یہاں تک آپہنچتی ہے آپ نے اپنے دست مبارک سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کرکے بتایا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے ایک مرتبہ اپنے شیعوں سے فرمایا کہ تم لوگوں نے تو ہماری معرفت بھی کی مگر دوسرے لوگوں نے تو ہمیں صاف انکار کردیا تم لوگوں نے ہم سے محبت کی اور دوسرے لوگوں نے بغض و عداوت تم لوگوں نے ہم سے تعلق پیدا کیا اور دوسروں نے قطع تعلق کیا اس لئے خدا تم کو سرکار دو عالم محمد رسول اللہ صلعم کی رفاقت سے نوازے گا اور تم کو ان کے حوض کوثر سے سیراب کرے گا۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے ایک مرتبہ آپ کے پاس کسی نے ابوہریرہ شاعر[1] کا تذکرہ کیا آپ نے فرمایا کہ خدا ابوہریرہ شاعر پر رحم کرے۔ اس وقت حاضرین میں سے کسی نے ابوہریرہ شاعر کے متعلق کچھ ایسی بات کہی جس سے وہ آپ کو شاعر مذکور کی جانب سے بدظن کرنا چاہتا تھا مگر آپ نے اس کی بات سننے کے بعد بھی یہی فرمایا کہ خدا ابوہریرہ شاعر پر رحم کرے اے شخص وائے ہو تجھ پر کیا علی کے شیعہ کو بخش دینا خدا کے لئے کوئی دشوار بات ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ وہ مرد مومن

---

[1] کتاب شرح الاخبار کے سولہویں جزو میں یہ روایت میمون الابادی سے اس طرح منقول ہے کہ امام باقر علیہ السلام کے نزدیک ابوہریرہ شاعر کا جب اس نے تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ خدا اس پر رحم کرے۔ میمون کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ وہ تو شرابی تھا اس کے جواب میں آپ نے دوبارہ فرمایا کہ خدا اس پر رحم کرے وائے ہو تجھ پر اے میمون کیا علی کے شیعہ کو بخش دینا خدا کے لئے کوئی دشوار بات ہے؟

جو ہماری ولایت و محبت پر ثابت قدم ہے اگر اس کو اس دنیا میں درختوں کے سوا کسی اور چیز کا سایہ میسر نہ ہو اور اس کی پتیوں کے سوا کوئی اور غذا نہ ہو تو اس سے اس کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ وہ ہم سے دائیں بائیں ہو گئے مگر ایک تم ہو کہ ہم سے لازم و متعلق رہے اس وقت حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں خدا وند تعالیٰ سے ہمیں اس بات کی پوری امید ہے کہ وہ ہم کو اور عوام کو مساوی درجہ نہ دے گا۔ آپ نے فرمایا کہ قسم بخدا ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا ان کے لئے تو کوئی عزت کرامت نہیں ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے شیعوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ تمہیں وہ اولوا الالباب یعنی صاحبان عقل و ہوش ہو جن کا تذکرہ خدا نے اپنی کتاب میں اس طرح کیا ہے: انما یتذکر اولوا الالباب ۱۳ $\frac{13}{19}$۔ ترجمہ اس سے تو بس کچھ سمجھدار ہی لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ پس تم کو بشارت ہے کہ تم کو پروردگار عالم کی جانب سے دو حسنات میں سے کسی ایک سے ضرور نوازا جائے گا۔ یا تو اللہ تعالیٰ تم کو اتنے عرصہ تک زندہ رکھے گا کہ تم وہ تمام چیزیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے جن کی طرف تم اپنی گردنیں دراز کرتے تھے پس اللہ جل شانہ اس سے تمہارے دلوں کی پیاس اور تڑپ کو دور کر دے گا جیسا کہ خدا وند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ویشف صدور قوم مومنین ویذھب غیظ قلوبھم ۱۰ $\frac{9}{14}$۔ ترجمہ: اور ایماندار لوگوں کے کلیجے ٹھنڈا کرے گا۔ اور ان مومنین کے دل کی کدورتیں جو (کفار سے) پہنچ رہی ہیں دفع کر دے گا۔ اور اگر تم اس منظر کے دیکھنے سے پہلے انتقال کر گئے تو تم اللہ کے اس دین پر وفات پاؤ گے جسے اس نے اپنے پیغمبر صلعم کے لئے پسند فرما لیا ہے اور پھر تم اسی دین پر مبعوث ہو گے خدا کی قسم قیامت کے روز خدا بندوں سے وہی دین قبول کرے گا جس پر تم ہو اور یاد رکھو جب تم میں سے کسی بندۂ مومن کی جان یہاں تک آ پہنچے گی تو اس وقت وہ ایسے مناظر دیکھے گا جس سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی امام جعفر الصادق علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے حلقوم مبارک کی طرف اشارہ کر کے بتایا اور پھر خوب روئے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ جبکہ اپنے شیعوں کی جماعت میں تشریف رکھتے تھے آپ نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ مجھے یہ بتاؤ کہ لوگوں کے نزدیک سب سے زیادہ بدحال فرقہ کونسا ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں لوگوں کے نزدیک تو ہمیں سب سے زیادہ بدحال فرقہ ہیں اسوقت آپ ٹیک لگائے بیٹھے تھے یہ سننا تھا کہ اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ قسم بخدا تم میں سے نہ دو جہنم میں ہوں گے نہ ایک (یعنی تم میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہ ہوگا) اور سنو یہ آیت کریمہ تمہاری ہی بابت اتری ہے کہ: وقالوا مالنا لا نری رجالا کنا نعدھم من الاشرار اتخذناھم سخریا ام زاغت عنھم الابصار ۲۳ ۳۸/۶۲۔ ترجمہ: اور پھر خود بھی کہیں گے کہ ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم جن لوگوں کو دنیا میں شریر شمار کرتے تھے۔ ہم ان کو یہاں دوزخ میں نہیں دیکھتے کیا ہم ان سے (ناحق) مسخراپن کرتے تھے یا ان کی طرف سے ہماری آنکھیں پلٹ گئی ہیں اس کے بعد امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تمہیں کچھ معلوم ہے کہ ان کے نزدیک تمہارا حال بد کیوں ہے؟ انھوں نے کہا کہ اے فرزند رسول ہم کو اس کا علم نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ تمہیں بدحال سمجھنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ انھوں نے ابلیس کی اطاعت کی اور تم نے نافرمانی کی اس لئے ابلیس نے ان کو تمہارے خلاف ورغلا رکھا ہے۔

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جنت آل محمد اور ان کے شیعوں کی مشتاق ہے اور ان کی آمد سے جنت کی رونق بڑھتی ہے اگر کوئی بندۂ خدا رکن و مقام ابراہیمؑ کے درمیان اتنی عبادت کرے کہ اس کے اعضا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں درانحالیکہ وہ ہم اہل بیت کی ولایت و محبت کے ساتھ خدا کے دین پر عمل نہ کرتا ہو تو خدا اس کی عبادت قبول نہ کرے گا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے بعض شیعوں سے فرمایا کہ تم لوگوں نے تو ہم سے محبت کی مگر دوسرے لوگوں نے ہم سے بغض و عداوت کیا اور تم نے ہم کو محبوب و پسندیدہ بنایا مگر دوسرے لوگوں نے ہمیں مبغوض بنایا تم لوگوں

نے ہماری تصدیق کی اور دوسروں نے ہمیں جھٹلایا اور تم لوگوں نے ہم سے تعلق رکھا مگر دوسرے لوگوں نے قطع تعلق کیا پس اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمہاری زندگی کو ہماری زندگی قرار دیدیا ہے اور تمہاری موت کو ہماری موت بنا دیا ہے۔ قسم بخدا تم میں سے جب کسی کی جان حلق تک آپہنچے گی تو اس وقت وہ ایسے مناظر دیکھے گا جس سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔

کیا تم یہ نہیں پسند کرتے کہ تم بھی نماز پڑھتے ہو اور وہ بھی نماز پڑھتے ہیں مگر تمہاری نماز مقبول ہوگی اور ان کی نماز مقبول نہ ہوگی اور تم روزہ رکھتے ہو وہ بھی روزہ رکھتے ہیں مگر تمہارے روزے مقبول ہوں گے ان کا روزہ مقبول نہ ہوگا اور تم حج کرتے ہو اور وہ بھی حج کرتے ہیں مگر تمہارا حج مقبول ہوگا ان کا حج مقبول نہ ہوگا قسم بخدا نماز روزہ زکوٰۃ حج اور دوسرے تمام نیک اعمال صرف تمہیں سے قبول کیے جائیں گے۔ لوگوں لے یہاں وہاں، دائیں بائیں سے لیا مگر تم نے وہاں سے لیا جہاں سے اللہ کے رسول اور اس کے اولیاء کرام ائمۂ طاہرین علیہم السلام نے لیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے محمد و آل محمد کو منتخب کر لیا ہے پس تم نے ان کو مختار بنایا جن کو اللہ نے مختار بنایا ہے تم اللہ سے ڈرو اور امانتوں کو سیاہ وسفید میں سے جس کی ہو اس کو ادا کردو خواہ وہ حروری شامی اور اموی ہی کیوں نہ ہو۔

رسول اکرم صلعم سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ علی کے شیعہ ہی کامیاب ہونے والے اور فلاح پانے والے ہیں۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے اپنے شیعوں سے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی جان (دم واپسیں) حلق تک آپہنچتی ہے تو وہ بڑا خوش ہوتا ہے اور ملک الموت اس کے پاس آکر کہتا ہے کہ تو جس چیز کا امیدوار ہے وہ تجھے ملجائے گی اور جس چیز سے تو ڈرتا ہے اس سے محفوظ و مامون رہے گا اس کے لئے ایک دروازہ کھول دیا جائے گا اس کے اس مکان کی طرف جو جنت میں ہے ملک الموت اس سے کہے گا لو جنت میں تم اپنے مسکن کو دیکھ لو وہ رسول خدا صلعم ہیں وہ علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ ہیں یہ سب تمہارے رفقا ہیں۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ: الذین امنوا و کانوا یتقون لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ۔ ۱۱ $\frac{\text{پ}}{۶۴}$ ۔ ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور خدا سے ڈرتے تھے انہیں لوگوں کے واسطے دنیوی زندگی میں (بھی) اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے رسول اکرم صلعم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص ہم اہل بیت سے بغض و عداوت رکھے گا خدا اس کو قیامت کے دن یہودی اٹھائے گا حضرت جابرؓ بن عبداللہ الانصاری نے پوچھا کہ اے رسول خدا صلعم کیا وہ دونوں کلمۂ شہادت پڑھتا ہو تب آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہاں اتنا ضرور ہے کہ اس نے کلمہ شہادت پڑھ کر اپنا خون محفوظ کر لیا ہے اور سنو! میرے پروردگار نے مجھ سے علیؑ اور ان کے شیعوں کے لئے ایک خصوصیت کا وعدہ فرمایا ہے عرض کیا گیا کہ اے رسول خدا صلعم وہ خصوصیت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ان میں سے جو مومن اور متقی ہے خدا اس کے تمام چھوٹے بڑے گناہوں کو معاف کر دے گا اور ان کی برائیوں کو حسنات میں تبدیل کر دے گا۔

امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حسنؑ اور حسینؑ کی محبت میں نیک و بد مومن و کافر دونوں ہی برابر کے شریک ہیں لیکن مجھے یہ خصوصیت حاصل ہے کہ مجھ سے کبھی کوئی کافر محبت نہ کریگا اور نہ کوئی مومن بغض و عداوت رکھیگا۔
امام باقر علیہ السلام سے خدا کے اس ارشاد کے بارے میں سوال کیا گیا کہ: قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم ۲۴ $\frac{۳۹}{۵۳}$ ۔ ترجمہ: (اے رسول) (تم کہدو کہ اے میرے ایماندار بندو جنہوں نے (گناہ کر کے) اپنی جانوں پر زیادتیاں کی ہیں تم لوگ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہونا بیشک خدا (تمہارے) کل گناہوں کو بخش دے گا وہ بیشک بڑا بخشنے والا مہربان ہے کیا یہ آیت کریمہ خاص ہے یا عام؟ آپ نے فرمایا کہ یہ آیت ہمارے شیعوں کے لئے مخصوص ہے آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز ہمارے شیعہ اپنے عیوب اور گناہوں سمیت اپنی قبروں

سے اٹھیں گے اور وہ بازو دار اونٹنیوں پر سوار ہوں گے ان کی جوتیوں کے تسمے نور کے مانند چمکدار ہوں گے ان کے لئے گھاٹوں پر جانا آسان ہوگا ان سے مصائب دور ہو چکے ہوں گے لوگ خائف ہوں گے مگر وہ نہیں لوگ حزن و ملال میں مبتلا ہوں گے مگر وہ نہیں ان کو عرش الٰہی کے سایہ میں لیجایا جائے گا جہاں ان کے سامنے دسترخوان بچھائے جائیں گے اور وہ اس میں سے کھانا تناول کریں گے جبکہ دوسرے لوگ حساب و کتاب میں مبتلا ہوں گے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے ایک مرتبہ اپنے شیعوں سے فرمایا کہ ہم قیامت کے روز اپنے پیغمبر محمد مصطفےٰ صلعم کا دامن پکڑے ہوں گے اور تم ہمارے دامن کو پکڑے ہو گے پس تم کس طرف جاؤ گے؟ ان میں سے کسی نے کہا کہ جنت کی طرف انشاء اللہ آپ نے فرمایا کہ ہاں قسم بخدا جنت کی طرف جائیں گے انشاء اللہ۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک دن ابو بصیر جو کافی سن رسیدہ تھے اور ان کی آنکھیں بھی جاتی رہی تھیں اور ان کو تنفس کی شکایت بھی تھی جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابو بصیر اس تنفس کی وجہ کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میری جان آپ پر قربان یہ کبر سنی اور بڑھاپے کی وجہ سے ہے اور میری آنکھیں بھی ضائع ہوگئی ہیں اور اب تو موت بھی مجھ سے قریب آچکی ہے لیکن میرا انجام کیا ہوگا اس کی مجھے مطلق خبر نہیں ہے صادق آل محمد نے فرمایا کہ اے ابو محمد کیا یہ تم کہہ رہے ہو؟ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے جو نوجوان ہیں ان کو عذاب دیکر عزت و کرامت عطا کرتا ہے مگر تم میں جو بوڑھے ہیں ان کے حساب و کتاب تک سے وہ شرماتا ہے اور جو بہت بوڑھے ہو چکے ہیں ان کو تو عزت و کرامت سے نوازتا ہے ابو بصیر نے کہا کہ اے فرزند رسول کیا یہ آپ ہمارے لئے فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اس سے اور بھی زیادہ ابو بصیر نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں اے فرزند رسول مجھ سے اور بیان کیجئے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم نے خدا کا یہ ارشاد نہیں سنا ہے کہ: رجال صدقوا ما عاهدوا

اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر ابو بصیر نے کہا کہ ہاں اے فرزند رسول میں نے اس آیت کو پڑھا ہے آپ نے فرمایا کہ قسم بخدا اللہ تعالیٰ نے اس سے تمہیں مراد لیا ہے تمہیں وہ ہو جنہوں نے اللہ سے کئے ہوئے عہد و پیمان کو پورا کیا ہے اور تمہیں وہ ہو جنہوں نے ہم اہل بیت کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا امام نہیں بنایا ہے۔ اے ابو بصیر کیا تم خوش ہوئے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں آپ پر قربان ہو جاؤں مجھ سے اور بیان کیجئے صادق آل محمد نے فرمایا کہ لوگوں نے تو خیر کو چھوڑا اگر تم نے شر کو چھوڑا ہے اور دوسرے لوگ فرقہ فرقہ جماعت در جماعت بٹ گئے مگر تم تو اہل بیت کی جماعت میں ہی رہے پس تمہیں بشارت ہے بشارت قسم بخدا اللہ جل شانہ تم پر رحم کرے گا اور تمہارے نیکو کار کا عمل قبول کرے گا اور تمہارے بدکار کو معاف کردے گا اور جو تمہاری راہ پر نہیں ہیں ان سے خدا کچھ بھی قبول نہ کرے گا نہ ان کی نیکی کو قبول کرے گا نہ ان کے گناہ کو معاف کرے گا۔ اے ابو بصیر کیا تم خوش ہوئے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں میں آپ پر قربان ہو جاؤں آپ مجھ سے اور بیان کیجئے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ سنو! اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں میں سے چند فرشتوں کو اس کام پر مقرر کر رکھا ہے کہ وہ ہمارے شیعوں کے گناہوں کو جھاڑتے رہیں جیسے پت جھڑ کے موسم میں درختوں سے پتے جھڑتے ہیں چنانچہ اس کے متعلق پروردگار عالم کا یہ ارشاد ہے کہ: الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم ویومنون بہ ویستغفرون للذین آمنوا ربنا وسعت کل شئی رحمۃ وعلما فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک ۴۰ ۳ ہے ترجمہ: جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد (تعینات) ہیں سب اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کے لئے بخشش کی دعا مانگا کرتے ہیں کہ پروردگار تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے تو جن لوگوں نے سچے دل سے توبہ کرلی اور تیرے رستے پر چلے ان کو بخشدے۔ اس آیت کریمہ میں استغفار ملائکہ کے متعلق صادق آل محمد نے فرمایا کہ قسم بخدا یہ فرشتے تمام خلائق کو چھوڑ کر صرف تمہارے ہی لئے مغفرت طلب کرتے ہیں اے ابو بصیر کیا تم خوش ہوئے؟ انھوں نے

کہا کہ ہاں میں آپ پر فدا ہو جاؤں آپ اور بیان کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تمہارا اس طرح ذکر کیا ہے کہ: رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه فمنهم من قضی نحبه ومنهم من ینتظر۔ ترجمہ: ترجمہ۔ یہ وہ مرد ہیں جنہوں نے اللہ سے کیا ہوا وعدہ سچ کر دکھایا ہے۔ پس ان میں سے کتنے شہید ہو چکے اور کتنے شہادت کے انتظار میں ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر تمہارا اسطرح تذکرہ کیا ہے کہ: وقالوا ما لنا لا نری رجالا کنا نعدهم من الاشرار اتخذناهم سخریا ام زاغت عنهم الابصار۔ ترجمہ: اور پھر خود بھی کہیں گے ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم جن لوگوں کو دنیا میں شر یر شمار کرتے تھے ہم ان کو یہاں دوزخ میں نہیں دیکھتے کیا ہم ان سے (ناحق) مسخرا پن کرتے تھے یا ان کی طرف سے ہماری آنکھیں پلٹ گئی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابوبصیر تم جنت میں خوش وخرم ہو گے اور لوگ تم کو جہنم میں تلاش کرتے ہوں گے۔ اے ابوبصیر کیا تم خوش ہوئے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں آپ پر میری جان فدا مجھ سے اور بیان کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تمہارا اس طرح ذکر کیا ہے کہ: یوم لا یغنی مولی عن مولی شیئا ولا هم ینصرون الا من رحم الله ۲۵ ۴۲/۴۱ ترجمہ: جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کام نہ آئے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی مگر جس پر خدا رحم فرمائے۔

صادق آل محمد نے فرمایا کہ اے ابوبصیر اس آیت کریمہ میں قسم بخدا علی اور آپ کے اہل بیت اور ان کے شیعوں کے سوا کسی اور کو مستثنیٰ نہیں کیا ہے اور تمہارا تذکرہ دوسرے مقام پر اس طرح سے کیا ہے کہ: فاولئک مع الذین انعم الله علیهم من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین ۵ ۴/۶۹ ترجمہ: ایسے لوگ ان مقبول بندوں کے ساتھ ہوں گے جنہیں خدا نے اپنی نعمتیں دی ہیں یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء و صالحین۔

یہاں پر انبیاء میں سے رسول اکرم صلعم مراد ہیں اور صدیقین و شہداء میں سے

ہم ہیں اور صالحین میں سے تم ہو۔ اے ابوبصیر کیا تم خوش ہوئے ؟ انھوں نے کہا کہ ہاں میری جان آپ پر قربان مجھ سے اور بیان کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا ذکر اپنی کتاب میں اس طرح سے کیا ہے کہ : قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ $\frac{۳۹}{۵۳}$ ۲۴ ترجمہ: (اے رسول) تم کہدو کہ اے میرے ایماندار بندو جنہوں نے (گناہ کرکے) اپنی جانوں پر زیادتیاں کی ہیں تم لوگ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ صادق آل محمد نے فرمایا کہ اس آیت میں عباد سے تم لوگ مراد ہو۔ اے ابوبصیر کیا تم خوش ہوئے ؟ انھوں نے کہا کہ ہاں آپ پر میں قربان ہو جاؤں مجھ سے اور بیان کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تمہارا اس طرح تذکرہ کیا ہے کہ: قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب $\frac{۳۹}{۹}$ ۲۳ ترجمہ: (اے رسول) تم پوچھو تو کہ بھلا کہیں جاننے والے اور نہ جاننے والے لوگ برابر ہو سکتے ہیں۔

اے ابوبصیر اس آیت میں اولوا الالباب سے تم لوگ مراد ہو کیا تم خوش ہوئے ؟۔ انھوں نے کہا کہ ہاں میری جان فدا مجھ سے اور بیان کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ : ان عبادی لیس لک علیھم من سلطان $\frac{۱۵}{۴۲}$ ۱۴ ترجمہ: جو میرے مخلص بندے ہیں ان پر تجھے کسی طرح کی حکومت نہ ہوگی۔

اے ابوبصیر اس آیت میں "عباد" سے تم کو مراد لیا گیا ہے (تمہیں وہ لوگ ہو جن پر شیطان کا کوئی حربہ کارگر نہیں ہوتا) کیا تم خوش ہوئے انھوں نے کہا کہ ہاں میں آپ پر قربان جاؤں اور بیان کیجئے صادق آل محمد نے فرمایا کہ قرآن پاک کی وہ تمام آیتیں جو جنت کی طرف شوق دلاتی ہیں اور نیکی کی یاد دلاتی ہیں وہ سب ہمارے متعلق اور ہمارے شیعوں کے متعلق ہیں اور وہ تمام آیتیں جو دوزخ سے ڈراتی ہیں اور جن میں اہل دوزخ کا تذکرہ ہے وہ سب ہمارے دشمنوں کے متعلق ہیں آپ اس وقت مقام الطبح میں مقیم تھے جب آپ نے سنا کہ لوگ حج کے لئے جا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ شور و غوغا تو بہت زیادہ ہے مگر حاجی بہت کم ہیں قسم بخدا اے ابوبصیر اللہ تعالیٰ تم سے اور تمہارے

اصحاب سے اعمال کو قبول کرے گا اتنا فرمانے کے بعد آپ اٹھ کر اپنے گھر کی طرف تشریف لے گئے۔ اس سلسلے میں اور بہت سی روایات ہیں اگر ہم ان کو بیان کریں تو ذکر طویل ہو جائے گا ہم نے جو کچھ بیان کر دیا ہے وہی کافی ہے پس اللہ اور اس کے اولیاء ائمۂ طاہرین علیہم السلام کی جانب سے بشارت و خوشخبری ہے والحمد للہ رب العالمین۔

علم کی ترغیب اور طالبان علم کے فضائل کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: فاسألوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۱۴ ۱۶/۶۳

ترجمہ: اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر (عالموں سے) پوچھو۔

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ: ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ انما یتذکر اولوا الالباب ۲۱ ۳۹/۹ ترجمہ: اے رسول تم پوچھو تو کہ بھلا کہیں جاننے والے اور نہ جاننے والے لوگ برابر ہو سکتے ہیں مگر نصیحت و عبرت تو بس عقلمند ہی لوگ مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم ۲۹/۴۹ ترجمہ: مگر جن لوگوں کو (خدا کی طرف سے) علم عطا ہوا ہے ان کے دل میں یہ (قرآن) واضح و روشن آیتیں ہیں۔ اور خداوند عالم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات واللہ بما تعملون خبیر۔ ۲۸ ۵۸/۱۱۔ ترجمہ: جو لوگ تم میں سے ایماندار ہیں اور جن کو علم عطا ہوا ہے ان کے درجے بلند کرے گا اور خدا تمہارے سب کاموں سے باخبر ہے۔ اس سے قبل ہم بیان کر چکے ہیں کہ قرآن حکیم میں اس قسم کی جتنی آیتیں ہیں ان سے ائمہ اہل بیت رسول مراد ہیں پس یہی وہ اہل علم ہیں جن کے مبارک سینوں میں پروردگار عالم نے تمام علوم و معارف کو ودیعت کر دیا ہے اور اسی علم و معرفت کی بنا پر ان کو خلائق پر افضلیت

حاصل ہے اور خدا نے ان کو اپنے نور سے مخصوص فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو علم و معرفت کا محافظ اور خزانہ دار بنایا ہے وہ علم کی اشاعت وحفاظت پر مامور ہیں۔ علم و معرفت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ائمہ اہل بیت کی طرف متوجہ کیا ہے اور جس مسئلے کا انھیں کوئی علم نہ ہو اسے اماموں کی خدمت میں پیش کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ائمہ طاہرین کے ماننے والوں کو ان کی ولایت کی وجہ سے دوسروں پہ فضیلت بخشی ہے اور ان ائمہ اہل بیت سے علم حاصل کرنے اور ان کا حکم ماننے اور ان کی اطاعت کو اپنا شعار بنانے کی وجہ سے ان کو شرف وکمال عطا کیا ہے اس سلسلے میں ہم نے گذشتہ باب میں کچھ بیان کر دیا ہے اب ہم اس باب میں ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے علم و معرفت حاصل کرنے کی فضیلت اور ان کے فرمان سے علمی خدمت کرنے والوں سے علم و معرفت حاصل کرنے کی فضیلت بیان کریں گے۔

ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے رسول اکرم صلعم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میری امت میں سے ہر صاحب عقل پر یہ چار باتیں لازم اور واجب العمل ہیں عرض کیا گیا کہ اے رسول خدا صلعم وہ چار چیزیں کیا ہیں؟ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ علم کا سننا اس کو یاد رکھنا اس پر عمل کرنا اور اس کو پھیلانا۔

ائمہ طاہرین علیہم السلام نے آنحضرت صلعم سے یہ حدیث نقل کی ہے آپ نے فرمایا کہ بہت سے اہل علم ایسے ہیں جو فقیہہ نہیں اور بہت سے فقہاء اپنے سے زیادہ ماہر علم فقہ کے محتاج ہیں اور یہ حدیث بھی منقول ہے کہ ایک مرتبہ رسالتمآب صلعم نے مسجد خیف میں لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ خداوند عالم اس بندے پر اپنی رحمت نازل کرے جس نے میری بات کو سن کر اس کو یاد رکھا اور جس نے نہیں سنا تھا اس کو سنایا پس تم کو معلوم ہو کہ بہت سے حامل فقہ فقیہہ نہیں ہوتے اور بہت سے حامل فقہ اپنے سے زیادہ بلند پایہ فقیہہ کے محتاج ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ چار چیزیں ایسی ہیں جن کے حصول کے لئے اگر سواریاں دوڑائی جائیں اور وہ ان کی طلب میں دبلی ہو جائیں تو بھی

یہ بہت کم ہوگا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ بندہ کسی سے امید نہ رکھے صرف خدا ہی سے امید رکھے دوسری بات یہ ہے کہ بندہ کسی سے نہ ڈرے صرف ڈرے تو اپنے گناہ سے ڈرے۔ تیسری بات یہ ہے کہ جاہل علم کو طلب کرنے میں شرمائے نہیں اور چوتھی بات یہ ہے کہ جب کسی عالم سے کوئی ایسا مسئلہ پوچھا جائے جس کے متعلق وہ نہ جانتا ہو تو وہ یہ کہنے سے نہ شرمائے کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ علم حاصل کرو مگر علم کے ساتھ ساتھ بردباری اور وقار کو اپنا شعار بناؤ اور جس طالب علم کو تم پڑھاؤ اس کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ علمار جبابرہ یعنی سختی اور تشدد سے کام لینے والے عالم نہ بنو ورنہ تمہارا باطل تمہارے حق کو بھی لے ڈوبے گا۔

صادق آل محمد سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اگر ہمارے شیعوں میں سے کوئی ایسا نوجوان مجھے مل جاتا جو علم فقہ نہ جانتا ہو تو میں اس کو بہترین ادب سے آراستہ کر دیتا

حضرت امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے اہل بیت کا مقام تمہارے درمیان کشتی نوح کی طرح ہے کہ جو اس میں سوار ہو گیا اس نے نجات پائی اور جو سوار نہ ہوا وہ غرق ہو گیا اور آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت کے عالم سے علم حاصل کر دیا پھر اس سے جس نے خود عالم اہل بیت سے علم حاصل کیا ہو تب تم دوزخ سے نجات پاؤ گے۔

ائمہ طاہرین نے حضرت علی علیہ السلام سے اور آپ نے پیغمبر خدا صلعم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ زندگی میں کسی کے لئے کوئی لطف و راحت نہیں ہے۔ بجز عالم ناطق یا ایسے سننے والے کے جو سن کر یاد رکھتا ہو اور یہ دو کمالات کسی منافق میں جمع نہ ہوں گے۔ ایک تو فقہ اسلامی اور دوسرے کسی منافق کے چہرے پر نیکی کے آثار نہ ہوں گے۔ فقہا جب تک دنیا داری میں نہیں گرفتار ہو نے اس وقت تک وہ رسولوں کے امین ہوتے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ اے پیغمبر خدا ان کے دنیا میں پڑنے سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس سے سلطان کی پیروی و اتباع مراد

ہے یعنی جب فقہا سلطان کے اشاروں پر چلنے لگیں تو تم اپنے دین کے معاملات میں ان سے بچتے رہنا۔ یہاں پر سلطان سے آنحضرت صلعم نے اہل جور و بغاوت کے سلطان سے مراد لی ہے لیکن وہ ائمہ عدل جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قائم کیے گئے ہیں یا جن کو انھوں نے خود اپنے ہدایت یافتہ لوگوں میں سے مقرر کیا ہو اور وہ ائمہ عدل کے فرمان پر عمل کرتے ہوں تو ان تمام کی اتباع کرنا ان کے ساتھ تعاون کرنا اور ان کا کام کرنا نیکی اور فضیلت ہے عام مسلمانوں میں سے ہی کسی کے متعلق یہ نہیں جانتا کہ اس نے ائمہ عدل کی اتباع سے روکا ہو یا انکار کیا ہو بلکہ انھوں نے تو لوگوں کو اتباع کی ترغیب دی ہے پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سلطان سے رسول اکرم صلعم کی مراد ظالمین کے سلطان سے ہے اور وہ تمام لوگ مراد ہیں جن کی اتباع اور پیروی سے خداوند عالم نے منع فرمایا ہے۔

ائمہ طاہرین علیہم السلام نے رسالتمآب صلعم سے یہ حدیث نقل کی ہے آپ نے فرمایا کہ پروردگار عالم جس شخص کے ذریعہ نیک کام انجام دینے کا ارادہ کر لیتا ہے اس کو دین کا علم فقہ عطا کر دیتا ہے۔

رسول اکرم صلعم سے منقول ہے آپ نے فرمایا ہے کہ خلف میں سے ہر عادل شخص اس علم کا حامل ہوگا وہ اس علم کو جاہلوں کی تحریف اور اہل باطل کی من گھڑت باتوں اور اہل غلو کی تاویلات سے پاک رکھیں گے۔

آنحضرت صلعم سے روایت ہے آپ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص علم کی تلاش میں اپنے گھر سے نکلتا ہے خدا اس کے پیچھے نیکیاں تحریر فرما دیتا ہے اور جب وہ طالب علم اور عالم باہم ملتے ہیں اور امر الٰہی کے سلسلے میں باہم مذاکرہ کرتے ہیں تو فرشتے ان پر سایہ کرتے ہیں اور دونوں کے اوپر سے یہ ندا کی جاتی ہے کہ تم دونوں کو معاف کر دیا گیا ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ بندۂ مومن اپنے گھر والوں کو علم اور صالح ادب کو وراثت دے جاتا ہے یہاں تک کہ وہ ان تمام کو بہشت میں داخل کر دیتا ہے یہاں تک کہ ان میں سے نہ تو کوئی چھوٹا باقی رہ جاتا ہے نہ بڑا۔ نہ خادم باقی رہ جاتا ہے نہ پڑوسی اور اس کے برعکس بندہ عاصی اپنے اہل و عیال کو ادب

فاسد وراثت میں دے جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان تمام کو جہنم میں پہنچا دیتا ہے اور جہنم میں داخل ہونے سے نہ تو کوئی چھوٹا بچتا ہے نہ بڑا نہ نوکر بچتا ہے نہ پڑوسی۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ ؛ یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا ۔ ترجمہ : اے ایمان والو تم اپنی جانوں اور اپنے اہل وعیال کو جہنم سے بچاؤ۔ لوگوں نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے پیغمبر خدا ہم لوگ کس طریقے سے اپنی جانوں اور اپنے اہل و عیال کو بچائیں ؟ اس وقت رسول خدا صلعم نے ان کو جواب دیا کہ تم لوگ نیک عمل کرو اور اپنے اہل وعیال کو اس کی تعلیم دو اور ان کو اطاعت الٰہی کا سبق دو اس کے بعد امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلعم سے فرمایا ہے کہ : وامر اھلک بالصلوٰۃ واصطبر علیھا ۔ ترجمہ : (اے محمد) تم اپنے اہل بیت کو نماز پڑھنے کا حکم دو اس پر صبر و سکون سے لازم رہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ : واذکر فی الکتاب اسماعیل انہ کان صادق الوعد وکان رسولا نبیا ہ وکان یامر اھلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ وکان عند ربہ مرضیا ۔ ترجمہ : اور (اے محمدؐ) یاد کرو اسماعیل کو وہ وعدہ کے سچے اور نبی ورسول تھے اور اپنے اہل بیت کو نماز وزکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیتے تھے اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک محبوب و پسندیدہ تھے امام جعفر الصادق اور آپ کے آباء کرام سے اور رسول خدا صلعم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ پہلا علم خاموشی ہے دوسرا غور سے سننا اور تیسرا علم اس پر عمل کرنا اور چوتھا علم اس کی اشاعت کرنا ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام اپنے آباء کرام سے اور رسول خدا صلعم سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنی جوانی میں علم حاصل کیا وہ علم سینہ میں کالنقش فی الحجر بن جاتا ہے اور جس نے بڑی عمر میں علم حاصل کیا تو اس کا علم پانی پر تیرتی ہوئی کتاب کی طرح ہوتا ہے۔

اسی طرح آنحضرت صلعم سے یہ بھی روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جس نے دنیا سے محبت کی اس کے دل سے آخرت کا خوف چلا جاتا ہے اور جس بندے کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا کیا اور پھر وہ دنیا کی طلب میں زیادہ سے زیادہ مشغول ہو گیا تو خدا اس سے ناراض اور غصہ ہو جاتا ہے۔

آنحضرت صلعم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ایمان کا بہترین وزیر (محافظ) علم ہے۔ اور علم کا بہترین وزیر حلم ہے اور حلم کا بہترین وزیر کشادہ دلی اور کشادہ دلی کا بہترین وزیر نرمی ہے۔

رسول خدا صلعم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ عالم سے سب سے زیادہ کترانے والے اس کے خود اپنے فرزند قرابندار اور پڑوسی ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عالم تو ہمارے پاس (گھر میں) ہے جب ہم چاہیں گے اس سے مل کر علم حاصل کر لیں گے۔ حالانکہ عالم کی مثال پانی کے اس چشمے کی ہے جہاں لوگ جا کر پانی سے سیراب ہوا کرتے ہیں پھر اچانک چشمے کا پانی خشک ہو جاتا ہے تو وہ بہت نادم و پشیمان ہوتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ نو چیزیں بری ہیں جو نو افراد میں پائی جاتی ہیں ان میں سے ایک ایک سے بڑھ کر بدتر ہے، جیسے بادشاہوں کی تنگ دلی مالداروں کا بخل اور علماء کا جلدی غصہ ہو جانا اور بوڑھوں سے طفلانہ باتوں کا ظاہر ہونا اور سرداروں کی قطع تعلقی اور قاضیوں کا جھوٹ بولنا اور بیماروں کو تنگ کرنے والے حکماء اور عورتوں کی فحش باتیں اور صاحب قدرت و سلطان کا طیش میں آجانا۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ چاپلوسی اور حسد مومن کا کردار نہیں سوائے اس کے کہ وہ طالب علم کی راہ میں چاپلوسی اور حسد کرتا ہو۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلم پر فرض ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ اے میرے پیارے بیٹے تم علم اس لئے نہ پڑھو

کہ علم پڑھ کر علماء پر فوقیت جتاؤ اور فخر کرو اور نہ اس لئے کہ تم اپنے علم سے احمقوں کیساتھ بحث و مباحثہ کرو یا تم اس علم سے مجلسوں میں زینت کی نمائش کرو۔ علم سے کترا کر جہالت میں رغبت رکھ کر علم سے منہ نہ موڑو۔ اے میرے پیارے بیٹے بسر و چشم مجلسوں میں جاؤ اگر تم لوگوں کو ذکر الٰہی میں مشغول دیکھو تو ان میں شامل ہو جاؤ کیونکہ اگر تم عالم ہو تو تمہارا علم فائدہ دے گا اور تمہاری علمیت میں اضافہ ہوگا اور اگر تم جاہل ہو تو وہ تمہیں علم سکھائیں گے اور شاید اللہ نے ان پر رحم کیا ہو تو تم بھی اس رحمت میں ان کے شریک ہو گے۔ اے میرے لخت جگر اگر تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو اللہ کا ذکر نہیں کرتے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو کیونکہ اگر تم عالم ہو تو تم کو تمہارا علم فائدہ نہ کرے گا اور اگر تم جاہل ہو تو وہ لوگ تم کو اور جاہل بنادیں گے اور شاید اللہ نے ان پر اپنا عذاب نازل کیا ہو تو تم بھی ان کے ساتھ عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے بعض اصحاب نے آکر عرض کیا کہ لوگ یہ کہتے ہیں تمہارے صاحب (آقا) نوجوان ہیں ان کو فقہ کا علم نہیں ہے اس وقت آپ نے اپنا عصا اٹھایا اور کہا کہ مجھے اس بات سے خوشی نہ ہوگی کہ یہ امت مجھ پر اس طرح سے اتفاق کرلے جیسے کہ اس عصا کا میرے ہاتھ کے ساتھ تعلق ہے مجھ سے لوگوں نے حرام و حلال کی بابت پوچھا ہی کب تھا کہ میں جس کا حل پیش نہیں کرسکا؟

کس سے علم حاصل کرنا اور کس سے نہ کرنا اور کس کے قول پر عمل نہ کرنا چاہیئے اسکا بیان

ہم نے گزشتہ باب میں علم کی ترغیب و تحریص کا ذکر کر دیا ہے لہٰذا ہم پر اب یہ ضروری ہوگیا ہے کہ ہم نے جس علم کے حصول کی طرف اشارہ کیا ہے اور جس کی ترغیب دلائی ہے اس سے بھی باخبر کر دیں اور ان علمار کو بھی بتلا دیں جن کے فضل و کمال کو ہم نے بیان کیا ہے اور جن سے علوم و معارف حاصل کرنا واجب قرار دیا ہے اگرچہ ان کا بیان آگے آچکا ہے۔ ہم یہ بھی بتائیں گے کہ کس کا قول نہ لینا چاہیئے اور اس کی وجہ کیا ہے اور اس کے فاسد ہونے کی دلیل کیا ہے؟ یہ سب بیان کریں گے۔

ہم کہتے ہیں (سیدنا القاضی النعمان قس) کہ جس علم کو قبول کرنا اس کو پڑھنا اور نقل کرنا واجب ہے وہ ائمہ اہل بیتؑ سے منقول علم ہے وہ علم نہیں کہ جو علم کی طرف منسوب ہونے والے عوام کے محدثین سے پہنچا ہے جن کا شیوہ بدعت ہے۔ جنہوں نے دین کو کھیل سمجھ رکھا ہے۔

جو اس دنیا کی زندگی کے فریب میں ہیں اور جو اس دنیا کی ریاست پر قانع ہیں اور اس دنیا کے مال و دولت پہ قانع ہیں۔ ایسی جگہ پر بیٹھ گئے جہاں ان کو بیٹھنا زیب نہیں دیتا وہ ایسے گھاٹ پر وارد ہوئے ہیں جہاں ان کو نہ آنا چاہیئے۔ انھوں نے آکر ریاست کو حق داروں سے چھین لیا اور اس بات سے اظہارِ نفرت کیا کہ وہ ان کے پاس سے علم حاصل کریں۔ اپنے پیروں سے چل کر جائیں اور ان سے سوال کریں جیسا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اس بات کے پوچھنے کا حکم دیا ہے۔ جس کا انہیں علم نہیں ہے۔ اور یہ کہ وہ آلِ محمدؐ کے امر کو سنیں اور اس کی اطاعت کریں (لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا) بلکہ

انھوں نے اللہ کے دین میں اپنے قیاسات اور رائے کا استعمال کیا۔ چنانچہ امت کے جاہل ان کے پیرو بن گئے، ان کی بدعتوں کی تقلید کرنے لگے تاکہ ان کو بھی وہی ریاست حاصل ہو جائے جو انہیں حاصل ہوئی ہے۔ ان کے امام جب جب انہیں جہالتوں میں غرق کرتے ہیں تو وہ اسے ان کا فضل و کمال شمار کرتے ہیں ان کی بدعتوں میں سے چند کا ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔ عوام کی یہ روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے ایک مرتبہ لوگوں سے خطاب کر کے کہا کہ اے لوگو عورتوں کی مہر بڑھا چڑھا کر نہ مقرر کرو۔ کیونکہ اگر یہ چیز دنیا میں باعث عزت اور خدا کے نزدیک تقویٰ میں شمار ہوتی تو تم سے پہلے اسے رسولِ خدا صلعم خود کرتے حالانکہ رسول اللہ صلعم نے اپنی عورتوں میں سے کسی عورت کی مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ نہیں دی ہے۔

یہ سن کر ایک عورت مجمع کے آخری حصے سے اٹھی اور اس نے کہا کہ اے امیرالمومنین آپ ہم سے ہمارے اس حق کو کیوں چھینتے ہیں جسے اللہ نے ہمارے لئے مقرر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: وآتیتم احداھن قنطاراً فلا تاخذوا منہ شیئاً؛ ترجمہ: اور اگر تم اپنی عورتوں میں سے کسی کو ایک قنطار (تقریباً سو رطل سونا وغیرہ) تو تم اس میں سے ذرہ برابر بھی نہ لو (حضرت) عمر یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ اس کا جواب ان سے کچھ بھی نہ بن پڑا۔ مگر انھوں نے حاضرین سے کہا کہ سنتے ہو میں نے تم لوگوں سے ایک بات کہی جس کی تم نے تو تردید نہیں کی مگر ایک عورت جو عورتوں میں کچھ سب سے بڑھ کر عالم بھی نہیں ہے مجھ پر اعتراض کرتی ہے۔ عوام نے اس بات کو حضرت عمر کا فضل و کمال تصور کیا۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ انہوں نے کیسے واجب قرار دیدیا کہ وہ شخص رسولِ خدا صلعم کی نیابت کرے جو اتنا جاہل ہے کہ اس پر ایک ایسی عورت اعتراض کرے جو عورتوں میں سب سے زیادہ عالم بھی نہیں ہے یا وہ حق بات سے زیادہ واقف ہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ حضرت ابوبکر کی بیعت بغیر کسی تدبر کے اچانک ہو گئی تھی۔ خدا تعالیٰ اس بیعت کے شر سے بچائے۔ اگر کوئی شخص اس قسم کی بیعت کرے تو اس کو مار ڈالو۔ گویا حضرت عمر نے یہ کہکر

خود اپنی جان کا قتل واجب کر دیا اور ان تمام لوگوں کا قتل واجب کر دیا جنہوں نے ان کے ساتھ حضرت ابوبکر کی بیعت کی تھی۔ اور اپنے اس قول سے خود خلافت سے دست برداری واجب کر دی کیونکہ حضرت عمر کو حضرت ابوبکر ہی نے خلیفہ بنایا تھا۔ اور انہوں نے خلافت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی تھی۔ نہ کہ وہ لوگوں کی رائے سے قائم ہوئے تھے۔ بلکہ جب لوگوں نے امر خلافت کے سلسلے میں حضرت ابوبکر سے کہا کہ ہم آپ کو اللہ کی قسم دیتے ہیں کہ آپ ہم پر سنگ دل آدمی کو حاکم مقرر نہ کریں تو اس وقت حضرت ابوبکر نے کہا کہ کیا تم لوگ مجھے اس سے ڈراتے ہو ہاں جب میں اللہ سے جا ملوں گا تو کہوں گا کہ میں نے تیرے بندوں میں سے بہترین شخص کو تیرے بندوں کا والی و حاکم مقرر کیا ہے۔ لوگوں نے ان دونوں حضرات کی ان باتوں کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ انھوں نے دونوں کے مناقب و فضائل میں سے اس کو شمار کیا۔ اسی طرح عوام نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں تم پر والی و حاکم تو بن گیا ہوں لیکن تم لوگوں سے زیادہ اچھا نہیں ہوں اگر مجھے کسی بات کا علم نہ ہو تو تم لوگ مجھے راہ راست بتا دینا عوام نے حضرت ابوبکر کی اس بات کو بھی ان کا ایک فضل و کمال تصور کیا۔

عوام کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر نے ایک عورت پر جس کے پیٹ سے چھ ماہ کا بچہ پیدا ہوا تھا حد جاری کرنے کا ارادہ کیا تو ان کو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ بچہ اس کے شوہر کا ہے اور اس عورت پر کوئی حد جاری نہیں کی جا سکتی حضرت عمر نے حضرت علی سے کہا کہ اے ابوالحسن یہ کس دلیل کی بنا پر کہتے ہو۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں یہ بات خدا کی کتاب سے کہتا ہوں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا۔ ۲۶/۱۲ ۲۶۔ ترجمہ: اور اس کا پیٹ میں رہنا اور اس کی دودھ بڑھائی کے تیس مہینے ہوئے پس بچے کا حمل اور اس کے دودھ سے علیحدگی کی مدت تیس مہینہ ہے اور یہ بھی ارشاد ہے کہ: والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین۔ ترجمہ: (اور طلاق دینے کے بعد)

جو شخص اپنی اولاد کو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے تو اس کی خاطر سے مائیں اپنی اولاد کو دو سال تک دودھ پلائیں۔ تو اس حساب سے حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ کی ہوتی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر نے اس عورت کو چھوڑ دیا۔ اور اس کے بچے کو اس کے باپ کے سپرد کر دیا اور اس وقت یہ کہا کہ اگر آج علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ عوام نے انکی اس بات کو بھی کوئی عیب نہیں تصور کیا۔ بلکہ اسے بھی فضیلت تصور کیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمر نے ایک حاملہ عورت کو سنگ سار کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت علیؑ نے کہا کہ اس عورت کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے؟ یہ سنکر حضرت عمر اس عورت کو سنگ سار کرنے سے باز آگئے۔ عوام میں سے ایک قوم کا یہ خیال ہے یہ بات حضرت عمر سے معاذ نے کہی تھی تو اس وقت حضرت عمر نے یہ کہا تھا کہ اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ ذرا سوچو تو اگر اس قسم کی حرکت کسی کوتوال سے سرزد ہو جاتی تو لوگ اس کے خلاف ہنگامہ مچا دیتے اور اس کو معزول کروا کر ہی دم لیتے تو پھر کس طرح سے لوگوں نے اس شخص کے لئے گوارا کر لیا جو رسول خدا صلعم کے مقام میں جا بیٹھا ہے اور اس قسم کی جہالتوں کے ساتھ مسلمانوں کی امانت کا دعویدار ہے اور جو اپنی جہالت کا اقرار بھی کرتا ہے تو اسے اس کا فضل و کمال تواضع سمجھا جاتا ہے۔ خاکساری کا بھی کوئی موقع ہوتا ہے اگر کوئی برموقع خاکساری دکھلائے تو اس کی تعریف کی جاتی ہے۔ اگر ہم ان کے اماموں کی اس قسم کی تمام باتوں کو قلم بند کریں تو یہ اس کتاب کی حد سے خارج ہے۔

مسلمانوں کے ان دونوں خلفاء کے بعد لوگوں نے حضرت عثمان کی خلافت پر اتفاق کر لیا۔ ان میں انصار و مہاجرین دونوں شامل تھے عوام نے حضرت عثمان کی بھی بدعتوں کا ذکر کیا ہے جس کی فہرست بہت طویل ہے۔ انہوں نے اس کو کوئی عیب نہیں خیال کیا بلکہ وہ ان کے نزدیک امام ہی رہے اور ان کے قول پر عمل کیا جاتا تھا۔ اور عوام معاویہ کے قول پر بھی عمل کرتے رہے حالانکہ وہ اکثر عوام کے نزدیک گمراہ تھا اور باغیوں میں سے تھا اور اسی طرح عوام مروان بن الحکم اور عمرو بن العاص

کے قول پر بھی عمل کرتے ہیں اور جو ان کے ہم مثل ہیں ان کے اقوال پر عمل کرتے ہیں وہ اس سلسلہ میں رسول خدا صلعم کا یہ ارشاد بطور ثبوت پیش کرتے ہیں کہ ان کے زعم کے مطابق آپ نے یہ فرمایا ہے کہ میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جس کا بھی دامن پکڑ لوگے ہدایت پاؤگے حالانکہ رسول خدا صلعم نے یوں نہیں فرمایا ہے بلکہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت میں سے جو ائمہ ہوں گے وہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے تم جس کا بھی دامن پکڑ لوگے ہدایت پاؤگے۔ اگر عوام کے کہنے کے مطابق آنحضرت صلعم نے اصحابی کالنجوم فرمایا ہے اور ان کے نزدیک اصحاب وہ ہیں جنہوں نے پیغمبر صلعم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور آپ کی صحبت میں رہے تو اس قول سے تو ان تمام اصحاب کے قتل کی اجازت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ تمام کے تمام آنحضرت صلعم کے بعد آپس میں لڑ پڑے تھے اور انہوں نے باہم اختلاف کیا تھا یہاں تک کہ بعض نے بعض کو قتل کیا اگر کوئی اقتدار کرنے والا ان میں سے کسی ایک کی پیروی کرے تو ان کے قول کے مطابق اس کے لئے اس طائفہ کا قتل حلال ہو جاتا ہے جس سے وہ صحابی جنگ کریں گے۔ پھر اس کی رائے بدل گئی اور اس نے دوسرے طائفہ میں سے کسی کی پیروی کر لی تو اب پہلے طائفہ کو قتل کرنا اس کے لئے حلال و جائز ہوگا جس میں وہ پہلے تھا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر ہرگز ایسے لوگوں کی اقتدار کا امر نہیں کرتے جو باہم اختلاف رکھتے ہوں اور یہ کیسے ممکن ہے کہ جن لوگوں کی اقتداء کرنے کا حکم خدا دے تو مامور کو اس بات کا علم تک نہ ہو کہ وہ ان میں سے کس کی اتباع و پیروی کرے اس قول کا فساد بالکل واضح ہے اس قسم کا اعتقاد رکھنے والے پر حجت و دلیل قائم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اور اس کے بعد فتویٰ صادر کرنا ابو حنیفہ مالک و شافعی پر منحصر ہے یہ ان کے اکابر ہیں جن سے انہوں نے علم لیا ہے (یا جن کے مذہب پر عوام ہیں) ان کے ان اکابر نے ان کے لئے کتابیں لکھی ہیں اور بڑے بڑے دفاتر مرتب کئے ہیں اور اپنے مخالفین پر حجت و استدلال کیا ہے۔

ابو حنیفہ کے دو شاگرد ابو یوسف اور حسن بن زیاد نے ان سے روایتیں قلم بند کی ہیں اور عوام کے نزدیک یہ دونوں ابو حنیفہ کے بلند پایہ شاگردوں میں سے ہیں۔ ابو یوسف اور حسن بن زیاد کا قول ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ ہمارا یہ علم صرف رائے پر منحصر ہے اور یہ سب سے عمدہ طریقہ ہے جس پر ہم نے قابو پایا ہے اگر کوئی اس سے عمدہ طریقہ بتائے تو ہم اس کو قبول کرنے کو تیار ہیں۔

رہے مالک تو ان سے ان کے شاگرد اشہب بن عبدالعزیز نے روایتیں بیان کی ہیں اور یہ عوام کے نزدیک مالک کے بلند پایہ شاگردوں میں سے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مالک کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ سے طلاق کا مسئلہ پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ طلاق تین مرتبہ ہے۔ یہ سن کر میں نے اسے لکھنے کے لئے قلم دوات سنبھالی تو انہوں نے کہا کہ یہ کیا کر رہے ہو میں نے کہا کہ آپ نے ابھی ابھی جو کچھ فرمایا ہے اس کو لکھ رہا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ ایسا نہ کرو۔ کیونکہ بہت ممکن ہے کہ میں شام تک یہ کہہ دوں کہ طلاق صرف ایک مرتبہ میں واقع ہو جاتی ہے۔

رہے شافعی تو ان سے بھی ان کے اصحاب نے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے اپنی اور اپنے ہمثلوں (یعنی مفتیوں کی تقلید سے) روکا ہے۔

یہ لوگ اور ان سے پہلے ان کے جو اسلاف گزر چکے ہیں، ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو اپنے قول سے نہ پھر گیا ہو۔ یہاں تک وہ اس عالم سے انتقال کر گیا چنانچہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر وہ اور زندہ رہتے تو نہ جانے وہ اپنی کن کن باتوں سے پھر جاتے جن پر وہ انتقال کر گئے۔ جاہل عوام پھر بھی ان کا دامن پکڑے ہوئے ہیں۔ اور ان کی تقلید کرتے ہیں۔ ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو (اپنے ان اماموں اور مفتیوں) کے قول سے پھرنے کی بات تک کرے بلکہ ان کے قول کے مخالف کو گمراہ سمجھتا ہے۔ اور یہ جاہل عوام جن کے (اماموں کے متعلق ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اسے ان کا فضل و کمال سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کے عیوب ہیں۔ کاش ان کو عیوب کے پرکھنے اور ان کے اقوال کی برائی کو سمجھنے کی توفیق ہوتی۔

یہ لوگ (عوام) امام مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا عقیدہ خوارج کا عقیدہ تھا۔ کیونکہ جب ان سے خوارج کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اس قوم کے بارے میں کچھ کہیں جو ہم پر حاکم ہوئی اور اس نے ہمارے ساتھ عدل و انصاف کا سلوک کیا اور امام شافعی وہ ہیں جن سے بہت سی روائیتیں بیان کی گئی ہیں اور عوام کے نزدیک وہ بلند مقام اور صاحب معرفت و تمیز ہیں۔ انھوں نے یہ کہا ہے کہ امام مالک کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی فتویٰ جاری کریں۔ اور جب امام شافعی اور ان کے ہم مذہب اپنے نزدیک ان باتوں سے محفوظ رہ گئے جن کا فساد ہم نے اوپر بیان کر دیا ہے' اور اس شخص کی تقلید کی کہ جس کی تقلید اللہ نے واجب نہیں کی ہے تو وہ اس سے بھی شر میں پھنس گئے اور پھر اس سے نکل نہ سکے اور انہوں نے یہ کہا کہ ہم کسی کی تقلید نہیں کرتے لیکن ہم تو ہر ایک کہنے والے کا قول لیتے ہیں جو ثابت ہو اور جو فاسد ہوتا ہے اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر انہوں نے شافعی سے ان کی تقلید کر کے جو کچھ لیا ہو تب بھی وہ تقلید سے بچ نہ سکے اور جس کے قول میں ذرا بھی فساد ہو تو واجب نہیں ہے کہ اس سے کوئی قول لیا جائے خواہ وہ ذرہ برابر بھی اس کی تقلید نہ کرتے ہوں' ان کا یہ کہنا کہ ہم نے ان کے قول میں سے جو ثابت پایا اس کو لے لیا۔ اس طرح تو وہ گویا اپنے نفس کی تقلید میں مبتلا ہو گئے۔ اور دوسروں پر واجب ہے کہ ان سے کوئی نہ لے جیسا کہ انہوں نے تقلید نہ کرنا واجب قرار دیا ہے ان کا تمام تر اعتماد ان کی ہوا پرستیوں پر ہے۔ اگر اس راہ میں اتنی کشادگی اور وسعت کسی کو حاصل ہوتی تو یہ وسعت انبیاء کرام کو دی جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلعم کے بارے میں فرمایا ہے کہ: وما ینطق من الھوی ان ھوالا وحی یوحی:

ترجمہ: اور (محمد رسول اللہ صلعم) اپنی نفسانی خواہش سے کچھ بات نہیں کرتے۔ یہ تو وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام سے فرمایا ہے ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیلک ۲۳۔ $\frac{۲۶}{۲۵}$ ۔ ترجمہ: (اے داؤد) اپنی نفسانی خواہش کے تابع

نہ ہو جاؤ۔ ورنہ یہ پیروی تمہیں خدا کی راہ سے ہٹا دے گی۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ:
افرأیت من اتخذ الٰہہ ھواہ ۱۹ ۲۵/۴۲ کیا دیکھا تم نے اس شخص کو جس نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ پس اللہ اور اس کے رسول صلعم نے تو فقط اتباع کا امر کیا ہے۔ اور ہر شخص کو یہ اختیار نہیں دیا ہے کہ وہ اپنی رائے اپنی پسند اور اپنی نفسانی خواہش پر اعتماد کرے۔ اتباع کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم ۲۴ ۳۹/۵۴۔ ترجمہ: اور جو اچھی باتیں تمہارے رب کی جانب سے تم پر نازل ہوئی ہیں ان پر چلو۔ اور رسول اکرم صلعم نے فرمایا ہے کہ:
اتبعوا ولا تبتدعوا فکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار۔ پیروی کرو۔ بدعت نہ کرو کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور ہر گمراہی کا ٹھکانا جہنم ہے۔ آپ نے اس حدیث سے بالکل یہ واضح کر دیا ہے کہ جو اتباع کا مخالف ہے وہ بدعتی ہے۔

اس سے قبل ہم نے ان لوگوں کا ذکر کر دیا ہے جن کی اتباع کرنے اور جن سے علم حاصل کرنے کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے۔ اور وہ ائمۃ الھدیٰ علیہم السلام ہیں جن کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کر دیا ہے اور جن سے پوچھنے کا حکم دیا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ اہل خراسان میں سے ایک شخص حج کے لئے نکلا اور اس نے امام ابوحنیفہ سے ملاقات کی اور ان سے کچھ مسائل قلمبند کئے۔ پھر جب دوسرے سال لوٹ کر آیا تو امام ابوحنیفہ سے ملا اور انھیں مسائل کو دوبارہ پیش کیا تو وہ ان تمام مسائل سے پھر گئے۔ یہ دیکھ کر خراسانی اپنے سر پر خاک اڑانے لگا اور شور مچانے لگا۔ لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے تو اس نے کہا کہ اے لوگو اس شخص نے گذشتہ سال مجھے چند فتوے دیئے تھے جو اس کتاب میں ہیں۔ میں جب اپنے وطن لوٹ کر واپس گیا تو میں نے اس فتوے کے مطابق فرجوں کو حلال کر لیا تھا اور خون بہایا تھا اور اسی کے مطابق مال کا لین دین کیا تھا جب میں اس سال پھر ان سے ملا تو وہ ان تمام باتوں سے پھر گئے۔ اس وقت امام ابوحنیفہ نے کہا کہ یہ تو میری رائے تھی۔ اب اس کے خلاف دبرعکس میری رائے ہے۔ خراسانی نے

ان سے کہا کہ وائے ہو تم پر۔ اگر میں اس سال کبھی تم سے وہی مسائل قلم بند کر لیتا جس سے تم پھر گئے ہو تو اس سے تم آئندہ بھی پھر جاتے۔ ابوحنیفہ نے کہا کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے خراسانی نے کہا کہ لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ تم پر اللہ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی پھٹکار ہے۔ عوام کے تمام مفتیوں کا تقریباً یہی حال ہے۔ ان میں سے جب کوئی مسئلہ بتاتا ہے تو اس پر عمل بھی کیا جاتا ہے اور اس کا قول لیا جاتا ہے۔ اور اس قول کو لینے والے اس پر عمل بھی کر چکتے ہیں پھر وہ اپنے قول سے پھر جاتا ہے۔ وہ اسی طرح برابر اپنے قول سے پھرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس سے پھر پوچھا جاتا ہے تو اس کو کوئی ایسی دلیل نہیں ملتی جو اس کو نجات دلائے۔ اس موضوع کے حجت و دلیل کا سلسلہ بہت طویل ہے۔

بزعم خویش۔ فقہ کا علم رکھنے والے فقہاء نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے یہ روایت بیان کی ہے کہ دونوں حضرات شیخین نے رسول اللہ صلعم سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قریش کو آگے کرو تم ان کے آگے نہ رہو۔ ان سے علم سیکھو ان کو تم نہ سکھاؤ اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے امامت قریش کا حق ہے اس طرح سے قوم خود اقرار کر رہی ہے کہ قریش کو ان پر تقدم حاصل ہے اور آنحضرت صلعم کے ارشاد کے مطابق ہے اور اس روایت سے تو ان لوگوں کا کفر ثابت ہوتا ہے جنہوں نے ان بتوں (فقہاء) کا قول اپنایا ہے اور جس نے ان کا قول لیا ہے اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اس نے اللہ کے قول کو رد کیا ہے اور رسول اللہ صلعم کے قول کو جھٹلایا ہے کیونکہ یہ لوگ وہ نہیں ہیں جن کو فضیلت دی گئی ہے اور نہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی نفسانی خواہش اور قیاس و رائے کی پیروی کا لوگوں کو حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ لوگ کچھ خاندانِ قریش سے بھی نہیں ہیں۔ انھوں نے اس روایت سے امت کو شبہہ میں ڈال دیا جیسا کہ شبہ خ نے کیا تھا۔ اگر وہ اللہ کو سچا مانتے اور رسول صلعم کے قول کو تسلیم کرتے تو ضرور وہ اس نص کا اقرار کرتے جو آپ نے اپنے وصی حضرت علی علیہ السلام پر فرمائی تھی۔ اور جن کی بیعت لوگوں سے لی تھی اور لوگوں کو جن کی اطاعت اور اقتدار کی تاکید کی تھی۔ اگر وہ یہ اقرار کر لیتے تو گویا یہ سمجھا جاتا کہ انھوں نے روایت کو صحیح بیان کیا

ہے اور یہ سمجھا جاتا کہ انہوں نے امت کو غفلت سے بیدار کیا ہے اور اپنی جانوں کو عذاب جہنم سے بچایا ہے۔ لیکن جب انہوں نے امام مالک اور اپنے دوسرے اماموں سے مسائل اخذ کرنا واجب ٹھہرالیا ہے تو ان پر ان لوگوں کی اطاعت واجب ہے جنہوں نے دینی معاملات میں فتویٰ دینے کے لئے اپنے آپ کو مفتی بنالیا ہے اور امت کے جاہل اور ناکارہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اپنے آپ کو مفتی بنالیا ہے جب حالت ایک ہی ہے اور قیاس جاری ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جو یہ قول اپنے پیغمبر صلعم پر نازل کیا ہے باطل ہوجاتا ہے۔ خدا کا ارشاد ہے کہ: الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ ترجمہ: آج میں نے تمہارے دین کو کامل بنادیا ہے اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کردی ہیں۔ اور تمہارے اس دین اسلام کو پسند کیا ہے۔ میں ایمان کے بعد کفر سے پناہ مانگتا ہوں اور شیطان کے دوستوں اور پیروں کی چکنی چپڑی باتوں کی طرف مائل ہونے سے پناہ چاہتا ہوں اور اللہ کے قول کو چھوڑ دینے سے پناہ چاہتا ہوں۔ خدا اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو اس قسم کی باتوں سے بچائے اور اپنی رحمت سے ہماری تلافی کرے۔ اور ہم کو اللہ اپنی اطاعت پر ثابت قدم رہنے والوں میں سے بنائے۔

اور رسول خدا کے اہل بیت طاہرین میں سے اللہ تعالیٰ کے امر کے جو والی ہیں ان سے علم حاصل کرنے والوں میں سے ہم کو بنائے۔ اس سلسلے میں اگر دلائل پیش کئے جائیں تو یہ موضوع بحث اس کتاب کی حد سے خارج ہوگا مگر ہم نے شرط لگا رکھی ہے کہ ہم ہر موضوع پر اختصار سے کام لیں گے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپ نے امام ابوحنیفہ سے فرمایا جبکہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے کہا کہ اے نعمان جس مسئلے میں تم کو اللہ کی کتاب اور رسول اللہ کی حدیث میں کوئی دلیل اور حجت نہ ملتی ہو تو اسوقت تم کس چیز پر اعتماد کرتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ اس مسئلے کے سلسلے میں جو کچھ مجھے حدیث رسول اللہ اور کتاب میں ملتا ہے۔ اس پر سے اس مسئلے کو قیاس کرلیتا ہوں! امام جعفر الصادق علیہ السلام نے اس وقت ان سے فرمایا کہ سب سے پہلے جس نے قیاس کیا

تھا وہ ابلیس ہے۔ اس نے اپنے قیاس میں خطا کی تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا لیکن اس نے (اپنے قیاس سے) یہ جواب دیا کہ أنا خیر منه خلقتنی من نار وخلقته من طین۔ ترجمہ: میں آدم سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے بنایا ہے۔ شیطان نے یہ رائے سوچی کہ آگ کا عنصر مٹی سے زیادہ اشرف وافضل ہے پس اس کے اس قیاس نے ہمیشہ کے لئے ذلیل کن عذاب میں ڈال دیا۔ اچھا اے نعمان یہ بتاؤ کہ ان دونوں میں سے کون سی چیز زیادہ پاک ہے۔ منی یا پیشاب۔ نعمان نے کہا کہ منی۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پیشاب کرنے کے بعد وضو واجب کیا ہے لیکن منی کے خروج پر غسل لازم کیا ہے۔ اگر اس مسئلے کو قیاس کی عینک سے دیکھا جائے تو پیشاب پر غسل واجب ہونا چاہئے۔ اور یہ بتاؤ کہ خدا کے نزدیک زنا سب سے بڑا گناہ ہے یا کسی کو قتل کرنا۔ نعمان نے کہا کہ کسی کو مار ڈالنا بڑا گناہ ہے آپ نے فرمایا کہ کسی کو مار ڈالنے کے ثبوت میں دو شاہد اللہ نے رکھے ہیں اور زنا کے لئے چار شاہد ہیں۔ اگر اس مسئلے کو بھی قیاس کی عینک سے دیکھا جائے تو قتل میں چار شاہد ہونے چاہئیں کیونکہ یہ سب سے بڑا گناہ ہے اور یہ بتاؤ کہ خدا کے نزدیک نماز کا مرتبہ بڑا ہے یا روزہ کا۔ نعمان نے کہا کہ نماز کا، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے تو حائض عورت کو روزہ قضا کرنے کا حکم دیا ہے اور نماز قضا نہ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اگر اس کو بھی قیاس کی عینک سے دیکھا جائے تو حائضہ کو نماز قضا پڑھنا چاہیئے۔ تو اے نعمان تم اللہ سے ڈرو اور قیاس نہ کرو۔ کیونکہ ہم اور تم اور ہمارے مخالفین دونوں قیامت کے روز اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے تو خدا اس وقت ہمارے اقوال کے متعلق پوچھے گا اور تم سے تمہارے اقوال کے بارے میں پوچھے گا تو ہم اس وقت یہ جواب دیں گے کہ اللہ اور اس کے رسول نے کہا ہے اور تم اور تمہارے ساتھی یہ کہیں گے کہ ہم نے رائے اور قیاس کیا ہے تو اس وقت خدا ہمارے اور تمہارے ساتھ جو چاہے گا وہ سلوک کرے گا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپ نے ایک روز ابن ابی لیلیٰ

سے فرمایا کہ اے عبدالرحمن کیا تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہاں اے فرزند رسول آپ نے فرمایا کہ تم ایک کا مال چھین کر دوسرے کو دے دیتے ہو اور ایک کی عورت کو چھین کر دوسرے کو دیدیتے ہو ایک پر حد جاری کرتے ہو اور دوسرے کو قید کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ خدا کی کتاب کی بنیاد پر۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم جو کچھ بھی فیصلے کرتے ہو تو کیا ان تمام کا حل خدا کی کتاب سے تمہیں مل جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم اللہ کی کتاب میں نہیں پاتے تو اس وقت کیا کرتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ میں رسول خداصلعم کا قول لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو کیا تم ہر مسئلے کا جواب اللہ کی کتاب اور رسول اللہ کی حدیث میں پاتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں جس چیز کا حل اللہ کی کتاب اور رسول اللہ کی سنت میں نہیں پاتا تو اصحاب رسول اللہ کے قول و فعل پر عمل کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اصحاب میں سے کن کے قول و فعل پر عمل کرتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمرؓ، حضرت علیؑ، حضرت عثمان اور حضرت طلحہ و زبیر اسی طرح اور دیگر اصحاب کا نام بتایا۔ آپ نے فرمایا کہ تم ان سے جو کچھ بھی لیتے ہو اس پر سب متفق ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو بتاؤ کہ جب وہ ایک دوسرے کے برعکس ہوتے ہیں تو ان میں سے کس کے قول پر عمل کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ان میں سے جس کے قول پر عمل کرنا مناسب سمجھتا ہوں اس کا قول لے لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ تم اسوقت باقی دوسرے اصحاب کی مخالفت کرتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم علیؑ کے اس فیصلہ کی مخالفت کرو گے جس کے متعلق تمہیں خبر پہنچ چکی ہو کہ آپ نے ایسا فیصلہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ اکثر میں آپ کی مخالفت کرکے دوسرے اصحاب کے قول پر عمل کرتا ہوں۔ یہ سن کر امام جعفر الصادق علیہ السلام تھوڑی دیر کیلئے خاموش ہو گئے۔ آپ زمین کرید نے لگے۔ پھر آپ نے اپنا سر مبارک اونچا کیا اور کہا کہ اے عبدالرحمن تم قیامت کے روز کیا جواب دوگے۔ جب رسول خداصلعم تمہارا ہاتھ پکڑ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کریں گے اور فرمائیں گے اے پروردگار اس شخص تک میرا قول پہنچا تھا۔

مگر اس شخص نے میرے قول کے خلاف عمل کیا۔ انہوں نے کہاکہ اے فرزند رسول کب میں نے رسول اللہ صلعم کے قول کی مخالفت کی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کیا تمہیں رسول اللہ صلعم کا یہ قول نہیں پہنچا کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے اصحاب سے خطاب کر کے فرمایا تھا کہ علی تم میں سب سے بڑے قاضی ہیں۔ انھوں نے کہاکہ ہاں آپ نے فرمایا کہ جب تم نے علی کے قول کی مخالفت کی تو کیا تم نے خود رسول اللہ کی مخالفت نہ کی۔ یہ سن کر ابن لیلیٰ کا چہرہ زرد ہو گیا اور ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

اور عمرو بن اُذینہ سے روایت ہے۔ آپ امام جعفر الصادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے۔ عمرو بن اُذینہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلےٰ کے پاس کوفہ گیا۔ وہ وہاں کے قاضی تھے۔ میں نے کہاکہ میں آپ سے چند مسائل کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔ خدا آپ کو راہ راست دکھائے۔ میں اس زمانے میں نوعمر تھا۔ عبدالرحمٰن نے کہاکہ اے برادر من پوچھو جو پوچھنا چاہتے ہو۔ میں نے ان سے کہاکہ آپ اپنے قاضیوں کے طبقے کے بارے میں مجھے بتایئے کہ جب آپ لوگوں کے پاس میراث نکاح و طلاق اور قتل وغیرہ کے مسائل آتے ہیں تو آپ اپنی رائے سے ان کا فیصلہ کرتے ہیں۔ پھر یہی قضیہ مکہ کے قاضی کے پاس جاتا ہے تو وہ آپ کے فیصلہ کے برعکس فیصلہ دیتے ہیں۔ اور یہی قضیہ جب بصرہ اور مدینہ اور یمن کے قاضیوں کے پاس جاتا ہے تو وہ سب تمہارے فیصلہ کے برعکس فیصلہ دیتے ہیں۔ پھر تم سب اپنے خلیفہ کے پاس حاضر ہوتے ہو۔ جس نے تم سے فیصلہ طلب کیا تھا تو تم لوگ اسے اپنے اختلافات سے واقف کرتے ہو تو پھر وہ تم میں سے ہر ایک کی رائے کو ٹھیک کر دیتا ہے۔ حالانکہ تمہارا خدا ایک ہے۔ تمہارا نبی ایک ہے، تمہارا دین ایک ہے۔ کیا اللہ نے تم کو اختلاف کرنے کا حکم دیا ہے۔ تم اس کی پیروی کرتے ہو۔ یا تم کو اس نے اختلاف سے روکا ہے۔ پس تم اختلاف کر کے اس کے عاصی بن گئے ہو۔ یا تم اللہ کے حکم میں اس کے شریک ہو کہ جس سے تم کو یہ مجاز حاصل ہے کہ جو چاہو تم کہو اور اللہ پر یہ واجب ہے کہ وہ اس کو پسند کرلے۔ یا پھر اللہ نے ناقص دین اتارا ہے۔ جس کو

تمام کرنے کے لئے تم سے اس نے مدد مانگی ہے یا پھر اللہ نے تو اس کو کامل اتارا تھا۔ مگر رسول اللہ صلعم اس کے ادا کرنے سے قاصر رہے۔ یا پھر تمہیں بتاؤ کہ اس بارے میں تم کیا کہتے ہو۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ اے نوجوان تم کس شہر کے باشندے ہو۔ میں نے کہا کہ میں باشندگانِ بصرہ میں سے ہوں۔ عبدالرحمٰن نے پوچھا کہ کس قبیلہ سے ہو۔ میں نے جواب دیا کہ قبیلہ عبدالقیس سے ہوں۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ کس خاندان سے ہو۔ میں نے کہا کہ بنی اُذینہ میں سے ہوں۔ انہوں نے کہا کہ عبدالرحمٰن بن اُذینہ تمہارا کیا لگتا ہے؟ میں نے کہا کہ وہ میرے دادا ہوتے ہیں۔ یہ سُن کر انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور اپنے سے قریب کیا اور کہا کہ اے نوجوان تم نے سوال میں سختی سے کام لیا اور خواہ مخواہ کے لئے اُلجھ گئے۔ میں تم کو ان مسائل کا جواب دیتا ہوں۔ سنو۔ تم نے جو فیصلوں کے اختلاف کے بارے میں کہا تو ہمارے پاس جب ایسے مسائل آتے ہیں کہ جن کا حل اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلعم کی سنت میں موجود ہوتا ہے تو ہم کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے تجاوز کرنے کا مجاز حاصل نہیں ہے۔ لیکن جب ایسے مسائل وارد ہو جاتے ہیں جن کا حل نہ تو خدا کی کتاب میں ملتا ہے اور نہ رسول کی سنت میں تو اس وقت ہم اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ کیونکہ اللہ تو یہ فرماتا ہے کہ: ما فرطنا فی الکتاب من شیئ۔

ترجمہ: ہم نے کتاب (قرآن) میں کوئی چیز فروگذاشت نہیں کی ہے۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ: فیہ تبیان لکل شیئ ۱۴ $\frac{16}{8۷}$۔ ترجمہ: اس کتاب (قرآن) میں ہر چیز کا شافی بیان موجود ہے۔ اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے کہ ایک شخص نے اللہ کے حکم پر عمل کیا اور جس سے اس نے منع کیا تھا اس سے باز رہا تو کوئی چیز اللہ کے لئے باقی رہ گئی ہے کہ جس کو اگر نہ کرے تو اس کے لئے اس کو عذاب کرے گا۔ اور اگر کرے تو اس کو ثواب عطا کرے گا۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح سے اس کو اس عمل کا ثواب دے گا۔ جس کے کرنے کا اس نے حکم نہیں دیا ہے یا کس طرح سے اس فعل کے کرنے پر سزا کرے گا۔ جس سے

اس نے رد کا نہیں ہے ؟ میں نے کہا کہ تو آپ یہ بتلائیے کہ کیسے آپ کے پاس ایسے مسائل و احکام آتے ہیں کہ جن کا نہ تو کتاب اللہ میں کوئی بیان ہے اور نہ جن کی رسول اللہ صلعم کی سنت میں کوئی خبر ہے ؟ عبدالرحمٰن نے کہا کہ اے میرے بھائی کے فرزند میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جس کو ہمارے بعض اصحاب نے بیان کیا ہے۔ اور یہ حدیث حضرت عمر بن الخطاب تک مرفوع ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ دو مردوں کے درمیان ایک فیصلہ کیا۔ اس وقت ان سے جو شخص سب سے زیادہ نزدیک تھا اس نے کہا کہ آپ نے برابر فیصلہ کیا ہے۔ اے امیرالمومنین اس وقت حضرت عمر نے اپنا ڈنڈا اس پر بلند کیا اور کہا کہ تیری ماں روئے۔ خدا کی قسم خود عمر کو معلوم نہیں ہے کہ اس نے ٹھیک فیصلہ کیا ہے یا غلطی کی ہے یہ میری رائے ہے جسے میں نے اپنے دماغ سے سوچا ہے۔ لہٰذا تم لوگ ہمارے ہی سامنے ہماری پاکی نہ بیان کرو۔ میں نے کہا کہ اے عبدالرحمٰن کیا میں آپ سے ایک حدیث بیان کر سکتا ہوں ؟ عبدالرحمٰن نے کہا کہ وہ کون سی حدیث ہے۔ میں نے کہا کہ میرے والد نے ابوالعاسم عبدی سے اور انہوں نے ابان سے اور ابان نے امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ امیرالمومنین نے فرمایا کہ "قاضیوں کی تین قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک ناجی ہے اور دو ہلاک ہونے والے ہیں جو دو قاضی ہلاک ہونے والے ہیں وہ ظالم و جابر ہیں اور عمداً ظلم و جور کرنے والے ہیں اور اجتہاد میں خطا کرنے والے ہیں اور ناجی (نجات پانیوالا) وہ ہے جو اللہ کے حکم پر عمل کرتا ہے تو اے چچا یہ حدیث آپ کی حدیث کے برعکس ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ ہاں خدا کی قسم اے برادر زادے علیؑ نے ایسا کہا تھا۔ تو گویا تمہارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر شئے کا ذکر خدا کی کتاب (قرآن) میں موجود ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں اللہ نے خود ہی فرمایا ہے کہ خدا کی کتاب میں جو کچھ بھی حرام حلال امر و نہی ہے وہ سب موجود ہے۔ جس کو معلوم ہے اس کو معلوم ہے اور جسے بے خبر ہے وہ بے خبر ہے۔ اور خدا نے تو ہم کو اپنی کتاب میں اس چیز کی بھی خبر دی ہے جس

کے ہم ضرور تمند نہیں ہیں۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیں اس چیز کی خبر نہ کرے جس کے ہم محتاج ہیں۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ یہ بات تم کس بنیاد پر کہتے ہو؟ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: فاصبح یقلب کفیہ علی ما انفق فیہا ۔ ۱۵ ۱۸/۴۲ ۔ ترجمہ: تو اس نے جو باغ پر صرف کیا تھا اس پر افسوس کرنے لگا۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ پھر ان باتوں کا علم کس سے حاصل ہوتا ہے؟ میں نے کہا کہ تم کسے پہچانتے ہو؟ عبدالرحمٰن نے کہا کہ اگر میں ان کو پہچان جاتا تو ان کے دونوں پیروں کو دھوتا اور ان سے علم حاصل کرتا۔ میں نے کہا کہ نہیں خدا کی قسم کیا تم کسی ایسے مرد کو جانتے ہو کہ جب رسول اللہ سے کسی چیز کا سوال کرتے تو آپ ان کو جواب عنایت فرماتے اور جب وہ خاموش رہتے تو ان سے آپ خود کلام کی ابتدا کرتے تھے۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ ہاں وہ علی بن ابی طالب علیہ السلام تھے میں نے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ علی علیہ السلام نے رسول خدا صلعم کے بعد حرام و حلال کے بارے میں کسی سے کبھی سوال کیا ہے؟ عبدالرحمٰن نے کہا کہ نہیں میں نے کہا کہ کیا تم کو یہ معلوم ہے کہ تمام صحابہ آپ کے محتاج تھے اور آپ سے ایسے مسائل پوچھتے تھے؟ عبدالرحمٰن نے کہا کہ ہاں تو میں نے کہا کہ سب علم انھیں کے پاس ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ وہ تو گزر چکے اب کس سے علم حاصل کریں؟ میں نے کہا کہ ان کے فرزند سے پوچھو۔ کیونکہ وہ علم ان کے فرزندوں میں موجود ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں ان کے فرزندوں کو کہاں پاؤں گا؟ میں نے کہا کہ کیا تم نے کسی ایسی قوم کو دیکھا ہے جو زمین کے کسی بنجر میدان میں ہے اور ان کے ہمراہ راستہ بتانے والوں کی جماعت بھی موجود ہے اور انھوں نے ان راستہ بتانے والوں پر حملہ بول دیا ہو۔ یہاں تک کہ بعض کو قتل کر دیا اور بعض پر ظلم و ستم ڈھایا پس ان میں سے جو باقی بچے وہ ان کے ڈر سے چھپ گئے۔ پھر اس قوم کو ایسے لوگ نہیں ملے جو ان کی رہنمائی کرتے جس کی وجہ سے وہ اس جنگل میں بھٹک کر ہلاک ہو گئے۔ تم ایسی قوم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ عبدالرحمٰن نے کہا کہ وہ سب داخل جہنم ہوں گے اس وقت عبدالرحمٰن کا چہرہ زرد ہو گیا اور اس کے ہاتھ میں ایک سفرجل تھا۔ جس کو زمین پر دے مارا اور وہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ پھر کہا کہ: انا للہ

وانا الیہ راجعون۔

بعض ائمہ طاہرین علیہم السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابو حنیفہ امام جعفر الصادق علیہم السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ابو حنیفہ کی طرف ایک لکڑی پر ٹیک لگائے گھر سے باہر نکلے ابو حنیفہ نے آپ سے کہا کہ آپ نے یہ عصا کیوں پکڑ رکھا ہے؟ آپ تو ابھی اتنے سن رسیدہ نہیں ہوئے ہیں کہ اس ڈنڈے کی آپ کو ضرورت ہو؟ امام جعفر الصادقؑ نے فرمایا کہ ہاں لیکن جانتے ہو یہ رسول اللہ کا عصا ہے میں اسے تبرکاً اپنے ہاتھ میں رکھتا ہوں۔ ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ رسول اللہ صلعم کا عصا ہے تو میں اٹھ کر اس کو چوم لیتا۔ امام جعفر الصادقؑ نے سبحان اللہ۔ سبحان اللہ کہتے ہوئے اپنی آستین کو اوپر چڑھایا اور فرمایا کہ خدا کی قسم اے نعمان تمہیں یہ معلوم ہے کہ یہ بال رسول اللہ کا بال ہے اور یہ چمڑی رسول اللہ کی چمڑی ہے پھر بھی تم نے اس کو بوسہ نہیں دیا۔ ابو حنیفہ جھکے تاکہ آپ کا دست مبارک چوم لیں مگر آپ نے اپنی آستین کو اتار دیا اور ہاتھ کھینچ لیا۔ اور گھر میں واپس تشریف لے گئے۔

امام جعفر الصادقؑ کے بعض شیعوں سے یہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شیعہ ابو حنیفہ کے حلقۂ درس میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت ابو حنیفہ فتویٰ دے رہے تھے اس نے کہا کہ اے ابو حنیفہ اس مسئلے کے بارے میں تم کیا کہتے ہو کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاق دیدی۔ بغیر طہر (پاکی) کے یا وہ حائض تھی؟ ابو حنیفہ نے کہا کہ وہ اس سے علیحدہ ہو گئی (یعنی مطلقہ ہو گئی) اس شیعہ نے کہا کہ کیا خدا نے طلاق للعدۃ کا حکم نہیں دیا ہے اور طلاق میں اللہ کے حدود سے تجاوز کرنے سے منع نہیں فرمایا ہے۔ یہی رسول اللہ کی سنت بھی تھی اور آپ نے اس کی تاکید کی ہے اور اس پر زور دیا ہے۔ ابو حنیفہ نے کہا کہ ہاں لیکن ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ضرور کی ہے لیکن اس کی بیوی اس سے علیحدہ ہو چکی ہے۔ اس مرد شیعی نے کہا کہ تو یہ بتاؤ کہ اگر ایک شخص اپنی دو بیویوں کی طلاق کا کسی کو وکیل بنائے اور اس کو یہ حکم دے کہ وہ ان میں سے ایک کو طلاق للعدۃ دے

اور دوسری کو طلاق للبدعۃ دیدے لیکن اس نے ایسا نہ کرتے ہوئے اس عورت کو طلاق للعدۃ دے دیا جس کو طلاق للبدعۃ دینے کے لئے اس نے کہا تھا اور جس عورت کو طلاق للبدعۃ دینا تھا اس کو طلاق للعدۃ دیدیا؟ ابو حنیفہ نے کہا کہ اس کی طلاق جائز نہیں ہے۔ سوال کرنے والے مرد شیعی نے کہا کہ آخر کیوں جائز نہیں ہے؟ ابو حنیفہ نے کہا اس لئے کہ اس کو جس چیز کا وکیل بنایا گیا تھا اس کی اس نے مخالفت کی ہے بسائل نے کہا کہ خوب جس نے اس کو وکیل بنایا اس کی مخالفت سے اس شخص کی طلاق جائز نہیں ہے اور جو اللہ اور رسول کی مخالفت کرتا ہو اس کی طلاق جائز ہے۔ ابو حنیفہ نے یہ سن کر اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ یہ رافضی کا مسئلہ ہے اور وہ اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔

اگر ہم اس قسم کی تمام باتیں درج کریں تو یہ سلسلہ دراز ہو جائے گا امام جعفر الصادقؑ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب ابو حنیفہ اور ان کے عراقی اصحاب سے بحث اس لئے کیا کرتے تھے کہ وہ تشیع سے اس لئے قریب تھے کہ انہوں نے اصحاب علیؑ سے علم حاصل کیا تھا جبکہ وہ عراق میں موجود تھے۔ پس آپ اور آپ کے اصحاب حق کی طرف ان کے لوٹ جانے کے امیدوار تھے۔

رہے امام مالک اور ان کے اصحاب تو آپ اور آپ کے اصحاب کو ان لوگوں کے مذہب اور عقائد کا پورا علم تھا اور پھر امام مالک کو سلطنت میں بھی تھوڑا بہت دخل تھا اس لئے امام جعفر الصادقؑ نے ان سے معارضہ (بحث و مباحثہ) نہیں کیا اور امام مالک جبکہ امام جعفر الصادقؑ مدینہ میں موجود تھے تو انھوں نے آپ سے سنا تھا آپ نے امام مالک کو سنایا تھا۔ لیکن مالک پر آپ نے کوئی استدلال نہیں کیا۔ کیونکہ انہوں نے آپ سے منھ پھیر لیا تھا آپ سے مالک کی دوری اور اعراض نہایت بری بات تھی ہم خدا کے اولیائے کرام سے منھ پھیرنے سے پناہ مانگتے ہیں۔

رسول اکرم صلعم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ کچھ عام لوگوں سے علم چھین کر اپنے قبضے میں نہیں کر لیتا بلکہ وہ علماء کو قبض کر کے علم کو اپنے قبضے میں کر لیتا ہے

یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہتا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں جب اُن سے مسائل پوچھے جاتے ہیں تو بغیر علم کے فتویٰ دیتے ہیں پس وہ خود گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ علم کے رفع ہو جانے سے پہلے سیکھ لو میں اس طرح سے نہیں کہتا ہوں آپ نے اپنا ہاتھ اٹھا کر بتایا مگر علم اس طرح رفع ہو جاتا ہے کہ اگر کوئی عالم کسی قبیلہ میں ہو اور وہ وفات پا جائے تو اس کے ساتھ ہی علم بھی چلا جاتا ہے اسی طرح دوسرے قبیلہ میں کوئی عالم ہوتا ہے تو اس کی بھی وفات سے علم چلا جاتا ہے جب یہ حال ہو جاتا ہے تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں جو اپنی رائے سے فتویٰ دیتے ہیں اور آثار کو چھوڑ دیتے ہیں۔ پس وہ خود بھی گمراہ ہو جاتے ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں جب ایسا ہوگا تو اس وقت یہ امت ہلاک ہو جائے گی۔

حضرت علیؑ رسول خداؐ صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو بغیر کسی علم کے فتویٰ دے گا اس پر آسمان وزمین کے فرشتے لعنت بھیجیں گے۔

ایک اعرابی نے ربیعہ بن عبدالرحمٰن سے ایک مسئلہ پوچھا انھوں نے اس کو جواب دیا تو اعرابی نے کہا کہ اگر میں نے اس پر عمل کیا تو اس کا عتاب تیری گردن پر ہوگا۔ ربیعہ خاموش ہو گئے اعرابی نے کئی بار کہا لیکن وہ خاموش رہے امام جعفر الصادقؑ سُن رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اے اعرابی اس کا عتاب ضرور اس کی گردن پر ہوگا۔ وہ اقرار کرے یا نہ کرے۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا تو اس پر آسمان وزمین اور رحمت وعذاب کے فرشتوں کی لعنت ہے اور اس کا گناہ اس پر عائد ہوتا ہے جس کے فتوے پر عمل کیا گیا ہے۔

امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے ایک مرتبہ اپنے خطبہ میں لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ: اما بعد! میں اپنے قول کا ذمہ دار ہوں اور جو کچھ کہتا ہوں اس

کی سچائی کا ضامن ہوں۔ زہد و تقویٰ ہیں کسی قوم کی کھیتی برباد نہیں ہوسکتی اور زمین کی تہ میں اتری ہوئی جڑ پیاسی نہیں رہ سکتی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ حق اور خیر انہیں لوگوں میں ہوتا ہے جو اس کی قدر و منزلت پہچانتے ہیں اور آدمی کی جہالت کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے آپ (اپنی منزلت) کو نہیں پہچانتا۔ دنیا بھر میں دو ہی آدمی ہیں جن سے خدا سب سے زیادہ دشمنی رکھتا ہے۔ ایک تو وہ شخص جسے اللہ نے (ڈھیل دیکے) اس کے حال پر چھوڑ دیا ہے۔ سو وہ سیدھے راستے سے ہٹ کے چلتا ہے۔ بدعت کی باتوں اور گمراہی کی طرف بلانے پر تلا ہے اور (اپنی بدعتوں کو فروغ دینے کے لئے) نماز روزہ کا بڑا پابند ہوتا ہے۔ ایسا شخص ان لوگوں کے لئے ایک مستقل فتنہ ہے جو اس کی عبادت گزاری کے فریب میں آگئے ہیں وہ اگلے لوگوں کی سیدھی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور اپنے پیروؤں کو (جیتے جی) اور مرنے کے بعد گمراہ کرنے والا ہے ان لوگوں کی خطائیں اپنے سر لادنے والا ہے جن کو اس نے اپنی خطا کاری سے گمراہ کیا تھا۔

اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے نری جہالت کو ہر طرف سے جوڑ بٹور کر اکٹھا کر لیا ہے یہ شخص گمراہی پھیلانے کے لئے امت کے جاہل لوگوں میں بڑی تیزی سے دوڑ دھوپ کر رہا ہے اور فتنہ و فساد کی اندھیاریوں میں پچھلے پہر بڑی پھرتی سے دوڑتا ہے نام کے آدمیوں نے اس کا نام عالم رکھ دیا ہے حالانکہ (خطاؤں اور لغزشوں سے) اس کا ایک دن بھی سلامت نہیں گزرتا ہے۔ اس نے جلدی جلدی (جہالتوں اور گمراہیوں سے) بہت کچھ جوڑ بٹور کر اکٹھا کر لیا۔ جس کی کمی زیادتی سے کہیں بہتر ہے یہاں تک کہ جب وہ (جہالت اور علوم باطلہ) سڑے ہوئے پانی سے اپنی پیاس بجھا چکا اور مہمل اور بے فائدہ باتوں سے اپنے خزانۂ دماغ کو بھر چکا تو لوگوں میں قاضی بن بیٹھا اور ان مسئلوں کے سلجھانے کا ضمانت دار بن گیا جن کی گتھی دوسروں کے نزدیک الجھی ہوئی ہے۔ سو اگر کوئی مشکل مسئلہ اس کے سامنے آتا ہے تو وہ اپنی رائے سے بیکار کی پوچ پوچ و لچر بودی اور مہمل باتیں اور دلیلیں پیش کرتا ہے اور اس کے صحیح ہونے پر یقین کر لیتا ہے (در حقیقت) وہ ان شبہوں کی وجہ سے جن کے حل ہونے میں اس کو خود شک سا ہے۔ مکڑی کے جالے کے

تانے بانے میں پھنسا ہوا ہے۔ وہ خود نہیں جانتا کہ اس نے (اس مسئلہ میں) ٹھیک جواب دیا یا غلط۔ اتفاقاً ٹھیک کہا (تو دل میں چور ہے) ڈرتا ہے کہ کہیں غلط نہ کہا ہو اور اگر غلط جواب دیا تو آس لگائے ہوئے ہے کہ ممکن ہے صحیح کہہ گیا ہو (ایسا ان پڑھ) کہ اسے وہم بھی نہیں کہ جس چیز سے وہ انکار کر رہا ہے درحقیقت علم اس میں منحصر ہے اور نہ یہ جانتا ہے کہ جہاں تک اس کے ذہن کی رسائی ہوتی ہے اس کے ماسوا بھی دوسروں کے لئے کوئی نہ کوئی راستہ ہے۔ اگر ایک چیز کو دوسری چیز سے قیاس کرتا ہے تو اس بارے میں اپنی نظر کو نہیں جھٹلاتا اور جب کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی تو اسے دوسروں سے چھپائے رکھتا ہے کہ اس کے علم کا بھرم نہ کھلے اور اس کی جہالت نہ ظاہر ہو اور یہ نہ کہا جائے کہ اسے علم نہیں ہے اور بڑی جسارت کیساتھ امر جاری کر دیتا ہے۔ پس وہ تاریکیوں کی کنجی ہے وہ جاہل ہے اور جہالت کی تاریکیوں میں ہاتھ پاؤں مارنے والا ہے اور شک و شبہات پر سواری کرنے والا ہے جس بات کو نہیں جانتا اس سے معذرت بھی نہیں کرتا کہ خطا سے محفوظ رہے۔ کبھی اس نے علم کی لکڑی کو دانت سے نہیں کاٹا (اس نے علم کو علم کی طرح نہیں حاصل کیا) جس سے وہ علم کا حصہ پاتا۔

حدیثوں اور روایتوں کو یوں اُڑاتا ہے جیسے ہوا بھس اور سوکھی گھاس کو تتر بتر کر دیتی ہے۔ اس کے فیصلے سے میراثیں واویلا مچا رہی ہیں۔ اور اس کے ظالمانہ ناحق فیصلوں سے خون ناحق فریادی ہے۔ اس کے ناحق فیصلوں پر حلال فرجیں حرام ہو جاتی ہیں اور حرام فرجیں حلال ہو جاتی ہیں اس سے اگر کچھ پوچھا جائے تو بخدا اس کو ٹھیک بتا نہیں سکتا اور نہ وہ اس عہدے کے قابل ہے۔ اے لوگو! ان لوگوں کے عیوب کو خوب غور سے پرکھو۔ جو ظلم و ستم کے معدن ہیں۔ اور اس شخص کی اطاعت پر لازم رہو جس کے متعلق بیخبری اور عدم معرفت سے تم کو معذور نہ سمجھا جائے گا پس تم کو معلوم ہو کہ جو علم آدم علیہ السلام پر اُتارا گیا تھا اور وہ تمام باتیں جن سے انبیاء کو فضیلت دی گئی تھی وہ سب محمد خاتم النبیین صلعم اور آپ کی عترت (ائمہ اہل بیت)

میں موجود ہیں۔ پس کہاں تم کو بھٹکایا جا رہا ہے۔ بلکہ سوچو کہ تم خود کہاں جا رہے ہو!

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے اس لئے علم حاصل کیا تھا تاکہ وہ اس علم سے علماء پر فخر کرے علم کے ذریعے بے وقوفوں سے بحث و مباحثہ کرے یا اس سے لوگوں کا منہ اپنی طرف پھیرے یا یہ کہے کہ میں تمہارا سردار ہوں تو ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم کو سمجھے ہی ریاست تو جو اس کا اہل ہے اسی کو زیب دیتی ہے۔

اگر ہم نے اختصار کی شرط نہ لگائی ہوتی تو ہم اس سلسلے میں دفتر کے دفتر بھر دیتے ہم نے اس سلسلے میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ اس شخص کے لئے کافی ہے جس کے پاس علم اور سمجھ بوجھ ہے۔

ہم نے اوپر قوم (عوام) کے اپنی جہالتوں اور گمراہی میں بھٹکنے کے اقرار کا ذکر کیا ہے اور ان کی تقلید سے منع کیا ہے اور ان سے علم حاصل کرنے سے روکا ہے اور ہم نے یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں اپنی رائے اور قیاس سے کہتے ہیں۔ کتاب و سنت اور رسول اللہ کی کسی حدیث کے بغیر اور نہ اس سلسلہ میں آل محمد صلعم کے کسی ایسے امام کی روایت نقل کرتے ہیں جس کی طاعت فرض و واجب ہے اور ہم نے آل محمدؐ کے اماموں کا بھی حال بیان کر دیا ہے اور اللہ تعالےٰ نے ان کی اطاعت کرنے اور ان سے علم حاصل کرنے اور ان کے امر کو تسلیم کرنے کا جو حکم دیا ہے اس کو بھی بیان کر دیا ہے اور اس کا بھی ذکر کر دیا ہے جس کو اماموں نے اپنے لئے واجب قرار دے لیا ہے۔ پس یہ دلیل و حجت کے لئے کافی ہے۔

والحمد للہ رب العلمین وصلے اللہ علے رسولہ سیدنا محمد خاتم النبیین وعلے الائمۃ من ذریتہ الطیبین الطاہرین۔

کتاب الطہارۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندگان مومنین کو طہارت اور پاکیزگی کا جو حکم دیا ہے اور اس سلسلے میں جو ترغیبی روایات آئی ہیں ان کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

یا ایھا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم و ارجلکم الی الکعبین وان کنتم جنبًا فاطھروا۔ ۵ / ۶۔

ترجمہ : اے ایماندارو جب تم نماز کے لئے آمادہ ہو تو اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھولیا کرو اور اپنے سروں کا اور ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کر لیا کرو اور اگر تم حالت جنابت میں ہو تو تم طہارت و غسل کر لو۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ :

لمسجد اسس علی التقوٰی من اول یوم احق ان تقوم فیہ، فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین۔

وہ مسجد جس کی بنیاد اول روز سے پرہیز گاری پر رکھی گئی ہے وہ ضرور اسکی زیادہ حقدار ہے کہ اس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھو کیونکہ اس میں وہ لوگ ہیں جو پاک و پاکیزہ رہنے کو پسند کرتے ہیں اور خدا بھی پاک و پاکیزہ رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

منقول ہے کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام اپنے زمانوں میں ڈھیلوں اور پتھروں

سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے بھی استنجا کرتے تھے۔ مگر عوام فقط ڈھیلوں اور پتھروں ہی سے استنجا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: یاایھا المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطھر اے (میرے) کپڑا اوڑھنے والے (رسول) اٹھو اور (لوگوں کو عذاب سے) ڈراؤ اور اپنے پروردگار کی بڑائی کہو اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: وینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم بہ ویذھب عنکم رجز الشیطان ولیربط علی قلوبکم ویثبت بہ الاقدام ۔ ۹ ۸/۱۱ ۔

اور تم پر آسمان سے پانی برساتا ہے تاکہ اس سے تمہیں پاک و پاکیزہ کردے اور تم سے شیطان کی گندگی دفع کردے اور تمہارے دل مضبوط کردے۔ اور پانی سے تمہارے قدم اچھی طرح جمائے رہے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلعم نے فرمایا کہ پروردگار عالم قیامت کے روز تمام امتوں کے درمیان میری امت کو اس حال میں اٹھائے گا کہ وضو کے اثرات سے ان کی پیشانیاں اور پاؤں سفید ہوں گے اور جناب امیر علیہ السلام سے یہ بھی منقول ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب مجھے آسمان پہ لے جایا گیا تو اس وقت مجھ سے پوچھا گیا کہ یہ ملائکہ مقربین کس بارے میں باہم جھگڑا کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ اس لئے (اے جبرئیل) تم مجھے یہ بتاؤ کہ یہ ملائکہ کس بارے میں باہم جھگڑتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ سخت سردی کے زمانے میں اچھی طرح وضو کرنے کے بارے میں اور جماعتوں میں شامل ہونے کیواسطے تیزی سے قدم اٹھانے کی بابت اور ایک وقت کی نماز پڑھ چکنے کے بعد دوسرے وقت کی نماز کے انتظار میں باہم خصومت کرتے ہیں۔ اور امیرالمومنین علیہ السلام سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ نماز کی بنیاد ان چار چیزوں پر ہے اول کامل طور سے وضو کرنا۔ دوم رکوع۔ سوم سجود۔ چہارم خضوع و خشوع۔ حضرت

علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلعم نے فرمایا ہے کہ وضو کے وقت اپنی آنکھوں کو پانی سے خوب سیراب کرو تاکہ وہ (قیامت کے روز) گرمی آتش جہنم کو محسوس نہ کر سکیں۔ نوف شامی سے منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام کو اس حالت میں وضو کرتے ہوئے دیکھا تھا کہ کامل طور سے وضو کرنے کی وجہ سے آپ کے دوش مبارک پر پانی کے چھینٹے اڑ رہے تھے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم کا یہ ارشاد ہے کہ جس شخص نے مکمل طور پر وضو، رکوع، سجود اور خشوع ادا نہ کیا تو اس کی نماز اکارت ہے۔ امیر المومنین ؑ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ طہارت یعنی پاکیزگی نصف ایمان ہے اور آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر کوئی مرد مومن اچھی طرح وضو کر کے مسجد کیطرف جاوے تو جب تک وہ کوئی حدث (پیشاب پاخانہ گوز) نہیں کرتا نماز کی حالت میں ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلعم کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ اے لوگو کیا میں تم کو اس چیز سے خبردار نہ کر دوں جو تمہارے گناہوں اور خطاؤں کو مٹانے والی ہے سنو! وہ یہ ہے سخت سردی اور ناگوار خاطر اوقات و حالات میں کامل طور سے وضو کرنا اور ایک وقت کی نماز پڑھنے کے بعد دوسرے وقت کی نماز کا انتظار کرنا یہ ایک قسم کا جہاد ہے۔

رسول اکرم صلعم سے روایت ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ نماز بلا وضو جائز نہیں ہے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ باوضو نمازوں کو قبول کرتا ہے حضرت علی علیہ السلام ہر نماز کے وقت وضو کی تجدید محض حصول فضل و ثواب کی خاطر کرتے تھے آپ تجدید وضو کسی حدث کی وجہ سے نہیں کرتے تھے ہاں اگر کوئی حدث ہو جائے تو اس وقت وضو کرنا واجب اور ضروری ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول ہے کہ آپ بھی ہر نماز کے وقت وضو کی تجدید محض فضل و ثواب کی خاطر کرتے تھے اور آپ نے فتح مکہ کے دن ایک ہی وضو سے تمام نمازیں پڑھی تھیں۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب کوئی حدث واقع ہو جائے تو پھر سے وضو کرنا واجب ہے اور ایک شخص جب تک کوئی حدث نہیں کرتا۔ وہ ایک ہی وضو سے جتنی چاہے نمازیں پڑھ سکتا ہے۔ لیکن اگر اس سے کوئی حدث ہو جائے یا سو جائے یا جماع کرے یا بے ہوش ہو جائے یا کوئی ایسی بات ہو جائے جس سے وضو کا اعادہ واجب ہو تو اس پر پھر سے وضو کرنا واجب ہے۔ یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔ انشاء اللہ ہم آئندہ اس کو بیان کریں گے۔

ان احداث کا بیان جن سے وضو کرنا واجب ہوتا ہے

رسول خدا صلعم حضرت علیؑ اور امام باقر اور امام جعفر الصادق علیہم السلام سے روایت ہے آپ تمام حضرات فرماتے ہیں کہ جن باتوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ احداث یہ ہیں :۔ پاخانہ، پیشاب، ہوا کا خارج ہونا، اور مذی کا نکلنا۔ مذی وہ پتلا پانی ہے جو بغیر جماع کے محض مجامعت کی شہوت سے آلۂ تناسل سے خارج ہوتا ہے۔ اگر اچھلتا ہوا گاڑھا پانی نکلے تو وہ منی ہے اس کے نکلنے پر غسل کرنا واجب ہے اگر مذی کا پانی بند نہ ہوتا ہو تو ایسے شخص کو چاہیئے کہ وہ ہر نماز کے لئے وضو کرے اور آلۂ تناسل پر ایک تھیلی باندھے۔ جب نماز پڑھنے کے لئے اٹھے تو وضو کرے اور آلۂ تناسل کے مقام پر پانی چھڑکے اور پھر اس پر تھیلی کو باندھنے کے بعد نماز پڑھے۔ اگر اسے کچھ نمی محسوس ہوتی ہو تو اسے سمجھنا چاہیئے کہ یہ وہی چھڑکا ہوا پانی ہے۔ وہ نماز کو ترک نہ کرے اور ائمہ طاہرین علیہ السلام نے اس پر بھی وضو واجب قرار دیا ہے کہ اگر کسی پر نیند کا اتنا غلبہ ہو جائے کہ اسے اپنی حالت کا کچھ علم ہی نہ ہو تو اس کو وضو کرنا واجب ہے لیکن جو صرف اونگھ رہا ہو اور اسے اپنی حرکتوں کا علم ہو اور وہ محسوس کر سکتا ہو سن سکتا ہو تو اس سے ایسے شخص کا وضو نہیں ٹوٹتا اور اس کے علاوہ ائمہ طاہرینؑ کے نزدیک پچھنہ اور رگ کھلوانے اور قے کرنے، خون بہنے یا کسی زخم سے خالص پیپ یا خون آمیز پیپ کے نکلنے یا پیشاب و پاخانہ کے علاوہ کسی بھی

جگہ سے کوئی چیز خارج ہو تو اس صورت میں وضو واجب نہیں ہے۔ البتہ اس جگہ کو دھو ڈالنا چاہیئے۔ اگر کسی کو قے ہو جائے اور وہ وضو کر چکا ہو تو صرف کلی کر کے نماز پڑھ لے اور پیشاب و پاخانہ کے مقام سے ان باتوں کے علاوہ جن کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں اگر ان دونوں مخارج سے کیڑے یا کیچوے یا کدو دانہ، خون یا خالص پیپ یا خون آمیز پیپ یا کسی قسم کی تری پیدا ہو جائے تو ان تمام صورتوں میں وضو ٹوٹ جاتا ہے اور ان تمام حالات میں وضو کرنا واجب ہے۔

ائمہ طاہرین علیہم السلام کے نزدیک عورت کو بوسہ دینے اور ہاتھ لگانے یا آلۂ تناسل اور فرج کو چھونے یا فوطوں کو ہاتھ لگانے اور جسم سے کسی بھی چیز کے چھو جانے سے وضو واجب نہیں ہوتا ہے اور نہ اونٹ کے گوشت کو ہاتھ لگانے یا دودھ کو چھونے یا آگ پر پکی ہوئی کسی چیز کو ہاتھ لگانے سے وضو واجب ہوتا ہے لیکن ان چیزوں کو چھو لینے کے بعد ہاتھوں کو دھو لیا جائے تو بہتر ہے۔ اسکی ترغیب بھی دی گئی ہے۔ اور اگر کسی نے ہاتھوں کو دھوئے بغیر ہی نماز پڑھ لی تو اس صورت میں اس کی نماز ضائع نہ ہوگی۔

آنحضرت صلعم سے منقول ہے ایک مرتبہ ایسے وقت میں بھنے ہوئے گوشت کا ٹکڑا آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جب کہ حضرت بلالؓ اذان کر چکے تھے آپ نے حضرت بلالؓ کو تھوڑی دیر کے لئے روک دیا۔ یہاں تک کہ آپؐ اور آپؐ کے اصحاب نے اس بھنے گوشت کو تناول کیا۔ پھر آپ نے دودھ منگایا اور اس میں پانی ملایا گیا جسے آپ نے اور آپؐ کے اصحاب نے پیا اس کے بعد آپؐ نے اٹھ کر نماز پڑھی اس وقت آپ نے پانی کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔ ممکن ہے کہ آپ نے اپنے اس فعل سے اپنی امت کو یہ بتانا چاہا ہو کہ ایسا کرنا جائز ہے یہ روایت ائمہ طاہرین علیہ السلام نے آنحضرت صلعم سے نقل کی ہے۔

ائمہ طاہرین علیہ السلام نے رسول خدا صلعم سے یہ بھی روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے کھانا کھانے سے پہلے اور کھانا کھا چکنے کے بعد ہاتھ دھونے

کا حکم دیا ہے۔ انشاء اللہ ہم اس کا آئندہ ذکر کریں گے۔ اگر کسی نے وضو کے بعد کھانا کھایا یا کچھ پیا تو یہاں ہاتھوں کا دھونا محض پاکیزگی اور طہارت کے خیال سے ہے۔ یہ کوئی اتنا واجب یا ضروری نہیں ہے کہ اس کے بغیر نماز ہی جائز نہ ہوگی۔ جس طرح سے کہ کسی نے حدث کیا تو بغیر وضو کے اس کی نماز جائز نہیں ہے۔ آگ پر پکی ہوئی چیز کا کھانا اور اونٹ کا دودھ پینا حدث نہیں ہے کہ جس سے وضو واجب ہو جیسا کہ کچھ لوگوں کا گمان ہے۔ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ کھانے پینے کی وہ تمام چیزیں جو حلال ہیں پاک ہیں۔ لہٰذا پاکیزہ چیز کے چھونے یا کھانے پینے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے نزدیک ناخن کاٹنے موچھوں کو ترشوانے اور سر کا بال منڈوائے سے وضو واجب نہیں ہوتا ہے اگر پانی سے پوچھ کر صاف کر لیا جائے تو بہتر ہے۔

اور ائمہ طاہرینؑ کے نزدیک جس شخص کو اس بات کا یقین ہے کہ اس نے وضو کیا ہے اس کے بعد یہ شک پیدا ہو گیا کہ اس نے کوئی حدث کیا ہے تو اس صورت میں یقیناً وہ طہارت پر ہے۔ جب تک کہ اسے حدث کا یقین نہ ہو جائے۔ محض شک پر وضو واجب نہیں ہوتا۔ ہاں اگر حدث کا یقین ہو جائے تو اس وقت البتہ وضو کرنا واجب ہے اور اگر کسی نے یقین کر لیا کہ اس نے حدث کیا ہے اس کے بعد یہ شک پیدا ہوا کہ اس نے وضو کیا ہے تو اس صورت میں جب تک وہ دوبارہ وضو نہ کرے اس کی نماز جائز نہ ہوگی الا آنکہ اس کو اپنے وضو کا پورا یقین ہو تو اس کی نماز جائز ہے۔

ہم نے اوپر جو کچھ بیان کیا ہے یہ تمام ثابت روایتیں رسول اکرم صلعم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام سے منقول ہیں کسی مسئلہ میں ان کا اختلاف نہیں ہے۔ انشاء اللہ ہماری اس کتاب کے تمام ابواب اسی صورت پر ہوں گے۔ کیونکہ ہم نے اپنی اس کتاب کو اختصار کے طور پر لکھنے کا قصد کیا ہے۔ ورنہ ہمیں لائق تھا کہ ہم ائمہ طاہرین سے روایت کرنے والوں کے اختلافات کو بھی قلمبند کرتے اور ان کے مختلف

فیہ مسائل میں سے جو باتیں صحیح اور ثابت ہیں ان کو دلیل و برھان کے ساتھ پیش کرنے
ہم نے اس کا ذکر اپنی اس کتاب میں کر دیا ہے جس کے بکثرت اجزا ہیں اس میں دشواری
بھی بہت ہے اور طالبین پر اس کا امر نہایت مشکل ہے یہاں پر ہم نے جو کچھ بیان
کیا ہے وہ اس کا خلاصہ ہے اور صحیح و ثابت روایتیں ہیں۔

ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس سلسلہ میں اگر طول طویل بحث بلا فائدہ نہ ہوتی
تو ہم عوام کے ہر اس فرقے کا قول نقل کرتے جو ہمارے قول کے موافق ہوتا اور جو
اس کے مخالف ہوتے ان پر حجت قائم کرتے اگر ہم ایسا کریں تو یہ بحث بغیر کسی فائدے
کے طویل ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے فضل و کرم سے اپنے اولیائے کرام علیہم السلام
کے امر کو غالب فرمایا ہے اور ان کے دین و مذہب کو عزت و سربلندی بخشی ہے اور
اس نے تمام احکام ان کے فیصلوں کے مطابق بنائے ہیں دین وہی ہے جس کو انہوں
نے سمجھایا اور جس کا راستہ بتایا ہے۔ پس ائمہ طاہرین علیہم السلام تمام خلائق پر
حجت و دلیل ہیں جو ان کا تابع ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے ان کی مخالفت
کی وہ گمراہ ہوا۔ یہاں پر مخالفین کی باتوں کا ذکر بالکل بے معنی ہے اللہ تعالیٰ تو
ظالمین کو دور ہی رکھتا ہے۔

وضو کے آداب کا بیان

ائمہ طاہرین علیہم السلام سے روایت ہے کہ انہوں نے شرمگاہوں کو چھپانے کا حکم دیا ہے اور مسلمانوں کی شرمگاہوں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے سے منع فرمایا ہے مردوں کی شرمگاہ گوٹھنے سے لے کر ناف تک ہے اور عورتوں کی پردہ داری سر سے پیر تک ہے۔ ائمہ طاہرین نے مومن کو اپنی شرمگاہ کھولنے سے منع فرمایا ہے خواہ وہ کسی ایسی جگہ میں کیوں نہ ہو جہاں اس کو کوئی نہ دیکھتا ہو، ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ائمہ طاہرین میں سے ایک امام ازار پہن کر پانی میں اترے آپ نے اس ازار کو جسم مبارک سے اتارا نہیں تھا آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ تو اس وقت پانی کے اندر مستور ہو چکے ہیں تو پھر آپ نے جسم مبارک سے ازار کیوں نہ اتاری؟ آپ نے فرمایا کہ پانی میں رہنے والے جانور تو مجھے دیکھتے تھے پھر میں کس طرح اتارتا یہ تو میں نے محض اپنی شرمگاہ کو چھپانے کے لئے پہن رکھا ہے۔ ائمہ اہل بیت علیہ السلام نے پیشاب اور پاخانہ کرتے وقت بات چیت کرنے سے منع فرمایا ہے اس حالت میں اگر کوئی سلام بھی کرے تو اس کو جواب نہ دینا چاہیئے۔

ائمہ طاہرین علیہم السلام سے منقول ہے کہ آنحضرت صلعم جب بیت الخلاء کیلئے تشریف لے جاتے تو سر مبارک پر کپڑا ڈال لیتے اور سر مبارک کو اتنا چھپا لیتے کہ آپ کو کوئی نہ دیکھ پاتا اور جب کبھی آپ سفر میں قضاء حاجت کو تشریف لے جاتے، تو بہت دور نکل جاتے۔ یہاں تک کہ آپ لوگوں کی نظروں سے چھپ جاتے۔

ائمہ طاہرین علیہم السلام کا ارشاد ہے کہ مرد مومن کا یہ علم فقہ ہے کہ وہ پیشاب و پائخانہ اور بلغم تھوکنے کی مناسب جگہ تلاش کرے۔ جگہ تلاش کرنے کا

یہ مطلب ہے وہ یہ سب ایسی جگہ پر نہ کرے جہاں سے اس کو لوگ دیکھ سکیں بعض ائمہ طاہرینؑ سے روایت ہے کہ ان میں سے کسی امام نے اپنے گھر میں بیت الخلاء بنانے کا حکم دیا تو لوگوں نے بیت الخلاء کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کیا جو کھلی ہوئی بے پردہ جگہ تھی آپ نے اس وقت فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالےٰ نے جب انسان کو پیدا کیا تو اس کے جسم میں ستر اس کا مقام سب سے زیادہ پوشیدہ جگہ میں بنایا۔ پس اسی طرح گھر کے اندر بھی پائخانہ سب سے زیادہ پوشیدہ جگہ میں ہونا چاہیئے۔ یہ وہ حکیمانہ کلام ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کرام علیہم السلام کو تمام خلائق پر فضیلت بخشی ہے اور اس فضل و کمال کی وجہ سے ان کو تمام مخلوقات سے علیحدہ مقام عطا فرمایا ہے۔

رسول اکرم صلعم کا ارشاد ہے کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا ایک قسم کا ظلم ہے۔ آپ نے ٹھہرے ہوئے ساکن پانی میں پیشاب اور پائخانہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ندی اور نادی کے کنارے یا ایسے کنوئیں کے کنارے جس کا پانی پیا جاتا ہے اور پھل دار درختوں کے نیچے اور قبروں کے درمیان سڑکوں پر اور آنگنوں میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے اور بلند جگہ سے پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور پیشاب و پائخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف منھ یا پیٹھ کرنے سے بھی منع فرمایا ہے اور کھڑے کھڑے پیشاب کرنے سے روکا ہے۔ ائمہ طاہرین علیہم السلام نے پیشاب اور دوسری تمام نجاستوں سے بچتے رہنے کا حکم دیا ہے۔ برتن میں پیشاب اور پائخانہ کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور اسی طرح برتن میں وضو کرنے کی بھی اجازت دی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب آپ قضاء حاجت کے لئے بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو اس وقت آپ یہ دعا پڑھتے تھے۔

بسم اللہ اللہم انی اعوذ بک من الرجس النجس الخبیث المخبث الشیطان الرجیم۔

خدا کے نام سے اے بار الہا! میں ناپاکی اور خباثت سے بھرے ہوئے راندۂ بارگاہ شیطان سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

اور جب آپؑ بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔

الحمد للّٰہ الذی عافانی فی جسدی و الحمد للّٰہ الذی اماط عنی الاذی۔

تمام حمد و ثنا اس خدا کے لئے ہے جس نے میرے جسم کو عافیت بخشی اور میری تکلیف کو دفع کر دیا۔

امام جعفر الصادق علیہم السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جب تم بیت الخلاء میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھو۔ بسم اللّٰہ و باللّٰہ اعوذ باللّٰہ من الرجس الخبیث المخبث الشیطان الرجیم اللھم کما اطعمتنیہ فی عافیۃ فاخرجہ منی فی عافیۃ۔ ترجمہ: خدا کے نام اور وسیلے سے میں ناپاکی اور خبیث و ناپاک بنانے والے شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ پرور دگار تو نے جس عافیت سے مجھے یہ کھانا کھلایا ہے اسی عافیت کے ساتھ اسے باہر نکال دے۔

اور جب تم پائخانہ سے فارغ ہو چکو تو یہ دعا پڑھو۔ الحمد للّٰہ الذی اماط عنی الاذی و ھنانی مساغ طعامی و شرابی۔ ترجمہ: تمام حمد و ثنا اس خدا کے لئے ہے جس نے میری تکلیف کو دفع فرمایا اور میرے کھانے پینے کو آسان اور مبارک اور خوشگوار بنایا۔

غرض ان دعاؤں میں کوئی مخصوص اور واجب دعا نہیں ہے یہ تو ایک عمدہ دعا ہے اگر کوئی نہ بھی پڑھے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے اور کوئی کمی و زیادتی کر لے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

ائمہ طاہرین علیہم السلام نے پیشاب کر چکنے کے بعد آلۂ تناسل کو نچوڑنے کا حکم دیا ہے تاکہ اس کے اندر جو پیشاب بچا ہوا ہو وہ باہر نکل جائے اور اس لئے بھی کہ وضو سے فارغ ہو چکنے کے بعد کہیں وہ پھر بہہ نہ نکلے اگر اس میں سے ذرا سا بھی بہہ نکلے

اور اس کے روکنے پر قدرت نہ ہو تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو مذی کے سلسلہ میں ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

ائمہ طاہرین علیہم السلام نے ہڈی مینگنی اور کھانے کی چیزوں سے استنجا کرنا ممنوع قرار دیا ہے پتھر ڈھیلے اور کپڑے کے ٹکڑے اور روئی وغیرہ سے استنجا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن ان چیزوں سے استنجا کر چکنے کے بعد پانی سے بھی استنجا کر لینا چاہیئے تاکہ اصل نجاست اور اس کی بدبو بالکل زائل ہو جائے۔

وضو کے اوصاف کا بیان

ائمہ طاہرین علیہم السلام نے حضرت علی علیہ السلام سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ نیت کے بغیر وضو جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے نماز پڑھنے کی غرض سے بغیر نیت کے وضو کر لیا تو اس کی نماز جائز نہیں ہے۔ جیسے کہ اگر کوئی شخص چار رکعت نماز پڑھے اور نماز ظہر کی نیت نہ کرے تو اس نے نماز ظہر ادا نہیں کی۔ رسول خدا صلعم کا ارشاد ہے کہ کوئی عمل نیت کے بغیر مقبول نہیں اور یقین کے بغیر کوئی عبادت نہیں اور تقوی کے بغیر کوئی عزت و کرامت نہیں ہے۔

ائمہ طاہرین علیہم السلام نے وضو کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ صادقؑ آل محمد فرماتے ہیں کہ جو شخص وضو کرتے وقت اللہ کا نام لیتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کے اس وضو کو غسل کا درجہ عطا کرتا ہے اور اگر کوئی شخص وضو کرتے وقت بسم اللہ کرنا بھول جائے تو اس کا وضو جائز ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جو بھی مسلم بندہ وضو سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھتا ہے: سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا ~~انت~~ استغفرك واتوب اليك اللهم اجعلنی من التوابين واجعلنی من المتطهرين۔

پروردگار تو پاک ہے تیری حمد و ستائش کی قسم! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے

سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ میں تجھ سے مغفرت کا طالب ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں بار الہٰا تو مجھے توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ لوگوں میں سے بنا دے۔

اس کی پڑھی ہوئی اس دعا کو ایک ورق پر لکھ کر مہر بند کر دی جاتی ہے اور عرش کے نیچے اسے رکھ دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن اس کو یہ ورق مہر بند حالت میں دیدیا جائے گا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جب تم وضو کرو تو یہ دعا پڑھ لیا کرو۔

بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ صلے اللہ علیہ و آلہ۔

اللہ تعالیٰ کے نام سے اور رسول خدا کی ملت پر میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے محمد رسول اللہ صلعم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں آپ پر آپ کی آل پر درود و سلام۔

پس یہ دعائیں بھی ویسی ہی ہیں جیسی کہ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پڑھی جاتی ہیں جن کا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ ان میں سے نہ تو کوئی دعا مخصوص ہے اور نہ کوئی لازمی ہے البتہ پڑھنے میں ثواب ہے اور اس کی ترغیب دی گئی ہے۔

ائمہ طاہرین علیہم السلام نے فرمایا ہے کہ برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے داہنے ہاتھ کو دھو لینا چاہیے اگر ہاتھوں میں نجاست لگی ہوئی ہے تو دھونا واجب ہے اور اگر نہیں لگی ہوئی ہے تو یہ امر محض ترغیبی ہے۔

اگر کسی نے داہنے ہاتھ کو جو صاف اور پاک ہے برتن میں ڈال دیا تو اس سے اس کا وضو فاسد نہ ہوگا۔ اس سلسلہ میں اہل بیت رسولؐ سے بکثرت روایتیں آئی ہیں جن کا ذکر طویل ہے جو کچھ ہم نے یہاں لکھ دیا ہے بس وہی ثابت اور صحیح ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ استنجا، پاخانہ، پیشاب

کے راستے سے - - - - - - ہوا کے سوا کوئی اور چیز خارج ہو تو استنجا واجب و لازم ہے۔ ہوا چھوٹنے پر استنجا واجب نہیں ہے اگر ہوا خارج ہونے پر کوئی استنجا کرے تو یہ طہارت اور پاکیزگی کا استنجا ہوگا اور اگر کوئی شخص محض فضل و ثواب کے لئے ہوا خارج ہوئے پر استنجا کرے اس خیال سے نہیں کہ استنجا کرنا واجب ہے تو یہ بہتر ہے۔

ائمہ طاہرین اور حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ پتھر یا ڈھیلے سے استنجا کر چکنے کے بعد پانی سے استنجا کرنے کا بیان قرآن پاک میں موجود ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین۔

اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ پاکیزگی اور طہارت حسن سیرت و اخلاق کی دلیل ہے نجاست دور کرنا نہایت ضروری ہے۔ نجاست کو باقی رکھنا کسی کے لئے بھی جائز اور درست نہیں ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلعم سے ایک ایسی عورت کے متعلق پوچھا گیا جو بیت الخلاء میں داخل ہوئی اور اس نے پانی کے علاوہ کسی اور چیز سے استنجا کیا آپ نے فرمایا کہ پانی کے سوا کسی اور چیز سے پائخانہ کے بعد استنجا کرنا جائز اور درست نہیں ہے الا آنکہ پانی موجود نہ ہو تو کسی اور چیز سے استنجا کیا جا سکتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ سنت ہے کہ پانی سے استنجا کرتے وقت فرج سے ابتدا کی جائے اور نچلے حصہ تک صاف کیا جائے۔ دونوں مخرج کو ایک ساتھ جمع نہ کیا جائے اور داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہ ہے البتہ اگر کوئی خاص وجہ ہو تو ایسا کیا جا سکتا ہے۔

امام جعفر الصادقؑ اور امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے دونوں حضرات نے استنجا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب تم استنجا سے فارغ ہو چکو تو اپنے ہاتھ دھوؤ اس کے بعد ائمہ طاہرین نے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا حکم دیا ہے۔ انگوٹھے اور تسبیح کی انگلی سے دانتوں کو صاف کرنا چاہئے۔ ائمہ طاہرین فرماتے ہیں

کہ ایسا کرنا مسواک کی جگہ پر کافی ہے اس کی ترغیب دی گئی ہے۔ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا ان کے نزدیک منجملہ وضو نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے نہیں کیا ہے البتہ رسول خدا صلعم نے یہ کیا ہے۔ لہٰذا کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا دونوں سنت ہیں ان کو قصداً ترک نہ کرنا چاہئے۔ اور نہ ان کو معمولی سمجھنا چاہیئے اگر بھول یا لاعلمی کی بنا پر کسی نے چھوڑ دیا تو اس پر وضو کا اعادہ اس طرح واجب نہیں ہے جس طرح سے کہ ان چار اعضاء ہاتھ سر منھ پیر جن کے دھونے اور مسح کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اگر کسی نے ان کو چھوڑ دیا تو اس پر پھر سے وضو کرنا واجب ہوتا ہے اگر کسی نے ایک ہی مرتبہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا تو یہ جائز و درست ہے۔ ائمہ طاہرین نے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے بعد منھ کو پیشانی سے لیکر ٹھڈی تک چہرے کے دونوں جانب دھونے کا حکم دیا ہے۔ آنکھوں میں خوب پانی ڈالنا چاہئے اور منھ کو اچھی طرح پانی سے دھونا چاہئے اور دونوں ہاتھوں سے چہرے کو خوب مسلنا چاہئے۔ اگر تین مرتبہ دھویا جائے تو یہ افضل ہے اور اگر عمدہ طریقے سے ایک یا دو مرتبہ دھو لیا جائے تو بھی کافی ہوگا۔ اگر ایک مرتبہ عمدگی کے ساتھ نہ دھویا جائے تو تین مرتبہ کا دھو لینا کافی نہ ہوگا۔ ائمہ طاہرین نے داڑھی میں خلال کرنے کا بھی حکم دیا ہے داڑھی کے اندر انگلیوں کو ڈال کر خلال کرنا چاہئے۔ تاکہ پانی چمڑی تک برابر پہنچ جائے۔ یہ محض امر ترغیبی ہے اور اس میں فضل و ثواب ہے اگر کسی نے داڑھی میں خلال نہیں کیا اور اس کو صرف پانی سے تر کر لیا تو اتنا ہی کافی ہے۔

وضو کرنے وقت داہنا ہاتھ دھونا چاہئے پھر بایاں ہاتھ اسی طرح پہلے داہنے پیر پر پھر بائیں پیر پر مسح کرنا چاہیئے۔ اگر کسی نے بایاں ہاتھ دھو ڈالا پھر اس نے داہنا ہاتھ دھویا تو اس صورت میں اس کو بایاں ہاتھ پھر دھونا چاہیئے اس کا حکم دیا گیا ہے۔ عمداً وضو کو بائیں ہاتھ یا بائیں پیر سے نہ شروع کرنا چاہیئے اگر کوئی نہ جانتا ہو یا بھول گیا ہو اور اس نے نماز بھی پڑھ لی ہے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

ائمہ طاہرین نے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک تین مرتبہ یا دو مرتبہ دھونے کا حکم دیا ہے اگر کسی نے ایک ہی مرتبہ اچھی طرح سے دھو لیا تو جائز ہے اور تین مرتبہ کا دھو لینا ہی کافی نہ ہوگا جب تک ان میں سے ایک مرتبہ اچھی طرح نہ دھویا جائے اور دونوں ہتھیلیوں کو دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت ملنا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے الی المرافق کہنیوں تک ہاتھوں کو دھونے کا حکم دیا ہے۔ یہاں پر الی تک کے معنی میں نہیں بلکہ مع یعنی ساتھ یا سمیت کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں الی بمعنی مع کے استعمال ہوا ہے۔

ولا تاکلوا اموالھم الی اموالکم۔

اور ان کے مال اپنے مالوں میں ملا کر نہ کھاؤ۔ ۴ ہے

ائمہ طاہرین نے وضو کرتے وقت اگر ہاتھ میں انگوٹھی ہو تو اس کو گھمانے کا حکم دیا ہے تاکہ پانی انگوٹھی کے نچلے حصے تک پہنچ جائے اس کے بعد سر کے اگلے اور پچھلے حصوں کا مسح کرنے کا حکم دیا ہے۔ مسح کرتے وقت پہلے سر کے بیچ سے شروع کیا جائے۔ اور پیشانی کے بال تک ختم کیا جائے۔ پھر سر کے بیچ سے سر کے پچھلے حصہ تک مسح کیا جائے۔ اس کے بعد اندر اور باہر سے دونوں کانوں کا مسح کیا جائے۔ اور پھر گردن کا ایک مرتبہ مسح کیا جائے۔ اگر کسی نے محض فضل و ثواب کی نیت سے تین مرتبہ مسح کر لیا یہ نہ سمجھتے ہوئے کہ اس کے سوا جائز ہی نہیں ہے تو پھر تین مرتبہ کرنا بہتر ہے۔

اس کے بعد ائمۂ طاہرینؑ نے دونوں پیروں پر مسح کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین۔

ترجمہ: اپنے منھ اور کہنیوں تک ہاتھ دھو لیا کرو اور اپنے سروں کا اور ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کر لیا کرو۔ ۵/۶

جو لوگ اس آیت میں ارجلکم کے لام کو زیر پڑھتے ہیں۔ وہ وامسحوا

پر عطف مانتے ہیں اور یہی اہلِ بیتِ رسول کی بھی قرأت ہے اور عوام میں سے ان لوگوں کی بھی یہی قرأت ہے جو اس مسئلے میں اہل بیت کے موافق و ہمخیال ہیں۔

امام باقر علیہ السلام سے جب دونوں پیروں پر مسح کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کا حکم قرآن پاک میں موجود ہے وہ اس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر تیمم واجب قرار دیا ہے جس کو پانی نہ ملتا ہو اور تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ منہ اور دونوں ہاتھوں پر مسح کر لیا جائے اس صورت میں خداوند تعالیٰ نے مسح کے دونوں عضو یعنی سر اور پیروں کو خارج رکھا ہے وضو اور تیمم کے اس فرق سے معلوم ہوا کہ پانی سے وضو کرنے وقت سر اور پیروں کا مسح کرنا چاہئے۔ اور تیمم میں ان کا مسح جائز نہیں ہے۔ آپؑ نے اس مسئلہ پر نہایت وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی تھی۔ جسے ہم نے یہاں اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اگر کسی نے فضل و ثواب کی خاطر دونوں پیروں کو محض طہارت کی غرض سے دھو ڈالا ہے اور انگلیوں میں خلال کر لیا تو اس نے بہت اچھا کیا۔ ایسا کرنا پاکیزگی اور طہارت کے لئے کافی ہے لیکن اسے ایسا فرض نہ سمجھنا چاہئے کہ جس کے بغیر وضو جائز ہی نہیں ہوتا۔ ائمہ طاہرین سے روایت ہے کہ پیروں پر صرف مسح کر لینا کافی ہے اور اسی پر اللہ کے حکم کے مطابق وضو کا خاتمہ ہے۔ ائمہ طاہرین نے یہ حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس عضو کو وضو میں مقدم رکھا ہے اس کو موخر نہ کرنا چاہئے اور جس عضو کو موخر رکھا ہے اس کو مقدم نہ کرنا چاہئے سنڈاس اور پیشاب سے استنجا کر چکنے کے بعد وضو کی ابتدا اس عضو سے کرنی چاہئے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں پہلے کیا ہے۔ ہم نے وضو کی ترتیب کا ذکر پہلے کر دیا ہے لہٰذا وضو کی ترکیب یہ ہے کہ استنجا کے بعد منہ اور دونوں ہاتھوں کو دھونا چاہئے اس کے بعد سر اور دونوں پیروں پر مسح کرنا چاہئے اگر کسی نے دونوں پیروں کو دھو لیا تو بہتر ہے لیکن صرف دونوں پیروں کو دھو لینا یعنی ان پر پانی بہانا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ دونوں پیروں پر اپنے ہاتھوں سے مسح بھی کرنا چاہئے اگر کسی نے ان اعضا کو پہلے دھو لیا جن کو اللہ تعالیٰ نے موخر کیا تھا پھر اس نے ان اعضا

کو دھویا جن کو مقدم کیا تھا تو اس صورت میں وضو پھر سے کرنا چاہیئے لیکن کسی نے بھول اور لاعلمی کی وجہ سے نماز پڑھ لی تو اس صورت میں اس کی نماز اسطرح باطل نہ ہوگی۔ جس طرح کہ ہم نے داہنے اعضاء پر بائیں اعضا کو مقدم کرنے کے بیان میں لکھا ہے۔

ائمہ طاہرین کا ارشاد ہے کہ رہ رہ کر وضو نہ کرنا چاہیئے (یعنی ہاتھوں کو تو دھولیا۔ پھر گھنٹے آدھ گھنٹے کے بعد منھ دھویا) بلکہ وضو تو ایک ہی وقت میں پورا کرنا چاہیئے ایسا نہیں کہ کچھ وضو تو ابھی کر لیا اور کچھ وضو دوسرے وقت پر چھوڑ دیا۔ ایسا قصداً نہ کرنا چاہیئے اگر وضو کی تکمیل میں کسی کو کوئی عذر در پیش آگیا اور پھر اس نے چھوڑے ہوئے وضو کو پھر پورا کرنے کا ارادہ کیا تو اس پر واجب ہے کہ پھر سے وضو کرے اگر اس کو اس بات کا علم نہیں تھا اور اس نے جہاں سے وضو چھوڑا تھا۔ وہیں سے وضو پورا کر کے نماز پڑھ لی تو اس صورت میں وضو کے اعادے کا حکم نہیں ہے۔ اس کی نماز کا وہی حال ہے جو ہم نے اعضاء کو مقدم مؤخر کرنے کے بیان میں لکھا ہے۔ یعنی اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

ائمہ طاہرین نے کامل طور سے وضو کرنے کی ترغیب دی ہے اور وضو کی خصوصیات کی معرفت کے بغیر کامل وضو کا انحصار پانی کی کثرت پر نہیں ہے بلکہ جس کو اچھی طرح وضو کرنا آتا ہے وہ تو تھوڑے پانی سے بھی اچھی طرح وضو کر لیتا ہے اور جس کو اچھی طرح وضو ہی کرنا نہیں آتا وہ زیادہ پانی ہونے کے باوجود اچھی طرح وضو نہیں کر پاتا ہے۔ وضو اور غسل کیلئے پانی کی کوئی حد مقرر نہیں ہے لیکن اتنا ضرور ہے جو اعضاء وضو میں دھوئے جاتے ہیں ان پر پانی ڈال کر ہاتھوں کو پھیرنا اور ملنا چاہیئے۔ اور جن اعضاء پر مسح کیا جاتا ہے ان پر اس طرح مسح کرنا چاہیئے کہ جس قدر ممکن ہے پانی کا اثر پہنچ جائے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مسح کا بیان خدا کی کتاب قرآن حکیم میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین ۶ $\frac{5}{5}$ ۔

ترجمہ: اور اپنے سروں کا اور ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کرلیا کرو۔

برؤسکم میں یہ جو حرف جرب ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسح سر کے بعض ہی حصہ پر واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تیمم کے سلسلہ میں فرمایا ہے کہ:

فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ۔ ۶/۵ - ترجمہ: (دونوں ہاتھ مار کر اس سے (مٹی سے) اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرلو۔ تیمم میں چہرے اور ہاتھوں کے بعض حصے پر مسح کرنے کی قید اللہ تعالیٰ نے اس لئے لگائی ہے کہ اسے معلوم تھا کہ مٹی کی گرد پورے چہرے اور ہاتھوں پر کیوں کر لگائی جاسکتی ہے اس لئے تو پروردگار عالم نے بوجوھکم وایدیکم منہ" فرمایا ہے۔ پس ٹھیک اسی طرح وضو کرتے وقت سر اور دونوں پیروں کے کچھ حصے پر مسح کیا جاتا ہے۔

ائمہ طاہرین کا ارشاد ہے کہ جس کا ہاتھ کٹا ہوا ہو اس کو چاہیئے کہ جہاں سے ہاتھ کٹا ہوا ہے اسے دھوئے اگر کسی عضو میں بیماری ہے اور اس کو دھونے سے مضرت پہنچے گی تو وہ نہ دھوئے۔ اگر اس عضو پر کپڑے یا لکڑی کی پٹی بندھی ہوئی ہو تو اس پر مسح کرلینا چاہیئے۔ ائمہ طاہرین کا اس بات پر پورا اتفاق ہے کہ واجب وضو میں موزوں کے اوپر سے مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو پیروں کے مسح کا حکم دیا ہے نہ کہ موزوں پر مسح کرنے کا لہٰذا پیروں پر ہی مسح کرنا چاہیئے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ " تقیہ میرا اور میرے باپ دادا کا دین و مذہب ہے۔ لیکن ان تین باتوں میں تقیہ کرنا جائز نہیں ہے نشہ آور چیزوں کے پینے میں اور موزوں پر مسح کرنے میں اور نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھنا ترک کردینے میں۔

ائمہ طاہرین فرماتے ہیں کہ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ موزوں پر مسح کرلینا جائز ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بغیر طہارت (یعنی بغیر وضو) کے نماز پڑھ لے گا اور یہ تو ایک کلیہ ہے کہ اگر کسی نے وضو کے مخصوص اعضا

میں سے کسی ایک بھی عضو کو چھوڑ دیا تو اس کا وضو نہیں ہوا اور جس کا وضو ہی کامل نہ ہوگا اس کی نماز بھی نہ ہوگی لہٰذا ایسے شخص کے پیچھے جو بھی نماز پڑھے گا اس کی بھی نماز نہ ہوگی۔ البتہ موزوں پر اس وقت مسح جائز ہے جب کہ پیروں میں کوئی ایسی بیماری ہو کہ پانی لگنے سے مانع ہو اس صورت میں بوجہ ضرورت موزوں پر مسح کر لینا جائز ہے۔ یہ ویسے ہی ہے جیسے کہ ہم نے کپڑے کی پٹی اور لکڑی کے پٹے پر مسح کرنا جائز لکھا ہے اور کوئی ایسا شخص جو پہلے سے باوضو ہے اور اس سے کوئی حدث نہیں ہوا ہے مگر اس نے فضل و ثواب کے لئے وضو کی تجدید کو پسند کیا تو اس حال میں اس پر کوئی وضو واجب نہیں ہے اگر وہ کچھ اعضا دھوئے اور کچھ نہ دھوئے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام حسین علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ سے راہ سفر میں مسح کرنے کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے اس وقت تو کوئی جواب نہیں دیا لیکن جب دوسری منزل پر پہنچے تو سائل بھی ہمراہ تھا۔ اس مقام پر پانی بھی موجود تھا آپ وہاں اترے اور وضو فرمایا اس وقت آپ نے عمامہ اور دونوں موزوں پر مسح کیا اور فرمایا کہ یہ اس شخص کا وضو ہے۔ جس نے کوئی حدث نہ کیا ہو (یعنے جس کا وضو نہ ٹوٹا ہو وہ ایسا کر سکتا ہے۔)

ائمہ طاہرین نے عمامہ، دوپٹہ، ٹوپی، موزہ، دستانہ (عورتوں کے ہاتھوں اور پیروں کا زیور) اور جوتوں پر مسح کرنے سے منع فرمایا ہے۔ البتہ اگر کوئی ایسی چپل ہو کہ جس سے دونوں پیروں پر مسح کرنے میں کوئی چیز حائل نہ ہو تو مسح کرنا جائز ہے۔ اور اگر کسی عضو میں کوئی ایسی بیماری ہو کہ اس پر پانی لگنے سے مضرت کا اندیشہ ہو تو اس پر مسح کرنا جائز ہے اس کی صورت وہی ہے جو ہم نے ٹوٹے ہوئے ہاتھوں پر کپڑے کے پٹے یا لکڑی کے پٹے پر مسح کرنے کا اوپر ذکر کیا ہے۔

پانی کا بیان

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ : وانزلنا من السماء ماءً طہوراً - ۱۹ ۲۵/۴۸ - ترجمہ : اور ہم ہی نے تو آسمان سے بہت پاک اور ستھرا پانی برسایا اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ : وینزل علیکم من السماء ماءً لیطہرکم - ۹ ۸/۱۱ - ترجمہ : اور تم پر پانی برسا رہا تھا تاکہ اس سے تمہیں پاک اور پاکیزہ کردے اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ : فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً - ۶ ۵/۶ - ترجمہ : اور تم کو پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی سے تیمم کرلو۔

امام جعفر الصادقؑ اور جملہ ائمہ طاہرینؑ اور رسول خدا صلعم سے منقول ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ پانی خود پاکیزہ بناتا ہے اس کو پاک نہیں کیا جاتا ہے آپ نے سمندر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔ حضرت علیؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جسے دریا نہ پاک کر سکے وہ کبھی پاک نہیں ہو سکتا۔ آپ نے اس بہتے ہوئے پانی کے متعلق فرمایا جس کے اندر مردار اور غلاظت اور خون بہتے ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے وضو کیا جا سکتا ہے اور اس کا پانی پیا جا سکتا ہے۔ جب تک کہ اس پانی کا رنگ اور مزا اور بو نہ بدل جائے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کوئی چیز پانی کو ناپاک نہیں بناتی ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ سے مسجد سے متصل اس حوض کے بارے میں پوچھا گیا جس میں حیض دار عورت اور نابالغ بچے ہاتھ ڈالتے

ہیں آیا اس پانی سے وضو کیا جا سکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ اس حوض کے پانی سے وضو کیا جا سکتا ہے کیونکہ کوئی چیز پانی کو ناپاک نہیں بناتی ہے۔ آپ سے ایسے تالاب کے بارے میں پوچھا گیا جو گاؤں کے آس پاس ہوتے ہیں اس میں آلودگی ہوتی ہے اور بچے پیشاب کرتے ہیں اور چوپائے بھی بول و براز کرتے ہیں صادقؑ آل محمدؐ نے فرمایا کہ اگر ان سب باتوں سے تمہارے اپنے دل میں کھٹک ہو تو اس طریقے سے پانی کو حرکت دے کر وضو کر لو۔ آپؑ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ فرما کر بتایا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ دین تنگ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: وما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ ۱۷ ۲۲/۷۸

ترجمہ: اور امور دین میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی۔ آپ سے پوچھا گیا کہ اگر تالاب میں کوئی چیز مر جائے تو؟ آپ نے فرمایا کہ اگر پانی غالب ہو یعنی اس کے پانی میں کسی قسم کی بدبو نہ پیدا ہو تو وضو کیا جا سکتا ہے۔

آپ سے ایسے تالاب کے بارے میں پوچھا گیا جس میں چوپائے پیشاب کرتے ہیں اور کتے اس میں منہ ڈالتے ہیں۔ جنابت دار مرد و عورت اور حیض دار عورت غسل کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر اس تالاب کا پانی ایک کر (یعنی سات سو بیس صاع) (ایک قسم کا پیمانہ) کی مقدار میں ہو تو اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی ہے۔

ایک مرتبہ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے ایسے تالاب کے بارے میں پوچھا گیا جس میں چوپائے بول و براز کرتے ہیں اور جنابت دار مرد اور حیض دار عورت غسل کرتے ہیں۔ کیا اس پانی سے وضو کیا جا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس تالاب کے پانی سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم اپنے اصحاب کے ہمراہ ایک سفر میں ایک تالاب کے پاس کھڑے تھے اور اس تالاب میں آپ کے اصحاب کے گھوڑے اور چوپائے بول و براز کرتے تھے۔ اس کے باوجود آپ کے اصحاب اس میں غسل کرتے تھے اور اس سے وضو بھی کرتے

تھے اور اس کا پانی پینے بھی تھے۔ امام جعفر الصادقؑ سے یہ روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جب پانی ۲ دو گز چوڑا ۲ دو گز لمبا اور دو گز گہرا ہو پھر دو گز لمبائی کو دو گز چوڑائی کے ساتھ ضرب دیا جائے اور اس کو دو گز گہرائی کے ساتھ ضرب دیا جائے تو اس حساب سے جب پانی آٹھ ذراع ہو تو وہ کسی چیز سے ناپاک نہیں ہوتا ہے اس سے مراد ائمہ طاہرین کی کل پانی سے ہے اور تھوڑے پانی کی مقدار کے متعلق فرمایا ہے کہ جب تک پانی غالب ہو یعنی اس میں نجاست کا اثر نمایاں نہ ہو تو ایسے پانی کو وہ جاری پانی سمجھا جائے گا جسے اللہ اور اس کے رسول نے طہارت کے لئے مباح قرار دیا ہے اگر پانی پر نجاست غالب ہو جائے یعنی رنگ اور پانی کا مزا اور اس کی بو میں فرق پیدا ہو جائے تو وہ ناپاک ہے اس پانی کو ویسا ہی پانی سمجھا جائے گا۔ جس پر نجاست غالب آ چکی ہے۔ امام جعفر الصادقؑ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر جنابت دار ایسے پانی کے پاس سے گذرے جس میں مردار ہے تو اگر اس پانی کا رنگ، مزا اور بو میں فرق پیدا ہوا ہو تو اس کے پانی کو نہ تو پیئے نہ اس سے وضو کرے نہ غسل کرے۔

یہ حکم اس پانی کے لئے ہے جو نجاست کی وجہ سے بدل گیا ہو لیکن اگر زیادہ دنوں کا ہونے کی وجہ سے یا اس میں گھاس وغیرہ اُگ آنے کی وجہ سے کہ جو نجاست نہیں ہے اس پانی کا رنگ یا مزا بدل گیا تو وہ پانی پاک ہے۔

پانی تو محض نجاست کی وجہ سے ناپاک ہوتا ہے اسی طرح اگر کنوئیں میں کوئی جانور گر کر مر جائے اور پانی کا رنگ مزا اور بو بدل جائے تو اس کنوئیں سے اتنا پانی نکال دینا چاہیئے کہ پانی میں جو تبدیلی ہو گئی تھی وہ دور ہو جائے اور پانی اپنی اصل حالت پر آ جائے۔ اور اس میں نجاست ذرا بھی نمایاں نہ ہو تو اس وقت وہ پانی پاک ہے۔

امام جعفر الصادقؑ اور ائمہ طاہرینؑ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسی طرح سے وہ پانی بھی ہے جس میں کتے اور درندے اور چوپائے داخل ہوتے ہیں۔

امام جعفر الصادق اور آپ کے آبار کرام علیہم السلام سے منقول ہے کہ رسول خدا صلعم سے روایت ہے کہ آپ سے ایسے پانی کے متعلق پوچھا گیا جس میں کتے، درندے اور چوپائے داخل ہوتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ ان جانوروں نے جو کچھ اپنے منہ میں اٹھا لیا وہ ان کا ہوگیا تمہارے لئے تو وہ پانی ہے جو باقی رہ گیا ہے یہ اس صورت میں ہوسکتا ہے جبکہ پانی کی اصلیت غالب ہو لیکن اگر جانوروں کا لعاب پانی پر غالب آجائے اور وہ پانی میں نمایاں ہو تو وہ پانی ناپاک ہے اور یہ اس پانی کی طرح ہے جس میں نجاست غالب آچکی ہے۔

اسی طرح ائمہ طاہرین سے روایت ہے کہ بلی، چوہے اور یہودی ونصاریٰ اور مجوسی کے منہ کا جھوٹا اس پانی کی طرح ہے جس میں جانوروں، کتوں اور بہائم نے پیا ہے، حیض دار عورت اور جنابت دار مرد کے منہ اور ہاتھ لگائی ہوئی چیز کے کھانے میں رخصت دی گئی ہے اور ایسے کنویں جن سے متصل موری ہو یا پاخانہ کی نالی ہو اور اس کا پانی کنویں میں جا گرنے سے رنگ وغیرہ بدل جاتا ہو تو پانی گندہ ہو جاتا ہے اگر اس کنویں سے اتنی مقدار میں پانی باہر نکال دیا جائے کہ جس سے پانی کا تغیر دور ہو جائے تو وہ پاک ہے اور جب پھر اس میں ناپاک پانی چلا جائے تو پھر ناپاک ہو جاتا ہے۔ ان تمام صورتوں میں ایک ہی حکم ہے اور ان کی ایک ہی اصل ہے۔ پانی پاک ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لیکن اگر اس میں نجاست پڑجائے تو اس کا حکم وہی ہے جو اس پانی کا ہے جس میں نجاست غالب ہے اگر وہ نجاست دور ہو جائے تو وہ پانی پاک ہے پانی کے مسئلے میں ان باتوں کے سوا کوئی دوسری بات صحیح نہیں ہے۔ پانی کے بارے میں مناظرہ ہو کہ وہ پانی جس میں نجاست ہے اس سے ہر وہ چیز ناپاک ہو جاتی ہے جس سے وہ نجاست دار پانی لگ جاتا ہے تو معلوم ہونا چاہئے کہ ہم نے جو اوپر کہا ہے وہ ہی صحیح ہے اس بارے میں بکثرت دلائل و براہین ہیں جسے ہم نے اختصار کے لحاظ سے حذف کر دیا ہے۔

غسل کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وان کنتم جنبا فاطہروا - ۶ ۔ ۵ ۔ ترجمہ: اگر تم حالت جنابت میں ہو تو غسل کرو۔

خدا کی کتاب سے یہ بات ثابت ہے کہ جنابت کا غسل واجب ہے اور اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی جنابت دار جنابت کا غسل کرتے وقت جنابت کے غسل کی نیت نہ کرے تو دسوں مرتبہ بھی غسل کرے گا تو یہ غسل اس کے لئے کافی نہ ہوگا۔

ائمہ طاہرین سے روایت ہے جنابت کے غسل کے متعلق فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے وضو کرنا چاہیئے جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہے اور فرج پر لگی ہوئی ناپاکی کو دور کرنا چاہیئے۔ پھر پورے جسم پر پانی ڈالا جائے۔ اور جہاں تک دونوں ہاتھ پہنچ سکتے ہوں پہنچایا جائے۔ جسم میں کوئی ایسی جگہ نہ رہ جائے جہاں پانی نہ پہنچا ہو۔ ساتھ ہی ساتھ ہاتھ کو بھی جسم پر پھیرا جائے بالوں کو بھگویا جائے اور بدن کو صاف کر لیا جائے۔ غسل کے لئے کوئی پانی کی مقدار مقرر نہیں ہے جیسا کہ ہم نے وضو کے باب میں لکھا ہے۔ لیکن اگر کسی نے تمام بدن پر پانی ڈال لیا اور اس پر ہاتھ پھیرا اور میل کو صاف کیا بالوں کو تر کیا۔ یہاں تک کہ پانی چمڑی کو لگ گیا اور اس سے قبل اس نے وضو بھی کر لیا تو اس صورت میں وہ پاک و صاف ہے۔ ائمہ طاہرینؑ

سے یوں تو غسل کے متعلق بہت سی روایات آئی ہیں لیکن یہ روایت اصل مقصود و مراد ہے۔ ائمہ طاہرینؑ نے اس جنابت داد کے متعلق فرمایا ہے جو پانی میں غوطے لگاتا ہے اور اس کی نیت غسل کی ہے ساتھ ہی ساتھ اس نے غسل کے تمام مذکورہ باتوں کو انجام بھی دیا ہے تو اس حال میں وہ پاک و صاف ہو گیا۔

فرض اور سنت غسل کا بیان

فرض و واجب غسل یہ ہیں :۔

(۱) جنابت کا غسل (۲) حیض کا غسل (۳) نفاس کا غسل (۴) کافر کا غسل، جب وہ اسلام قبول کرے (۵) پاگل اور بیہوش آدمی کا غسل جب وہ ہوش میں آجائے۔ (۶) نجاست میں لوٹ پوٹ ہو جانے کا غسل (۷) میت کا غسل۔

سُنت غسل یہ ہیں :۔

(۱) جمعہ کے دن غسل کرنا (۲) عید الفطر کا غسل (۳) عید الاضحیٰ کا غسل (۴) احرام باندھنے کا غسل (۵) حرم شریف (۶) کعبہ اور (۷) مدینہ میں داخل ہونے کا غسل ۔

(۸) عرفہ کے دن کا غسل (۹) رمضان کی ۱۹ ویں، (۱۰) ۲۱ ویں، (۱۱) ۲۲ ویں رات کا غسل۔ ان راتوں میں مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد غسل کرنا چاہیئے۔ یہ مستحب ہے اور اس کی ترغیب دی گئی ہے کہ ان تینوں راتوں کو عبادت میں گذارا جائے (۱۲) میت کو نہلانے والا نہلانے کے بعد خود غسل کرے۔

امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کچھ عورتیں رسول اکرمؐ کی کسی زوجہ کے پاس آئیں اور ان سے کچھ اپنے بارے میں بیان کیا۔ ان زوجہ نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں اس بات کو پیش کیا کہ اے رسول خدا صلعم یہ عورتیں آپ سے کچھ ایسی باتیں دریافت کرنا چاہتی ہیں جن کے بیان کرنے سے انہیں شرم آتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جو چاہیں پوچھ سکتی ہیں۔ کیونکہ اللہ کو حق بات کہنے میں کوئی شرم و حجاب نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ عورتیں کہتی ہیں کہ اگر کوئی عورت خواب میں وہی دیکھے جو کہ ایک مرد دیکھتا ہے (یعنی احتلام کرتا ہے) تو کیا اس عورت

پر بھی غسل کرنا واجب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں اس پر غسل واجب ہے۔ عورت کو بھی مرد ہی کی طرح پانی نکلتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے عورت کے پانی کو پوشیدہ رکھا اور مرد کے پانی کو عیاں کر دیا ہے جب عورت کا پانی (بوقت جماع) مرد کے پانی پر غالب آجاتا ہے تو بچہ ماں سے مشابہ ہوتا ہے اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب ہوتا ہے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور جب دونوں پانی معتدل یعنی برابر ہوتے ہیں تو بچہ دونوں کے مشابہ ہوتا ہے۔ لہٰذا جب عورت سے وہ چیز نکلے جو مرد سے نکلتی ہے تو اس پر غسل واجب ہے اور یہ بات صرف شریر اور بدقماش عورتوں ہی میں پائی جاتی ہے۔

ائمہ طاہرین کا یہ حکم ہے کہ کسی نے جماع کیا یا احتلام کیا اور اس نے غسل کرنا چاہا تو اسے غسل سے قبل پیشاب کرنا چاہیئے۔ تاکہ پیشاب آلۂ تناسل میں رکی ہوئی منی کو باہر نکال دے۔ اگر کسی نے ایسا نہ کیا اور غسل کرنے کے بعد آلۂ تناسل میں رکی ہوئی منی باہر نکل آئی تو اس پر غسل پھر سے واجب ہوگا۔ ائمہ طاہرین سے روایت ہے کہ جو شخص جماع کرے تو اس پر واجب ہے کہ جب تک وہ غسل نہ کرلے اس کو نہ سونا چاہیئے نہ کھانا چاہیئے نہ پانی پینا چاہیئے۔ ہاں اگر وہ پھر جماع کرنے کی نیت رکھتا ہو تو اور بات ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں اگر وہ دوبارہ جماع کا ارادہ رکھتا ہو تو غسل نہ کرے۔ الا انکہ نماز کا وقت آجائے تو جب نماز کا وقت ہو جائے تو غسل میں تاخیر نہ کرنا چاہیئے۔ اگر اس نے غسل سے قبل پھر جماع کیا تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ اور انہوں نے جنابت دار اور حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت (یعنی بوسہ و کنار کرنے کی رخصت دی ہے اور جنابت دار کے لئے مسجد میں بیٹھنا ناپسند قرار دیا ہے۔ البتہ مسجد میں راہی کی طرح گزر سکتا ہے۔

ائمہ طاہرین فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے جنابت کے غسل میں وضو نہ کیا تو اس کا یہ غسل کافی ہے بشرطیکہ اس نے اپنے ہاتھوں سے وضو کی نیت سے وضو کے تمام اعضا پر پانی ڈال لیا ہو۔ ائمہ طاہرین نے تھوڑا تھوڑا غسل کرنا ناپسند کیا ہے۔ اگر کسی نے

تھوڑا غسل کر لیا ہو تو اسے پھر سے غسل کرنا چاہیئے۔ تاکہ ایک ہی وقت میں پورا غسل ہو جائے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلعم نے جنابت کا غسل فرمایا۔ جب آپ اپنے اس غسل سے فارغ ہو چکے تو آپ کی نظر جسم مبارک میں ایک ایسی جگہ پڑی جہاں پانی نہیں پہنچا تھا تو اس وقت آپ نے اپنے بالوں میں لگے ہوئے پانی سے اس جگہ پر مسح کر دیا تھا۔

ائمہ طاہرین سے روایت ہے کہ ایسا شخص جس کے جسم پر زخم لگے ہوئے ہیں یا پھوڑا پھنسی یا چیچک نکلی ہوئی ہے اور اس کو غسل کی ضرورت ہے تو اگر اسے پانی سے کسی قسم کی تکلیف و خطرے کا خوف نہ ہو تو غسل کر لے اگر وہ جسم پر ہاتھ پھرا سکے تو ٹھیک ہے ورنہ آہستہ آہستہ ہاتھ رکھے۔ اور یہ بھی نہ ہو سکے تو جسم پر پانی کا بہا لینا ہی اس کو کافی ہے اور اگر پانی برداشت نہ کر سکے تو پاک مٹی سے تیمم کر لے۔

ائمہ طاہرینؑ نے التقاء الختانین پر غسل واجب قرار دیا ہے خواہ انزال ہو کہ نہ ہو۔ ائمہ طاہرین ہی سے روایت ہے کہ التقاء الختانین سے یہ مراد ہے کہ حشفہ فرج میں داخل ہو جائے جب ایسا ہو جائے تو مرد و عورت دونوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ خواہ انزال ہو کہ نہ ہو۔ اگر کسی نے فرج کے علاوہ جماع کیا اور انزال نہ ہوا تو اس پر غسل واجب نہیں ہے۔ اگر کسی کو خواب میں معلوم ہوا کہ اس نے احتلام کیا ہے اور جب اٹھا تو اس نے کوئی تری نہ پائی تو اس پر غسل واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر منی نظر آجائے تو غسل کرنا واجب ہے۔ اگر مذی کے مانند صرف تری ہی ہو تو غسل واجب نہیں ہے لیکن اس تری اور نیند کی وجہ سے اس پر وضو ضرور واجب ہے۔

ائمہ طاہرینؑ سے روایت ہے کہ اگر بیداری کے عالم میں عورت یا مرد نے جماع یا بغیر جماع کے انزال کیا تو اس پر غسل واجب ہے۔ مرد کی طرح عورت کو بھی خواب میں احتلام ہو جائے تو اس پر غسل واجب ہے۔

اس عورت کے بارے میں ائمہ طاہرینؑ نے فرمایا جس کا شوہر اس کے ساتھ ہمبستر ہوتا ہے اور وہ خود جنابت دار ہوتی ہے۔ پھر وہ غسل سے پہلے حیض دار ہو جاتی ہے تو اس صورت میں جب وہ حیض سے پاک ہو جائے تو اس کو ایک ہی غسل کافی ہے اور ائمہ طاہرین نے فرمایا ہے کہ جب عورت غسل کرے تو اپنے بالوں کو کھول ڈالے۔ ہاں اس وقت نہ کھولے جب اس کو یہ معلوم ہو کہ بغیر بال کھولے پانی اس کے سر کی کھال تک پہنچ جائے گا اور تمام بال پانی سے تر ہو جائیں گے لیکن یہ اس صورت میں ممکن ہے جبکہ بالوں کی گرہیں ڈھیلی ہوں۔

اور ائمہ طاہرین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب ذمیہ عورت (ذمی مرد یا عورت ان کو کہتے ہیں جو جزیہ دیکر دارالاسلام میں رہتے ہیں) کسی مسلم کی بیوی ہو تو اس پر سے یہ امر مرفوع ہے۔ اگر وہ غسل نہ کرے اور اس سے انکار کرے تو اس کو جنابت کے غسل کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کے اندر جو شرک پوشیدہ ہے وہ تو اس جنابت سے بھی بڑھ کر گناہ ہے۔ البتہ حیض کے غسل پر مجبور کی جا سکتی ہے تاکہ مسلم مرد کے لئے اس کے ساتھ مجامعت کرنا حلال ہو جائے اور تاکہ وہ اس کو اپنی ذات سے دور نہ رکھ سکے۔

غسل کے وقت بازوبند اور انگوٹھی کو گھمانا چاہیئے تاکہ پانی ان کے نیچے حصے تک پہنچ سکے۔ اور ان کے اوپر بھی پانی ڈالنا چاہیئے۔ وضو کے وقت جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں وہ دعائیں غسل کے وقت بھی پڑھی جائیں۔ غسل کرنے کے بعد رومال یا تولیہ سے جسم پونچھنے کی رخصت دی گئی ہے۔

جسم، لباس، زمین اور بچھونوں کی طہارت کا بیان

امام جعفر الصادقؑ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ پیشاب اگر کپڑے میں لگ جائے تو اس کو دو مرتبہ دھو ڈالنا چاہیئے۔

امام جعفر الصادقؑ نے فرمایا ہے کہ اگر بچے کا پیشاب کپڑے میں لگ جائے تو اس پر اس طرح سے پانی بہایا جائے کہ دوسری طرف سے نکل جائے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اگر منی کپڑے میں لگ جائے تو اس جگہ کو دھو ڈالا جائے۔ اور اگر یہ نہ معلوم ہو سکے کہ منی کس جگہ لگی ہے لیکن اتنا یقینی علم ہو کہ کہیں منی ضرور لگی ہوئی ہے تو تین مرتبہ پورا لباس دھونا چاہیئے۔ اور ہر مرتبہ پانی میں ڈبو کر نچوڑنا چاہیئے۔ اور اگر مذی (پتلا پانی) کپڑوں میں لگ جائے تو بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے۔

امام باقرؑ اور امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کپڑے میں اگر خون لگ جائے تو اس کو دوسری نجاستوں کی طرح ہی دھونا چاہیئے اور انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر خون کا چھینٹا اور اس کے علاوہ دوسری نجاستوں کا چھینٹا جیسے پسو کا خون لگ جائے تو اس میں رخصت ہے لیکن اگر بہت زیادہ نمایاں ہو تو دھونا ضروری ہے۔ اسی طرح اگر مچھلی کا خون نمایاں طور سے ہو تو دھونا چاہیئے

امام جعفر الصادقؑ سے مشرکین کے بنائے ہوئے لباس کے متعلق پوچھا گیا کہ آیا ان کو پہن کر نماز ادا کی جا سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں! آپ سے کپڑے میں شراب

لگنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ دھونا چاہئے۔ جنابت دار اور حیض دار کا پسینہ کپڑے میں لگ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح سے اگر بھیگا ہوا کپڑا کسی جنابت دار یا حائضہ کے جسم سے لگ جائے تو ائمہ طاہرینؑ نے اس میں بھی رخصت دی ہے۔ اسی طرح اگر سوکھی نجاست کپڑے یا جسم سے لگ جائے لیکن ان میں سے ذرا بھی لگی نہ رہ جائے۔ جیسے سوکھا پائخانہ۔ کتے، سور اور مردار یہ اگر کپڑے یا جسم سے بھی مس ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ پرندوں میں سے مرغ اور تیتر کہ جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ اگر ان کا بیٹ یا پیشاب لگ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ جن ناپاکیوں کے لگ جانے کی وجہ سے وہ کپڑا دھویا جاتا ہے اگر جسم میں لگ جائے تو جسم کو بھی دھونا چاہئے اور اگر بارش کا کیچڑ کپڑے میں لگ جائے اور اس کی نجاست غالب نہ ہو اور کپڑے کی ہیئت کو بدل نہ دے جیسا کہ ہم نے پانی کے بیان میں لکھا ہے تو اس میں ائمہ طاہرینؑ نے رخصت دی ہے لیکن کیچڑ کی نجاست کپڑے پر جب غالب ہو جائے اور ہیئت بدل جائے تو وہ نجاست کے حکم میں ہے۔ اگر کوئی شخص غسل کرکے پہلے تو ناپاک زمین پر چلے پھر وہ پاک زمین پر چلے تو اس کے دونوں پیر پاکیزہ ہو جاتے ہیں۔ اور ائمہ طاہرینؑ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی زمین پر نجاست ہو تو اس جگہ نماز نہ پڑھی جائے لیکن اگر وہ سوکھ جائے اور نجاست کی بدبو دور ہو جائے اور عین نجاست کا اثر باقی نہ رہے تو نماز پڑھنا جائز ہے۔

ائمہ طاہرینؑ نے قبرستان[1] کھجوروں[2] کے جھنڈ اور حمام[3] میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ بھیڑوں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کی رخصت دی ہے جہاں نماز پڑھی جائے وہاں جھاڑو کرکے اور پانی چھڑک کر نماز پڑھی جائے۔ اسی طرح سے گرجاؤں اور مشرکین کے گھروں میں جھاڑو مار کر اور پانی چھڑک کر نماز پڑھنی چاہیئے۔ اور جن کپڑوں کو مشرکین نے بنایا ہے اور اس کو انہوں نے استعمال نہیں کیا ہے اور ان میں کسی قسم کی نجاست بھی نمایاں نہیں ہے تو ایسے کپڑوں میں ائمہ طاہرینؑ نے نماز پڑھنے کی رخصت دی ہے۔

مسواک کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم صلعم نیند سے بیدار ہوتے تو مسواک کرتے تھے اور جب سفر پر جاتے تو آپ کے ساتھ یہ چھ چیزیں ضرور ہوتی تھیں۔ (۱) عطر کی شیشی (۲) قینچی (۳) سُرمہ دانی (۴) آئینہ (۵) کنگھی (۶) مسواک۔ رسول خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسواک منھ کی خوشبو ہے اور اس میں رب العزت کی خوشی ہے۔ جب کبھی میرے پاس جبریل آتے تو مجھے مسواک کی وصیت کرتے۔ یہاں تک کہ میں تو ڈر گیا کہ اپنے منھ کے اگلے دانتوں کو چھپائے رکھوں۔ آپ نے فرمایا کہ انبیائے کرام کو تین چیزیں دی گئی ہیں۔ عطر، ازواج، مسواک۔ اگر لوگوں کو مسواک کے فوائد کا علم ہو جائے تو ہر شخص اسے اپنے لحاف میں رکھ کر سویا کرے۔ رسول اکرم صلعم نے فرمایا ہے کہ قرآن کے راستے کو یعنی (منھ) کو صاف رکھو۔ عرض کیا گیا کہ اے رسول خدا صلعم قرآن کا راستہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے منھ ہیں۔ آپ کا مقصد مسواک سے منھ کو صاف کرنا ہے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر میری اُمّت پر بار نہ ہو جاتا تو میں ان پر مسواک کو وضو کے ساتھ فرض قرار دیدیتا۔ اگر کسی سے ہو سکے تو وہ کبھی مسواک نہ ترک کرے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ تین دن انقطاع وحی کے بعد جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ کی تاخیر کی وجہ کیا ہے اے میرے حبیب جبریلؑ انھوں نے کہا کہ اے محمدؐ ملائکہ تم پر کیونکر نازل ہو سکتے ہیں جب کہ تم سب مسواک نہیں کرتے ہو اور پانی سے استنجا نہیں کرتے اور غسل نہیں کرتے

اور اپنے مفاصل کو نہیں دھوتے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مسواک وضو کا نصف حصہ ہے اور وضو ایمان کا نصف حصہ ہے۔ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جو بندۂ مومن نصف رات کو اٹھ کر مسواک کرتا ہو اور پھر غسل کرتا ہو تو اس کا غسل نہایت عمدہ ہوتا ہے۔ پھر جب وہ مسجد میں داخل ہوتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے پاس آکر اس کے منھ پر اپنا منھ رکھ دیتا ہے تو اس کے منھ میں سے جو بھی نکلتا ہے وہ فرشتہ کے منھ میں چلا جاتا ہے۔ وہی فرشتہ قیامت کے روز اس کا شفیع اور گواہ بن کر آئے گا۔ آپ نے فرمایا کہ مسواک (عرض میں) چوڑائی میں ۔ ۔ ۔ کرو لمبائی میں نہ کرو۔ آپ نے فرمایا کہ انگوٹھے اور تسبیح کی انگلی وضو کرتے وقت دانتوں پر پھیر لینا بھی مسواک ہے آپ نے بانس کی لکڑی۔ پھول دار درخت اور انار کی لکڑی سے مسواک کرنا منع فرمایا ہے۔ کیونکہ اس سے جذام پیدا ہونے کا امکان ہے۔

تیمم کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یاایھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم الی قولہ فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے آمادہ ہو تو اپنے منھ کو دھولو۔ اگر تم کو پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلو۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس شخص کو پانی نہ ملے تو اسے تیمم آخر وقت میں کرنا چاہیئے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص تیمم کرچکے تو جب تک وہ کوئی حدث نہیں کرتا یا اس کو پانی نہیں مل جاتا اس وقت

تک وہ جتنی نمازیں پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے۔ اگر اس کا گزر پانی کے پاس سے ہوجائے یا اسے پانی مل جائے تو اس صورت میں اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا لیکن اس کے بعد پھر پانی نہ ملے تو تیمم کرلے۔ اگر کسی نے تیمم کر کے اول وقت میں نماز پڑھ لی پھر اس کو پانی مل گیا۔ اور اتنا وقت ابھی باقی ہو کہ جس میں وہ وضو کر کے نماز پڑھ سکتا ہو تو وہ وضو کر کے پھر سے نماز پڑھے۔ پانی ملنے کے بعد جبکہ نماز پڑھنے کا وقت بھی باقی ہو تو اس کی نماز کسی حالت میں تیمم سے جائز نہ ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ اس طرح اگر کسی نے تیمم کر لیا اور ابھی اس نے نماز نہیں پڑھی ہے۔ اتنے میں اس کو پانی مل گیا تو اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا۔ اس پر واجب ہے کہ وہ وضو کر کے پھر سے نماز پڑھے۔ اگر تیمم کر کے نماز پڑھنے لگا پھر اسی وقت پانی مل گیا تو اس صورت میں اگر وہ رکوع میں نہ گیا ہو تو پھر سے وضو کر کے نماز پڑھے اگر رکوع کر چکا ہو تو نماز پوری کرے اگر تیمم سے نماز پڑھنے کے بعد بھی نماز کا وقت ہے تو پانی سے وضو کر کے پھر سے نماز پڑھے۔ اگر وقت گزر چکا ہو تو پھر تیمم سے پڑھی ہوئی نماز اس کے لئے کافی ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے تیمم کی ترکیب بتاتے ہوئے فرمایا کہ تیمم بوقت ضرورت ایک قسم کا وضو ہے لہٰذا تیمم کرنے والا جب تیمم کرنے کا ارادہ کرے تو پہلے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ایک مرتبہ زمین پر مارے اس کے بعد ایک کو دوسرے پر مار کر جھاڑے پھر اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے اپنے منھ پر ایک ہی مرتبہ بھوؤں سے لیکر منھ کے نچلے حصہ تک مسح کرے۔ اس کے بعد اپنی بائیں انگلی کو داہنی انگلیوں پر ہتھیلی کے اوپر رکھ کر آگے حصہ تک لے جائے۔ اسی طرح سے داہنی انگلیوں کو بائیں انگلیوں پر کرے جیسا کہ اس نے پہلے کیا تھا۔ صرف ایک مرتبہ کرے یہ ہے تیمم اور کامل وضو اور جنابت کا غسل، اس کے بعد امام جعفر الصادق نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت عمار بن یاسرؓ جنابت دار ہوئے تو انہوں نے اپنا کپڑا اتارا اور پاک مٹی میں لوٹنے

لگے۔ جب یہ خبر رسول اللہ صلعم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اے عمارؓ کیا تم گدھے کی طرح لوٹتے تھے تم کو تو اتنا ہی کافی تھا کہ تم مٹی سے اپنے ہاتھ اور منھ پر مسح کر لیتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے رسول خدا صلعم سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے تین چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے قبل کسی نبی کو نہیں دی گئی ہیں۔ رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے اور مال غنیمت میرے لئے حلال کیا گیا ہے۔ اور زمین کو میرے واسطے مسجد اور اس کی خاک کو ذریعہ طہارت قرار دیا گیا ہے

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی جنابت دار ہو جائے اور اس وقت زمین میں نمی ہو تو اپنے گھوڑے کے پائدان کو جھاڑ کر اس کے غبار سے تیمم کرے اور امام باقر علیہ السلام اور امام جعفر الصادق علیہ السلام بھی فرماتے ہیں کہ وہ شخص جس کو پاک مٹی نہ مل سکتی ہو تو ایسی صورت میں اپنے کپڑے اور پالان کو جھاڑ کر تیمم کرے اور لبادہ (اونی کپڑا) پر زور سے ہاتھ مار کر یا جھاڑ کر تیمم کرے۔ اور تیمم کرنے والے کے لئے زمین پر ایک ہی مرتبہ ہاتھ مارنا کافی ہے وہ دونوں ہاتھوں سے ہاتھ اور منھ پر مسح کرے۔ ائمہ طاہرین نے فرمایا ہے کہ گچ راکھ ابرق سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن جو پتھر زمین سے نکلا ہوا ہو اور اس پر غبار لگی ہوئی ہو تو تیمم اس سے ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ بھیگا ہوا ہے تو تیمم نہیں ہو سکتا ہے۔ حالت حضر میں دا بیماری کی وجہ سے ہی تیمم کرنا چاہئے اور اگر کوئی شخص بھیڑ میں پڑ گیا اور وہ اس سے نہیں نکل پایا۔ یہاں تک کہ نماز کا وقت آ گیا تو وہ تیمم کر کے نماز پڑھے اور پھر بعد میں اعادہ کرے اور وہ جنابت دار جو کنویں کے پاس تو ہے لیکن اس کے پاس پانی نکالنے کا سامان نہیں ہے تو وہ تیمم کر لے اور وہ جنابت دار شخص جس کے جسم میں پھوڑے یا زخم یا کوئی ایسی بیماری ہو کہ اگر وہ غسل کرتا ہے تو اس کی جان کا خوف ہے تو وہ تیمم کر کے نماز پڑھے اور جو جنابت دار شخص ٹھنڈک کے خوف سے ڈرتا ہے کہ وہ اگر غسل کر لے

تو ہلاک ہو جائے گا۔ وہ تیمم کرکے نماز پڑھے اور ایسا خوف نہ ہو تو غسل کرلے اس صورت میں اگر وہ مرگیا تو شہید ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس اتنا تھوڑا سا پانی ہے کہ اگر وہ اس پانی سے وضو یا غسل کرتا ہے تو پیاس کی وجہ سے ہلاک ہو جائیگا تو وہ تیمم کرکے نماز پڑھے اور پانی کو اپنی جان کے لئے بچا رکھے۔ اس کی ہلاکت کا سامان نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:۔

لا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیماً۔ ۵ ۴/۲۹۔

ترجمہ: اور تم اپنا گلا گھونٹ کر اپنی جان نہ دے دو۔ کیونکہ خدا تو ضرور تمہارے جان پر مہربان ہے۔

ائمہ طاہرینؑ نے اس مسافر کے بارے میں فرمایا ہے جسے پانی ایسی جگہ پر ملتا ہے۔ جہاں جانے سے اس کو اپنی جان کا خوف ہے۔ جیسے ڈاکو یا درندے یا دوسری کوئی ایسی چیز ہے جس سے اس کو اپنی جان کا خوف ہے تو اس حالت میں وہ تیمم کرکے نماز پڑھے اگر مسافر کو گراں قیمت سے پانی مول ملتا ہے اور اس کے پاس قیمت ہو تو تیمم نہ کرے کیونکہ جب اس کے پاس پانی کی قیمت موجود ہے تو گویا پانی موجود ہے لیکن اگر اس کو روپیہ خرچ کرنے کی وجہ سے اپنی ہلاکت کا ڈر ہو تو پانی نہ خریدے اور تیمم کرکے نماز پڑھے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سفر میں جبکہ پانی نہ ملتا ہو تو اپنی عورت کے ساتھ ہم بستر ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ تیمم کرکے نماز پڑھے رسول خدا صلعم سے اس مسئلے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اپنی عورت سے ملو اور تیمم کرکے نماز پڑھو۔ تم کو اس کا اجر ملے گا۔ سائل نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ صلعم میں لذت بھی اٹھاؤں گا اور مجھے اجر بھی ملے گا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! جب تم حلال کام کروگے تو تم کو ضرور اجر ملے گا ٹھیک اسی طرح ... جیسے کہ تم حرام کاری کروگے تو گنہگار ٹھیروگے۔

اشیاءِ خورد و نوش کی طہارتوں کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ سے ایسے سفرہ یا خوان کے بارے میں پوچھا گیا۔ جس میں شراب لگی ہوئی ہے تو کیا اس پر کھانا کھایا جاسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر سوکھ گئی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ چوہوں کی لینڈی جو آٹوں میں پائی جاتی ہے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر معلوم ہو جائے تو اسے نکال دینا چاہئے اور اگر معلوم نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور آپ سے پوچھا گیا کہ کتنے اور چوہے جو روٹی کھا جاتے یا سونگھتے ہیں اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس جگہ سے انھوں نے کھایا ہے یا سونگھا ہے اس کو کاٹ دیا جائے اور باقی کھایا جائے۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے ہر اس چیز کے کھانے اور پینے کی رخصت دی ہے جس میں سے بلی نے کھایا پیا ہو۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے چوہے کے گھی میں گر پڑنے کے بارے میں پوچھا گیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ اگر گھی جما ہوا ہو تو چوہے کے . . . آس پاس کے گھی کو نکال دیا جائے اور باقی کو کھایا جائے اگر پگھلا ہوا ہو تو سب کا سب خراب ہو گیا ہے اس کو صرف چراغ جلانے کے کام میں لایا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السلام سے کیڑے اور مکوڑے کے بارے میں پوچھا گیا جو گھی، شہد، دودھ اور تیل میں گر کر مر جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اگر کیڑے مکوڑے پگھل گئے ہوں تو دودھ کو بہا دیا جائے اور گھی و تیل کو چراغ جلانے کے کام میں لیا جائے اور سنڈ اسیا بچھو، مکھی اور جھینگر اور ان کے علاوہ جن میں خون نہ ہو اور وہ کھانے میں گر کر مر جائیں تو اس سے کھانا خراب

نہیں ہوتا ہے۔ آپ نے تیل کے متعلق فرمایا کہ اگر کوئی چاہے تو اس سے صابون بنا سکتا ہے اگر کیڑے مکوڑے شوربے میں گر کر جب تک مرے نہ ہوں اور ان کو زندہ نکال لیا جائے تو وہ نجس نہیں ہوتا ہے۔ اس کو کھایا جا سکتا ہے اور اگر گر کر مر جائیں تو اسے نہ کھایا جا سکتا ہے نہ بیچا جا سکتا ہے نہ خریدا جا سکتا ہے۔ رسول خدا صلعم کے اس قول سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ اس کی بیع و شرا ممنوع ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ یہودیوں پر خدا کی مار۔ باوجودیکہ ان پر چربی حرام کی گئی تھی پھر بھی اس کو انھوں نے فروخت کر کے اس کی قیمت کو کھایا۔ البتہ اس چربی سے مردار کی کھال کی طرح فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے لیکن اس کی خرید فروخت جائز نہیں ہے۔ اور جو شخص اس چربی سے چراغ جلائے یا صابون بنائے تو اسے اس بات سے بچنا چاہئے کہ کہیں وہ کپڑے میں نہ لگ جائے اگر جسم اور کپڑے میں لگ جائے تو اتنا حصہ دھونا چاہئے۔ جس طرح کہ نجاست دھوئی جاتی ہے۔ ائمہ طاہرین سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلعم کی خدمت میں سالن کا پیالہ آیا جس میں مکھی تھی آپ نے اس کو باہر نکالنے کا حکم فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس پر بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ۔ کیونکہ اس سے کوئی چیز حرام نہیں ہو جاتی ہے۔ ہم اس سے پہلے لکھ آئے ہیں کہ جس میں خون نہ ہو اور نفس سائلہ نہ ہو اور وہ کھانے پینے کی چیزوں میں گر کر مر جائیں تو اس سے کھانا خراب نہیں ہوتا ہے اسی طرح مکھی گر کر مر جائے تو کھانا حرام نہیں ہو جاتا ہے البتہ نفس کو ان تمام چیزوں سے ایک قسم کی کراہیت ہو جاتی ہے جو کھانے یا پینے کی چیزوں میں گر جاتی ہیں لیکن اس چیز کو حرام نہیں قرار دینا چاہئے۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے حلال کیا ہے۔ جس کو پسند آئے تو وہ کھائے اور جس کو نہ پسند ہو وہ نہ کھائے لیکن اس کو حرام قرار نہ دے۔

صفائی اور فطری طہارتوں کا بیان

رسول خدا صلعم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ناپاک شخص بہت برا بندہ ہے۔ حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ تم کو اپنی بیوی کے لئے اسی طرح سے آراستہ ہونا چاہیئے جس طرح سے کہ تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے لئے آراستہ ہو۔ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ اپنے بچوں کے چھوٹے ہاتھوں کو دھو ڈالو کیونکہ شیطان اس کو سونگھتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے گھر میں برکت دیکھنا چاہتا ہے اس کو چاہیئے کہ کھانے کے وقت ہاتھ دھو لیا کرے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ جس نے کھانے سے پہلے ہاتھ دھو لئے وہ عیش و آرام اور صحت مند زندگی بسر کرے گا۔ حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ روٹی اور سوکھی کھجور اور آٹے سے ہاتھ دھونے کو ناپسند کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اس سے نعمتیں چلی جاتی ہیں۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا طعام میں برکت کا باعث ہے۔ انھوں نے کہا کہ امیرالمومنین نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ شیطان گوشت وغیرہ کی چکناہٹ کا عاشق ہے۔ تم میں سے جب کوئی اپنے بستر پر جائے تو اپنا ہاتھ دھولے تاکہ گوشت وغیرہ کی جو چکناہٹ لگی ہوئی ہو وہ دور ہو جائے۔ رسول خدا نے طشت بھر جانے سے پہلے اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ گھر کا مالک سب سے آخر میں ہاتھ دھوئے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ایک روز رسول اکرم صلعم اپنے اصحاب کی جانب نکلے تو آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ خلال

کرنے والوں کو بشارت ہے اس وقت عرض کیا گیا کہ اے رسول خدا صلعم یہ خلال کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ انگلیوں اور ناخن کے درمیان وضو کرتے وقت خلال کرنا چاہیے اور کھانے کے بعد خلال کرنا چاہیے کیونکہ مومن کے داہنے اور بائیں دونوں فرشتوں پر کوئی چیز اس سے زیادہ شاق اور تکلیف دہ نہیں گزرتی کہ وہ نماز پڑھتے وقت مومن کے منھ میں ذرا سا بھی لگا ہوا کھانا دیکھیں۔ مولانا علیؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ طعام سے فارغ ہونے کے بعد خلال کرلو کیونکہ اس سے اگلے دانتوں اور اندر کے دانتوں کی صحت ہے اور یہ بندے کے رزق کا باعث ہے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے بانس، پھول دار درخت اور انار کی لکڑی سے خلال کرنا منع فرمایا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ خلال روزی کا موجب ہے۔

رسول خدا صلعم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ختنہ کرنا فطرت ہے آپ نے فرمایا کہ اسلام میں کوئی شخص بغیر ختنہ کے نہ رہنے پائے اس کا ختنہ ضرور ہونا چاہیئے خواہ وہ اسّی سال کا کیوں نہ ہو جائے۔ حضرت علی سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اسّی سال کی عمر میں سب سے پہلے جن کا ختنہ ہوا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم پر جب وحی نازل کی کہ پاک بن جاؤ تو آپ نے اپنی مونچھوں کے بال ترشوائے اس کے بعد پھر کہا گیا کہ پاک بن جاؤ تو آپ نے ناخنوں کو تراشا اس کے بعد پھر یہی حکم ہوا تو آپ نے بغل کے بال اکھاڑے اس کے بعد پھر یہی حکم ہوا تو آپ نے زیر ناف کے بالوں کو صاف کیا اس کے بعد جب پھر یہی حکم ہوا تو آپ نے اس وقت ختنہ کیا۔ حضرت علیؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اے گروہ زنان جب تم اپنے دختران کا ختنہ کرو تو تھوڑا سا حصہ باقی رکھو کیونکہ اس سے ان کے رنگ و روپ کی زیادہ صفائی ہے اور وہ اپنے شوہروں کے نزدیک اس سے زیادہ حظ (لطف) اٹھا سکتی ہیں آپ نے فرمایا کہ اپنے بچوں کی ختانت میں جلدی کرو کیونکہ یہ ان کی سب سے بڑی پاکی اور

طہارت ہے اور یاد رکھو سات سال سے پہلے کسی بھی لڑکی کا ختنہ نہ ہونا چاہیئے۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کن پٹی اور داڑھی کے دونوں طرف کے بالوں کو ترشوانا چاہیئے اور داڑھی میں کنگھی کرنا چاہیئے اور قفا یعنی گردن کے پچھلے حصے اور نچلے ہونٹ کے درمیان کے بال منڈوا دو۔ شوارب کو ترشواؤ اور مونچھوں کو ذرا سا کترو اور ناخنوں کو کترو اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے مشابہ نہ بنو۔ کوئی شخص شارب (مونچھوں کے آگے کے بال) زیر ناف کے بال اور بغل کے بال، نہ بڑھائے کیونکہ شیطان ان جگہوں کو اپنا اڈہ بنا لیتا ہے جہاں وہ روپوش ہو جایا کرتا ہے۔ جو شخص خدا اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے زیر ناف کے بالوں کو چالیس دن سے زیادہ نہ رہنے دے۔
اور حضرت علیؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ دونوں کن پٹی کے بالوں داڑھی کے دونوں جانب کے بالوں اور ٹھوڑی اور نچلے ہونٹ کے درمیان کے بالوں کو ترشواؤ۔

امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ تم مونچھوں کے بڑھے ہوئے بال کو ترشواؤ کیونکہ بنی اُمیہ مونچھوں کے بڑھے ہوئے بالوں کو نہیں ترشواتے تھے۔ رسول خدا صلعم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے بروز جمعہ اپنے ناخنوں کو تراشا تو خداوند تبارک و تعالیٰ اس کی انگلیوں کی بیماری کو دور کر دیتا ہے۔ اور ان کو شفا عطا فرماتا ہے۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اے لوگو! اپنے ناخنوں کو ترشواؤ اور عورتوں سے آپ نے فرمایا کہ اپنے ناخنوں کو بڑھاؤ کیونکہ اس میں تمہارے لئے زینت ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص بال رکھے اس کو چاہیئے کہ وہ سنوارتا رہے آپ نے ابو قتادہؓ سے فرمایا کہ اے ابو قتادہ تم اپنی زلفوں کو الگ الگ کرو اور ان کو خوب سنوارو۔

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ خوبصورت بال اللہ کی جانب سے ایک قسم کا لباس ہے لہٰذا اس کو سنوارتے رہو اور جس شخص نے بال رکھا

لیکن اس نے مانگ نہیں نکالی تو خداوند تعالیٰ بروز قیامت آگ کی کیل سے اس کی مانگ پھاڑے گا۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے اپنے سفید بالوں کے فضل وکمال کو جان کر اس کی توقیر کی تو خدا اُس کو قیامت کے خوف سے مامون ومحفوظ رکھے گا۔ سفید بال خدا کا نور ہے لہٰذا اس کو اکھاڑ نہ پھینکو۔ امیرالمومنین مولانا علیؑ سفید بالوں کو کترواتے میں کوئی حرج محسوس نہ کرتے تھے۔ البتہ ان کے اکھاڑنے کو ناپسند کرتے تھے۔ رسول خدا کا ارشاد ہے کہ تین چیزیں بندے کا نور بجھا دیتی ہیں۔ اپنے پدر کے رشتہ محبت کو قطع کردینا اور اپنے سفید بالوں کو سیاہ کردینا اور خانگی کمروں میں تاک جھانک کرنا۔ کسی امام نے ایسے شخص کو دیکھا جس نے اپنی داڑھی پر سیاہ رنگ لگا رکھا تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ اس شخص نے اپنے چہرے کو بدصورت بنا لیا ہے۔

کھال، ہڈی، بال اور اُون کی پاکیزگی وطہارت کا بیان

باری سبحانہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ: حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر۔

ترجمہ: تم پر مردہ جانور، خون، سور کا گوشت حرام ہے۔ ۵/۶

اس آیت کے ظاہری الفاظ سے واضح ہے کہ مردہ جانور کی نہ کھال، نہ بال، نہ اُون نہ ہڈی، نہ کوئی جوڑ غرض مُردار کی تھوڑی یا زیادہ کوئی چیز بھی حلال نہیں ہے۔ باری سبحانہ تعالیٰ نے جبکہ سُور کا گوشت بالکلیہ حرام قرار دیدیا ہے تو پھر اس کی ہر چیز حرام ہے۔ اس پر جملہ مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ یہی حال مُردہ جانور کا بھی ہے۔ اہل بیت کرام سے مروی ہے کہ مردہ جانور کی ذرا سی بھی چیز فروخت کرنا یا خریدنا یا اس پر نماز پڑھنا حرام ہے۔

البتہ ائمہ طاہرین نے مردہ جانوروں کے کسی بھی عضو سے اسی طرح فائدہ اٹھانے

کی رخصت دی ہے جیسے کہ ناپاک کپڑے سے اوڑھنے اور بچھونے کا کام لیا جاتا ہے اور اس پر نماز نہیں پڑھی جاتی. مردہ جانور کی کوئی چیز دباغت یعنی (سدھانے) سے اور دھونے سے پاکیزہ نہیں ہوتی ہے۔ امام جعفر الصادقؑ اور آپ کے آباء کرام اور مولانا علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے مردہ جانور کی سدھائی ہوئی کھال پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مردار تو نجس و ناپاک ہی ہے۔ خواہ اس کی کھال سدھائی ہی کیوں نہ گئی ہو۔ امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ مردار کی کھال پر نماز پڑھی نہیں جا سکتی خواہ اس کو ستر بار کیوں نہ سدھایا گیا ہو۔ اہل بیتؑ مردار کی کھال میں نماز نہیں پڑھتے۔ خواہ وہ سدھائی ہی کیوں نہ گئی ہو۔ امام باقر علیہ السلام سے بھیڑوں کی کھالوں کی بابت پوچھا گیا جو ذبیحہ کی کھالیں اور مردار کی کھالوں کے ساتھ مخلوط ہو جاتی ہیں اور پھر ان کھالوں سے جبہ بنایا جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ تم اسے پہن تو سکتے ہو لیکن اس میں نماز نہیں پڑھ سکتے۔ اور اگر تم کو معلوم ہو کہ یہ مردہ جانور کی کھال سے بنا ہے تو تم اس کی خرید و فروخت نہ کرو۔ لیکن اگر تم کو اس کا علم نہ ہو تو خرید و فروخت کر سکتے ہو۔ آپ نے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس ایسا ہی ایک عراقی جبہ تھا جسے آپ زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ لیکن جب نماز کا وقت ہو جاتا تو آپ اسے اتار دیتے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم صلعم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مردہ جانور کی کھال نہ ہڈی اور نہ کسی عضو سے کوئی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ دوسرے روز جب میں آنحضرت صلعم کے ہمراہ باہر نکلا تو بکری کا ایک بچہ مرا ہوا راستے میں پڑا تھا۔ آنحضرت صلعم نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ اس مردار بچہ کے مالک نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ میں نے عرض کیا کہ اے رسول خدا صلعم آپ نے کل ہی تو فرمایا تھا کہ مردہ جانور سے کوئی فائدہ نہیں لیا جا سکتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اس سے لحاف کا کام لیا جا سکتا ہے جو جسم سے چپکتا نہیں ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے لومڑی۔ بلی۔ سمور۔ سنجاب۔ فنک۔ قاقم وغیرہ کی کھالوں سے بنے ہوئے لباس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس کو پہنا تو جاسکتا ہے مگر اس میں نماز نہیں پڑھی جاسکتی اور درندوں کی کسی بھی کھال کو پہن کر نہ تو اس پر نماز پڑھی جاسکتی ہے اور نہ اس پر سجدہ کیا جاسکتا ہے یہی حال ان تمام جانوروں کی کھالوں کا ہے جن کا گوشت کھانا حرام ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ درندہ جانوروں کی کھالوں کی قیمت (سحت) حرام ہے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام نے انسان کے بال کو مکروہ قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ انسان کے بدن سے گری ہوئی ہر چیز مردار ہے۔ اسی طرح زندہ حیوانوں کے اعضاء میں سے نکلی ہوئی ہر چیز مردار ہے اس کو کھایا نہیں جاسکتا ہے۔ لیکن حلال جانوروں کے کترے ہوئے بال جو دھوئے گئے ہوں مثلاً اون وغیرہ کو پہننے اور اس پر نماز پڑھنے کی رخصت ہے۔ بشرطیکہ وہ پاکیزہ ہوں۔ انسانوں کے بالوں کے برخلاف اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ : ومن اصوافها واوبارها واشعارها اثاثا ومتاعا الی حین۔

ترجمہ: اور ان جانوروں کے اُون اور روؤں اور بالوں سے ایک وقت خاص وقت تک کے لئے اسباب اور کارآمد چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بنائیں۔

○

حیض کا بیان

اہلِ بیت اطہار علیہم السلام سے مروی ہے کہ عورت جبکہ حیض یا نفاس کی حالت میں ہو تو اس پر روزہ اور نماز حرام ہے۔ اور اس کے شوہر کے لئے ہم بستر ہونا بھی حرام ہے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے اور پانی سے غسل کرلے یا پانی نہ ملے تو تیمم کرلے جب وہ پاک ہو جائے تو روزہ قضا کرے اور نماز قضا نہ پڑھے۔ اور اب وہ اپنے شوہر کے لئے حلال ہو گئی۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے حیض دار عورت کیساتھ مباشرت (بوسہ و کنار) کی رخصت دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حیض دار عورت ناف سے لیکر دونوں گھٹنوں تک ایک کپڑا پہنے رہے۔ اس صورت میں ازار سے اوپر کا جو حصہ ہے وہ اس کے شوہر کے لئے حلال ہے۔ ائمہ طاہرین علیہم السلام سے مروی ہے کہ جس شخص نے حیض دار عورت کے ساتھ ہم بستری کی اس نے ایسا کیا جو اس کے لئے حلال نہ تھا اور اس نے ایسا فعل کیا جو اس کے لئے واجب بھی نہ تھا۔ اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالی سے مغفرت طلب کرے اور اس کے نزدیک اپنے گناہ سے توبہ کرے۔ اگر وہ صدقہ کرے تو اس کے لئے بہت ہی اچھا ہے۔ کسی عورت کو مستقل خون آتا ہو تو وہ عورت مستحاضہ ہے۔

حیض اور استحاضہ کے خون میں فرق ہوتا ہے۔ حیض کا خون گندہ بدبودار اور گاڑھا ہوتا ہے اور استحاضہ کا خون پتلا ہوتا ہے۔ جب حیض کا خون جاری ہو تو مستحاضہ عورت کو وہی کرنا چاہیے جو ایک حیض دار عورت کرتی ہے۔ جب استحاضہ کا خون بند ہو جائے تو وہ پاک و صاف ہو گئی۔ اب اس کو صرف کپڑے کا ایک ٹکڑا یا روئی رکھنا

چاہیئے اور ہر وقت کی نماز کے لئے وضو کرنا چاہیئے اور وہ اپنے شوہر کے لئے حلال ہو چکی۔ یہ اہل بیت علیہم السلام سے نہایت ثابت و مستحکم روایت ہے اور انہوں نے مستحاضہ کے لئے یہ مستحب قرار دیا ہے کہ وہ ہر دو نماز کے بعد غسل کر لیا کرے۔ وہ اسطرح ہے کہ ظہر کے وقت غسل کر کے ظہر و عصر کی نماز پڑھے۔ پھر غسل کرے تو مغرب و عشاء کی نماز پڑھے۔ اس کے بعد پھر غسل کرے تو نماز فجر پڑھے۔ ائمہ طاہرین فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مستحاضہ عورت ثواب کی خاطر اس پر عمل کرے تو خدا اس کے استحاضہ کی بیماری کو دور کر دے گا۔ اسی طرح ائمہ طاہرین فرماتے ہیں اس عورت کے بارے میں جو پاکیزگی اور طہارت کے ایام میں خون دیکھتی ہو اگر وہ حیض کا خون ہو تو وہ حیض دار عورت کے درجہ میں ہے اس پر اس خون کے بند ہونے پر غسل واجب ہے اور اگر پتلا خون ہے تو یہ شیطان کی ایک حرکت اور وسوسہ ہے۔ ایسی حالت میں اس عورت کو وضو کر کے نماز پڑھنی چاہیئے۔ اور وہ اپنے شوہر کے لئے حلال ہے۔ یہی صورت اس حاملہ عورت کی ہے جو حمل کے ایام میں خون دیکھتی ہے۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ہم ہماری حیض دار عورتوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ ہر نماز کے وقت کامل طور سے وضو کریں اور روئی یا کپڑا رکھ لیں پھر قبلہ رو ہو کر صرف تسبیح و تکبیر و تہلیل کر لیا کریں اور کسی مسجد کے قریب نہ ہوں اور قرآن پاک نہ پڑھیں۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ مغیرہ کا یہ خیال ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ حیض دار عورتیں قضا نماز پڑھیں۔ آپ نے فرمایا کہ مغیرہ جھوٹا ہے۔ رسول اللہ صلعم کی ازواج مطہرات میں سے کسی زوجۂ مطہرہ اور ہماری عورتوں میں سے کسی عورت نے بحالت حیض کبھی کوئی نماز نہیں پڑھی ہے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے محض طلب فضل کے لئے صرف ان کو ذکر الٰہی کا امر کیا گیا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حیض دار عورت نہ قرآن پڑھے نہ مسجد میں داخل ہو۔ نہ نماز سے قریب ہو اور نہ ہم بستر ہو۔ یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب مسجد میں اعتکاف باندھنے والی

عورت کو حیض کا خون آجائے تو وہ مسجد سے باہر نکل جائے۔ یہاں تک کہ پاک و صاف ہو جائے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب حیض دار عورت نماز کے اوقات میں پاک ہو جائے اور غسل نہ کرکے نماز کا وقت ضائع کردے تو اس پر اس وقت کی نماز کو قضا پڑھنا اور اس کے بعد جو نمازیں اس نے ضائع کی ہیں ان کو قضا پڑھنا واجب ہے۔ اور حیض دار عورت کی طہارت اور اس کے پاک ہونے کی یہ علامت ہے کہ جب وہ روئی اندرون فرج داخل کرے تو اس میں کوئی چیز نہ لگی ہو۔ جب ایسا ہو تو پھر وہ پاک ہو چکی۔ اس پر اس وقت غسل کرنا واجب ہے۔ پس وہ غسل کرے اور نماز پڑھے۔ حضرت علی کا ارشاد ہے کہ حیض و نفاس کا غسل جنابت کے غسل کے مانند ہے۔ اگر جنابت کی حالت میں کوئی عورت حیض دار ہو جائے تو اس کو ایک ہی غسل کرنا کافی ہے۔

استبرا کا بیان

امام جعفر علیہ السلام اور آپ کے آبار کرام اور مولانا علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلعم کو ایک شخص نے دعوت طعام دی۔ آنحضرت صلعم نے اس موقع پر ایک لڑکی کو دیکھا جو کھانا لیکر آتی جاتی تھی اور اس کا پیٹ بڑا سا تھا۔ آنحضرت صلعم نے اس شخص سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اس شخص نے عرض کیا کہ اے رسول خدا صلعم یہ لونڈی ہے۔ اس کو میں نے خریدا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ اور یہ لڑکی اس وقت حاملہ تھی؟ اس شخص نے کہا کہ ہاں! آپ نے پوچھا کہ تو یہ بتاؤ کہ تم اس عورت سے قریب بھی ہوئے ہو؟ اس شخص نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تمہارے اس کھانے کی حرمت نہ ہوتی تو میں تم پر ایسی لعنت کرتا جو تم پر تمہاری قبر میں بھی ہوتی رہتی۔ اس عورت کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کو آزاد کردو۔ اس شخص نے پوچھا کہ وہ آزاد ہونے کا کیونکر حق دار ہے اے رسول خدا صلعم؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اس لئے کہ تمہارے نطفے نے اس

کے کان، آنکھ، خون، بال اور کھال کو غذا پہنچاتی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص ایسی لڑکی خریدے جو حاملہ ہو تو اس کے قریب نہ جائے۔ یہاں تک کہ وہ بچہ جن چکے اسی طرح میدان جنگ میں گرفتار شدہ عورتوں سے بھی قریب نہ ہونا چاہیے۔ یہاں تک کہ وہ بچہ جن دیں۔ رسول خداصلعم نے فرمایا ہے کہ جب لونڈی کے ساتھ کوئی شخص ہم بستر ہو چکا ہو تو اس کے استبراء کی مدت ایک حیض ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ فروخت کرنے والے پر استبراء واجب ہے اگر کسی شخص نے کوئی لونڈی کسی عورت سے خریدی تو وہ اگر چاہے تو ہم بستر ہو سکتا ہے۔ لیکن خریدنے والے کو اس لئے احتیاطاً بچنا چاہئے کہ ممکن ہے کہ وہ لونڈی استبرار کی حالت میں نہ ہو۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کسی اور سے حاملہ ہو اور بچہ خواہ مخواہ اس کی طرف منسوب ہو جائے۔ لہٰذا خریدنے والے کے لئے استبرار بہتر ہے۔ استبرار کی مدت ایک حیض ہے جو خریدنے اور بیچنے والے دونوں کے لئے کافی ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کسی نے نابالغ لونڈی خریدی ہے یا بڑی عمر کی لونڈی خریدی ہے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہے تو اس پر استبراء واجب نہیں ہے۔ اسی طرح کسی نے ایسے شخص سے کوئی لونڈی خریدی ہے جس پر اس کو بھروسہ ہے اور وہ فروخت کرنے والا یہ کہتا ہے کہ اس نے اس لونڈی سے استبرار کیا ہے تو اگر اس شخص پر بھروسہ ہے تو خریدنے والا اس کے ساتھ اگر ہم بستر ہو تو کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ وہ شخص یہ بھی کہتا ہو کہ اس نے اس عورت کے ساتھ ہم بستری نہیں کی ہے اور یہ عورت استبرار کی حالت میں ہے آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی ہی لونڈی کو آزاد کر کے اس سے بیاہ کرے تو بغیر استبراء کے اس کے ساتھ ہم بستر ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر وہ کسی اور کے ساتھ اس کی شادی کر دینے کا ارادہ رکھتا ہو تو اس صورت میں استبراء ضروری ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی لونڈی خریدی ہو تو وہ استبراء کے قبل بوسہ و کنار کر سکتا ہے۔ آپ نے ایسی لونڈی کے بارے میں فرمایا جو خریدی گئی ہے

لیکن اس بات کا خوف ہے کہ وہ کہیں حاملہ نہ ہو تو اس سے ۴۵ راتوں تک کنارہ کش رہنا چاہیئے۔ حضرت علی اور امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ لونڈی نے اگر بدکاری کی تو اس سے استبراء ضروری ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ کسی شخص نے کسی قوم کی لڑکی کے ساتھ حرام کاری کے ساتھ ہم بستری کی اور اس کو خرید لیا تو اس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ اسکی کسی چیز کا وارث نہ ہوگا۔ رسول اکرم صلعم کا ارشاد ہے کہ: الولد للفراش و للعاھر الحجر۔ ولد الفراش ہی میراث کا مالک ہے فاجر کے لیئے پتھر یعنی کچھ بھی نہیں ہے۔ آنحضرت صلعم کے ارشاد کے مطابق واجب ہے کہ اس سے استبراء کیا جائے۔ تاکہ وہ ایسے بچے کی ماں نہ بنے جو میراث کا حق دار نہ ہو سکے۔

امام جعفر الصادقؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایسی لونڈی خریدے جو حیض دار ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ حیض بند ہونے کے بعد اس کے ساتھ ہمبستری کرے اور آپ نے دو مملوکہ بہنوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان کے مالک کو لائق نہیں ہے کہ وہ دونوں کے ساتھ جماع کرے، اگر ان میں سے ایک کے ساتھ ہم بستر ہوا ہو تو دوسری کے ساتھ ہم بستر نہ ہو جب تک کہ پہلی مملوکہ اس کی ملکیت سے نکل نہ جائے اور اگر دوسری کے ساتھ بھی ہمبستر ہوا اس حال میں کہ دونوں اس کی ملکیت میں تھیں تو اس پر پہلی مملوکہ حرام ہے یہاں تک کہ جس کے ساتھ اس نے ہمبستری کی ہے وہ کسی ضرورت کی بناء پر فروخت ہو کر نہ نکل جائے۔ لیکن دوسری مملوکہ کو پہلی مملوکہ کے ساتھ اپنے دلی لگاؤ کی وجہ سے فروخت نہ کرے۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ایسی عورت جو قید کر کے غلام بنائی گئی ہے اور اس کا شوہر موجود ہے تو اس کے ساتھ ایک حیض تک کا استبراء کرنا لازمی ہے مولانا علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے آپ سے ایسی عورت کے بارے میں پوچھا جس کو غنڈوں نے غصب کر لیا تھا۔ آپنے فرمایا کہ جس پر زبردستی اور جبر کیا گیا ہو اس پر کوئی حد جاری نہیں کی جاسکتی ہے البتہ اسکو کسی صاحب عدل مسلمان کے حوالے کردو۔ یہاں تک کہ وہ ایک حیض سے استبراء کرے اور اسکے بعد اس عورت کو اس کے شوہر کے پاس بھیج دینا چاہیئے چنانچہ حضرت عمر نے ایسا ہی کیا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؐ

کتاب الصلوٰۃ

نماز فرض ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتاً
ترجمہ: نماز تو ایمانداروں پر وقت معین کر کے فرض کی گئی ہے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام نے خداوند تعالیٰ کے ارشاد موقوتاً کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد مفروض یعنی نماز پڑھنا فرض ہے۔ آپ نے آیت کریمہ: فاقم وجھک للدین حنیفاً ۲۱ پ۳۰۔ ترجمہ: (اے رسولؐ) تم باطل سے کتراتے ہوئے اپنا رُخ دین کی طرف کئے رہو۔ کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رسولِ خدا صلعم کو حکم دیا تھا کہ ہر طرف سے منہ موڑ کر قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو جاؤ اس خلوص کے ساتھ کہ اس میں بت پرستی کا شائبہ تک نہ ہو۔

امام باقر علیہ السلام سے ان نمازوں کے بارے میں پوچھا گیا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کی گئی ہیں آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے شب و روز میں کل پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ ان کا ذکر پروردگار عالم نے اپنی کتاب قرآن پاک میں کیا ہے آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اے فرزند رسول کیا ان نمازوں کا تذکرہ اللہ جل شانہ نے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: اقم الصلوٰۃ لدلوک

الشمس الیٰ غسق اللّیل ۔ ۱۵ ۱/۱۷۔ ترجمہ: (اے رسولؐ) سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نماز (ظہر، عصر، مغرب و عشاء) پڑھا کرو۔ پس دلوک الشمس سے یہاں مراد سورج کا زوال (ظہر و عصر کا وقت) مراد ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں زوال کے وقت سے لیکر رات کے تاریک ہونے تک کے درمیان کی نمازوں (ظہر، عصر، مغرب و عشاء) کا ذکر کر دیا ہے۔ غسق اللّیل سے نصف شب تک (یعنی مغرب و عشاء کی نماز) مراد ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشھوداً۔ ترجمہ: اور نماز صبح بھی کیونکہ صبح کی نماز پر (دن اور رات کے دونوں فرشتوں کی گواہی ہوتی ہے۔ پس اس آیت میں پانچویں نماز نماز صبح کا تذکرہ ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے مقام پر ارشاد باری ہے کہ: اقم الصلوٰۃ طرفی النہار۔ ۱۲۰ ۱۱/۱۱۔ ترجمہ: (اور اے رسولؐ) دن کے دونوں کنارے نماز پڑھا کرو۔ اس آیۂ کریمہ میں دن کے دونوں کناروں سے فجر اور مغرب کی نماز مراد ہے اور زلفا من اللّیل یعنی کچھ رات گئے نماز پڑھا کرو۔ اس سے نماز عشاء مقصود ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ۔ ۲ ۲/۲۳۷۔ ترجمہ: (مسلمانو) تم تمام نمازوں کی (اور خصوصاً) بیچ والی نماز (صبح یا ظہر یا عصر کی) پابندی کرو۔ یوں تو صلوٰۃ وسطیٰ بیچ والی نماز سے نماز جمعہ مراد ہے مگر جمعہ کے علاوہ دوسرے دنوں میں صلوٰۃ وسطیٰ بیچ والی نماز ظہر مراد ہے۔ اسلام میں نماز ظہر سب سے پہلی نماز ہے جسے رسول اللہ صلعم نے پڑھی تھی یہ دن میں پڑھی جانے والی نمازوں یعنی صبح اور عصر کی نماز کے درمیان (ظہر کی نماز یعنی صلوٰۃ وسطیٰ) ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے تو شب و روز میں کل پچاس نمازیں فرض کی تھیں لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر رحم فرما کر ان پچاس نمازوں کو پنجگانہ نماز میں تبدیل کر دیا۔ واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے پیغمبر سرکار دو عالم صلعم کو معراج کا شرف بخشا تھا اس وقت آپ

تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس سے گذرے تھے مگران ہیں۔ سے کسی نبی نے کچھ نہ پوچھا لیکن جب آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انھوں نے فرائض کے بارے میں آپ سے پوچھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سب کچھ بتا دیا حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ اے محمد (صلعم) اپنے رب کی بارگاہ میں واپس جاؤ اور عرض کرو کہ بار الٰہا! تو میری امت پر ان فرائض میں سے تخفیف فرمادے۔ اے محمدؐ! یہ اس لئے کہ میں بنی اسرائیل کی اطاعت سے اچھی طرح واقف ہوں کیونکہ مجھ پر بھی جب فرائض نازل ہوئے تھے تو ان فرائض نے بنی اسرائیل کو منکر بنا دیا تھا اور انھوں نے طاعت سے روگردانی کی تھی۔ یہ سن کر رسول خدا صلعم واپس لوٹے اور پروردگار عالم سے عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے پانچ نماز کو اور کم کر دیا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کو اس کی خبر دی تو انھوں نے کہا کہ پھر واپس جاؤ چنانچہ پھر پانچ نمازیں کم ہوگئیں، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ کو واپس کرتے رہے یہاں تک کہ جب صرف پانچ نمازیں باقی رہ گئیں تو اس وقت رسول خدا صلعم کو بارگاہ الٰہی میں جا کر عرض کرنے سے شرم و حیاء دامنگیر ہوئی۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام نے اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس امت کی طرف سے جزائے خیر عطا کرے۔

ان پانچ نمازوں میں کل سترہ رکعات نمازیں تو فرض ہیں ظہر کی نماز چار رکعات ہیں جس میں آیت قرآنی کی قرأت مخفی پڑھی جاتی ہے اور ہر دو رکعت کے بعد تشہد کے لئے دو مرتبہ بیٹھا جاتا ہے اور ہر جلوس کے وقت دعا تشہد پڑھی جاتی ہے۔ عصر کی نماز بھی اسی طرح سے ہے۔ اور مغرب کی نماز کل تین رکعت ہے۔ پہلی دو رکعتوں میں قرأت بلند آواز سے پڑھی جاتی ہے۔ دو رکعت کے بعد جلوس کے وقت تشہد پڑھا جاتا ہے اس کے بعد اٹھ کر ایک رکعت نماز مخفی قرأت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اس کے بعد نماز پڑھنے والا بیٹھ کر تشہد پڑھتا ہے اور سلام پھیرتا ہے۔ عشاء کی نماز بھی ظہر ہی کی نماز کی طرح سے ہے۔ البتہ عشاء کی نماز میں شروع کی دو رکعتوں میں قرأت بلند آواز سے پڑھی جاتی ہے اور فجر کی نماز دو رکعت ہے جس میں قرأت بلند آواز سے پڑھی جاتی ہے

اور دوسری رکعت میں رکوع سے قبل دعاء قنوت پڑھی جاتی ہے۔

پس یہ پنجگانہ نمازوں کی رکعتوں کی تعداد ہے۔ جو فرض ہیں اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے، اور سنتیں فرائض سے دوگنی یعنی ۳۴ رکعتیں ہیں، انشاءاللہ ہم ان کی تعداد کا ذکر آئندہ کریں گے۔

نماز کی ترغیب اور اس کے تمام کرنیکا حکم اور ثواب کا بیان

امام جعفر الصادقؑ اور آپ کے آباء کرام (علیہ السلام) سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنی جانوں کو نجات دلاؤ۔ عمل کرو۔ تمہارا سب سے بہتر عمل نماز ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ نماز ہر متقی کے لئے قربت الی اللہ کا ذریعہ ہے۔ اور جبکہ ہر چیز کے منہ ہوتے ہیں تو تمہارے دین کا منہ نماز ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں تم لوگوں کو اس نماز کی وصیت کرتا ہوں جو دین کا کھمبا ہے، اور جس پر اسلام کی بنیاد ہے۔ للہٰذا تم لوگ نماز سے کبھی غافل نہ رہنا۔

امام باقر علیہ السلام نے اپنے کسی شیعہ سے فرمایا تھا کہ تم ہمارے جن دوستوں سے بھی ملو ان کو ہمارا سلام پہنچا دو اور ان سے کہو کہ میں خدا کے نزدیک تم کو زہد و تقویٰ کے بغیر کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا لہٰذا تم اپنی زبانوں پر قابو رکھو اور اپنے ہاتھوں کو غلط کاموں سے روکو، اور صبر و نماز پر لازم رہو ان اللہ مع الصابرین۔ " بیشک اللہ تعالےٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"! امام جعفر الصادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ میں معرفت الٰہی کے بعد نماز کے سوا کسی اور چیز کو زیادہ افضل نہیں سمجھتا ہوں۔

حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ نماز دین کا عمود ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز جب ابن آدم کے اعمال پر نظر ڈالے گا تو سب سے پہلے نماز پر نظر ڈالے گا۔ اگر نماز درست نکلی تو پھر باقی عمل پر نظر کرے گا۔ اور نماز درست نہ نکلی تو پھر کسی عمل کی طرف

نگاہ نہ کرے گا۔ جس شخص نے نماز کو ترک کیا اس کے لئے دین واسلام میں کوئی حصہ
نصیب نہیں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلعم نے فرمایا ہے کہ شیطان اس مومن بندے سے ہمیشہ ڈرتا ہے۔ جو پنجگانہ نماز پر لازم رہتا ہے اور جب وہ نمازیں نہیں پڑھتا ہے تو اس پر جرأت کر کے اس کو بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

امام باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جب بندہ نماز کی حالت میں ہوتا ہے تو وہ اس وقت اللہ جل سبحانہ سے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلعم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے کامل طور سے وضو کیا اور حسن و خوبی نماز ادا کی اور اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کی اور اپنے غصہ کو روکا اور اپنی زبان کو بد کلامی سے بند رکھا اور کارِ خیر کیا اور اپنے رب سے معافی مانگی اور میرے اہل بیت کی خیر خواہی کی تو اس نے ایمان کی حقیقتوں کو پا لیا، اس کے لئے جنت کے دروازے کھلے ہیں۔

امام باقر علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اے علم کے متلاشی نماز پڑھ اس سے قبل کہ تجھے (موت موقع نہ دے) اس بات پر قدرت حاصل ہو کہ تو رات اور دن میں کوئی نماز پڑھ سکے۔ نماز کی مثال نماز پڑھنے والے کے لئے ویسی ہی ہے جیسے کہ ایک شخص جب کسی بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے تو نہایت خاموش اور ادب کے ساتھ کھڑا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہو جاتا ہے۔ یہی حال مسلمان کا ہے جبکہ وہ نماز کی حالت میں بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کی جڑ سے چت کبرے گھوڑے نکلیں گے جو بول و براز سے پاک ہوں گے ان پر زین اور لگام ہوگی یہ لگامیں سونے کی ہونگی اور زین موتی اور یاقوت کی ہوگی ان گھوڑوں پر اہل علیین (جنت میں ایک درجہ ہے) سوار ہونگے

جب وہ سوار ہو کر اپنے سے نیچے درجے کے لوگوں کے پاس سے ہو کر گذریں گے تو اس وقت اس جنت کے لوگ کہیں گے کہ پروردگار! تو نے اپنے ان بندوں کو کس وجہ سے عزت و کرامت عطا کی ہے؟ تو ان کو جواب دیا جائے گا کہ یہ لوگ دن میں روزہ رکھتے تھے اور تم لوگ خوب کھاتے پیتے تھے یہ لوگ رات کو اٹھ کر نمازیں پڑھتے تھے اور تم لوگ خوب آرام سے سوتے تھے، یہ لوگ صدقہ و خیرات کرتے تھے اور تم بخالت اور کنجوسی پیدا کرتے تھے، اور یہ لوگ خدا کی راہ میں جہاد کرتے تھے اور تم بزدلی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ رسول خدا صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص ایسا گناہ کرے جس سے وہ خوفزدہ ہو تو اس کو اچھی طرح وضوء کر کے میدان میں ایسے مقام پر چلے جانا چاہیے جہاں اس کو کوئی بھی نہ دیکھ سکے وہاں دو رکعت نماز پڑھے پھر دعاء کرے کہ پروردگارا میرے فلاں فلاں گناہ معاف کر دے۔ یہ نماز اس کے لئے بطور کفارہ ہے اور یہ کفارہ خدا بہتر جانتا ہے ان گناہوں کے لئے ہے جو اس کے اور بندوں کے درمیان ہوتے ہیں۔ لیکن جو گناہ مخلوق کے ساتھ ہوتے ہیں ان گناہوں کی توبہ مقبول نہیں سوائے اس کے کہ لوگ خود معاف کر دیں یا پھر ان کی لی ہوئی چیزیں ان کے ہاتھوں کو لوٹا دی جائیں۔

امام باقر علیہ السلام نے وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُونَ۔

ترجمہ: اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی پابندی کیا کرتے ہیں۔ اس آیت کریمہ کے بارے میں فرمایا کہ اس سے فرض نماز مراد ہے۔ یعنی جس شخص نے انکو وقت مقررہ پر ادا کیا اور ان کے حقوق کو پہچانا اور ان پر کسی اور چیز کو ترجیح نہ دی تو اللہ تعالےٰ اس کو دوزخ سے براءت کا پروانہ لکھ دے گا اور اس کو عذاب میں مبتلا نہ کرے گا۔ اور جس نے وقت پر نماز نہ پڑھی اور اس کے حقوق کو نہ پہچانا اس پر دوسری چیز کو ترجیح دی تو اب اس کا معاملہ خداوند عزوجل کے اختیار میں ہو گا چاہے تو وہ اس کو معاف کر دے گا یا عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے رسول خدا صلعم آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے داخل بہشت کر دے آپ نے اس سے فرمایا کہ دیکھو میں تو تمہارے لئے دعا کروں گا لیکن تم بکثرت سجدہ سے (یعنی نماز سے) میری مدد کرو۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ پنجگانہ نماز ان گناہوں کا کفارہ ہے جو ان نمازوں کے مابین چھوٹے چھوٹے گناہ ہوتے ہیں جب تک کہ تم بڑے بڑے گناہ کا ارتکاب نہ کرو گے اور نماز ہی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ :

ان الحسنات یذھبن السیات ذالك ذکری للذاکرین ۔ ۱۲ $\frac{11}{۱۴}$ ۔

ترجمہ : (نمازیں پڑھا کرو) کیونکہ نیکیاں یقیناً گناہ کو دور کر دیتی ہیں اور ہماری یاد کرنے والوں کے لئے یہ باتیں نصیحت اور عبرت ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے بڑا چور وہ ہے جو اپنی نماز کی چوری کرتا ہے یعنی فرائض کو برابر ادا نہیں کرتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس شخص نے اپنا وضو، رکوع سجود اور خشوع پوری طرح سے ادا نہ کیا تو اس کی نماز بے نتیجہ یعنی ناقص اور نامکمل ہوگی۔ اور امیر المومنین کا ارشاد ہے کہ نماز ایک میزان ہے جس نے پوری طرح سے ادا کیا اس کو پورا پورا بدلہ ملے گا۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ اگر تمکن کے ساتھ ہی دو رکعت نماز پڑھ لی جائے تو رات بھر کی شب بیداری سے بہتر ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی نماز کو اچھی طرح سے ادا نہیں کرتا ہے اس کی مثال اس حاملہ عورت کی ہے جو حاملہ تو ہوتی ہے لیکن جب نفاس کا وقت قریب ہوتا ہے تو اپنا حمل گرا دیتی ہے۔ پس نہ تو وہ حاملہ رہی اور نہ اس کے کوئی اولاد ہوئی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب کوئی مصلی نماز پڑھتا ہے تو آسمان کی بلندیوں سے اس پر رحمت نازل ہوتی ہے اور ملائکہ اس کو اپنے حلقے میں لے لیتے ہیں اور ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ اگر نماز پڑھنے والا یہ جان جائے کہ اس کیلئے نماز میں کیا اجر و ثواب ہے تو وہ کبھی اس سے منہ نہ پھرائے گا۔

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل نماز

ہے نماز انبیاء کرام کی آخری وصیت ہے۔ اس سے زیادہ کوئی کام اچھا نہیں ہے کہ ایک شخص غسل کرنے کے بعد مکمل طور سے وضو کرے پھر وہ میدان میں ایسی جگہ چلا جائے جہاں کوئی اس کا انیس نہ ہو تو اللہ تعالیٰ بحالت رکوع و سجود اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جب کوئی بندہ سجدہ کرتا ہے تو ابلیس آواز دیتا ہے کہ اے وائے افسوس اس شخص نے تو اطاعت کی اور میں نے نافرمانی کی، اس شخص نے سجدہ کیا اور میں نے سجدہ سے انکار کیا، جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس وقت اللہ سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب بندۂ مسلم اپنی نماز میں تکبیرۃ احرام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس پر ایک فرشتہ کو مقرر فرما دیتا ہے جو اس کے منہ سے قرآن کو چن لیتا ہے۔ اور جب نماز سے منہ پھیر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے منہ پھیر لیتا ہے اور اس کو فرشتے کے حوالے کر دیتا ہے۔

نماز کے اوقات کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا، ہر نماز کے لئے دو وقت ہیں۔ ایک اول وقت ہے اور دوسرا آخر وقت ہے۔ لیکن اول وقت افضل ہے۔ کسی کو اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ وہ دونوں وقتوں میں سے آخر وقت کو ہی اپنا وقت بنا لے۔ آخر وقت تو محض بیمار اور معذور کے لئے رکھا گیا ہے۔ اول وقت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور آخری وقت میں تو اللہ مغفرت کرتا ہے اور مغفرت کسی تقصیر کی بنا پر ہوتی ہے۔ تقصیر یہی ہے کہ ایک شخص آخر وقت میں نماز پڑھتا ہے اس کا جو وقت اس سے فوت ہو گیا ہے وہ اس کے اہل و عیال اور مال و زر سے افضل تھا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کسی سایہ دار چیز کو معتدل اور برابر جگہ میں دن کے آغاز میں نصب کر دیا جائے تو اس کا سایہ دھیرے دھیرے مغرب کی طرف دراز ہو جائے گا پھر ایک حد تک پہنچنے کے بعد سکڑنا اور کم ہونا شروع کر دے گا یہاں

تک کہ وہ بالکل ٹھہر جائے گا۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ سورج مشرق و مغرب کے درمیان آسمان کے بیچوں بیچ میں آجاتا ہے۔ پھر اس کے بعد سورج کا زوال ہوتا ہے اور اس کی مشیت کے مطابق وہ چلتا ہے۔ سایہ تو برقرار رہتا ہے لیکن اس کی حرکت معلوم نہیں ہوتی۔ پھر اس کے بعد وہ سایہ زیادتی کی طرف حرکت کرتا ہے لہٰذا جب اس کی حرکت معلوم ہو جائے تو اسی کو ظہر کا پہلا وقت سمجھنا چاہیے۔ لوگوں نے ظہر اور عصر اور دن کے اوقات کی بہت سی علامتیں اور قیاسات بنا لئے ہیں جن کے اوصاف اور ترکیبوں کا بیان اس کتاب کی حد سے باہر ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جب سورج کا زوال ہو جائے تو ظہر و عصر دونوں نمازوں کا وقت ہو جاتا ہے۔ ظہر کی نماز پڑھ چکنے کے بعد نماز عصر پڑھنے میں کوئی چیز مانع نہیں سوائے اس نافلہ یا تسبیح کے جو ظہر کے بعد اور عصر کے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ اگر چاہے تو اس کو اتنا طویل کر دے کہ کچھ عرصہ گذر جائے یا پھر اختصار سے کام لے۔

امام باقر علیہ السلام ایک مرتبہ اپنے ایک صحابی کے ساتھ مشربۃ ام ابراہیم (مدینہ میں ایک ٹیکری کا نام ہے) کی جانب نکل پڑے اور پھر اس ٹیکری پر چڑھ کر نیچے اتر آئے اور اس شخص سے پوچھا کہ بتاؤ تو کیا سورج کا زوال ہو چکا ہے؟ اس شخص نے عرض کیا کہ مولا آپ پر میں قربان ہو جاؤں مجھ سے زیادہ آپ کو اس کا علم ہے یہ سن کر آپ نے نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا کہ زوال کا وقت ہو چکا ہے آپ نے اذان دی اور ایک کھجور کے پاس جا کر زوال کی نماز یعنی ظہر کی نماز سے پہلے سنت کی نماز ادا کی اس کے بعد آپ نے اقامت کہی اور ایک دوسری کھجوری کے پاس تشریف لے گئے وہاں پر آپ نے اس شخص کو اپنے داہنی جانب کھڑا کیا اور ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد دوسری کھجوری کے پاس ظہر کے بعد کی چار رکعت سنت ادا کی اس کے بعد آپ نے اذان دیکر چار رکعت سنت نماز پڑھی۔ اس کے بعد اقامت کہہ کر آپ نے عصر کی نماز پڑھی۔ ان دونوں نمازوں کے درمیان فقط تسبیح کا ہی وقفہ تھا۔ ظہر و عصر کی نمازوں

کے ان اوقات پر اتفاق ہے اور پھر ان دونوں نمازوں کے اوقات میں کشادگی ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ عصر کی نماز کا آخری وقت یہ ہے کہ سورج پیلا پڑ جائے۔

رسول خدا صلعم سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ عصر کی نماز اس وقت پڑھو جب کہ سورج صاف و شفاف ہو یعنی اس سے پہلے کہ سورج کا رنگ بدل جائے یا وہ پیلا پڑ جائے۔ جیسا کہ جاہل عوام اس وقت عصر کی نماز پڑھتے ہیں۔ وہ اس بارے میں رسول خدا صلعم کی حدیث بھی پیش کرتے ہیں لیکن جب یہ لوگ اس بارے میں ائمۂ آل محمد صلوات اللہ علیہم کے اس قول سے واقف ہوئے جس کا ذکر ہم نے ان کی طرف انتساب کرتے ہوئے کیا ہے کہ جب سورج کا زوال ہو جاتا ہے تو ساتھ ہی ساتھ ظہر اور عصر کی نماز کا وقت بھی ہو جاتا ہے تو عوام میں سے بعض لوگ بھی اس کے قائل ہو گئے پھر بھی ان لوگوں نے عصر کے وقت میں حد سے زیادہ تاخیر کا التزام رکھا محض اولیاء اللہ کی مخالفت کی غرض سے اللہ تعالیٰ انھیں اولیاء اللہ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کریگا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے آباء کرام سے مروی ہے کہ مغرب کی نماز کا پہلا وقت یہ ہے کہ سورج ڈوب جائے اور سورج کے ڈوبنے کا مطلب یہ ہے کہ قرص سورج افق مغرب میں اس طرح سے ڈوب جائے کہ افق کے درمیان کوئی چیز ایسی حائل نہ ہو جیسے پہاڑ یا دیوار وغیرہ جب قرص غائب ہو جائے تو وہ نماز مغرب کا پہلا وقت ہے اس پر سب کا اتفاق ہے اور اگر کوئی چیز سورج اور افق کے درمیان حائل ہو جائے اس وقت سقوط قرص کی علامت یہ ہے کہ مشرق کے افق پر سیاہی چھا جائے امام جعفر الصادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی ارشاد ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ یہاں سے رات نکلے تو مغرب کا وقت ہو جاتا ہے اور اس وقت آپ نے مشرق کی جانب اشارہ فرمایا تھا۔ ابوالخطاب نے امام جعفر الصادق کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب سرخی یہاں سے غائب ہو جائے تو اس وقت مغرب کا وقت ہوتا ہے اور آپ نے مشرق کی جانب اشارہ فرمایا تھا۔ لیکن جب

ابوالخطاب نے بہت سی بدعتوں کو جاری کیا تو اس وقت اس نے اپنے اصحاب سے کہا کہ مغرب کی نماز کا اول وقت افق مغرب سے سرخی کا غائب ہو جانا ہے۔ ابوالخطاب نے اتنا ہی نہیں کہا بلکہ یہاں تک کہا کہ مغرب کی نماز تم لوگ اس وقت تک نہ پڑھو جب تک کہ ستارے آسمان پر بکھر نہ جائیں جب امام جعفر الصادق علیہ السلام کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے اس پر لعنت بھیجی اور فرمایا کہ جو شخص ستاروں کے نکلنے تک قصداً نماز مغرب ترک کریگا تو میں اس سے بری ہوں۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عشاء کی نماز کا اول وقت شفق کا غائب ہو جانا ہے۔ شفق اس سرخی کو کہتے ہیں جو سورج کے غروب کے بعد افق مغرب میں دکھائی دیتی ہے اور عشاء کی نماز کا آخری وقت نصف اللیل یعنی آدھی رات تک ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ اللیل (یعنی تہجد کی نماز) نماز عشاء پڑھنے کے بعد اول شب سے لے کر آخری رات تک جب تم چاہو پڑھ سکتے ہو اور صلوٰۃ اللیل (تہجد) کے بعد نماز وتر پڑھنی چاہیئے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ فجر کی دو رکعت نماز کا وقت فجر کے پھیل جانیکے بعد ہے۔ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ فجر ہونے سے قبل ان دو رکعتوں کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس میں بڑی کشادگی ہے۔ کیونکہ فجر کی یہ دو رکعت نماز ان فرائض میں داخل نہیں ہے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے یہ تو سنت کی دو رکعت نماز ہے۔ وقت کی تحدید اور پابندی تو فرض نماز میں لازمی ہے۔ لیکن فجر کی یہ دو رکعت نماز طلوع فجر کے بعد پڑھنا چاہیئے کیونکہ یہ دونوں رکعتیں فجر کی طرف منسوب ہیں جس طرح سے کہ تم ہر نماز کی سنت اس کے وقت میں پڑھتے ہو اس کے وقت سے پہلے نہیں پڑھتے۔

امام جعفر الصادق سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ نماز فجر کا اول وقت مشرق کے افق میں سپیدی کا نمودار ہونا ہے اور اس کا آخری وقت یہ ہے کہ مغرب کی جانب سرخی پھیل جائے قبل اس کے کہ مشرق کے افق سے سورج کا دائرہ ذرہ برابر بھی نمودار ہو اس وقت تک نماز کو موخر نہ کرنا چاہیئے بشرطیکہ تاخیر کا کوئی عذر اور کوئی سبب

ہو لیکن اوّل وقت میں نماز پڑھنا افضل ہے ہم نے افق مشرق میں جس سپیدی (فجر) کے پھیلنے کا ذکر کیا ہے تو معلوم ہونا چاہیئے کہ عرب فجر اوّل کو ذنب السرحان کہتے ہیں اس سے مراد وہ روشنی ہے جو سورج کے طلوع ہونے کے مقام سے ذرا ذرا نمودار ہوتی ہے جیسے چراغ کی روشنی تو اس وقت نہ نماز پڑھنا واجب ہے اور نہ روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہوتا ہے پھر یہ روشنی افق کے دائیں بائیں طرف پھیل جاتی ہے جب ایسا ہو تو اسی کو فجر ثانی سمجھنا چاہیئے اور یہی نماز فجر کا اوّل وقت ہے اس وقت روزہ دار پر کھانا پینا جماع کرنا حرام ہو جاتا ہے۔

امام باقر اور امام جعفر الصادق علیہما السلام سے مروی ہے دونوں امامین اقدسین فرماتے ہیں کہ اگر تم پر فرض نماز جو فوت ہو گئی ہے وہ پڑھنا چاہو تو جبتک تم اس فرض کو ادا نہ کر لو نافلہ کی نماز نہ پڑھو۔ امام باقرؑ فرماتے ہیں کہ پروردگار عالم فریضہ کی ادائیگی کے بعد ہی نافلہ کو قبول فرماتا ہے۔ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ کسطرح سے ہے میں آپ پر قربان جاؤں؟ آپ نے فرمایا کہ تم خود سوچو کہ اگر تم پر ماہ رمضان کا ایک بھی روزہ باقی ہو تو کیا تم اس کو قضا رکھنے سے پہلے کوئی تطوع کا روزہ رکھ سکتے ہو؟ اس شخص نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ یہی حال نماز کا ہے کہ ایسے ہی فوت شدہ نماز میں بھی ممکن ہے جب کہ آخری وقت میں کوئی مصلی نفل نماز پڑھنا شروع کرے اور فرض نماز کا وقت گذر جاتا ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ پہلے فرض نماز پڑھے۔ اور اگر نماز کا اوّل وقت ہو اور وہ نفل نماز پڑھنے کے بعد وقت گذرنے سے قبل فرض نماز ادا پڑھ سکتا ہو تو پھر وہ نفل نماز پڑھ سکتا ہے۔ ہم انشاء اللہ آئندہ فرض اور سنت نماز پڑھنے کی کیفیت بیان کریں گے۔

امام جعفرؑ بن محمد صلعم سے روایت ہے۔ آپ سخت گرمی کے دنوں میں ظہر کی نماز میں ابراد گرمی کی شدت میں کمی ہونے تک یعنی زوال کے بعد ذرا تاخیر سے نماز پڑھنے کا حکم فرماتے تھے۔

امام جعفر الصادق اور آپ کے آباء کرام اور حضرت علی علیہم السلام سے مروی ہے

کہ جمعہ کی نماز زوال کے وقت ہی پڑھنی چاہیے۔

اسی طرح آپ سے یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے سفر میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو ایک ساتھ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ اور جن مسجدوں میں جماعت کے ساتھ نماز ہوتی ہو تو ان میں حضر کی حالت میں اگر کوئی خاص عذر مثلاً بارش ہو یا سخت سردی ہو یا ہوا چلتی ہو یا اندھیرا ہو تو ایک اذان اور دو اقامت سے دو نمازیں ایک ساتھ پڑھی جاسکتی ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اذان و اقامت کہہ کر پہلی نماز پڑھ لی جائے، پھر سلام پھیرنے کے بعد اٹھ کر اقامت کہنے کے بعد دوسری نماز پڑھ لی جائے۔ اس صورت میں پہلی نماز آخری وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔ اور دوسری نماز اول وقت میں مستحب ہے۔ اگر دونوں نمازیں پہلے وقت کے اندر ہی پڑھ لی جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ صورت محض مغرب و عشاء کی نماز میں ممکن ہے۔ رہی ظہر و عصر کی نماز تو ہم نے اوپر ذکر کردیا ہے کہ جب سورج کا زوال ہو جائے تو ظہر و عصر دونوں نمازوں کا وقت ہو جاتا ہے اگر کسی شخص کی کوئی نماز فوت ہو گئی ہو تو جب یاد آئے تو اس کو قضا پڑھ لینی چاہیے۔

امام جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلعم اپنے سفر کے درمیان ایک وادی میں ٹھہرے جہاں آپؐ نے رات بسر کی۔ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ آج کی شب کون ہماری نگرانی کرے گا؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں یہ خدمت انجام دوں گا۔ چنانچہ آنحضرت صلعم اور آپ کے تمام اصحاب سو گئے اور اس وقت اٹھے جب تمازت آفتاب سخت ہو گئی تھی۔ رسول اکرم صلعم نے بلال سے دریافت فرمایا کہ اے بلال یہ کیا بات ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ جسطرح سے آپ لوگوں پر نیند کا غلبہ ہو گیا تھا اسی طرح مجھ پر بھی نیند کا غلبہ ہو گیا تھا۔ رسول اکرم صلعم نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ ایسی وادی سے جلد نکل جاؤ جہاں تم پر نیند کا غلبہ ہو گیا ہے، کیونکہ تم نے آج کی رات شیطان کی وادی میں گذاری ہے۔ آپ نے اتنا فرمانے کے بعد وضو کیا اور لوگوں نے وضو کیا اور بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ انھوں نے اذان دی آپ نے فجر کی دو رکعت سنت پڑھی پھر اقامت کہنے کے بعد دو رکعت

فرض نماز پڑھی۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی نماز فوت ہوگئی ہو اور دوسری نماز کا وقت ہو چکا ہو تو اگر وقت کشادہ ہو تو پہلے قضاء نماز پڑھے، پھر دوسری نماز پڑھے اور اگر وقت اتنا ہی ہو کہ وہ فقط وہی نماز پڑھ سکتا ہے جس کا وقت ہوا ہے تو پہلے اسے پڑھے پھر اس کے بعد فوت شدہ نماز کو قضاء پڑھے۔

امام جعفر الصادق سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ اے فرزند رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو ظہر کی نماز کو بھول گیا اور اس نے عصر کی دو رکعت نماز پڑھ لی۔ آپ نے فرمایا کہ اس شخص پر لازم ہے کہ ان دو رکعتوں کو ظہر کی نماز قرار دے اس کے بعد عصر کی نماز پھر سے شروع کرے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ اگر مغرب کی نماز بھول گیا اور اس نے عشاء کی دو رکعت نماز پڑھ لی تو کیا کرے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو تمام کرے اور پھر سے مغرب کی نماز پڑھے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ آپ نے فرمایا کہ عصر کے بعد کوئی نماز نہیں ہے یعنی کوئی نفل نماز نہیں پڑھی جاتی اور عشاء کی نماز کے بعد جو بھی نفل نماز چاہو پڑھی جا سکتی ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے ایک مرتبہ ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو ظہر کی نماز تو بھول گیا ہو اور اس نے عصر کی نماز پڑھ ڈالی۔ آپ نے فرمایا کہ جو نماز وہ پڑھ چکا ہے اس کو ظہر کی نماز قرار دے اور عصر کی نماز پھر سے پڑھے۔ عرض کیا گیا کہ اگر وہ مغرب کی نماز بھول گیا اور عشاء کی نماز پڑھ لی تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ پہلے مغرب کی نماز پڑھے۔ پھر عشاء کی نماز پڑھے۔

حضرت علیؑ اور ائمہ طاہرین علیہم السلام سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص نے قبل از وقت نماز پڑھ لی تو اس پر اعادہ لازم ہے۔ قبل از وقت نماز جائز نہیں ہے جس طرح سے کہ یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی شخص رمضان کا روزہ، شعبان میں رکھے۔

اذان و اقامت کا بیان

امام جعفر الصادق اور ائمہ طاہرین علیہم السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ امام حسین علیہ السلام سے اذان کے متعلق عوام کے اس قول کے بارے میں پوچھا گیا کہ اذان کا سبب عبداللہ بن زید کا خواب ہے جس کو اس نے دیکھا تھا اس نے اپنے اس خواب کا ذکر رسول اکرم صلعم کے پاس کیا اور آپ نے اس کے بعد اذان دینے کا حکم جاری کیا؟ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ وحی تو تمہارے نبیؐ پر نازل ہوتی تھی اس کے باوجود تم لوگ اس قسم کا گمان کرتے ہو کہ آپ نے اذان کا طریقہ عبداللہ بن زید سے سیکھا ہے جبکہ اذان تمہارے دین کا چہرہ ہے۔ اتنا فرمانے کے بعد آپ غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ میں نے اس کے برعکس اپنے پدر بزرگوار حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ پروردگار عالم نے ایک فرشتہ زمین پر بھیجا اور وہ جبرئیل علیہ السلام تھے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان کی طرف لے گئے۔ اس کے بعد آپ نے باقی قصۂ معراج بیان کیا جس کو ہم نے یہاں پر مختصر کر دیا ہے آپ نے ذکر معراج میں بیان کیا کہ پروردگار عالم نے ایک فرشتہ بھیجا جس کو آسمان پر نہ اس سے قبل دیکھا گیا اور نہ بعد میں اس فرشتہ نے دو دو مرتبہ اذان و اقامت کی آپ نے اذان کی کیفیت کا ذکر کیا۔ جبرئیلؑ نے رسول اکرم صلعم سے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح نماز کے لئے اذان دیا کرو۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ عہد رسالت میں حی علیٰ خیر العمل کے ساتھ اذان کہی جاتی تھی اور عہد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے ابتدائی زمانے میں اسی طرح اذان دی جاتی تھی مگر بعد میں حضرت عمر نے اذان و اقامت سے ان الفاظ کو حذف کرنے کا حکم دیدیا۔ جب حضرت عمر سے اس سلسلے میں کچھ کہا گیا تو انھوں نے کہا کہ لوگ جب یہ سنیں گے کہ نماز خیر العمل ہے تو جہاد میں سستی کریں گے اور اس سے پیچھے ہٹ جائیں گے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے بھی یہی روایت

آئی ہے عوام بھی یہی روایت بیان کرتے ہیں مگر آج تک وہ اس مسئلے میں حضرت عمر کی پیروی پر مصر ہیں اور ترک سنتِ رسولؐ کے مرتکب ہوتے ہیں اور حضرت عمر کے اس قول کو حجت بناتے ہیں۔ یہ بات اتنی صاف ہے کہ اس بارے میں حجت و دلیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے رسول اکرم صلعم سے ہی سب کچھ لینے کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "وما آتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔ ۲۸ $\frac{59}{61}$۔ ترجمہ: جو تم کو پیغمبر دے دیں اس کو لے لیا کرو اور جس سے منع کریں اس سے باز آجاؤ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ: فلیحذر الذین یخالفون عن امرہٖ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیمٌ ۵۔ ۱۸ $\frac{25}{62}$ ترجمہ: جو لوگ رسولؐ کے امر سے اختلاف کرتے ہیں ان کو اس بات سے ڈرتے رہنا چاہئے کہ (مبادا) ان پر مصیبت نہ آپڑے یا ان پر کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے اور دوسری جگہ ارشاد ہے کہ وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللّٰہ ورسولہٗ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللّٰہ ورسولہٗ فقد ضل ضلالاً مبیناً $\frac{33}{34}$۔ ترجمہ: کسی مومن اور مومنہ کو انکار کا اختیار نہیں ہے جبکہ اللہ اور اس کے رسولؐ کسی امر کا فیصلہ کر دیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے فرمان سے سرتابی کرے گا اور کھلی گمراہی میں ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اتباع کرو بدعت نہ کرو کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ کیا عام مسلمانوں کے نزدیک حضرت عمر کو دین اور مسلمانوں کے مصالح کا علم زیادہ تھا یا اللہ و رسولؐ کو زیادہ علم تھا؟

پروردگار عالم نے اپنی کتاب قرآن مجید میں نماز و جہاد اور دیگر خیر کے کاموں کی ترغیب دی ہے اور ان کو فرض قرار دیا ہے تو کیا کسی شخص کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ خدا کی کتاب میں سے کسی ایسے فرض کو ساقط کر دے جس کو کرنے کی اس نے ترغیب دی ہے یا کسی کو اتنا وسیع اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی فرض کو اس بنا پر ترک کر دے کہ اس سے زیادہ کسی دوسرے فرض میں ترغیب موجود ہے؟ یہ ایک

ایسی بے بنیاد بات ہے کہ جس کا قائل نہ کوئی جاہل ہو سکتا ہے نہ عالم۔ ہم کو تو اتنا بھی معلوم نہیں ہے کہ کسی نے اس کا گمان تک بھی کیا ہو یا اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہو کہ جس سے حضرت عمر اور ان کے تابعین کا قول درست ثابت ہو اور اگر جاہلوں نے ایسا وہم کر لیا تھا جیسا کہ حضرت عمر نے زعم کیا ہے تو کیا جاہلوں کے زعم کی بنا پر جس چیز کو اللہ اور رسولؐ نے ثابت رکھا ہے اور شب و روز دس مرتبہ جس کی نداء کا حکم دیا ہے اور ہر مسجد میں اور ہر جماعت میں اور ہر فرد کے لئے ندا کرنا واجب ہے اس کو جاہلوں کے گمان اور عوام کے قیاس پر ترک کر دیا جائے؟

اگر اتنی چھوٹ ان کو دیدی گئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جاہلوں کے دماغ میں اسلام کے احکام میں سے جو بھی حکم ان کو خراب نظر آئے اس کو ساقط کر دینا چاہیئے جاہل تو اسلام کے اکثر احکام سے بے خبر ہیں ان کی عقلیں اسلام کی اکثر باتوں کا انکار کرتی ہیں۔ اور یہ بھی ایک مسلمہ بات ہے کہ پروردگار عالم نے جاہلوں کی پیروی کا حکم نہیں دیا ہے اس نے تو ان لوگوں کو سکھانے کا حکم دیا ہے جو یاد رکھنے اور قبول کرتے ہیں اور اس شخص سے روگردانی کا حکم دیا ہے جو قبول نہیں کرتے۔ اور جو کفر و تکذیب پر اُتر آئے ہیں تو ان کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم ہے حضرت عمر اور اتباع حضرت عمر کی یہ رائے کہ جاہل جب یہ سنیں گے کہ نماز تمام اعمال حسنہ سے بہتر ہے تو وہ جہاد ترک کر دیں گے تو اس رائے سے یہ واجب ہوتا ہے کہ وہ جب نہ سنیں تو نماز کو چھوڑ سکتے ہیں! خدا ان لوگوں سے اچھی طرح واقف ہے اور اس چیز سے اچھی طرح واقف ہے جس کی اطاعت پر ان کو حضرت عمر وغیرہ کی جانب سے ابھارا جاتا ہے اس سے خدا اچھی طرح واقف ہے اس قول کا فساد اتنا واضح ہے کہ اس کے متعلق کسی حجت کی ضرورت نہیں ہے اور نہ اس کے قائلین پر حجت قائم کرنے کی ضرورت ہے، ہم تو خدا کے دین سے پھر جانے سے اس کی پناہ مانگتے ہیں۔ خدا اور اس کے اولیاء کرام کی اطاعت پر ثابت قدمی کی دعاء کرتے ہیں۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے اور آپ کے پدر بزرگوار اور ائمہ طاہرین اور

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر میری امت اس کے ثواب سے جو خدا کی طرف سے تینوں کاموں پر ملنے والا ہے واقف ہو جائے تو پھر تیر چل جائیں (۱) اذان (۲) جمعہ کی طرف زوال کے وقت جانا (۳) پہلی صف۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن موذن اس حال میں اٹھائے جائیں گے کہ ان کی گردنیں تمام لوگوں سے لمبی ہونگی وہ لا الٰہ الا اللہ کی ندا کرتے ہوں گے۔ آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد کہ ان کی گردنیں تمام لوگوں سے طویل ہونگی یعنی وہ اللہ کی رحمت سے زیادہ قریب ہوں گے ان لوگوں کے برعکس جن کی بدحالی کا ذکر خدا نے اس آیت میں کیا ہے کہ ولو تری اذ المجرمون ناکسوا رؤسھم عند ربھم۔ ۲۱ ۲۳/۱۱ - ترجمہ: اور اے رسولؐ تم کو بہت افسوس ہوگا جب تم دیکھو گے کہ مجرمین اپنے پروردگار کی بارگاہ میں (حساب کے وقت) اپنے سر کو جھکائے کھڑے ہیں۔

رسول اکرم صلعم سے مروی ہے کہ آپؐ نے لوگوں کو اذان کی خوب ترغیب دی اور آپ نے لوگوں سے اذان کے فضائل بیان کئے اس وقت ایک شخص نے عرض کیا کہ اے پیغمبر خدا صلعم آپ نے تو ہم کو اذان کی ترغیب دی حتی کہ ہمیں یہ خوف لاحق ہو گیا کہ کہیں اذان کے بارے میں آپ کی امت آپس میں تیغ زنی نہ کر بیٹھے، اس وقت آپؐ نے فرمایا کہ اذان تمہارے ضعیف لوگوں سے تجاوز نہ کرے گی۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے کسی شئی کا اس کے سوا رنج و ملال نہ تھا کہ میں چاہتا تھا (کاش) کہ رسول اللہ صلعم سے اذان کا شرف حسنؑ و حسینؑ کے لئے مانگ لیا ہوتا۔

امام ابو عبداللہ جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اذان و اقامت دو دو مرتبہ کہنا چاہئے۔ اور اقامت میں کلمہ شہادت ایک ہی مرتبہ پڑھنا چاہئے یعنی لا الٰہ الا اللہ ایک مرتبہ کہنا چاہیئے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ موذن کو چاہئے کہ وہ

اذان و اقامت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرے اور جب حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہے تو اپنا منہ دائیں اور بائیں پھیر لے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اذان ترتیل سے کہنا چاہیئے اور اقامت جلدی سے کہنا چاہیئے۔ اور اذان و اقامت کے درمیان نفل نماز یا دعاء سے فرق کرنا چاہیئے خصوصاً مغرب کی نماز میں کیونکہ اس سے قبل کوئی نفل نماز نہیں ہے کم سے کم اتنا تو کرنا چاہیئے کہ موذن اذان و اقامت کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھ کر اپنے ہاتھ زمین کو لگا دے۔

امام علی ابن الحسین علیہما السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلعم جب موذن کو اذان کہتے ہوئے سنتے تھے تو وہ جو کہتا آپ بھی وہی کہتے اور جب موذن حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح اور حی علی خیر العمل کہتا تھا تو آپ لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھتے تھے جب اقامت پوری ہو جاتی تو آپ یہ دعاء پڑھا کرتے تھے اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ القائمۃ اعط محمدؐ سولہ یوم القیامۃ وبلغہ الدرجۃ الوسیلۃ من الجنۃ وتقبل شفاعتہ فی امتہ۔ ترجمہ: اے دعوت تامہ اور صلوٰۃ قائمہ کے رب اپنے رسول محمدؐ کو بروز قیامت ان کا سوال پورا کر اور جنت کے درجہ وسیلہ تک ان کو پہنچا اور آپ کی شفاعت آپ کی امت کے لئے مقبول فرما۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کو عاجز کے سوا اور کوئی ترک نہ کرے گا ایک وہ شخص جس نے موذن کو اذان کہتے ہوئے سنا تو وہ بھی وہی کلمہ دہرائے گا جو موذن کہتا ہے اور ایک وہ شخص جس کو راستے میں کہیں جنازہ ملے تو اہل جنازہ پر سلام نہ پڑھے گا بلکہ وہ جنازہ کا پایہ پکڑے گا۔ اور ایک وہ شخص جو امام سے سجود میں ملے اس حالت میں کہ اس نے ابھی تکبیرہ نہیں کہی ہے تو وہ بھی سجدہ کرے گا لیکن اس کو نماز میں شمار نہ کریگا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جب موذن اللہ

اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ اشہدان لاالٰہ الا اللہ کہے تو تم بھی اشہدان لاالٰہ الا اللہ کہو اور جب اشہدان محمداً رسول اللہ کہے تو تم بھی اشہدان محمداً رسول اللہ کہو اور جب قد قامت الصلوٰۃ کہے تو تم اللھم اقمھا وادمھا واجعلنی من خیر صالحی اھلھا عملاً کہو۔ ترجمہ: پروردگارا تو نماز پر قائم و دائم رکھ اور مجھے نیک عمل کرنے والوں میں سے بنا اور جب موذن قد قامت الصلوٰۃ کہنے لگے تو خاموشی کے ساتھ اٹھنا واجب ہے۔ اِلا آنکہ جب ان کا کوئی امام نہ ہو تو آگے پیچھے ہو کر نماز پڑھ لیں۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ لحن سے اذان دینے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اذان میں الف اور ہاء کی پوری وضاحت کی جائے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص اذان و اقامت کہہ کر نماز پڑھتا ہے تو اس کے پیچھے فرشتوں کی دو صف نماز پڑھتی ہے۔ اور اذان کہے بغیر محض اقامت کہہ کر جو نماز پڑھتا ہے تو اس کے پیچھے فرشتوں کی ایک ہی صف نماز پڑھتی ہے۔ مغرب اور فجر کی نماز خواہ حضر ہو یا سفر ہو اذان و اقامت کے بغیر نہیں پڑھنی چاہیئے کیونکہ ان دونوں نمازوں میں قصر نہیں ہے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بغیر اقامت و اذان کے اکیلا نماز پڑھتا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اذان و اقامت کہنے میں شرف و ثواب ہے۔ اور اس سے کمتر شرف اذان کے بغیر اقامت کہنے میں ہے۔ اور اگر کوئی شخص اذان اور اقامت نہ کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے آپ فرماتے ہیں کہ نماز کے وقت ہی پر اذان دینی چاہیے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ طلوع فجر سے پہلے اذان دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جب تک نماز کا وقت نہ ہو اذان نہ دینی چاہیئے۔ فجر کی نماز اور دوسری نمازوں کے لئے بر وقت اذان دینی افضل ہے۔

رسول خدا صلعم سے روایت ہے کہ حضرت بلالؓ اذان کے بعد رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذان کی اطلاع کرتے تھے تاکہ آپ باہر تشریف لاکر لوگوں کو نماز پڑھائیں چنانچہ اسی کے مطابق اذان کے بعد پیش امام کو نماز کی اطلاع دی جاتی ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ اذان و اقامت کے درمیان بات چیت کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، امام جعفر الصادق علیہ السلام سے بھی یہ روایت وارد ہے مگر آپ نے اقامت کو مستثنیٰ قرار دیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب موذن قد قامت الصلوٰۃ کہتا ہے تو اس وقت بات چیت کرنا حرام ہے اور تمام اہلِ مسجد پر بھی حرام ہے۔ سوائے اس کے کہ ان کا کوئی امام نہ ہو اور وہ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنے کے لئے جمع ہوئے ہوں اور اذان میں قصداً کلام نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اذان نیکیوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ لہٰذا اس شخص کو لائق نہیں کہ کسی نیک کام کو کرتا ہو اور پھر اسے ترک کردے۔ الا آنکہ وہ اسی کے مثل دوسری نیکی کی طرف مائل ہو جائے مگر کوئی شخص مجبوراً کسی حاجت کے سبب بات کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بغیر وضو کے اذان دینے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر موذن پاک اور باوضو ہو تو افضل ہے۔ مگر وضو کے بغیر اقامت نہ کہنی چاہیئے اور بیمار اور گھوڑے کے سوار کے سوا کوئی بیٹھ کر اذان نہ کہے اور اقامت زمین پر کھڑے رہ کر کہنی چاہئے لیکن اگر کوئی بیماری کے سبب کھڑا ہو کر اقامت نہ کہہ سکتا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں عورتوں پر اذان و اقامت کہنا لازم نہیں ہے۔ آپ سے یہ بھی روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اذان تو موذن کہے اور اقامت کوئی اور کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا عورت اذان و اقامت کہہ سکتی ہے تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ ہاں اگر عورت چاہے تو کہہ سکتی ہے اور

مصر یعنی شہر کی اذان اپنے کانوں سے سُن لے تو اس کے لئے کافی ہے اور اگر نہ سنے تو اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدًا رسول الله کہنے ہی پر اکتفا کرے۔

صادقِ آلِ محمدؐ فرماتے ہیں کہ غلام اور نابالغ بچہ اذان کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ موذن کی اجرت (سحت) حرام کمائی ہے جبکہ قوم اس کو اذان دینے کے لئے اجرت پر رکھے، لیکن اگر بیت المال میں سے کچھ رقم مقرر کردی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مسجد سے اذان کی ندا سننے کے بعد باہر چلا جائے تو وہ منافق ہے۔ مگر وہ شخص نہیں جو واپس آنے کا ارادہ رکھتا ہے یا ایسا شخص جو باوضوء نہیں تھا اور وہ وضوء کرنے کے لئے باہر گیا ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ تم میں جو شخص سب سے فصیح ہو وہ اذان دے اور جو سب سے زیادہ علم فقہ کا ماہر ہو وہ امامت کرے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نفل نماز میں اذان کی ضرورت نہیں ہے۔ اندھے آدمی کو اگر اذان دینے کے لئے سیدھا قبلہ رُو کھڑا کردیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے عہدِ رسالت میں ابن ام مکتومؓ اذان دیا کرتے تھے۔

امیرالمومنین مولانا علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے ایک اونچی سی اذان گاہ دیکھی تو آپ نے اس کو گرانے کا حکم فرمایا اور یہ فرمایا کہ سطح مسجد سے زیادہ بلند جگہ سے اذان نہ دی جائے۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ یہ حکم ایسی اذان گاہوں کے متعلق ہے جس سے لوگوں کے گھروں کی بے پردگی ہوتی ہے اور جہاں سے چڑھنے والے کو گھر کی ہر چیز نظر آتی ہے۔ اس سے لوگوں کو ضرر پہنچتا ہے اور پردہ نشین خواتین کی بے پردگی ہوتی ہے۔ لہٰذا ایسی اذان گاہوں سے اذان دینا جائز نہیں ہے۔

مولانا علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے گھر میں کوئی فرزند پیدا ہو تو اس کو لازم ہے کہ وہ بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے کیونکہ یہ اس کے لئے شیطان سے حفاظت کا

موجب ہے۔ مجھ کو رسول خدا صلعم نے حسنؑ و حسینؑ کی ولادت کے وقت اس کا حکم دیا تھا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا تھا کہ ان کے کانوں میں سورۃ الحمد آیۃ الکرسی اور سورۃ الحشر کا آخری حصہ سورۃ قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الناس اور قل اعوذ برب الفلق پڑھی جائیں۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو آسیب لگ جائے یا صور خبیثہ مثل جنات کے راستے سے بھٹکا دیں تو اذان کہو۔

مساجد کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے آباء کرام اور مولانا علی علیہم السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ مسجد کے پڑوسی کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسجد ہی میں نماز پڑھے البتہ اگر کوئی عذر یا بیماری ہو تو اور بات ہے۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اے امیر المومنین مسجد کا پڑوسی کون ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جس کے کانوں میں اذان کی آواز پہنچے۔

مولانا علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلعم نے فرمایا مسجد حرام (کعبہ) میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ رکعت ہے اور مسجد النبی (مدینہ) میں نماز پڑھنے کا ثواب دس ہزار رکعت ہے اور (بیت المقدس) میں ایک ہزار نماز کا ثواب ہے۔ اور مسجد اعظم میں ایک سَو نماز کا ثواب ہے اور قبیلہ کی مسجد میں ۲۵ نماز کا ثواب ہے۔ اور مسجد السوق میں بازار کی مسجد میں بارہ نماز کا ثواب ہے اور اپنے گھر میں اکیلے نماز پڑھنے میں ایک ہی نماز کا ثواب ہے۔

حضرت علی علیہ السلام رسول اکرم صلعم سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ مسجد میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرنا بھی عبادت ہے جس شخص کی بات چیت کا موضوع ہمیشہ قرآن ہو اور مسجد اس کا گھر ہو تو خدا اس کے لئے جنت میں گھر بنا دے گا اور درجہ وسطیٰ سے اس کا درجہ بلند کر دیگا۔

امیر المومنین حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا جہاد کی تیاری سے افضل ہے۔ اور مسجد میں قبلہ رو ہو کر بیٹھنا سنت ہے۔ مسجد اپنے پروردگار کے نزدیک اپنی ویرانی کی شکایت کرتی ہے اور مسجد کی آبادی کی رونق بڑھانے والا شخص جب غائب ہو جانے کے بعد واپس آتا ہے تو مسجد نہایت خوش مزاجی اور بشاشت کے ساتھ اس کا استقبال کرتی ہے۔ جس طرح تم میں سے کوئی شخص کسی شخص کے غائب رہنے کے بعد اس کی آمد پر حشاش و بشاش ہو کر استقبال کرتا ہے۔
آپ فرماتے ہیں مسجد میں بیٹھنا عربوں کی رہبانیت ہے۔ مومن کے بیٹھنے کی جگہ اس کی مسجد ہے اور اس کا گھر اس کی کٹیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! اپنی مسجدوں کو شور و غوغا سے بچاؤ، اس میں خرید و فروخت نہ کرو اور ہتھیار نہ لیجاؤ اور ہفتہ کے روز اس میں بخور جلاؤ اور اس میں وضو کے سامان وغیرہ رکھو۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی ناک کی آلائش سے مسجد کو پاک رکھا وہ قیامت کے روز اللہ سے سرخرو ملے گا۔ کیونکہ اس کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں ہوگا۔ مسجد ناک کی آلائش سے اس طرح لرز اٹھتی ہے جیسے کہ تم میں سے کوئی بید کی مار سے لرز اٹھتا ہے۔

امیر المومنین مولانا علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلعم نے مسجد میں مجرموں کو سزا دینے سے منع فرمایا ہے (یعنی حد جاری نہ کی جائے)۔

اور آپ نے مسجد میں آواز بلند کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس میں گم شدہ چیز کے تلاش کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور تلوار کو بے نیام نہ کیا جائے اور تیر نہ چلایا جائے اور خرید و فروخت نہ کیا جائے قبلہ میں ہتھیار نہ لٹکایا جائے۔

امیر المومنین مولانا علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مسجدوں کو تمہیں ضرور اپنے یہود و نصاریٰ اپنے بچوں اور پاگلوں سے بچانا چاہیے ورنہ خدا تم کو بندروں اور سوروں کی شکل میں رکوع و سجود کی حالت میں مسخ کر دے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام ۱۰ ۹/۲۸

ترجمہ: مشرکین تو نرے نجس ہیں تو اب وہ کعبہ کے پاس پھر نہ پھٹکنے پائیں۔ مسجد میں ناپاک شخص کو داخل نہ کرنے پر سب کا اتفاق ہے اسی طرح جنابت دار مسلم کو بھی مسجد میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے حالانکہ مسلم خواہ وہ جنابت دار ہو یا نہ ہو نجس نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلعم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی جنابت دار شخص مسجد میں نہ بیٹھنے پائے۔

امیر المومنین مولانا علی علیہ السلام اس آیت کریمہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: ولا جنبا الا عابری سبیل ۵ ؎ ترجمہ: اور نہ جنابت کی حالت میں مگر راہ کی رواروی میں۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہاں پر جنابت دار سے ایسا شخص مراد ہے جو مسجد سے صرف گذر جانا چاہتا ہو اور بیٹھنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔

آنحضرت صلعم نے لہسن کھا کر مسجد میں جانے سے منع فرمایا ہے تاکہ اس کی بو سے اہل مسجد کو ایذا نہ پہنچے آپ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے لہسن کھایا ہو وہ مسجد کے قریب نہ ہو۔

امیر المومنین مولانا علی علیہ السلام جب مسجد میں داخل ہوتے تو آپ یہ دعا پڑھتے تھے۔ بسم اللہ وباللہ السلام علیک ایہا النبی ورحمتہ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلےٰ عباد اللہ الصالحین۔ ترجمہ: اللہ کے نام سے اللہ کے توسل سے اے پیغمبر آپ پر سلام اور خدا کی رحمت و برکت نازل ہو اور ہم پر اور خدا کے نیک بندوں پر سلام ہو۔"

آپ فرماتے ہیں مسجد کا یہ حق ہے کہ جب تم اس میں داخل ہو تو دو رکعت (تحیتہ المسجد) کی نماز پڑھو، اور ان دو رکعت کا یہ حق ہے کہ ان میں سورہ فاتحہ پڑھو اور قرآن کا حق یہ ہے کہ جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرو۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے خدا کے لئے ایک مسجد بنائی یا قطاۃ پرندے کے زمین میں گھر بنانے کے برابر مسجد کا کچھ حصہ بنایا ہے تو خدا اس کے لئے جنت میں ایک گھر تیار کرے گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ بغیر کسی آڑ کے نماز پڑھنا ایک قسم کا ظلم ہے، اگر کوئی شخص کسی میدان میں نماز پڑھے تو اس کو

لائق ہے کہ کجاوے کا پچھلا حصّہ اپنے سامنے رکھ لے۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام اونٹ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے تھے اور آپ فرماتے تھے کہ ہر اونٹ پر ایک شیطان بیٹھا رہتا ہے۔

امام جعفرالصادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کے سامنے دوسرا سویا ہو اور کوئی شخص اس حال میں نماز نہ پڑھے کہ اس کے دوش بدوش کوئی عورت ہو اِلاّ یہ کہ وہ اس عورت سے تھوڑا آگے ہو جائے۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی پردے اور اونٹ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو اس کو لائق ہے کہ وہ اس سے قریب ہو جائے کیونکہ شیطان اس کے اور اونٹ کے مابین گذرتا رہتا ہے آپ نے اس سلسلے میں بیل کے باڑے کی مثال پیش کی۔

امام جعفرالصادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے قبلہ میں تصاویر کی موجودگی سے اظہارِ نفرت کیا ہے۔ آپ سے اس مسجد کے متعلق پوچھا گیا جو گھر کے اندر بنائی گئی ہو اور بعد میں مالک مکان کی یہ رائے ہوئی کہ اس کو پھر مکان میں شامل کر دیا جائے یا اس کی جگہ بدل دی جائے تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امامت کا بیان

امام جعفرالصادق علیہ السلام سے آپ کے پدر بزرگوار اور آباءِ کرام اور مولانا علی علیہم السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا ہے کہ کسی قوم کا امام قوم کو اللہ کی طرف لیجانے والا ہوتا ہے۔ لہٰذا اپنی نمازوں میں تم اسی کو آگے کرو جو تم میں سب سے افضل ہو۔

مولانا علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اپنی نمازوں کا پیش امام احمقوں کو نہ بناؤ اور نہ ان کو اپنے جنازوں پر مقدم کرو کیونکہ وہ تم کو تمہارے پروردگار کے پاس پہنچانے والے ہوتے ہیں۔ اور بیمار تندرست لوگوں کو نماز نہ پڑھائے یہ خصوصیت تو

رسول اکرم (صلعم) کے لئے تھی۔

امام محمد الباقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر غلام فقیہ ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس وقت کوئی اس سے زیادہ علم فقہ کا ماہر موجود نہ ہو کہ جو لوگوں کو نماز پڑھائے اور آپ نے اندھے کی امامت میں رخصت دی ہے بشرطیکہ اس کو قبلہ رو کھڑا کر دیا جائے اور وہ تمام حاضرین سے افضل بھی ہو۔

مولانا علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے جذامی، ابرصی، مجنون، محدود جس کو شرعی سزا دی گئی ہو۔ ولد الزنا کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور اعرابی مہاجرین کو نماز نہ پڑھائے، قیدی آزاد کو، تیمم والا وضوء والے کو خصی فحول کو عورت مرد کو مخنث (ہیجڑا) مردوں کو گنگا بولنے والوں کو، مسافر مقیم کو نماز نہ پڑھائے۔

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ حروری اور ناصبی کے پیچھے جب تم نماز پڑھو تو اس نماز کو نماز نہ شمار کرو اور حروری یا ناصبی جو بھی پیش امام ہو اس کو مسجد کے کھمبوں میں سے ایک کھمبا سمجھو اور تصور کرو کہ گویا تم تنہا نماز پڑھ رہے ہو۔ ایسا تقیہ دشمنوں سے خوف کے وقت کیا جا سکتا ہے ورنہ جب خدا کے فضل و کرم سے کوئی خوف و فتنہ کا مقام نہ ہو اور خدا کا امر ظاہر ہو اور اس کے اولیاء غالب ہوں تو اس وقت کسی دشمن اہل بیت کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں کیونکہ ان کو کوئی عزت و کرامت حاصل نہیں ہے۔

امام محمد الباقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کسی ناصبی (دشمن اہل بیت) کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ کیونکہ ان کے لئے کوئی عزت و کرامت نہیں ہے الا آنکہ جب تم کو اپنی جانوں کا خوف ہو اور یہ کہ تم کو مشہور کر دیا جائے گا اور تمہاری جانب انگلیاں اٹھائی جائیں گی لہٰذا اس وقت پہلے تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیا کرو اور پھر ان کے ساتھ بھی نماز پڑھ لو لیکن ان کے ساتھ جو نماز پڑھو اس کو نفل سمجھ کر پڑھو۔ اب تو خدا کے فضل و کرم سے خوف جاتا رہا اور ہمارے اس زمانے میں تقیہ ساقط ہو گیا ہے۔ لہٰذا تم کسی ناصبی یعنی (دشمن اہل بیت) کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ خدا کسی ناصبی کی آنکھ کو ٹھنڈا نہ کرے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی جب

نماز ختم ہوگئی تو انھوں نے لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے لوگوں فجر کی نماز تم کو عمر نے جنابت کی حالت میں پڑھائی تھی لوگوں نے عرض کیا کہ پھر آپ کیا چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ مجھے دوبارہ نماز پڑھنا چاہیئے۔ لیکن تم کو نہیں اس وقت حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اے عمر تم پر اور ان لوگوں پر پھر سے نماز پڑھنا واجب ہے کیونکہ قوم تو اپنے امام ہی کے ساتھ ساتھ ہوتی ہے۔ وہ اس امام ہی کے رکوع وسجود کے ساتھ اپنا رکوع وسجود کرتے ہیں۔ اس لئے جب امام کی نماز فاسد ہوگئی تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی بھی نماز فاسد ہوگئی۔

رسول اکرم صلعم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم کو امامت کرانے کا وہی شخص زیادہ مستحق ہے جس کا نور زیادہ ہے۔ یعنی جو تم میں زیادہ قرآن کا حافظ ہے۔ اہل مسجد زیادہ حقدار ہیں کہ وہ اپنی اپنی مسجدوں میں خود نماز پڑھائیں الا آنکہ جب کسی مسجد میں ان کا امیر آجائے تو وہ اہلِ مسجد سے زیادہ نماز پڑھانے کا حقدار ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہی شخص امامت سے نماز پڑھائے جو تم میں سب سے زیادہ ہجرت کے اعتبار سے قدیم ہے۔ اگر اس میں سب کے سب برابر ہوں تو جو ان میں سب سے زیادہ بڑا قاری ہو وہ نماز پڑھائے اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو جو سب سے بڑا علم فقہ کا ماہر ہو وہ نماز پڑھائے اور اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو جو عمر میں زیادہ بڑا ہو وہ نماز پڑھائے اور صاحب مسجد زیادہ حقدار ہے کہ وہ اپنی مسجد میں خود نماز پڑھے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی ایک شخص کو امامت سے نماز پڑھانا چاہے تو اس کو اپنے داہنی جانب کھڑا کرے اور اگر دو یا دو سے زائد ہوں تو وہ امام کے پیچھے کھڑے ہو جائیں۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ لوگ اگر مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ امامت سے نماز پڑھنا چاہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم نماز تنہا پڑھو تو اس کو طول کر سکتے ہو یہ عبادت ہے اور جب

تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو طول نہ دو بلکہ اس طرح سے نماز پڑھو جیسے تم میں کوئی کمزور آدمی نماز پڑھتا ہے۔ رسول اکرم صلعم عمدگی اور تمامیت کے ساتھ بہت ہی خفیف نماز پڑھتے تھے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ عورت مردوں کو نماز نہ پڑھائے لیکن وہ عورتوں کو اس طرح نماز پڑھا سکتی ہے کہ وہ ان سے آگے نہ ہو بلکہ ان کے بیچ میں کھڑی ہو جائے اور دوسری خواتین اس کی نماز کے مطابق نماز پڑھیں۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے امام کو قرآن کی تلقین کی اجازت دی ہے جبکہ وہ تھک جائے یا رک جائے اور اگر ایک آیت یا ایک سے زائد چھوڑ دے یا ایک سورۃ کو چھوڑ کر دوسری سورۃ پڑھنے لگے اور قرأت میں مشغول رہے اس وقت تلقین نہ کرنا چاہئے۔

جماعت اور صف کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے پدر بزرگوار اور ائمہ طاہرین علیہم السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جماعت سے نماز پڑھتا ہے اس کے بارے میں یہ حسن ظن رکھو کہ وہ ہر نیکی کرے گا اور اس کی شہادت کو جائز قرار دو۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ باجماعت نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ تنہا نماز پڑھنے میں ایک ہی نماز کا ثواب ہے اور جماعت سے نماز پڑھنے میں چوبیس نماز کا ثواب ملتا ہے۔

امام باقر علیہ السلام سے نماز باجماعت کی بابت پوچھا گیا کہ آیا یہ فرض ہے تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ نماز فرض ہے۔ نماز میں اکٹھا ہونا کوئی فرض نہیں ہے البتہ یہ سنت ہے۔ اگر کسی نے اس سنت کو چھوڑا اور مومنین کی جماعت سے بلا کسی عذر یا بیماری کے الگ نماز پڑھی تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس شخص نے نماز فجر باجماعت ادا کیا تو اس کی یہ نماز صالحین وابرار کی نمازوں میں شمار ہوگی اور اس دن اس کا نام متقین یعنی اہلِ تقویٰ کے زمرے میں لکھ لیا جائیگا۔

امام محمد الباقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے تمام رات سجود وقیام میں گذار دیا اور جب صبح کا جھٹ کا نمودار ہوا تو آپ نے فجر کی نماز پڑھی اور آپ کو جھونکا آگیا اور ادھر جب مسجد میں رسول اکرم صلعم نے صبح کی نماز پڑھنے کے بعد علیؑ کو نہ پایا تو سیدہ عالم فاطمہ زہرا علیہا السلام کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ اے جگر گوشۂ رسول تمہارے ابن عم کا کیا حال ہے وہ نماز میں صبح ہمارے ساتھ موجود نہ تھے۔ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام نے رسول اکرم کو پورا واقعہ سنا دیا آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ آج کے دن علیؑ سے صبح کی نماز جو فوت ہوگئی ہے وہ ساری رات عبادت میں گذارنے سے افضل تھی۔ علیؑ نے جب رسولِ اکرم صلعم کی آواز سنی تو بیدار ہو گئے رسول اکرم صلعم نے ان سے فرمایا کہ اے علیؑ جس شخص نے صبح کی نماز با جماعت ادا کی تو گویا اس نے رات بھر قیام و سجود کیا ہے۔ اور اے علیؑ کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ طلوع آفتاب سے پہلے اگر عالم سو جائے تو زمین بارگاہِ الٰہی میں فریاد کرتی ہے۔

حضرت علیؑ علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ حضرت ابو درداءؓ کے پاس علی الصباح تشریف لے گئے تو انھیں سوتا ہوا دیکھ کر فرمایا کہ اے ابو درداؓ کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا کہ آج کی شب کچھ ایسی ہی بات ہوگئی تھی جس کی وجہ سے میں سویا رہا حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم نے آج نماز صبح باجماعت نہیں پڑھی ہے؟ ابو درداء نے کہا کہ ہاں امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ اے ابو درداء مجھے نمازِ عشا اور نماز فجر باجماعت پڑھنا ان دونوں کے درمیان رات بھر عبادت کرنے سے زیادہ پسند ہے کیا تم نے آنحضرت صلعم کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا ہے کہ لوگوں کو اگر نماز عشاء و فجر کا ثواب معلوم ہو جاتا تو لوگ گھٹنوں کے بل آتے اور نماز

پڑھتے کیونکہ ان دونوں نمازوں کے درمیان جو بھی گناہ ہوتے ہیں وہ ان کی بدولت مٹ جاتے ہیں۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ قبیلہ جہینہ کا ایک مرد آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے دربار رسالت میں عرض کیا کہ اے پیغمبر خدا صلعم میں اپنے بال بچوں اور غلاموں کے ساتھ دیہات میں رہتا ہوں اور نماز کے وقت خود میں اذان و اقامت کہتا ہوں اور ان کو نماز پڑھاتا ہوں تو کیا ہم لوگ جماعت ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اس مرد جہینی نے پھر عرض کیا کہ بسا اوقات میرے غلام اونٹوں کے پیچھے پیچھے دور نکل جاتے ہیں۔ اس وقت میں اور میرے اہل و عیال باقی رہ جاتے ہیں۔ اس وقت میں اذان و اقامت کے بعد ان کو نماز پڑھاتا ہوں تو کیا ہم ایک جماعت ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ اس نے پھر عرض کیا کہ کبھی میرے فرزند پانی کی تلاش میں دور نکل جاتے ہیں اور میں اور میری بیوی رہ جاتے ہیں۔ میں اذان و اقامت کہہ کر نماز پڑھاتا ہوں تو کیا ہم دونوں مل کر بھی ایک جماعت ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! اس نے پھر عرض کیا کہ کبھی میری بیوی بھی اپنے کسی کام سے کہیں چلی جاتی ہے اور میں بالکل تنہا رہ جاتا ہوں جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو اذان و اقامت کہہ کر نماز پڑھتا ہوں تو کیا میں تنہا ایک جماعت ہوں؟ رسول اکرم صلعم نے فرمایا کہ مومن تنہا ایک جماعت ہے۔ ہم آگے بیان کر چکے ہیں کہ جب ایک مومن اذان و اقامت کہہ کر نماز پڑھتا ہے تو اس کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں نماز پڑھتی ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب کہ عرش الہٰی کے سایہ کے سوا کوئی اور سایہ نہ ملے گا۔ اس سایہ کے نیچے ایک وہ شخص بیٹھے گا جو اپنے گھر سے نکلا اور اچھی طرح سے وضوء کر کے کسی مسجد کی طرف گیا تاکہ فرائض میں سے کسی ایک فرض کو ادا کرے اتنے میں وہ ہلاک ہو گیا اور دوسرا وہ شخص عرش الہٰی کے سایہ میں بیٹھے گا جو آدھی رات کو اس وقت اٹھتا ہے جب ساری کائنات سو جاتی ہے پھر وہ کامل طور پر وضوء کر کے کسی مسجد کی طرف نماز پڑھنے کے لئے

چلا جاتا ہے اور اس حال میں ہلاک ہو جاتا ہے۔

رسول اکرم صلعم کا ارشاد ہے کہ ناپسندیدہ اوقات اور حالات میں اچھی طرح سے وضو کرنا اور مسجدوں کی طرف جانا اور ایک وقت کی نماز پڑھنے کے بعد دوسرے وقت کی نماز کا انتظار کرنے سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

رسول اکرم صلعم نے فرمایا کہ نماز کی بہترین صف پہلی صف ہے لیکن نماز جنازہ میں بہترین صف آخری صف ہے۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ رسول خدا صلعم یہ کیسے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ اس لئے کہ آخری صف میں خواتین کا پردہ باقی رہتا ہے۔ لہٰذا مردوں کی سب سے عمدہ صف پہلی ہے اور خواتین کی آخری صف بہترین صف ہے۔

اگر لوگوں کو پہلی صف کا ثواب معلوم ہو جاتا تو کوئی شخص بھی وہاں تک تیروں کے سوا نہ پہنچ سکتا تھا۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ بہترین صف پہلی صف ہے۔ اور یہ صف فرشتوں کی صف ہے اور پہلی صف میں افضل جگہ امام کے داہنے بازو میں ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ صفوں میں جہاں کہیں بھی خالی جگہ رہ جائے اس کو بھی پُر کرو۔ جو شخص پہلی صف کو مکمل کر سکتا ہے یا ایسا شخص جو پہلی صف سے قریب ہو تو اس کو پہلی صف تکمیل کرنی چاہیئے کیونکہ یہ بات تمہارے پیغمبر کو زیادہ پسند تھی لہٰذا تم لوگ صفوں کو مکمل کیا کرو۔ کیونکہ خدا اور فرشتہ ان لوگوں پر درود بھیجتے ہیں جو صفوں کو تمام کرتے ہیں۔

امام جعفرالصادق علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ صفوں کو تمام کرو اگر تم میں سے کسی شخص کو پہلی صف میں جگہ کی تنگی محسوس ہو تو پچھلی صف میں آنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کو اپنے پیچھے کی صف تمام کرنی چاہیئے، اور اگر تمہارے آگے کی صف میں خلل (خالی جگہ) نظر آئے تو نماز کی حالت میں کتراتے ہوئے جا کر اس جگہ کو پُر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اپنی صفوں کے درمیان وصل

رکھو اور اپنے کندھوں کو مقابلہ میں رکھو ایک دوسرے سے آگے پیچھے نہ ہو ورنہ تمہارے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ اور تمہارے درمیان شیطان خلل انداز ہو جائیگا جس طرح سے کہ میمنے بھیڑوں کی ٹانگوں کے درمیان گھس جاتے ہیں حذف بھیڑوں کے چھوٹے سیاہ بچوں کو کہتے ہیں۔ اس کی واحد خذفہ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوں میں خالی جگہ ہونے کی وجہ سے شیطان کے داخل ہونے کی تشبیہ بھیڑوں کے ان میمنوں سے دی ہے جو بڑی بھیڑوں کے درمیان گھس جاتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین ؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے مجھ سے فرمایا کہ اے علی! کبھی عثکل کی حالت میں کھڑے نہ ہونا میں نے عرض کیا کہ اے رسول خدا صلعم یہ عثکل کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ عثکل سے یہ مراد ہے کہ تم صفوں کے پیچھے تنہا نماز پڑھو۔ یعنی جب آگے کی صفوں میں جگہ ہو تو پچھلی صف میں تنہا نماز نہ پڑھنا چاہیئے۔ لیکن اگر جگہ ہی نہ ہو تو پھر صفوں کے پیچھے تنہا نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے ہے کہ ایک مرتبہ آپ سے ایک ایسے شخص کی بابت پوچھا گیا جو ایک قوم کے ساتھ جماعت میں شریک ہوا اور وہ تنہا اس حالت میں کھڑا ہو گیا کہ صف میں اس کے سوا اور کوئی نہ تھا اور اس کے آگے کی صف میں جگہ تنگ تھی تو آپ نے فرمایا کہ اس صورت میں اگر اس نے تنہا نماز پڑھ لی ہے تو وہ جماعت کے ساتھ شمار ہو گا۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے تم صف میں رہ کر نماز پڑھو۔ لیکن جب جگہ ہی تنگ ہو جائے تو آگے اور پیچھے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آئے اور وہ صف میں داخل نہ ہو سکے تو اس کو چاہیئے کہ ٹھیک امام کے مقابل میں کھڑا ہو جائے یہ اس کے لئے کافی ہو گا۔ البتہ صف کے باہر نہ نکل جائے۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ صفوں کو مکمل ہونا

چاہیئے اور ان کو ایک دوسرے سے متصل ہونا چاہیئے۔ اور ہر دو صفوں کے درمیان ایک آدمی کے دھڑ کے برابر فاصلہ رہنا چاہیئے۔ جس صف کے درمیان اس سے کم فاصلہ ہوگا تو نماز جائز نہ ہوگی آپ فرماتے ہیں کہ نماز میں امام کے قریب عقلمند اور صاحب بصیرت لوگوں کو کھڑا ہونا چاہیئے تاکہ امام اگر قرآن میں کچھ خطا کرے تو وہ اس کو تلقین کر سکیں آپ فرماتے ہیں کہ جب خواتین مردوں کے ساتھ نماز باجماعت پڑھیں تو انھیں آخری صف میں کھڑا ہونا چاہیئے۔ وہ نہ مردوں سے آگے ہوں نہ ان کے مقابل ہوں الا آنکہ جب مردوں اور عورتوں کے مابین پردہ لگا ہوا ہو۔

نماز کی کیفیت کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمام اعمال نیتوں سے ہوتے ہیں جس کی جیسی نیت اس کو وہی ملے گا۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نیت کے بغیر نماز نہ پڑھنی چاہیے اور اگر کسی نے نماز کی نیت رکھ کر نماز ادا کی اور وہ نماز میں کسی اور طرف مشغول نہ ہوا تو اس کی نماز مقبول ہے بشرطیکہ اس نے ظاہری اور باطنی دونوں نماز پڑھی ہو۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام اس آیت کریمہ فصل لربك وانحر کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نماز پڑھتے وقت دونوں ہاتھوں کو منہ کی طرف اٹھانا ہے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم نماز پڑھنا شروع کرو تو پہلے دونوں ہتھیلیوں کو کانوں کے مقابل اونچا کرو اور انکو کانوں سے آگے نہ لیجاؤ اور دونوں ہتھیلیوں کو کھلا رکھو اسکے بعد تکبیر کہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ تکبیرہ الاحرام سے نماز کی ابتداء ہوتی ہے لہذا جو شخص اس کو ترک کردے وہ پھر سے نماز پڑھے تکبیر کہنے کے بعد نماز پڑھتے وقت ہر فعل حرام ہو جاتا ہے اور سلام پھیرنے کے بعد ہر چیز مباح ہو جاتی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم نماز پڑھنا شروع کرو تو یہ دعاء

پڑھو اللہ اکبر وجہت وجہی للذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفا مسلما وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین وحدہ لا شریک لہ و بذلک امرت وانا من المسلمین۔ ترجمہ: اللہ سب سے بڑا ہے میں زمین وآسمان کے خالق کی طرف سارے جہان سے کترا کر اپنا منہ کرتا ہوں مسلمان ہونے کی حالت میں میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں، میری نماز میری عبادت ہے میری زندگی اور موت سب کچھ رب العلمین کے لئے ہے جو اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

تکبیرۃ الاحرام کے بعد ائمہ طاہرین سے بہت سی دعائیں مروی ہیں جن کا ذکر ہم نے اس کتاب میں مختصر کر دیا ہے کیونکہ اس میں کوئی دعا مخصوص نہیں ہے۔ ہم نے اوپر حضرت علی علیہ السلام سے جو دعا نقل کی ہے وہ بہتر اور کافی ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وجہت وجہی پڑھنے کے بعد شیطان سے پناہ مانگنے کے لئے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھنا چاہیئے۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ نماز پڑھتے وقت اپنی نظر سجدے کی جگہ پر رکھنی چاہیئے اور نماز پڑھتے وقت آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھنا چاہیئے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نماز پڑھتے وقت قبلہ سے منہ پھیرنا نہیں چاہیئے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: فول وجہک شطر المسجد الحرام وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ اپنی آنکھوں سے خوف الہٰی کا اظہار کرو اور آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھو اپنی نظر موضع سجود پر رکھو۔

ایک مرتبہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے آپ نے انس

بن مالک کو دیکھا کہ وہ نماز کی حالت میں چو طرف دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے انس تم اس طرح سے نماز پڑھو جیسے تم وداع ہو رہے ہو اور پھر اس کے بعد کبھی نماز پڑھنے کا موقع ہاتھ نہ آئے گا۔ تم اپنی نظر موضع سجود پر اس طرح رکھو کہ یہ پتہ تک نہ چلے کہ دائیں بائیں کون ہے، اور اس بات کا یقین رکھو کہ اللہ کے سامنے کھڑے ہو، وہ تم کو دیکھ رہا ہے لیکن تم اس کو نہیں دیکھ سکتے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے اس آیت کریمہ الذین ہم فی صلوتھم خاشعون کے بارے میں فرمایا کہ خشوع سے مراد نماز میں اپنی آنکھ کو نیچے رکھنا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر کسی نے بالکل اپنا منہ قبلہ سے پھرا دیا تو اس کی نماز قطع ہو گئی۔

رسول اکرم صلعم فرماتے ہیں کہ نماز کی بنیاد چار چیزوں پر ہے (۱) کامل طور سے وضو کرنا (۲) رکوع کرنا (۳) سجدہ کرنا (۴) خشوع کرنا رسول اللہ صلعم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اے پیغمبر خدا صلعم خشوع سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نماز میں تواضع اور خاکساری کا اختیار کرنا اور یہ کہ بندہ دل و جان سے اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو اس طرح جب نماز پڑھنے والا ان چاروں باتوں کو انجام دے لیتا ہے تو اس کی نماز آسمان کی جانب اس حال میں مرفوع ہو جاتی ہے کہ اس میں سے نور نکلتا ہے ایسی نماز کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ایسی نماز پکار کر کہتی ہے کہ (اے نماز پڑھنے والے) تم نے میرے تمام ارکان کی حفاظت کی خدا تمہاری حفاظت کرے۔ اور فرشتے کہتے ہیں کہ درود ہو ایسے نمازی پر اور جب نمازی نماز کی ان چاروں باتوں کو اچھی طرح ادا نہیں کرتا تو ایسی نماز اس حال میں رفیع ہوتی ہے کہ اس میں سے ظلمت نکلتی ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور وہ نماز کہتی ہے کہ (اے نمازی) تو نے مجھ کو ضائع کر دیا۔ خدا تجھ کو ضائع کرے اور قیامت کے دن ایسی نماز اس کے منہ پر پھینک دی جائے گی۔

امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے ایک مرتبہ آپ نماز پڑھ

رہے تھے کہ آپ کے دوش مبارک سے چادر گر پڑی۔ پھر بھی آپ نماز میں مشغول رہے۔ بعض اصحاب نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے فرزند رسول صلعم آپ کے دوشِ مبارک سے چادر گر پڑی تھی پھر بھی آپ نماز میں مشغول رہے حالانکہ آپ ہی نے ہمیں اس سے روکا تھا آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ تمہیں کچھ خبر ہے کہ میں کس کے سامنے کھڑا تھا؟ قسم بخدا ذکر الٰہی میں مشغول ہونے کی وجہ سے میں اس سے غافل ہو گیا تھا کیا تم کو معلوم ہے کہ بندے کی اتنے ہی نماز مقبول بارگاہ ہوتی ہے جتنا کہ وہ نماز میں مشغول رہتا ہے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ تب تو ہم اے فرزند رسول ہلاک ہو گئے (کیونکہ ہم کو اتنی مشغولیت نہیں ہوتی) امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ خدا اس فرض نماز کی کمی کو نفل نماز سے پوری کر دیتا ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام جب نماز کے لئے وضو کرتے اور نماز پڑھنے کا آغاز کرتے تو اس وقت آپ کا چہرہ مبارک زرد ہو جاتا اور رنگ بدل جاتا تھا۔ اس سلسلے میں ایک دفعہ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ اس وقت میں ایک بہت بڑے بادشاہ کے دربار میں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

حضرت امام باقرؑ اور حضرت جعفر الصادق علیہما السلام نے فرمایا ہے کہ کسی بندے کو نماز میں اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا کہ وہ نماز میں مشغول رہتا ہے اور جہاں نماز میں وہم و گمان پیدا ہو گیا تو پوری کی پوری نماز لپیٹ کر اس کے منہ پر پھینک دی جاتی ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم تکبیرہ احرام بول چکو تو نماز میں مشغول ہو جاؤ کیونکہ جب تم نماز میں مشغول رہو گے تو اللہ تعالےٰ تمہاری طرف متوجہ ہو گا اور جب نماز سے منہ پھیر لو گے تو اللہ تعالیٰ اپنا منہ پھیر لیگا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ نماز کا نصف حصہ آسمان تک پہنچتا ہے۔ یا تیسرا حصہ یا چوتھا حصہ یا چھٹا حصہ جس قدر نماز پڑھنے والا اپنی نماز میں مشغول رہتا ہے اور خدا کی بارگاہ

میں ایسا دل لیکر نہیں آتا جو ذرہ برابر بھی اس کی یاد سے غافل رہتا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ غافل بندہ کو کچھ بھی نہیں دیتا۔

امام باقرؑ اور امام جعفر الصادق علیہما السلام سے مروی ہے کہ جب دونوں حضرات نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو دونوں حضرات کا چہرہ اقدس کبھی سرخ تو کبھی زرد ہو جاتا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا دونوں حضرات کسی ایسی ذات سے مخاطب ہیں جسے وہ خود دیکھ رہے ہیں۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام جب نماز پڑھتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ایک جمی ہوئی دیوار یا کھڑا ہوا استون ہیں۔ آپ ذرا بھی ہلتے نہ تھے جب کبھی رکوع و سجود میں جاتے تو آپ کے اوپر پرندے بیٹھ جاتے تھے۔ امیر المومنین اور امام زین العابدین علیہما السلام کے سوا کوئی دوسرا شخص رسول اکرم صلعم کی نماز کی نقل نہیں کرسکتا تھا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جو نماز کی حالت میں کبھی ایک پیر پر اور کبھی دوسرے پیر پر آرام کی غرض سے کھڑا ہوتا ہے یا کسی سبب کے بغیر آگے پیچھے کرتا ہے۔ کیا وہ نماز کی حالت میں ایسا کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ نمایاں طور پر نہ معلوم ہو سکے تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور آپ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلعم نے نماز کی حالت میں دونوں پیروں کے درمیان فرق کرنے سے منع فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ دونوں پیروں کے درمیان فاصلہ رکھنا یہود کا فعل ہے لیکن زیادہ سے زیادہ دو پیروں کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ ہونا چاہیئے یا اس سے کم ہو لیکن دونوں کو اکٹھا رکھا جائے تو یہ افضل ہے الا آنکہ کوئی مرض ہو۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نماز پڑھو تو اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھ کر نماز نہ پڑھو اور نہ بائیں ہاتھ کو داہنے ہاتھ پر باندھ کر نماز پڑھو کیونکہ یہ فعل اہل کتاب کے کفریات میں سے ہے لیکن دونوں ہاتھوں کو نیچے کی طرف بالکل چھوڑ کر نماز پڑھنا چاہیئے اور یہ زیادہ بہتر

ہے تاکہ تم اپنی جان کو نماز میں کسی کام کے ساتھ مشغول نہ رکھ سکو۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام اور باقر علیہ السلام نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ مجھ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نماز کس طرح سے پڑھو گے۔ میں نے عرض کیا کہ پہلے سورۂ فاتحہ الحمد للہ رب العلمین پڑھونگا۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھو پھر سورہ الحمد للہ رب العلمین۔ پڑھو۔

رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور حضرت علی اور امام حسن اور امام حسینؑ اور امام زین العابدین امام باقر اور امام جعفر الصادق علیہم السلام سے روایت ہے کہ یہ تمام حضرات بسم اللہ الرحمن الرحیم ابتدائی دو رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورۃ سے پہلے بلند آواز سے پڑھتے تھے جن نمازوں میں قرأت بلند آواز سے پڑھی جاتی ہے۔ اور جن نمازوں میں قرأت مخفی پڑھی جاتی ہے۔ ان میں بسم اللہ الرحمن الرحیم مخفی پڑھتے تھے۔ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم تمام آلِ فاطمہ کا اس پر اتفاق ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تقیہ میرا اور میرے آباءِ کرام کا دین ہے مگر ان تین چیزوں میں تقیہ نہیں ہے (۱) شراب پینے (۲) موزوں پر مسح کرنے (۳) اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کی قرات بالجہر ترک کرنے میں ائمہ طاہرین علیہم السلام فرماتے ہیں کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کے بعد ہر ایک رکعت میں الحمد للہ پڑھنا چاہئے اور شروع کی دو رکعتوں میں الحمد للہ پڑھنے کے بعد کوئی دوسری سورۃ ضرور پڑھنی چاہئے۔

سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد اس طرح آمین کہنا ائمہ طاہرین کے نزدیک مکروہ ہے۔ جیسا کہ عوام الناس کا اس پر عمل ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آمین کہنا نصرانیوں کا فعل ہے آپ اور آپ کے آباءِ کرام اور رسول خدا صلعم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت ہمیشہ نیکی اور شریعتِ حسنہ پر قائم رہے گی جب تک کہ وہ قبلہ کو اپنے قدموں سے نہ روندے گی اور بوقت قیام پیٹھ نہ پھیرے گی جیسا کہ اہل کتاب کرتے ہیں اور جب تک کہ وہ بلند

آواز سے آمین نہ کہیں گے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ظہر اور عشاء کی نماز میں سورہ مرسلات اور واذا الشمس کورت جیسی سورتیں پڑھنا چاہیے اور عصر کی نماز میں والعادیات اور القارعۃ جیسی سورتیں پڑھنا چاہیے اور مغرب کی نماز میں قل ھو اللہ اذا جاء جیسی سورتیں پڑھنا چاہیے اور فجر کی نماز میں ان تمام سورتوں سے بڑی سورتیں پڑھنی چاہیے۔ اس میں کوئی مخصوص سورۃ نہیں ہے۔ ہم اس سے پہلے بیان کر آئے ہیں کہ باجماعت نماز میں تخفیف کرنا چاہیے اور اس طرح نماز پڑھنی چاہیے جیسے کوئی کمزور و ناتواں شخص نماز پڑھتا ہے کیونکہ نماز باجماعت میں بہت سے حاجت مند، بیمار اور کمزور لوگ بھی ہوتے ہیں۔ اگر کوئی تنہا نماز پڑھتا ہو اور وہ دیر تک رکوع و سجود پر قادر ہو تو اس کے لئے اس میں فضل و ثواب ہے۔ نماز فجر میں لمبی سورتیں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ظہر و عشاء کی نماز میں درمیانی اور مغرب و عصر میں چھوٹی سورتیں پڑھنا چاہیے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے نماز میں ایک سورہ پڑھنا شروع کر دیا پھر اس نے اس کو چھوڑ کر دوسری سورۃ پڑھنا شروع کر دیا تو ایسا کرنا جائز ہے۔ البتہ وہ نصف سورۃ نہ پڑھ چکا ہو۔ لیکن اگر سورہ قل ھو اللہ احد اس نے شروع کر دیا ہو تو اس کو نہ چھوڑے اور سورۃ الجمعہ، سورۃ المنافقین نماز جمعہ میں خاص طور سے پڑھنا چاہیے ان کو چھوڑ کر دوسری سورۃ نہ پڑھنا چاہیے۔ اور اگر سورۃ قل ھو اللہ احد شروع کر دیا ہو تو اس کو چھوڑ کر سورۃ الجمعہ اور سورۃ منافقین خصوصاً نماز جمعہ میں پڑھنا چاہیے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے پدر بزرگوار اور آپ کے آباء کرام سے روایت ہے آنحضرت صلعم نے فرض نماز میں ایک سورۃ سے کم پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور فرض نماز میں تبعیض السورۃ یعنی ایک سورۃ میں سے کچھ پڑھا پھر دوسری میں سے کچھ پڑھا اس سے منع فرمایا ہے۔ اس طرح فرض نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد دو سورتیں نہ

پڑھنا چاہیے یعنی الحمد کے بعد ایک ہی سورہ خواہ بڑی ہو یا چھوٹی پڑھنا چاہیے۔ نفل نماز میں تبعیض (یعنی ایک سورۃ میں سے کچھ پھر دوسری میں سے کچھ پڑھنے کی رخصت ہے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے آیت کریمہ و رتل القرآن ترتیلا کی بابت پوچھا گیا آپ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پوری وضاحت کے ساتھ قرأت پڑھنا چاہیے۔ ردی کھجور کی طرح پھینکنا نہ چاہیے اور شعر و اشعار کی طرح نہ پڑھنا چاہیے قرآن کے مقام عجائب و غرائب پر رک جاؤ اور اپنے دل کو اس سے متحرک کرو اور تم میں سے کسی کا یہ ارادہ نہ ہو کہ وہ جلد سے جلد آخری سورۃ تک پہنچ جائے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے نماز میں پیش امام کے متعلق پوچھا گیا کہ جب وہ سورۃ پڑھے تو کیا اس کو اپنے مقتدیوں کو خواہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں قرأت سنانا ہی چاہیے آپ نے فرمایا کہ درمیانی قرأت کرنی چاہیے نہ زیادہ بلند آواز سے نہ زیادہ دھیمی آواز سے اس کا بیان خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس آیت کریمہ میں کر دیا ہے ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها ۱۵ پ ۱۰۹ ع۔ ترجمہ: (اے رسول) نہ تو اپنی نماز بہت چلا کر پڑھو اور نہ بالکل چپکے سے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نماز میں قرأت سنت ہے یہ کوئی نماز کے فرائض میں سے نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص قرأت بھول گیا تو اس پر نماز کا اعادہ لازمی نہیں ہے۔ لیکن جس نے قصداً چھوڑ دی ہو تو اس کی نماز جائز نہ ہو گی کیونکہ عمداً سنت کا ترک کرنا روا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کم از کم نماز میں جو چیز واجب ہے وہ تکبیرۃ الاحرام رکوع و سجود ہے لیکن حدود نماز میں سے جو فعل واجب ہے اس کو چھوڑے بغیر ادا کرنا چاہیے۔ اگر کسی نے عمداً قرأت کو چھوڑ دیا تو اس پر اعادہ لازم ہے اور اگر بھول گیا ہو تو اس پر اعادہ واجب نہیں ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے پدر بزرگوار اور آباء کرام اور حضرت

علی علیہم السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تکبیرۃ احرام کے بعد آپ دونوں ہاتھوں کو کانوں کے مقابل اٹھاتے تھے اور رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم رکوع میں جاؤ تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھو اور اپنی پیٹھ کو پھیلائے رکھو اور سر کو نیچا اونچا نہ رکھو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رکوع میں جاتے تھے تو اس وقت آپ کی حالت یہ ہوتی تھی کہ اگر آپ کی پشت مبارک پر پانی بھی گرایا جائے تو وہ ٹھہر جاتا اور رکوع میں جب تم جاؤ تو اپنی انگلیوں کو دونوں گھٹنوں پر پھیلا کر رکھو اور انگلیوں کے سروں کو گھٹنوں کے کنارے تک پہنچاؤ۔

آپ فرماتے ہیں کہ رکوع میں تین بار سبحان ربی العظیم پڑھو۔ امام جعفر الصادقؑ اور آپ کے آباء کرام علیہم السلام سے رکوع و سجود کی دعائیں بہت قسم کی بکثرت مروی ہیں جن کو ہم نے طوالت کی وجہ سے مختصر کر دیا ہے۔ تین مرتبہ سبحان ربی العظیم کہنا کافی ہے اور اگر کوئی تنہا نماز پڑھتا ہو اور کئی بار پڑھے اور خوب طول دے تو اس کے لئے زیادہ ثواب ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رکوع میں یہ دعا بھی پڑھی جاتی ہے اللھم لک رکعت ولک خشعت وبک آمنت وعلیک توکلت وانت ربی خشع لک سمعی وبصری وشعری وبشری ولحمی ودمی ومخی وعصبی وعظامی وما اقلت قدمای غیر مستنکف ولا مستکبر ولا مستحسر عن عبادتک والخشوع لک والتذلل بطاعتک۔

ترجمہ: بارالہا! میں نے تیرے لئے رکوع و خشوع کیا ہے اور تجھ پر ایمان لایا ہوں۔ اور میں نے تجھ پر بھروسہ کیا ہے۔ بے شک تو ہی میرا رب ہے۔ پروردگارا! میرے کان میری آنکھ میرے بال میری کھال میرا گوشت میرا خون اور ہڈیاں اور گودہ اور پٹھوں نے تیرے لئے خشوع کیا ہے کسی قسم کی ناپسندیدگی اور استکبار اور

تیری عبادت سے تھکاوٹ کے بغیر اور میں نے تیرے لئے خضوع کیا اور تیری اطاعت کے واسطے ذلیل ہوا' میرا رب عظیم پاک ہے اور حمد و ثنا کا حقدار ہے۔" اس کے بعد سبحان ربی العظیم تین مرتبہ پڑھو اور جب رکوع سے سر اٹھاؤ تو سمع اللہ لمن حمدہ کہو اس کے بعد ربنا لک الحمد کہو۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے آباؤ کرام علیہم السلام سے رکوع کے بعد بہت سی دعائیں مروی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے اللھم ربنا لک الحمد۔ الحمد للہ رب العلمین اھل الجبروت والکبریاء بالعظمۃ والجلال والقدرۃ اللھم اغفرلی وارحمنی واجبرنی وارفعنی فانی لما انزلت الی من خیر فقیر۔

ترجمہ: بارالہا! تو ہی حمد و ثنا کا سزاوار ہے۔ تمام ستائش اس خالق کائنات کے لئے سزاوار ہے جو صاحب جبروت و کبریا اور عظمت و جلال اور قدرت کا مالک ہے پروردگار! تو مجھے بخش دے اور میری اصلاح کر دے اور بلند کر دے کیونکہ تو نے خیر میں سے جو خیر میری طرف نازل فرمایا ہے اس کا میں محتاج ہوں۔

اگر کوئی تنہا نماز پڑھتا ہو تو اس قسم کی دعائیں پڑھے لیکن نماز باجماعت میں سمع اللہ لمن حمدہ پڑھنا کافی ہے۔ یہ بلند آواز سے کہنا چاہئے اور ربنا لک الحمد اپنے دل میں کہنا چاہئے اس کے بعد تکبیرہ بول کر سجدہ کیا جاوے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم رکوع سے سجدے میں جانے کے لئے سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور سجدہ میں جانے کے لئے جھکو تو گھٹنے ٹیکنے سے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھو اور جب تم سجدہ کرو تو تمہاری دونوں ہتھیلیاں زمین پر کشادہ ہوں اور انگلیوں کے سرے دونوں کانوں کے مقابل ہوں جیسے کہ تکبیرۃ الاحرام کے وقت کرتے ہو۔ اور اپنی دونوں کہنیاں اوپر کو اٹھائے رکھو دونوں بازوؤں کو زمین پر نہ بچھاؤ اور اپنی پیشانی اور ناک زمین پر لگائے رکھو اور دونوں آستینوں سے اپنے ہاتھوں کو باہر نکال کر زمین سے لگاؤ یا اس مصلے پر جس پر تم نماز پڑھتے ہو عمامہ کے کور پر سجدہ نہ کرو۔ اس کو اپنی پیشانی سے

بشادو پیشانی کو کم از کم ایک درہم برابر زمین سے لگانا چاہئے سجدہ میں سبحان ربی الاعلی وتعالی تین بار کہنا چاہیئے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے آباء و کرام سے اس سلسلے میں بکثرت دعائیں منقول ہیں لیکن پیش امام کے لئے یہی افضل ہے کہ وہ تین مرتبہ سبحان ربی الاعلی کہے اور اگر کوئی تنہا نماز پڑھتا ہو تو سجدہ میں یہ دعاء پڑھ سکتا ہے۔ اللھم لک سجدت وبک آمنت وعلیک توکلت وانت ربی والٰھی سجد وجھی الذی خلقہ وصورہ وشق سمعہ وبصرہ اللہ رب العلمین۔ ترجمہ: بارے الہا! میں نے تیرے لئے سجدہ کیا اور میں تجھ پر ایمان لایا اور بھروسہ رکھا بیشک تو ہی میرا رب اور میرا خدا ہے۔ میرے چہرے نے اس ذات کے لئے سجدہ کیا جس نے اس کو پیدا کیا اور صورت بنائی اور کان و آنکھ بنایا۔ پھر سبحان ربی الاعلی وتعالی تین مرتبہ پڑھے۔

ائمہ طاہرین علیہم السلام سے دو سجدوں کے درمیان بکثرت دعائیں منقول ہیں جن کا ذکر بہت ہی طول طویل ہے لیکن ان میں سے تم اس دعا کو پڑھو۔

اللھم اغفرلی وارحمنی واجبرنی وارفعنی۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم سجدہ سے اٹھنے کا ارادہ کرو تو اپنے دونوں ہاتھوں کو بند نہ کرو یعنی اس حال میں دونوں کا سہارا نہ لو کہ وہ بند ہوں بلکہ دونوں ہاتھوں کو کھلا رکھتے ہوئے ان کا سہارا لو اور کھڑے ہو جاؤ۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام جب سجدہ سے اُٹھتے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔

اللھم بحولک وقوتک اقوم واقعد۔ بار الہا تیری ہی دی ہوئی قدرت و قوت سے میں اٹھتا بیٹھتا ہوں۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام شروع کی دو رکعت پڑھنے کے بعد ظہر عصر اور مغرب و عشا کی نماز میں تشہد کی پہلی دعا اس طرح سے پڑھتے تھے۔

بسم اللہ وباللہ والاسماء الحسنی کلھا للہ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ اللھم صلے علی محمد

نبیک وتقبل شفاعتہ فی امتہ وصلی علی اھل بیتہ ۔ ترجمہ : "خدا کے نام اور واسطے سے میں شروع کرتا ہوں، تمام اسمائے حسنیٰ اس کے لئے سزاوار ہیں، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں پروردگارا تو اپنے پیغمبر محمدؐ پر درود بھیج اور امت کے لئے ان کی شفاعت کو قبول فرما اور ان کے اہل بیت پر درود اور سلام بھیج۔"

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے آباء کرام سے تشہد کی بہت سی دعائیں منقول ہیں لیکن تشہد کی بہترین دعا ر کوئی مخصوص دعا ر نہیں ہے کہ جس کے سوا دوسری دعا ر نہ پڑھی جا سکے۔

امام جعفر الصادقؑ سے روایت ہے کہ آپ دوسرے تشہد میں یہ دعا ر پڑھتے تھے۔

بسم اللہ وباللہ التحیات للہ الطیبات الطاہرات الصلوات الزاکیات الحسنات الغادیات الرائحات الناعمات السابغات للہ ما طاب وخلص وصلح وزکی فللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمد عبدہ ورسولہ ارسلہ بالھدیٰ ودین الحق بشیرا و نذیرا بین یدی الساعۃ اشھد ان اللہ نعم الرب وان محمد نعم الرسول۔

ترجمہ : "میں خدا کے نام اور توسل سے شروع کرتا ہوں۔ تحیات (ملک، اللہ کے لئے ہے) ہیں پاکیزہ چیزیں پاکیزہ نمازیں صبح اور شام میں کی جانے والی نیکیاں اور تمام نعمتیں اللہ کے لئے ہیں اور جتنی بھی طیب اور خالص، صالح چیزیں ہیں سب اللہ کے لئے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا ہے اور ان کو قیامت سے پہلے

جنت کی بشارت دینے والا اور جہنم سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بہترین رب ہے اور محمد رسول اللہ صلعم بہترین رسول ہیں۔

اس دعاء کے بعد جس قدر چاہو تم اپنے پروردگار کی بہترین سے بہترین حمد و ثناء کر سکتے ہو اور محمد و آل محمد پر صلوات بھیجو۔ پھر اپنی جان کے لئے کچھ مانگو اور جو دعاء چاہو کرو جب اس سے فارغ ہو چکو تو نبی پر سلام پڑھو وہ اس طرح سے کہ السلام علیك ایها النبي ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ السلام علی محمد بن عبد اللّٰہ السلام علی محمد رسول اللّٰہ السلام علینا وعلیٰ عباد اللّٰہ الصّٰلحین ٥

ترجمہ: اے پیغمبر صلعم آپ پر سلام ہو اور خدا کی رحمت و برکت نازل ہو سلام ہو محمد ابن عبد اللہ پر سلام ہو محمد رسول اللہ پر سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔

اس سلسلے میں ائمہ طاہرین علیہم السلام سے بہت سی دعائیں منقول ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں کوئی ایسی دعاء خاص نہیں کی گئی ہے کہ جس کو چھوڑ کر کوئی دوسری دعاء نہ پڑھی جا سکے۔ لیکن ہم جو دعاء نقل کر رہے ہیں وہ بہترین دعاء ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم نماز پڑھ چکو تو داہنے جانب سلام پھیرتے وقت اس طرح سے کہو السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، اور بائیں طرف بھی السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہو۔

نماز پڑھنے کے بعد دعاء مانگنے کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقرؑ اور آباء طاہرین اور امیر المومنین حضرت علی علیہم السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے مصلے پر دو زانو ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول رہتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اس پر ایک ایسا فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو یہ کہتا رہتا ہے کہ اے فلاں شخص تیرا شرف زیادہ ہو تیرے اعمال نامے میں نیکیاں قلم بند کی جاتی ہیں اور برائیاں مٹائی جاتی ہیں اور تیرے واسطے

درجات مقرر کئے جاتے ہیں یہ اس وقت تک کہتا ہے جب تک وہ شخص اپنے مصلے سے اٹھ کر نہیں چلا جاتا۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نماز سے پہلے اور نماز کے بعد دعاء مانگی جا سکتی ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام آیت کریمہ فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب۔ کے متعلق فرماتے ہیں کہ فرض نماز ادا کرنے کے بعد دعاء کرنا چاہیئے اس کو تم ترک نہ کرنا کیونکہ فرض نماز کے بعد اس کا فضل و ثواب ویسا ہی ہے جیسے کہ فرض نماز کا فضل و ثواب نفل نماز پر ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ پروردگار عالم کا ارشاد ہے کہ: ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین۔ ترجمہ: مجھے پکارو میں تم کو جواب دوں گا بیشک جو لوگ میری عبادت سے استکبار کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں ذلیل و خوار حالت میں داخل ہوں گے۔

افضل ترین عبادت دعاء ہے اور اس آیت کریمہ میں اسی سے مراد ہے۔ آیت کریمہ ان ابراھیم لحلیم اواہ منیب کے متعلق آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اواہ سے مراد ہے بہت دعاء کرنے والا۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ فرض نماز ادا کرنے کے بعد دعاء کرنا نفل نماز سے افضل ہے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے دو ایسے شخصوں کے بارے میں پوچھا گیا جو دونوں بیک وقت سجدے میں گئے اور دونوں نے ایک ہی وقت میں نماز پڑھنا شروع کیا۔ ایک نے زیادہ دعاء کی، دوسرے نے قرآن زیادہ پڑھا تو ان میں افضل کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہر ایک کے لئے فضل و ثواب ہے اور ہر ایک میں بہتری ہے۔ عرض کیا گیا کہ ہمیں یہ تو معلوم ہے لیکن ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ دونوں میں افضل کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ دعاء افضل ہے۔ کیا تم کو خدا کا یہ ارشاد معلوم نہیں ہے۔ ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین۔

ترجمہ: "مجھے پکارو میں تم کو جواب دوں گا بے شک جو لوگ میری عبادت سے استکبار کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں ذلیل و خوار حالت میں داخل ہونگے"۔ خدا کی قسم یہ افضل ہے، خدا کی قسم یہی افضل ہے۔ خدا کی قسم یہی افضل ہے۔ کیا یہ عبادت نہیں۔ خدا کی قسم یہ عبادت ہے۔ خدا کی قسم یہ عبادت ہے۔ خدا کی قسم یہ عبادت ہے۔ کیا یہ دشوار کام نہیں۔ خدا کی قسم یہ دشوار ہے، خدا کی قسم یہ دشوار ہے، خدا کی قسم یہ دشوار ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام جب فجر کی دو رکعت پڑھ چکتے۔ جسے آپ طلوع فجر کے بعد پڑھتے تھے تو اس وقت آپ داہنے پہلو پر ٹیک لگا کر اپنا داہنا ہاتھ داہنے گال کے نیچے رکھتے اور پھر قبلہ رو ہو کر یہ دعا پڑھتے تھے۔ استمسکت بعروۃ اللہ الوثقی التی لا انفصام لہا و اعتصمت بحبل اللہ المتین اعوذ باللہ من شر شیاطین الانس والجن اعوذ باللہ من شر فسقۃ العرب والعجم حسبی اللہ توکلت علی اللہ الجأت ظہری الی اللہ طلبت حاجتی من اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اللّٰھم اجعل لی نوراً فی قلبی و نوراً فی سمعی و نوراً فی بصری و نوراً فی لسانی و نوراً فی شعری و نوراً فی بشری و نوراً فی لحمی و نوراً فی دمی و نوراً فی عظامی و نوراً فی عصبی و نوراً من بین یدی و نوراً من خلفی و نوراً عن یمینی و نوراً عن یساری و نوراً من فوقی و نوراً من تحتی اللّٰھم عظم لی نوراً و نعمۃ و سروراً۔ ترجمہ: میں نے اللہ تعالیٰ کے اس مضبوط رشتے کو پکڑا ہے جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی کو پکڑا ہے میں جنوں اور انسانوں کے شر سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں عرب اور عجم کے فاسقوں سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ خدا میرے لئے کافی ہے۔ میں نے اس پر اعتماد کیا ہے میں نے اللہ ہی کی طرف آسرا لیا ہے میں نے اللہ سے اپنی حاجت مانگی ہے۔ اللہ کے سوا کوئی طاقت و قدرت نہیں ہے۔ بارے الہا! میرے دل، آنکھ، کان، زبان، بال، کھال، خون، گوشت، ہڈی اور رگوں میں نور جاری کر دے اور میرے آگے پیچھے دائیں بائیں اوپر نیچے نور جاری کر دے پروردگارا تو میرے لئے نور اور نعمت و سرور

کو زیادہ کر دے۔

اس کے بعد آپ سورۂ آلِ عمران کی آخری پانچ آیتیں پڑھتے ان فی خلق السموات سے ..... انک لا تخلف المیعاد تک، اس کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔ سبحان رب الصباح وفالق الاصباح وجاعل اللیل سکنا والشمس والقمر حسبانا تین مرتبہ اللھم اجعل اول یومی ھذا صلاحا واوسطہ فلاحا وآخرہ نجاحا اللھم من اصبح وحاجتہ وطلبتہ الی مخلوق فان حاجتی وطلبتی الیک وحدک لا شریک لک۔ ترجمہ: پروردگارا! تو میرے آج کے ابتدائی حصے کو میرے لئے بہتر بنا اور بیچ کے حصے کو کامیاب بنا اور آخری حصے کو نجات بنا۔ پروردگارا! اگر کوئی شخص صبح اٹھ کر کسی مخلوق سے اپنی مراد مانگتا ہے تو میں اپنی حاجت اور مراد تیرے سامنے پیش کرتا ہوں تو واحد ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

اس کے بعد آیت الکرسی اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے تھے اس کے بعد آپ سبحان ربی العظیم وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ ایک سو مرتبہ پڑھتے تھے آپ فرماتے تھے جو شخص اس طرح سے دعا مانگے گا تو خدا اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دے گا۔

رسول اکرم صلعم کا ارشاد ہے کہ قسم ہے اس پروردگار کی جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے اگر کوئی شخص طلوع فجر کے بعد طلوع آفتاب تک دعا کرے تو حاجت برآری کے لئے اس شخص سے زیادہ کامیاب دعا ہے جو اپنے مال و اسباب کو اٹھائے شہر در شہر بغرض تجارت سفر کرتا ہے۔

آنحضرت صلعم فرماتے ہیں تم میں سے اگر کوئی شخص نماز فجر ادا کرنے کے بعد طلوع آفتاب تک ذکر الٰہی میں مشغول رہے تو اس کو حج کا ثواب ملے گا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم نماز پڑھنے کھڑے ہو تو یہ دعا پڑھو۔ بسم اللہ وباللہ ومن اللہ والی اللہ وکما شاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ اللھم اجعلنی من زوارک وعمار مساجدک وافتح لی باب رحمتک واغلق عنی

باب معصیتک الحمد للّٰہ الذی جعلنی ممن یناجیہ اللھم اقبل علی بوجھک جل ثناءک۔ ترجمہ: خدا کے نام اور توسل سے خدا کی طرف سے اور خدا کی طرف اور کی مشیت کیمطابق اللہ کے سوا کوئی طاقت نہیں ہے پروردگارا! تو مجھے اپنی زیارت کرنیوالوں اور تیری مسجدوں کے آباد کرنیوالوں میں سے بنادے اور مجھ پر اپنی رحمت کا دروازہ کھول اور مجھ پر تیری معصیت کا دروازہ بند کردے تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھ کو اپنے مناجات کرنے والوں میں سے بنایا پروردگار تو میری طرف متوجہ ہو۔ تیری حمد و ثنا عظیم ہے تمام ستائش اللہ کیلئے ہے۔ اس دعا کے بعد نماز شروع کرے۔ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ اس کو پورا پورا ثواب ملے۔ تو نماز پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھے: سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للّٰہ رب العالمین۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر نماز فجر کے بعد کوئی شخص اپنے مصلے پر بیٹھکر طلوع آفتاب تک دس مرتبہ قل ھو اللّٰہ احد پڑھے تو وہ شیطان کے حسد کرنیکے باوجود اس دن کسی گناہ کا مرتکب نہ ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ اے علیؑ ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھو کیونکہ اس کی پابندی نبی اور صدیق اور شہید کے سوا دوسرا کوئی نہیں کرسکتا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص فرض نماز پڑھکر مصلے سے ہٹنے سے پہلے تسبیح فاطمہ کرے تو خدا اس کے گناہوں کو معاف کردے گا۔ تسبیح فاطمہ کے متعلق امیرالمومنین علی علیہ السلام سے یہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ شاہان عجم میں سے ایک بادشاہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک غلام بھیجا تھا۔ اسوقت میں نے فاطمہؑ سے کہا تم اپنے لئے رسول خدا صلعم سے ایک خادم مانگ لو۔ فاطمہؑ آنحضرت صلعم کی خدمت میں آئیں اور ان سے خادم کا سوال کیا۔ امیرالمومنین نے یہ پورا واقعہ سنایا تھا۔ جس کو ہم نے مختصر کردیا ہے۔ جب حضرت فاطمہؑ نے خادم مانگا تو آپ نے فرمایا کہ اے فاطمہ میں تم کو ایک ایسی چیز دوں گا جو اس سے بھی بہتر ہے وہ یہ کہ تم ہر نماز کے بعد ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہو اور ۳۳ مرتبہ الحمد للّٰہ اور ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور پھر آخر میں لا الٰہ الا اللہ۔ یہ تسبیح دنیا و ما فیہا سے اور جو خادم تم نے طلب کیا ہے اس سے بہتر ہے۔ چنانچہ حضرت سیدہ فاطمہؑ ہر نماز کے بعد یہ

تسبیح کرتی تھیں۔ لہٰذا یہ تسبیح تسبیح فاطمہؑ کے نام سے مشہور ہو گئی۔

تسبیح فاطمہؑ پر جو شخص لازم رہے گا تو اسے سو نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ اور ایک نیکی خدا کے نزدیک دس گنا نیکیوں کے برابر ہے اور اس شخص کے نامۂ اعمال میں ہر نماز کے بعد ایک ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اس طرح ہر روز پانچ نماز کے بعد پانچ ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اس بات کا تو وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو خدا کے ثواب سے ناواقف ہے۔

خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ فاذکرونی اذکرکم ۲/۱۵۲ ترجمہ: تم ہماری یاد رکھو تو میں بھی تمہارا ذکر خیر کروں گا۔ پس اگر کسی نے اللہ کے ارشاد کے مطابق اس کا ذکر کیا خصوصاً اطاعت کے وقت خدا کو یاد کیا ہے تو خدا اس کو اپنی رحمت و رضوان سے نوازے گا۔ لیکن لوگوں کو اس کا کوئی علم نہیں ہے۔ بعض ائمہ طاہرین علیہم السلام سے روایت ہے کہ لوگ مقام غفلت میں ہیں۔ عمل تو کرتے ہیں لیکن ان کو اس کا علم نہیں ہے کیونکہ کتاب علم ایسی جگہ سے کرتے ہیں جس کا انھیں کوئی علم نہیں ہے۔ جب وہ دارِ آخرت کی طرف منتقل ہو جائیں گے تو یقین کی دنیا میں پہنچ جائیں گے جہاں ان کو سب چیز کا علم تو ہو جائے گا لیکن وہ عمل نہ کر سکیں گے۔

رسولِ اکرم صلعم سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ بے گیاہ مقام میں اترے اور آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جاؤ ہمارے واسطے لکڑیاں چن لاؤ لوگوں نے عرض کیا کہ اے خدا کے سچے رسولؐ آپ تو جانتے ہیں کہ ہم اس وقت چٹیل میدان میں ہیں آپؐ نے فرمایا کہ لکڑی کی تلاش میں تم میں سے ہر ایک منتشر ہو جائے اور ہر ایک اپنی طاقت کے مطابق تلاش کرے۔ چنانچہ حسب فرمان ان میں سے ہر ایک ایک ایک دو دو تنکے لانے لگا۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس لکڑیوں کا ایک بہت بڑا انبار لگ گیا۔ یہ دیکھ کر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میرا مقصد اس سے یہ تھا کہ میں تم لوگوں کے واسطے ایک مثال پیش کر دوں کہ اس طرح سے نیکیاں جمع ہوتی ہیں اور برائیاں بھی اسی طرح جمع ہوتی ہیں۔ پس خدا کی رحمت ہو اس شخص پر جس نے اپنے نفس کے معاملے پر غور کیا۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ سے رسول اکرم صلعم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص معمولی سی بھی نیکی کرے تو اس کو حقیر خیال نہ کرنا چاہیے۔ خواہ وہ اپنے ڈول سے دوسرے کے برتن میں پانی کا قطرہ اسی کو کیوں نہ ڈالتا ہو اس سلسلے میں دوسری بکثرت روایتیں وارد ہوئی ہیں۔ انشاءاللہ ہم ان کا ذکر ان کے مقام پر کریں گے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام جب نماز سے فارغ ہوتے تو داہنی طرف پلٹ کر مصلے سے اٹھتے اس کے بعد صفوں کو چیر کر باہر نکل جاتے۔

آپ فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔ تم نورك فهديت فلك الحمد وعظم حلمك فعفوت فلك الحمد وبسطت يدك فاعطيت فلك الحمد ربنا وجهك اكرم الوجوه وجاهك خير الجاه وعطيتك انفع العطيات واهنؤها تطاع ربنا فتشكر وتعصى ربنا فتغفر تجيب دعاء المضطر وتشفي السقيم وتنجي من الكرب العظيم وتقبل التوبة وتغفر الذنوب لا يجزي بآلائك احد ولا يحصي نعمتك قول قائل۔

ترجمہ: بارالہا! تیرا نور تمام ہے تو نے ہدایت دی ہے پس تمام حمد و ستائش تیرے ہی لئے ہے اور تیرے حلم و بردباری کا دائرہ بہت وسیع ہے پس تو نے معاف کر دیا ہے۔ پس تمام حمد و ثناء تیرے لئے ہے تو نے اپنا ہاتھ کھول دیا پس تو نے عطیہ دیا۔ پس تو ہی حمد و ثناء کا سزاوار ہے۔ پروردگارا! تیرا چہرہ تمام چہروں سے زیادہ باعزت ہے اور تیرا مرتبہ تمام مرتبوں سے بلند و برتر ہے اور تیرا عطیہ تمام عطیات سے زیادہ نفع بخش اور خوشگوار ہے۔ پروردگارا! تیری اطاعت کی جاتی ہے تو تو شکر کرتا ہے اور جب تیری نافرمانی کی جاتی ہے تو بخش دیتا ہے پروردگارا! تو مجبور و بیکس کی دعا سنتا ہے اور تو ہی بیماروں کو شفاء دیتا ہے۔ اور درد و تکلیف سے نجات دیتا ہے۔ اور تو ہی توبہ قبول کرتا ہے۔ اور گناہوں کو معاف کرتا ہے، تیرے احسانات کا کوئی بدلہ نہیں دے سکتا اور نہ کوئی تیری نعمتوں کو شمار

کرسکتا ہے۔"

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ جب تم نماز پڑھ چکو تو ہر نماز کے بعد یہ دعاء پڑھو۔ اللھم لک صلیت وبک آمنت وایاک دعوت وایاک رجوت فاسألک ان تجعل لی صلوتی ودعائی برکۃ تکفر بھا سیئاتی وتبیض بھا وجھی وتکرم بھا مقامی وتحط بھا عنی وزری اللھم احطط عنی وزری واجعل ما عندک خیر الی الحمد للہ الذی قضی عنی صلوۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا ۵۔ ترجمہ: بارالہا! تیرے لئے میں نے نماز پڑھی اور میں تجھ پر ایمان لایا اور میں نے تجھے پکارا، اور تجھ سے امید باندھی۔ پس میں تجھ سے اتنا سوال کرتا ہوں کہ تو میری نماز اور دعاء میں برکت فرما اور اس سے میرے گناہوں کو مٹا دے اور میرے چہرے کو روشن فرما، اور اس سے میرے مقام کو باعزت بنا دے اور اس نماز و دعاء سے میرے گناہوں کو معاف فرما اور تیرے پاس جو خیر و برکت ہے وہ مجھے عطا فرما۔ تمام حمد و ثناء اس خدا کے لئے سزاوار ہے جس نے اس نماز کو مجھ سے پورا کرایا جو مجھ پر اور مومنین پر فرض کی گئی ہے۔

اور آپ سلام کے بعد یہ دعاء بھی پڑھتے تھے اللھم اغفرلی ما قدمت واخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر لا الہ الا انت۔ ترجمہ: بارے الہا! جو میں آگے کر چکا ہوں اور آئندہ جو کروں گا، اور جو کچھ میں نے چھپ کر کیا ہے یا علانیہ کیا ہے تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے ان تمام گناہوں کو معاف کردے۔ تقدیم و تاخیر کا تو ہی مالک ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔"

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد کم از کم اتنی دعاء پڑھ لینا کافی ہے کہ اللھم انی اسئلک من کل خیر احاط بہ علمک واعوذ بک من کل شر احاط بہ علمک، اللھم انی اسئلک عافیتک فی اموری کلھا واعوذ بک من خزی الدنیا ومن عذاب الاخرۃ۔ ترجمہ: بارے

الہا! میں تجھ سے ہر اس نیکی کا سوال کرتا ہوں جس پر تیرا علم محیط ہے اور میں ہر اس شر سے پناہ مانگتا ہوں جس پر تیرا علم محیط ہے۔ بارے الہا! تو مجھے میرے تمام کاموں میں سہولت اور عافیت عطا کر اور دنیا و آخرت کی ذلت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نماز فجر پڑھنے کے بعد دعا کرنا طلب رزق کے لئے سفر کرنے والے سے زیادہ مفید اور موثر ہے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلعم کو کہتے سنا ہے کہ جو شخص فرض نماز کے بعد سو مرتبہ قل ھو اللہ پڑھے گا تو قیامت کے دن پل صراط سے گذر جائے گا۔ اس حال میں کہ اس کے داہنی جانب آٹھ گز اور بائیں جانب آٹھ گز کا فاصلہ ہوگا اور جبرئیل علیہ السلام اس کا دامن پکڑے ہوئے ہوں گے وہ داہنے اور بائیں جانب اہل جہنم پر نگاہ کرے گا اس میں کسی ایسے شخص کو دیکھے گا جس کو وہ پہچانتا ہے اور وہ شرک کے سوا کسی اور گناہ کی وجہ سے داخل جہنم ہوا ہے تو اس کو وہ اپنے ہاتھ سے باہر نکال لے گا اور پھر خدا اس کی شفاعت سے اس کو داخل جنت فرمائے گا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیر و تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہو اور یہ دعا پڑھو لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیر وھو علی کل شئی قدیر لا الہ الا وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وغلب الاحزاب وحدہ فلہ الملک ولہ الحمد الحمد للہ رب العلمین۔ ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ملک اور ستائش خدا کے لئے ہے کار خیر اسی کے ہاتھوں میں ہے وہ ہر شئے پر قادر ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس نے وعدہ کو پورا کیا اور اپنے بندے (محمدؐ) کی مدد کی اور تنہا احزاب کو مغلوب کیا پس ملک و حمد خدا کے لئے ہے۔ تمام حمد و ثنا اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔" اس دعا کے بعد دس مرتبہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر و سبحان اللہ والحمد للہ پڑھو کیونکہ یہ مستحب ہے۔

امام جعفر الصادق سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ تسبیح کرنا چاہیئے۔ اگر تسبیح وتحمید وتکبیرہ سو مرتبہ پڑھے تو یہ افضل ہے۔ نماز کے بعد دعاء و تسبیح کے متعلق ائمہ طاہرین سے بہت سی روایتیں وارد ہیں۔ ہم نے یہاں جو کچھ بیان کیا ہے وہ کافی ہے اس میں کوئی دعاء و تسبیح واجب و مخصوص نہیں ہے بلکہ دعاء و تسبیح کرنے سے فضل و ثواب حاصل ہوتا ہے۔

حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہا کرتے تھے کہ میری امت میں سے جو شخص بھی نماز پڑھنے کے بعد اپنے داہنے ہاتھ سے چہرے پر مسح کرے گا اور یہ دعاء پڑھے گا، تو خدا اس کی ہر مراد پوری کرے گا وہ دعاء یہ ہے۔

اللھم لک الحمد لا الہ الا انت عالم الغیب والشھادۃ اللھم اذھب عنی اللھم والحزن والفتن ساظر منھا وما بطن۔ ترجمہ: بارے الہا! تمام حمد وثنا تیرے لئے ہے اور تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے تو حاضر و غائب کا جاننے والا ہے پروردگارا! تو میرے ظاہر و باطن دونوں قسم کے حزن وملال اور فتنوں کو دور کردے۔

ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین نے ہر فرض نماز کے بعد تقرب کی دعاء پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ وہ اس طرح کہ جب نماز پڑھنے والا سلام پھیر چکے تو اپنے دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھا کر یہ دعا پڑھے۔ اللھم انی اتقرب الیک بمحمد رسولک وبنبیک ولوصیہ علی ولیک وبالائمۃ من ولدہ الطاھرین الحسن والحسین وعلی بن الحسین ومحمد بن علی وجعفر بن محمد۔

ترجمہ: بارے الہا! میں تیری بارگاہ میں تیرے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور تیرے نبی کے وصی اور ولی علیؑ کا وسیلہ اور ان کی اولاد اطہار امام حسنؑ وامام حسینؑ اور امام علیؑ زین العابدین امام محمدؑ الباقر وامام جعفر الصادقؑ کا وسیلہ لیتا ہوں اور پھر اس کے بعد دوسرے تمام اماموں کا حتیٰ کہ امام زمانہ کا نام لیا جائے اس کے بعد یہ دعاء

پڑھی جائے۔ اللّٰہم انی اتقرب الیک بہم و اتولاہم و ابرأ الیک من اعدائہم و اشہد اللّٰہم بحقائق الاخلاص و صدق الیقین انہم خلفاءک فی ارضک و حججک علی خلقک و الوسائل الیک و ابواب رحمتک اللّٰہم احشرنی معہم و لا تخرجنی من جملۃ اولیاءہم و ثبتنی علی عہدہم اللّٰہم اجعلنی بہم عندک وجیہا فی الدنیا والاخرۃ و من المقربین اللّٰہم ثبت الیقین فی قلبی و زدنی ہدیً و نوراً اللّٰہم صل علی محمد و علی آل محمد و اعطنی من جزیل ما اعطیت عبادک المومنین ما آمن بہ عقابک و استوجب بہ رضاک و رحمتک و اہدنی الی ما اختلف فیہ من الحق باذنک انک تہدی من تشاء الی صراط مستقیم و اسالک یا رب فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ و اسألک ان تقینی عذاب النار۔

ترجمہ: پروردگارا! میں تیری بارگاہ میں ان تمام ائمہ طاہرین کا وسیلہ لیکر آیا ہوں میں ان سے محبت کرتا ہوں اور ان کے دشمنوں سے اظہار برات کرتا ہوں بارِ الٰہا! میں پورے اخلاص اور یقین کی سچائی کے ساتھ شہادت دیتا ہوں۔ تمام ائمہ طاہرین تیری زمین پر تیرے خلفار اور تیری مخلوق پر تیری حجت ہیں اور تیری بارگاہ کے لئے وسیلہ ہیں اور تیری رحمت کے دروازے ہیں۔ پروردگارا! تو ان کے ساتھ میرا حشر کر اور تو مجھے ان ائمہ طاہرین کے دوستوں کے زمرہ سے خارج نہ کر، اور تو مجھے ان کے عہد و پیمان پر ثابت قدم رکھ۔ پروردگارا! تو مجھے ان کے وسیلے سے دنیا و آخرت میں اپنے نزدیک باعزت اور مقربین میں سے بنا۔ بارِ الٰہا! تو میرے دل میں یقین کو ثابت فرما اور ہدایت و نور کو زیادہ کر۔ پروردگارا! تو محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیج، اور مجھے وہ ثواب عطا کر جو تو نے اپنے مومن بندوں کو دیا ہے تاکہ اس سے میں تیرے عذاب سے محفوظ رہوں اور تیری رضا اور رحمت کا مستحق بنوں اور جن باتوں میں اختلاف ہو ان میں مجھے ہدایت عطا کر بے شک تو ہی جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت دیتا ہے اور اے پروردگار! میں تجھ سے دنیا و آخرت میں نیکی کا سوال کرتا ہوں اور یہ سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے عذاب جہنم

سے بچا۔"

نماز کی حالت میں کلام اور عمل کرنے کا بیان

نماز کی حالت میں تکبیر، قرأۃ، تسبیح، تحمید، تشہد اور دعار وغیرہ جن کا پڑھنا جائز ہے ہم نے ان کا اوپر تذکرہ کر دیا ہے یہ تمام منجملۂ کلام کے ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ نماز کی حالت میں بات چیت کرنے سے نماز قطع ہو جاتی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز کی حالت میں کلام کرے تو وہ پھر سے نماز پڑھے آپ کا یہ مجمل ارشاد ہے مگر جو کلام (دعار) نماز میں مباح ہے اور جس کا حکم دیا گیا ہے اس سے نماز قطع نہیں ہوتی۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ نماز کی حالت میں بندہ اپنے رب سے جو کچھ کلام کرتا ہے وہ دراصل کلام (بات چیت) نہیں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ اپنے پہلے عمرہ میں مشغول تھے ایک مرد آیا اور حالت نماز میں آپؐ پر سلام پڑھا جس کا آپؐ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جب نماز سے فارغ ہو چکے تو آپ نے فرمایا کہ ابھی ابھی جس شخص نے مجھ پر سلام پڑھا تھا وہ کہاں ہے؟ میں جب نماز میں مشغول تھا کہ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور انھوں نے کہا کہ اپنی امت کو روکو کہ وہ نماز کی حالت میں سلام کا جواب نہ دیں۔ اگر کسی کو نماز کی حالت میں شدید ضرورت پیش آجائے تو ائمہ طاہرین علیہم السلام نے تسبیح کے ذریعہ اپنے مقصد کی طرف اشارہ کرنے کی رخصت دی ہے۔ یعنی سبحان اللہ کہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو پہلے اجازت طلب کرتا تھا اگر آپ نماز کی حالت میں ہوتے تو سبحان اللہ پڑھ دیتے اور میں آپ کا مطلب سمجھ جاتا اور اندر داخل ہو جاتا اور آپ نماز کی حالت میں نہ ہوتے تو آپ مجھے بلا لیتے اور میں بیت الشرف میں داخل ہو جاتا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نماز کی حالت میں اپنی کسی حاجت کو پورا کرنا چاہتا ہو تو وہ سبحان اللہ کہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ نماز پڑھتے وقت اگر ہنسی آجائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے لیکن مسکراہٹ سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ بندے کو چاہیے کہ وہ نماز کے وقار کو مسکراہٹ اور ادھر ادھر دیکھنے اور کسی کام میں مشغول ہونے سے محفوظ رکھے اس میں افضلیت اور سلامتی ہے۔ ہم نے اس سے قبل نماز میں پوری توجہ رکھنے کا بیان کر دیا ہے لیکن اگر نماز پڑھنے والے کو کوئی ایسا معاملہ درپیش آجائے کہ وہ بغیر منہ پھرائے صرف اشارے کے ذریعے اپنے مقصد کو نہیں بیان کر سکتا تو اسوقت قبلے سے منہ پھیرے بغیر اپنے کام کو انجام دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

امام جعفر الصادقؑ سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص نماز کی حالت میں کسی حاجت کو پورا کرنا چاہے تو سبحان اللہ کہے یا انگلی سے اشارہ کرے یا اپنے سر سے اشارہ کرے اور اگر کوئی عورت نماز کی حالت میں کسی مقصد کو پورا کرنا چاہے تو ہاتھ پر ہاتھ (تالی) سے مارے۔ رسول اکرم صلعم نے نماز پڑھتے وقت بے معنی لغویات کرنے سے منع فرمایا ہے اور منہ سے کچھ نکلنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے نماز کی حالت میں موضع سجود پر پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے صرف اس حرکت سے منع کیا گیا ہے لیکن اس سے نماز قطع نہیں ہوتی۔ نماز میں ناک صاف کرنے کی اجازت ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نماز کی حالت میں اگر کوئی شخص ناک صاف کرے تو اس کو اگر جگہ ہو تو بائیں جانب صاف کرے اور گڑھا نہ ہو تو گڑھا کھود کر اپنے پیروں کے نیچے دبا دے یعنی جبکہ وہ نماز کنکریوں پر یا ریت پر پڑھتا ہو تو ایسا کرے۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے قبلہ میں ناک صاف کرنے سے منع فرمایا ہے ایک مرتبہ جب آپ نے مسجد کے قبلہ میں ناک کی گندگی کو دیکھا تو آپ نے ناک صاف کرنے والے پر لعنت بھیجی جب یہ خبر ناک صاف کرنے والے کی بیوی کو پہنچی اسوقت اس کا شوہر غائب تھا تو اس شخص کی عورت آئی اور اس نے قبلہ سے ناک کی گندگی کو صاف کیا اور اس کی جگہ زعفران اور عنبر سے بنی ہوئی خوشبو کا لیپ چڑھا دیا۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا تو فرمایا کہ یہ کس نے کیا ہے؟ آپ کو اس عورت

نے جو کچھ کیا تھا اس کی خبر کی گئی۔ آپ نے اس عورت کی تعریف کی۔ کیونکہ اس نے اپنے شوہر کا کام انجام دیا تھا، چنانچہ عوام محض قیاس کی بنا پر مسجدوں میں اس قسم کا خوشبو دار لیپ استعمال کرنے لگے حالانکہ رسول خدا صلعم نے ایسا نہیں کیا تھا۔ بہت سے لوگ اس سے روکتے اور ناپسند کرتے ہیں اور بہت سے لوگ ہم نے جو واقعہ بیان کیا اس کی وجہ سے اس بات کو مستحسن خیال کرتے ہیں۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے نماز کی حالت میں ایسے شخص کو کھجلی کرنے کی اجازت دی ہے جس کو کھجلی ہوئی ہے، اور نماز میں انگلیاں توڑنے سے منع فرمایا ہے یعنی ایک انگلی پر دوسری انگلی رکھ کر کھینچنا نہیں چاہئے اگر کسی شخص کی نظر مصحف، کتاب، یا انگوٹھی کے نقش پر جا پڑے تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی چنانچہ اسی مسئلے کے پیش نظر یہ پسند کیا گیا ہے کہ قبلہ میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جس سے مصلیٰ کی نظر اس طرف جائے یا کوئی کتاب رکھی ہوئی نہ ہو کہ وہ پڑھے اس سے مصلی کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے اس مصلّی کے متعلق فرمایا جس کو نماز کی حالت میں کیڑے مکوڑے نے کاٹا ہو اس شخص کو چاہئے کہ کیڑے مکوڑے کو دور کردے یا کنکروں میں دفن کردے۔ آپ سے جب پوچھا گیا کہ اگر کسی شخص کو نماز کی حالت میں بچھو اور سانپ نظر آئے تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا کہ مار ڈالے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز کی حالت میں اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا۔ آپ نے فرمایا بھلا دیکھو تو اگر اس شخص کے دل میں خوف الٰہی ہوتا تو اس کے تمام اعضا خشوع میں غرق رہتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چھ باتیں تمہارے لئے ناپسند کی ہیں (۱) نماز میں کھیلنا (۲) اور صدقہ کر کے احسان جتانا (۳) اور روزہ رکھ کر برا کام کرنا (۴) اور قبروں کے پاس ہنسنا (۵) اور بغیر اجازت کے گھر میں جھانکنا اور (۶) جنابت کی حالت میں مسجد میں بیٹھنا۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ان چار باتوں سے منع فرمایا ہے (۱) نماز کی حالت میں کنکروں کو الٹنا پلٹنا (۲) نماز کی حالت میں بالوں کو پیچھے سے چوٹی باندھنا (۳) اور روزے کی حالت میں پچھنا لگانا (۴) اور جمعہ کے دن مخصوص طور سے روزہ رکھنا۔

امام جعفر الصادقؑ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو نماز کی حالت میں آیتیں گنتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ قرآن کی آیتیں گننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم لوگ نماز کی حالت میں جمائی لینے سے بچو کیونکہ یہ شیطان کی آواز ہے۔ خدا چھینکنا تو پسند کرتا ہے مگر نماز کی حالت میں جمائی لینا پسند نہیں کرتا ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ نماز کی حالت میں جمائی لینا اور جسم توڑنا مکروہ ہے یہ دونوں باتیں سستی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔

چنانچہ اسی وجہ سے یہ ممنوع ہے۔ ایسا عمداً کرنا بھی ممنوع ہے لیکن جمائی تو بغیر قصد کے ہوتی ہے لہٰذا اگر کسی کو ایسی جمائی آئے کہ وہ اس پر قابو نہ رکھ سکے تو اپنا ہاتھ منہ پر رکھ کر لوٹا دے اس کو نہ تو موڑے نہ لمبا کرے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم صلعم کو نماز کی حالت میں جمائی آتی تو آپ اس کو داہنے ہاتھ سے لوٹا دیتے تھے اور چھینک تو نشاط کے وقت ہی آتی ہے اسی لئے مستحسن ہے، جب چھینک آئے تو اس وقت واجب ہے کہ اس کو دھیمے سے لیا جائے جہاں تک ہو سکے زور سے نہ لیا جائے۔

آپ فرماتے ہیں جب تم میں سے کسی کو نماز کی حالت میں چھینک آئے تو اسے بلی کیطرح آہستہ چھینکنا چاہیئے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو الحمد للہ کہے اور اپنے دل میں صلوات پڑھے۔

آپ نے نماز پڑھتے وقت پیشانی کو مٹی سے مس کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور نماز کی حالت میں آنکھیں بند کرنے سے منع فرمایا ہے اور چوتڑ پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور بغیر کسی علت کے منہ ڈھانک کر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔

نماز میں لباس کا بیان

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے امام حسینؑ کو نماز پڑھتے ہوئے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اس نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ آپ ایک ہی لباس میں نماز پڑھتے تھے اور اسی شخص نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ رسول خدا صلعم بھی ایک ہی لباس میں نماز پڑھتے تھے۔

آپ فرماتے ہیں حضرت جابرؓ عبداللہ الانصاری نے مجھ سے بیان کیا کہ انھوں نے رسول خدا صلعم کو ایک ہی لباس میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور خود حضرت جابرؓ بن عبداللہ الانصاری نے اپنے گھر میں ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھائی تھی۔ حالانکہ اس وقت آپ کے پاس ہی ایک کھونٹی پر کچھ کپڑے ٹنگے ہوئے تھے اگر آپ پہننا چاہتے تو ان میں سے لے کر پہن لیتے۔

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ امام باقر علیہ السلام نے ہم کو ایک ہی لباس میں نماز پڑھائی ہے آپ نے اس کو جسم پر لپیٹ رکھا تھا۔ رسول خدا صلعم ایک ہی لباس میں نماز پڑھاتے تھے اگر کپڑا وسیع ہوتا تو اس کو لپیٹ لیتے اور اگر چھوٹا ہوتا تو اس کو ازار بنا لیتے۔

ابوالجارود نے امام باقر علیہ السلام سے کہا کہ اے فرزند رسولؐ مغیرہ کہتا ہے کہ کوئی شخص چاہے تو وہ صرف ایک ازار یا پٹکا باندھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابوالجارود ایسا تو یہودی لوگ کرتے ہیں۔ امیر المومنین فرماتے ہیں کہ اگر موٹے کپڑے کا قمیص ہو اور اس پر ازار بھی پہن لی جائے تو نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام باقر اور امام جعفر الصادق علیہما السلام فرماتے ہیں کہ صرف ازار سے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور صرف تہبند پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن دونوں کاندھوں

پر چھوٹا سا کپڑا ڈال لینا چاہئے یہ اس وقت جائز ہے جبکہ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہو اگر کپڑا مل سکتا ہو تو نماز کے ساتھ اس قسم کا مذاق نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ نمازی اپنے پروردگار سے مناجات کرتا ہے اور اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے کپڑے کو نماز میں پہننے سے بچاتا ہو تو اس کا وہ کپڑا پہننا خدا کے لئے نہیں ہے۔ حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے صماء کرنے سے منع فرمایا ہے صماء ایک کپڑے کو اپنے جسم پر اس طرح لپیٹنا کہ اس کے دونوں سرے ایک ہی طرف ہو جائیں جیسا کہ آج کل یہ قوم کا طریقہ ہے اس لباس میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے لیکن اگر کوئی ایک ہی کپڑے کو اس طرح لپیٹ کر نماز پڑھے کہ اس کے دونوں سرے ہاتھ پر ہوں پھر دونوں کے درمیان اس طرح سے فاصلہ کر دے کہ دائیں جانب کا سرا بائیں کندھے پر ڈال دے اور بائیں طرف کا سرا داہنی جانب ڈال دے اور پیٹھ پیچھے سے اپنے دونوں ہاتھوں کو باہر نکال کر نماز پڑھے۔

امام زین العابدین علیہ السلام برنس (کمبل) میں نماز پڑھا کرتے تھے امام جعفر الصادقؑ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ برنس چادر کے مانند ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام مسجد میں تشریف لے گئے تو اس وقت لوگ کھڑے ہو کر اپنی چادروں کو لٹکائے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم لوگوں نے اپنی چادروں کو لٹکا دیا گویا تم یہودیوں کے گرجا میں یہودی بن گئے ہو۔ تم لوگ چادر لٹکانے سے بچو۔ لٹکانے کا مطلب یہ ہے کہ چادر کے بیچ کے حصے کو اپنے سر پر رکھا جائے یا کندھے پر اور اس کے دونوں سروں کو سینے سے لپیٹ دیا جائے۔ اور چادر کو زمین پر لٹکتا چھوڑ دیا جائے۔

امام جعفر الصادقؑ سے تلوار لیکر نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تلوار کے ساتھ نماز پڑھنا مانند چادر کے ہے۔ امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو اپنے موزوں اور جوتوں کے ساتھ نماز پڑھ سکتے ہو۔ رسول اکرم صلعم نے یہود و نصاریٰ اور مجوس کے پہنے ہوئے لباس میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر عورت ذرع اور اوڑھنی پہن کر نماز پڑھنا چاہے بشرطیکہ دونوں کثیف ہوں تو نماز پڑھ سکتی ہے لیکن اس کے ساتھ ازار اور لحاف ہو تو عورت کے لئے زیادہ بہتر اور افضل ہے۔ حرۃ عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ بغیر اوڑھنی اور مقنع کے نماز پڑھے۔

وہ حرہ لڑکی جو بالغ ہو چکی ہے بغیر اوڑھنی کے اس کی نماز مقبول نہیں ہے لیکن وہ مملوکہ ہے تو اس کے لئے دوپٹہ اوڑھنا واجب نہیں ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے لونڈی کے متعلق پوچھا گیا کہ آیا اس پر واجب ہے کہ وہ نماز کی حالت میں سر پر مقنع پہنے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں میرے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام جب کسی لونڈی کو سر پر مقنع رکھے ہوئے نماز پڑھتے دیکھتے تو آپ اس کو مارتے اور فرماتے کہ لے لکع، حرہ (آزاد) عورتوں کے ساتھ (برابری) مشابہت نہ کرتا کہ لونڈی اور حرہ کے درمیان فرق و امتیاز رہے۔

رسول اکرم صلعم سے روایت ہے کہ آپ نے اس بات کو ناپسند فرمایا ہے کہ عورت بغیر زیور کے نماز پڑھے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ عورت جب نماز پڑھے تو اس کے جسم پر زیور ضرور ہونا چاہیے کم از کم چھلا تو ہونا ہی چاہیے اور مہندی لگائے اگر مہندی نہ لگائے تو انگلیوں کو خوشبودار کرے۔ یہ اس وقت کرے جب زیور موجود ہو جب موجود نہ ہو تو گلے میں ہار پہن لے یا اور کوئی چیز (زیور) تاکہ مرد عورت میں فرق رہے اگر زیور موجود ہو تو عورت جتنا بھی زیادہ زیور پہن کر نماز پڑھے گی یہ اس کے لئے اتنا ہی زیادہ افضل ہے۔ ہم عنقریب لباس کی بابت جو مردوں اور عورتوں کو پہننا چاہئے اس کا بیان کریں گے انشاء اللہ۔

حضرت امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے مجھ کو حکم دیا تھا کہ اے علیؑ اپنی خواتین کو حکم کرو کہ وہ بغیر زیور کے نماز نہ پڑھیں۔ اگر زیور موجود نہ ہو تو ایک ہار ہی سہی اور ان کو حکم دو کہ وہ اپنی ہتھیلیوں کو حنا سے رنگ لیں وہ مردوں کی طرح سادی نہ رکھیں۔

حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام

اور آپ کے آبار کرام اور حضرت علی علیہم السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ زمین تم پر کس قدر رحیم ہے کہ تم اس سے تیمم کرتے ہو اور دنیا کی زندگی میں اس پر نماز پڑھتے ہو وہ موت کے وقت تمہارے کام آتی ہے اور یہ خدا کی بہت بڑی نعمت ہے لہٰذا خدا حمد وثنار کے لائق ہے نماز پڑھنے والا افضل میں افضل جس چیز پر سجدہ کرتا ہے وہ پاک وصاف زمین ہی تو ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نماز پڑھنے والا اپنی پیشانی کو زمین سے لگادے اور منہ کو مٹی میں لوٹا دے کیونکہ یہ خدا کے سامنے ایک قسم کا اظہار تذلل ہے اور اس سے خدا کی تعظیم ہوتی ہے آپ فرماتے ہیں کہ غلے کے علاوہ زمین سے اگنے والی گھاس مثلاً جڑی بوٹی پر سجدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

رسول خدا صلعم حصیر (چٹائی) پر نماز پڑھتے تھے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کھجور کی پتیوں سے بنی ہوئی جانماز پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خمرہ کھجور کی بنی ہوئی وہ چٹائی جو ڈورے اور کھجور کی پتی سے بنائی جاتی ہے اس پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے یہ چٹائی اتنی چھوٹی ہوتی ہے کہ اس پر نماز میں صرف سجدہ کیا جا سکتا ہے یا اس سے ذرا بڑی ہوتی ہے اور جب اس سے زیادہ بڑی ہو کہ نمازی اس پر سجدہ کر سکے۔ اور سجدہ کرتے وقت اس کا پورا جسم اس چٹائی پر آجائے تو یہ حصیر ہے خمرہ نہیں ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام کمبل یا اون سے بنے ہوئے کپڑے پر نماز پڑھتے تھے امام جعفر الصادق علیہ السلام نے اون (کمبل) سے بنے ہوئے کپڑے پر نماز پڑھنے کی رخصت دی ہے اور ہر اس کپڑے پر نماز پڑھنے کی رخصت دی ہے جو پہننے کے کام آتا ہے اور جس کو پہن کر نماز پڑھی جاتی ہے اس پر سجود جائز ہے ہاتھ پیر گھٹنے سجدہ کرنے والے اعضار ہیں۔ اس کپڑے پر سجدہ بھی کرنا جائز ہے کیونکہ جب اون وغیرہ سے بنا ہوا کپڑا پہنا جا سکتا ہے تو اس کو پہن کر نماز بھی پڑھی جا سکتی ہے تو اس پر سجدہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے آستین پر سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے اور دونوں ہاتھوں کو آستین سے باہر نکالنے اور ان کو زمین پر یا جس مصلے پر نماز پڑھی جاتی ہے اس پر سجدہ کرتے وقت پھیلانے کا حکم دیا ہے اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام اور آبا و کرام سے مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے نمازی کو اپنے عمامے کی کور اور آستین پر سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب آپ سے گیہوں کی کٹی ہوئی کھیتی کے ڈھیر پر نماز پڑھنے کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے اس پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا پھر جب آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا اگر اس کو زمین پر برابر بچھا دیا جائے تو؟ آپ نے فرمایا کہ کھانے کی کسی بھی چیز پر نماز نہ پڑھنا چاہیے کیونکہ یہ خدا کی طرف سے بندوں کے لئے روزی کا سامان ہے اور بندوں پر ایک قسم کی نعمت ہے لہٰذا تم کو چاہیے کہ اس کی نعمت کی تعظیم کرو اپنے قدموں سے اس کو روند کر نعمت کی توہین نہ کرو کیونکہ تم سے پہلے ایک ایسی امت گذری ہے جس پر خدا نے روزی کا دروازہ کھول دیا تھا وہ صاف و پاک روٹی کے ٹکڑوں سے استنجا کرتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قحط اور بھوک میں اتنا مبتلا کر دیا کہ استنجا کی ہوئی روٹیوں کو تلاش کر کے کھانے لگے۔ انھیں کے متعلق قرآن پاک میں یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ وضرب اللہ مثلاً قریۃ کانت آمنۃ مطمئنۃ یاتیھا رزقھا رغداً من کل مکان فکفرت بانعم اللہ فاذاقھا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون ۱۴ ۱۶/۱۱۱۔ ترجمہ: خدا نے ایک گاؤں کی مثل بیان فرمائی جس کے رہنے والے ہر طرح کے چین اور اطمینان میں تھے ہر طرف سے بافراغت ان کی روزی ان کے پاس چلی آتی تھی پھر ان لوگوں نے خدا کی نعمتوں کی ناشکری کی تو خدا نے بھی ان کے کرتوتوں کی بدولت ان کو مزہ چکھا دیا کہ بھوک اور خوف کو اوڑھنا بچھونا بنا دیا۔

نماز جمعہ کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقر اور آپ کے آباء کرام اور حضرت علی علیہم السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ چار قسم کے آدمیوں پر پھر سے عمل کرنا واجب ہے (۱) مریض جب شفاء پا جائے (۲) مشرک جب اسلام قبول کرے (۳) اور وہ شخص جو جمعہ کی نماز سے لوٹ آئے ایمان و احتساب کی خاطر (۴) اور حج کرنے والا جب اپنے حج کو پورا کرلے۔

رسول اکرم صلعم فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود سلام بھیجا کرو کیونکہ جمعہ کے روز عمل کا دوگنا ثواب ملتا ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پروردگار عالم جمعہ کی شب میں فرشتوں کو زمین کی طرف بھیجتا ہے جب فجر طلوع ہوتی ہے تو وہ صبح سے شام تک اعمال نامہ میں محمدؐ و آل محمدؐ پر درود سلام ہی لکھا کرتے ہیں۔

امام باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جمعہ کے روز اعمال کا ثواب دوگنا ملتا ہے اور اس دن تم صلوات اور صدقہ زیادہ کرو۔ آپ نے فرمایا کہ جمعہ کی شب روشن شب ہے اور دن روز روشن ہے جمعہ کی شب جو مومن بندہ یا مومنہ عورت انتقال کر جائے تو وہ عذاب قبر سے محفوظ رہتے ہیں اور جو جمعہ کے روز انتقال کر جاتا ہے وہ جہنم کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔ جمعہ کے روز دن بھر نماز پڑھتے رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس روز دوزخ کی آگ نہیں سلگتی۔

امام باقر اور امام جعفر الصادق علیہما السلام سے روایت ہے دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ جب جمعہ کی شب آتی ہے تو خدا ایک فرشتے کو حکم دیتا ہے جو ابتداء شب سے انتہا تک ندا کرتا ہے اور شب جمعہ کے علاوہ ہر روز رات کے تہائی حصے سے ندا کرتا ہے کہ کوئی سائل ہے جس کو میں کچھ دوں اور کوئی توبہ کرنے والا ہے جس کی توبہ میں قبول کروں

کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے جس کو میں معاف کر دوں اے طالب خیر متوجہ ہو لے طالب شر باز آجا۔

حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی شخص جو دیہات میں رہتا ہو اور صرف جمعہ کے روز مسجد میں حاضر ہوتا ہو اور پھر کبھی جمعہ میں آتا ہو اور کبھی نہ آتا ہو اور پھر کبھی بالکل ہی آنا بند کر دیتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جمعہ کی نماز فرض ہے اور جمعہ کے روز امام عادل کے ساتھ جمع ہونا فرض ہے اگر کسی نے مسلسل تین جمعہ چھوڑ دیا تو گویا اس نے تین فرائض کو چھوڑ دیا اور بلا عذر و علت منافق کے سوا تین فرائض دوسرا کوئی نہیں چھوڑ سکتا ہے۔

ہم نے اسی کتاب میں (غسل کے بیان میں) ذکر کر دیا ہے کہ جمعہ کے روز غسل کرنا سنت ہے۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ تم جمعہ کے روز غسل کرنا ترک نہ کرو کیونکہ یہ سنت ہے۔ اور زوال سے پہلے غسل کرو۔ رسول خدا صلعم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جمعہ کے روز تم میں سے ہر ایک کو خوشبو لگانا چاہیے اگر نہ ہو تو اپنی بیوی کی شیشی سے خوشبو لگا لینا چاہیے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جمعہ کے روز خوشبو اور اچھا لباس پہننا چاہیے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے روز ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ جس میں بندۂ مومن جو ضرورت بھی بارگاہِ الٰہی میں پیش کرتا ہے وہ پوری ہوتی ہے۔ وہ وقت زوال سے لے کر ندائے نماز تک ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مسافر پر نماز جمعہ اور جماعت میں شرکت اور عید کی نماز پڑھنا واجب نہیں ہے الا آنکہ وہ شہر کے اندر موجود ہو۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلعم ہفتہ بھر میں کل ۳۵ نمازیں لے کر آئے تھے ان ۳۵ نمازوں میں سے ایک نماز ایسی ہے جس کو سوائے ان پانچ اشخاص کے کسی کو چھوڑنا نہ چاہیے (۱) عورت (حیض کی حالت میں) (۲) بچہ (۳) مسافر

(۴) بیمار (۵) مملوک۔ اس نماز سے مراد جمعہ کی نماز ہے جو امام عادل کے ساتھ پڑھنا چاہیئے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ جب عورت اور مملوک جمعہ کی نماز میں حاضر ہوں تو ظہر کی نماز کے لیئے وہ کافی ہے۔ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امام عادل موجود ہو تو جمعہ کی نماز ہر اس شخص پر واجب ہے جو دو فرسخ کی دوری پر ہے امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جمعہ کے روز پانچ یا پانچ سے زائد لوگ ہوں تو جمعہ کی نماز پڑھنا چاہیئے اگر کم ہوں تو جمعہ کی نماز ان پر واجب نہیں ہے۔

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ دوپہر کے وقت جمعہ کی نماز میں شرکت کرنا میری امت کے محتاجوں کا حج ہے۔ امیرالمومنین علیہ السلام سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا کہ یاایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ سعی سے مراد جلدی سے جانا مراد نہیں ہے بلکہ درمیانی چال سے جانا ہے۔

حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام جمعہ کی تعظیم کی خاطر ننگے پیر چل کر جمعہ کی نماز میں شرکت کرتے تھے آپ اپنی دونوں جوتیوں کو بائیں ہاتھ میں اٹھا لیتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ یہ اللہ کی عبادت کا مقام و راستہ ہے۔ یہ بارگاہ الہی میں محض آپ کی انکساری تھی اور اس سے محض فضل کا حصول مقصود تھا آپ ایسا اس لئے نہیں کرتے تھے کہ ایسا کرنا ہی واجب ہے اور اس کے ماسوا جائز نہیں ہے، جوتیاں پہن کر اور سوار ہو کر جمعہ کی نماز میں شرکت کرنے کے لئے جانا ممنوع نہیں ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام ائمۂ جور کے ساتھ جمعہ کی نماز میں حاضر ہوتے تھے لیکن اسے جمعہ کی نماز نہیں شمار کرتے تھے اور اس کے بعد آپ تنہا ظہر کی نماز ادا کرتے تھے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا ہے کہ جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے مگر امام عادل اور تقویٰ شعار کے ساتھ۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حکم دینا اور حدود جاری کرنا اور جمعہ کی نماز پڑھنا بغیر امام کے درست نہیں ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ جمعہ کی نماز میں تین قسم کے لوگ شریک ہوتے ہیں (۱) ایک تو وہ شخص ہے جو جمعہ میں ریاکاری اور لہو ولعب کے لئے شریک ہوتا ہے نماز جمعہ میں سے اس کا بس اتنا ہی حصہ ہے (۲) اور ایک وہ شخص جو اس وقت آئے جب امام خطبہ پڑھتا ہے اور پھر اس کے ساتھ نماز جمعہ پڑھتا ہے۔ خدا ایسے شخص کو چاہے تو عطا کرے چاہے تو محروم رکھے (۳) ایک وہ شخص جو امام کے نکلنے سے پہلے مسجد میں آتا ہے اور نماز پڑھتا ہے۔ پھر خاموشی اور سکون کے ساتھ بیٹھ جاتا ہے۔ اس کے بعد جب امام آتا ہے اور نماز ختم ہو جاتی ہے پس یہ نماز اس کے اور آئندہ جمعہ کی نماز کے درمیان جو گناہ کرتا ہے اس کے لئے بطور کفارہ کے ہے اور تین دن زیادہ کیونکہ خدا کا ارشاد ہے کہ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا ۸ پ ۶ ع ۷ جو شخص نیکی کرے گا تو اس کو اس کا دس گنا ثواب ہوگا۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب امام بیٹھ جائے تو میں لوگوں کے سروں پر سے گذر کر آؤں۔ اس سے بہتر تو یہ ہے کہ میں جمعہ کی نماز پڑھنے سے رک جاؤں۔ امام جعفر الصادق ؑ فرماتے ہیں کہ جب امام خطبہ دیتا ہو تو لوگوں پر واجب ہے کہ وہ خاموش رہیں حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امام جب خطبہ پڑھتا ہو تو بات چیت نہ کرنا چاہئے اور نہ ادھر ادھر دیکھنا چاہئے الا آنکہ وہ عمل جو نماز میں روا ہے کیا جائے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام بھی یہی فرماتے ہیں کہ امام جب خطبہ دے تو کسی کو گفتگو نہ کرنا چاہئے یہاں تک کہ وہ خطبہ سے فارغ ہو جائے جب فارغ ہو جائے تو نماز کے مابین جو وقت ہو اس کے درمیان بات چیت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت امیر المومنین ؑ فرماتے ہیں کہ لوگ امام کے سامنے قبلہ رو ہو کر بیٹھیں اور پوری توجہ کے ساتھ خطبہ سنیں۔ امام جعفر الصادق ؑ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن کا خطبہ دو رکعت نماز کے عوض ہے جو ظہر کی نماز سے ساقط کردی گئی ہے (امام زمانہ کیساتھ) لہٰذا خطبہ نماز ہی کے مانند ہے خطبہ میں وہی جائز ہے جو نماز کے اندر جائز ہے۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ نماز سے پہلے دو خطبہ دینا چاہیے۔ امام جب ممبر پر چڑھے تو پہلے بیٹھ جائے اور اس کے آگے اذان دینے والا اذان دے۔ جب وہ اذان سے فارغ ہو جائے تو امام خطبہ پڑھے اور وعظ کرے اس کے بعد تھوڑی دیر تک بیٹھ جائے۔ پھر دوسرا خطبہ دے جس میں دعا کرے اس کے بعد مؤذنین اقامت کہیں اور امام منبر سے اتر کر نماز جمعہ پڑھائے دونوں رکعت میں قرأت زور سے پڑھے۔

امیر المومنین جب منبر پر تشریف لیجاتے تو آپ لوگوں پر سلام پڑھتے تھے۔

امام جعفر الصادق فرماتے ہیں کہ جمعہ کے روز امام کو لائق ہے کہ وہ خوشبو لگائے بہترین لباس زیب تن کرے اور عمامہ پہنے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جمعہ کی نماز میں پہلی رکعت کے اندر سورۂ جمعہ پڑھنا سنت ہے۔ اور دوسری رکعت میں سورۃ المنافقین پڑھے۔ دوسری رکعت میں جب قرأت سے امام فارغ ہو تو رکوع سے پہلے دعا قنوت پڑھے۔

عوام الناس رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلعم جمعہ کی نماز میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقین پڑھتے تھے اور دعائے قنوت پڑھتے تھے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جمعہ کی نماز میں دعا قنوت کی رسم بنی عباس کے زمانے سے شروع ہوئی ہے۔ جب یہی روایت ائمہ طاہرین سے ان تک پہنچی تو محض ائمۂ طاہرین کی مخالفت میں انھوں نے اس کا انکار کر دیا۔ ہم نبی صلعم کی سنت سے انکار اور اولیاء اللہ علیہم السلام کی مخالفت سے پناہ چاہتے ہیں۔

امام جب خطبہ دے تو منبر پر اپنے داہنے ہاتھ کا سہارا لے اور بائیں ہاتھ سے تلوار کا قبضہ پکڑے تلوار کو حائل کئے ہوئے ہو اس حال میں نماز پڑھے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کی ایک رکعت نماز میں بھی شریک ہو گیا۔ اس کو جمعہ مل گیا۔ امام جب سلام پھیر دے تو اٹھ کر دوسری رکعت پڑھ لے۔ اگر دونوں رکعتیں فوت ہو جائیں تو تنہا چار رکعت ظہر کی نماز پڑھے۔

نماز عیدین (عید الفطر اور عید الضحیٰ کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقر اور آپ کے آباؤ کرام اور حضرت علی علیہم السلام سے روایت ہے آپ فرماتے تھے کہ مجھے یہ پسند ہے کہ آدمی ان چار راتوں میں ذکر الٰہی اور عبادت کے لئے اپنے آپ کو بالکل فارغ البال رکھے۔

(۱) شب عید الفطر (۲) شب عید الضحےٰ (۳) پندرہ شعبان (۴) رجب کی اول شب۔

حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلعم کو عید قرباں کے روز خطبہ میں یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ آج ثج و عج کا دن ہے یعنی اونٹوں کے ذبح کرنے اور دعا کرنے کا دن ہے۔ پس جس شخص کی نیت صحیح ہوگی تو اس کی قربانی کا پہلا قطرہ اس کے ہر گناہ کا کفارہ ہوگا اور عج سے مراد دعا ہے۔ لہٰذا تم سب بارگاہِ الٰہی میں خوب دعا کرو پس خدا کی قسم جس کے قبضے میں محمد صلعم کی جان ہے جو شخص بھی اس مقام سے واپس ہوگا اس کے تمام گناہ معاف ہو چکے ہوں گے سوائے اس شخص کے جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہے اور اس پر مصر ہے اس کا ضمیر اس گناہ کو ترک کرنا نہیں چاہتا ہے۔

ہم اس سے قبل لکھ چکے ہیں کہ عیدین کا غسل سنت ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب رسول خدا صلعم عید الفطر کے موقع پر عید گاہ کی طرف جانے کا قصد فرماتے تو باہر نکلنے سے پہلے چند انگوروں یا کھجوروں سے افطار فرمالیتے تھے اور آپ یوم الضحیٰ کے موقع پر عید گاہ سے واپس لوٹنے سے پہلے ذرا سا بھی کھانا نہ پسند فرماتے تھے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو اس بات کا امکان ہو کہ وہ عید الفطر کے روز عید گاہ میں جانے سے قبل کھا پی سکتا ہے تو وہ ایسا کرے۔ لیکن عید الضحیٰ کے روز جب تک قربانی نہ کر چکے کچھ نہ کھائے۔ آپ عیدین اور جمعہ کے دن اس طرح دعاء کرتے تھے۔

اللھم من تھیأ و تعبأ و اعد و استعد بر فادۃ علی مخلوق رجاء رفدہ وجائزتہ فالیک یا سیدی کان تھیئی و اعدادی و استعدادی رجاء رفدک وجائزتک و نوافلک فانی لم اتک بعمل صالح قد متہ و لا شفاعۃ مخلوق رجوتہ بل آتیتک مقرا بالذنوب والاساءۃ علی نفسی یا عظیم یا عظیم یا عظیم یا عظیم اغفرلی الذنب العظیم فانہ لا یغفر الذنب العظیم الا انت یا عظیم لا الہ الا انت۔

ترجمہ: بارے الہا! آج کے دن کسی شخص نے اگر کسی بندے کے پاس جاکر انعام حاصل کرنے کی امید میں اپنے کو تیار کیا ہوا اور عبا پہنی ہو تو اے میرے آقا و مولا میں نے تجھ سے ملنے کی امید میں اور تیرے انعامات حاصل کرنے کی غرض سے آج کے دن یہ تیاری کی ہے کیونکہ آج نہ تو میں تیرے پاس سے پہلے سے کوئی عمل صالح کر کے آیا ہوں۔ اور نہ کسی مخلوق کی سفارش لے کر آیا ہوں بلکہ اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہوئے تیرے پاس آیا ہوں اور اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں نے اپنی جان کے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے۔ اے بلند و برتر خدا۔ اے بلند و برتر خدا، اے بلند و برتر خدا، اے بلند و برتر خدا تو میرے بڑے گناہوں کو معاف فرمادے کیونکہ تیرے سوا کوئی بھی میرا گناہ معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔"

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ عیدین کی نماز پڑھنے کے لئے عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے اچھا لباس اور بہترین خوشبو لگانا چاہیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد و کلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین ۸ ۔ ترجمہ: اے اولاد آدم ہر نماز کے وقت بن سنور کے نکھر جایا کرو کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو کیونکہ خدا فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا" آپ نے فرمایا کہ اس سے یہ مراد ہے کہ عیدین اور جمعہ کے دن زینت کرنا اور خوشبو لگانا چاہیے امام کو لائق ہے کہ وہ سردی کا موسم ہو یا گرمی کا موسم وہ ایک چادر اوڑھے اور عمامہ سر پر رکھے۔

رسول خدا صلعم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ عیدین کے موقع پر اگر دشمنوں

سے خطرہ ہو تو ہتھیار باہر نکالا جائے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام ان پانچ مواقع پر ننگے پیر تشریف لیجاتے تھے اور دونوں جوتوں کو اپنے بائیں ہاتھ میں لٹکا لیتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ یہ پانچ مقامات الہیہ ہیں۔ جہاں میں ننگے پیر چل کر جانا زیادہ پسند کرتا ہوں (۱) یوم الفطر (عید کے دن) (۲) یوم النحر (عیدالاضحیٰ کے دن) (۳) جمعہ کے دن (۴) بیمار کی عیادت کے وقت (۵) جنازہ میں شرکت کے وقت۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عیدین کی نماز چھت والی جگہوں اور گھروں میں نہ پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ رسول خدا صلعم دور میدان میں نکل جاتے تھے اور وہاں زمین پر اپنی پیشانی جھکاتے تھے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپ کسی شخص کو حکم دیں کہ وہ کمزور اور ناتواں لوگوں کو عید کی نماز مسجد میں پڑھائے آپ نے فرمایا کہ میں اسے مکروہ سمجھتا ہوں کہ کوئی ایسی سنت جاری کروں جو رسول خدا صلعم نے جاری نہیں فرمائی ہے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ عیدین کی نماز میں عمر رسیدہ عورتوں کو حاضر ہونے کی رخصت ہے تاکہ وہ دعا کر سکیں کہ خدا انکو رزق یعنی نکاح میسر کرے صادق آل محمد علیہ السلام نے فرمایا کہ عید کے دن جب امام خطبہ شروع کرے تو لوگوں کو خاموشی کے ساتھ قبلہ رو بیٹھ جانا چاہیے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عیدین کی نماز میں اذان اور اقامت اور کوئی نفل نماز نہیں ہے امام جمعہ کے برعکس خطبہ سے پہلے نماز پڑھائے اور عیدین کی نماز صرف دو رکعت ہے جن میں قرأت بلند آواز سے پڑھنا چاہیے۔ آپ فرماتے ہیں کہ عیدین کی نماز میں تکبیریں اس طرح کہنا چاہئیں۔ پہلے تکبیرۂ احرام کے بعد قرأت شروع کرکے سورۂ فاتحہ اور سورہ والشمس و ضحٰہا پڑھے پھر پانچ تکبیریں کہے اور اس کے بعد رکوع کے لئے تکبیرہ کہے اور رکوع و سجود کرے پھر کھڑے ہو کر سورۂ فاتحہ اور ھل اتٰک حدیث الغاشیہ پڑھے پھر چار تکبیرہ کہے اور رکوع کا تکبیرہ بول کر رکوع و سجود کرے اور پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیرے اور ہر دو تکبیرہ کے درمیان یہ دعا قنوت پڑھے

اللھم اغفرلی وارحمنی وعافنی واعف عنی فی الدنیا والاخرۃ انک علی کل شیٔ قدیر۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ عید کے دن جب عیدگاہ سے لوٹتے تو اس راستے سے تشریف نہ لاتے جس راستے سے تشریف لے گئے تھے۔

امام جعفر الصادقؑ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ شخص اپنے گھر میں نماز پڑھ سکتا ہے جو عید کی نماز میں حاضر نہیں ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ پڑھ سکتا ہے اور عید کی نماز نہیں پڑھنا چاہیے۔ مگر امام عادل کے ساتھ اور جو عید کی نماز میں حاضر نہ ہوسکا ہو خواہ عورت ہو یا مرد اپنے گھر میں چار رکعت نماز پڑھے دو رکعت عید کی نماز اور دو رکعت خطبہ کی نماز اسی طرح گاؤں کے وہ لوگ جو عید کی نماز میں شریک نہ ہوئے ہوں وہ اپنے لئے چار رکعت نماز پڑھیں۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے ان گاؤں والوں کے متعلق فرمایا جو عید کی نماز میں شریک نہ ہو سکے تھے کہ وہ شہر میں امام کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکتے ہوں تو ان پر چار رکعت نماز پڑھنا واجب ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ مسافر پر عید اور جمعہ کی نماز میں شرکت واجب نہیں ہے۔

امام جعفر الصادقؑ علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے عیدین کی نماز کے متعلق فرمایا کہ اگر شہر میں امام کے ساتھ پانچ یا پانچ سے زیادہ لوگ ہوں تو ان پر جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھنا واجب ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے عہد خلافت میں ایک مرتبہ دو عیدین یعنی یوم الجمعہ اور عید الفطر اکٹھا ہو گئے اس وقت آپ نے پہلے تو نماز عید پڑھائی اس کے بعد فرمایا کہ گاؤں والوں میں سے جن کا گھر دور ہے ان کو چلے جانے کی اجازت ہے پھر آپ نے مسجد میں لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی۔ آپ نے ان لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا جنھوں نے عید کا چاند نہیں دیکھا اور بحالت روزہ صبح کی یہاں تک کہ عید کی نماز کا وقت گذر گیا اس کے بعد چند عادل شاہدوں نے شہادت دی کہ انھوں نے گذشتہ شب عید کا چاند دیکھا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ روزہ

افطار کرلیں اور دوسرے دن، دن کے اوّل حصے میں عید کی نماز پڑھنے کے لئے باہر نکلیں، آپ نے فرمایا کہ عید قرباں کے دنوں میں عرفہ کے دن نماز فجر سے لے کر عصر کی نماز تک قربانی کے آخری دن تک تکبیر کہی جائے۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایام تشریق (عید قرباں کے دن) میں ہر مرد اور ہر عورت پر تکبیرہ بولنا واجب ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ایام تشریق میں (قربانی کے دنوں میں) ہر فرض نماز کے بعد اس طرح تکبیرہ کہنا چاہئے۔

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد علی ما ھدانا اللہ اکبر علے ما رزقنا من بھیمۃ الانعام۔ اور امام جب نماز پڑھاتا ہو تو تکبیرہ بولے اور جب بول کر خاموش ہو جائے تو جو لوگ اس کے پیچھے ہیں وہ بھی بلند آواز سے تکبیر بولیں اور اگر کوئی تنہا نماز پڑھتا ہو تو وہ بھی تکبیر بولے اور امام کے ساتھ جس کی نماز فوت ہو چکی ہو۔ وہ جب تک باقی نماز پوری نہ کرلے اور سلام نہ پھیر لے تکبیر نہ کہے۔

نماز میں سہو کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام سے اور آپ کے آباء کرام صلوات اللہ علیہم السلام سے منقول ہے آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تکبیرۃ الاحرام بھول جائے تو پھر سے نماز پڑھے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے اس شخص کے متعلق فرمایا جو نماز پڑھتا ہے اور اس کو اپنے رکوع میں شک ہے آپ نے فرمایا کہ وہ رکوع کرے اور پھر سہو کے دو سجدے کرے اور اس شخص کے متعلق آپ نے فرمایا جس کو یہ

شک ہے کہ اس نے ایک رکعت نماز پڑھی ہے یا دو رکعت پڑھ رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ بیٹھ چکا ہے اور تشہد بھی پڑھ چکا ہے تو پھر تشہد حائل ہے لیکن اس کو اس بات کا یقین ہے کہ اس نے ایک ہی رکعت نماز پڑھی ہے تو اٹھ کر دوسری رکعت نماز پڑھے۔ اور اگر تشہد کے لئے نہیں بیٹھا ہے تو جس پر یقین ہو عمل کرے اور سجدہ سہو بہر حال کرے اور اگر اس بات کا شک ہے کہ دو رکعت نماز پڑھی ہے یا تین رکعت پڑھی ہے اس صورت میں بھی یقین پر عمل کرے اور اگر اس بات میں شک ہے کہ تین رکعت پڑھی ہے یا چار رکعت پڑھی ہے پس اس صورت میں سلام پھیرنے کے بعد بیٹھ کر دو رکعت نماز پڑھے اگر تین رکعت پڑھی ہوگی تو اس نے بیٹھ کر جو دو رکعت نماز پڑھی ہے وہ بمنزلہ ایک رکعت کے ہے اس سے چار رکعت نماز پوری ہو جائے گی۔

اور اگر مصلّی کو اس میں شک ہو کہ اس نے دو رکعت نماز پڑھی ہے یا چار رکعت تو پھر وہ سلام پھیرنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھے اگر اس کی نماز پوری ہو گئی ہو گی تو یہ دو رکعت نماز نفل ہوگی، اور اگر اس نے دو ہی رکعت پڑھی ہے تو ان دو رکعتوں سے اس کی پوری نماز ہو جائے گی ان دونوں رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھے۔ ان تمام صورتوں میں سلام کے بعد سہو کے دو سجدے کرے اور پھر چھوٹا تشہد (بسم اللّٰہ وباللّٰہ واشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وصلے اللّٰہ علیٰ محمد وعلیٰ آلہٖ) پڑھے اور اگر مصلّی رکوع بھول گیا ہو اور سجدہ میں چلا گیا ہو تو پھر سے نماز پڑھے۔ اور اگر مصلّی سجدہ بھول گیا ہو تو یاد آنے کے بعد جب سلام پھیر چکے تو سجدہ کر لے۔ اور اگر مصلّی تشہد بھول جائے تو سجدہ سہو کرے۔ اور اگر مصلّی سلام پھیرنا بھول گیا ہے تو تشہد میں اس نے جو سلام پڑھا ہے وہ کافی ہے کہ: السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ السلام علینا وعلےٰ عباد اللّٰہ الصّٰلحین۔

امام جعفر الصادقؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اگر مصلّی نماز کی بعض رکعت میں قرأت بھول گیا ہے تو جو رکعت باقی ہے ان میں قرأت پڑھے یہ اس کے لئے کافی

ہے اور اگر تمام میں قرأت بھول گیا ہے اور اس نے رکوع و سجود و تکبیرہ برابر ادا کیا ہے تو اسے پھر سے نماز پڑھنا واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر اس نے عمداً قرأت ترک کیا ہے تو اس کو پھر سے نماز پڑھنا واجب ہے۔

اور اگر کوئی شخص پہلا تشہد پڑھنا بھول جائے اور تیسری رکعت پڑھنے کے لئے کھڑا ہو جائے تو پھر اس کو اچانک رکوع میں یاد آئے کہ وہ تشہد کے لئے بیٹھا نہیں تھا تو بیٹھ کر تشہد پڑھ لے اور جب سلام پھیرے تو سجدہ سہو کرے۔ اور اگر رکوع کے بعد یاد آئے تو نماز پڑھ کر سلام کے بعد سجدہ سہو کرے۔

آپ سے ایسے مصلّی کے بارے میں پوچھا گیا جس نے بھول کر دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا اور اس نے یہ سمجھا کہ پوری نماز پڑھ لی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلعم نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور دو رکعت پر سلام پھیر دیا۔ جب آپ مصلّے پر سے اُٹھے تو اس وقت آنحضرت صلعم کی خدمت میں ذوالیدین نے عرض کیا کہ اے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیا نماز کم کردی گئی یا آپ بھول گئے تھے۔ آنحضرت صلعم نے پوچھا کہ تم کیا سمجھتے ہو، ذوالیدین نے کہا کہ آپ نے تو دو ہی رکعت نماز پڑھائی ہے پھر آنحضرت صلعم نے لوگوں سے پوچھا کہ ذوالیدین کی بات سچ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ صلعم۔ اس تحقیق کے بعد آپ نے پھر دو رکعت نماز پڑھی اور سلام کے بعد سجدہ سہو کیا اور چھوٹا تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیا۔

امام جعفر الصادق ؑ نے ایسے شخص کے متعلق فرمایا ہے جس نے بھول کر زیادہ نماز پڑھ لی ہے اگر مصلی چوتھی رکعت میں بیٹھ چکا ہے اور اس نے تشہد پڑھ لیا ہے تو اس کی نماز تمام ہو چکی لیکن سہو کے دو سجدے کرے اور اگر چوتھی رکعت میں نہیں بیٹھا ہے تو پھر سے نماز پڑھے۔

آپ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو یہ بھول گیا ہے کہ اس نے آیا زیادہ نماز پڑھ ڈالی ہے یا کم، تو سجدہ سہو کرے۔ اور جب کسی کو اپنی نماز میں ذرّہ برابر بھی شک ہو اور وہ آگے پڑھ چکا ہے تو نماز پوری کردے اور رکوع کے بعد اگر تکبیرہ میں شک

ہوا ہے تو نماز جاری رکھے اور اگر سجود کے بعد شک ہو تو نماز جاری رکھے اور کھڑے ہونے کے بعد یا تشہد کے واسطے بیٹھ جانے کے بعد سجود میں شک ہو تو نماز جاری رکھے اسی طرح سلام کے بعد نماز میں ذرا بھی شک ہو تو اس پر اعادہ لازم نہیں ہے یہ تمام شک کی صورت میں کرے۔ یقین کی حالت میں نہیں لیکن جب یقین ہو تو خطا پر نماز کو جاری نہ رکھے۔

آپ سے ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جو امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اور کچھ بھول گیا تو کیا کرے آپ نے فرمایا کہ اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ امام اس کا بوجھ اٹھائیگا اور اگر کوئی نفل میں بھول ہو جائے تو اس کے متعلق آپ سے جب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس پر کچھ واجب نہیں نافلہ چاہے ایک ہو یا ایک سے زیادہ، جس قدر چاہے پڑھے۔

امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک انصاری رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے کہا کہ اے رسول خدا صلعم مجھ کو نماز میں جو وسوسہ پیدا ہوتا ہے میں اس کی آپ کے پاس شکایت لے کر آیا ہوں۔ وسوسہ کبھی کبھی تو اتنا ہو جاتا ہے کہ مجھے خبر تک نہیں ہوتی کہ آیا میں نے زیادہ نماز پڑھی ہے یا کم رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ جب تم نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو تو اپنی داہنے ہاتھ کی تسبیح والی انگلی سے بائیں ران میں دبا کر یہ دعاء پڑھو: بسم اللہ و باللہ و توکلت علے اللہ آعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم۔ ایسا کرنے سے تمہارا وسوسہ دور ہو جایا کرے گا۔

امام باقر علیہ السلام سے ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جس کو اپنی نماز میں شک پیدا ہوتا تھا آپ نے فرمایا کہ پھر سے نماز پڑھے۔ عرض کیا گیا کہ شک اور بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ جتنی بار اعادہ کرتا ہے شک پھر ہو جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ اپنی نماز جاری رکھے۔ لیکن تم لوگ نماز توڑنے کی بری عادت اپنی جانب سے نہ پیدا کرو ورنہ تمہیں اس کی بار بار طمع ہو گی اگر ایسا کیا جائے جیسا کہ میں نے کہا ہے

تو یہ عادت باقی نہ رہے گی۔

نماز قطع کرنے کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقر اور آبائے کرام اور حضرت علی علیہم السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ایسا شخص جو نماز کی حالت میں کسی بچے کو آگ کی طرف چلتے ہوئے دیکھے اور یہ خطرہ ہو کہ وہ آگ میں جل جائے گا یا چھت پر چڑھ رہا ہے اور وہاں سے گر جائے گا یا بکری کو گھر میں داخل ہوتے دیکھے جو گھر میں جا کر چیزوں کو نقصان پہنچائے گی یا اس قسم کی کوئی اور بات ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ مصلیٰ کترا کر قبلہ سے منہ نہ پھراتے ہوئے وہاں جائے اور اس چیز کی حفاظت کرے اور پھر جہاں سے نماز چھوڑی ہے وہاں سے نماز کو پوری کرے اپنی اس نماز کو توڑے نہیں لیکن اگر ایسی صورت حال ہو کہ وہ سوائے نماز قطع کرنے کے کچھ نہیں کر سکتا ہے تو ایسے وقت میں نماز قطع کرے اور پھر سے نماز پڑھے۔

رسول اکرم صلعم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی نماز میں حدث کرے تو وہ پھر سے وضوء کر کے نماز پڑھے۔ لیکن وہ شخص جس کو یہ خیال ہو کہ اس نے ہوا خارج کی ہے تو وہ ایسا نہ کرے الا آنکہ بد بو محسوس کرے یا اس کی آواز سنے یا پھر اسے حدث کا پورا یقین ہو تو منحرف ہو کر پھر سے وضوء کر کے نماز پڑھے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام ایک مرتبہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ کی نکسیر پھوٹ گئی اس وقت آپ نے اپنی جگہ پر ایک شخص کا ہاتھ پکڑ کر آگے کر دیا اور پھر خون صاف کر کے آپ نے تنہا نماز پڑھی۔ آپ فرماتے ہیں اگر نماز کی حالت میں کوئی بات چیت کرے تو اس پر پھر سے نماز پڑھنا واجب ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مصلیٰ کے آگے سے گزرنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ نماز کو کوئی چیز نہیں قطع کرتی مگر کسی شخص کو اپنے آگے سے گزرنے نہ دو۔ خواہ تم کو جنگ کیوں نہ کرنی پڑے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ جب

آنحضرت صلعم نماز پڑھ رہے تھے تو آپ کے آگے سے ایک کتا گزرا پھر گدھا گذرا۔ پھر ایک عورت گذری آپ نماز میں مشغول تھے جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ میں نے جو کچھ دیکھا ہے وہی تم نے بھی دیکھا ہے لیکن مومن کی نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کر سکتی۔ البتہ تم لوگ جہاں تک ہو سکے حفاظت رکھو۔

مسبوق کی نماز کا بیان

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جب امام نماز میں تم سے سابق ہو جائے تو امام کے ساتھ نماز کا جو بھی حصہ تم کو ملے اسے تم اپنی اوّل نماز قرار دو۔ اگر امام موقع دے تو اپنے دل میں قرأت پڑھو اگر اس کا امکان نہ ہو تو جو رکعت قضاء پڑھو اس میں قرأت پڑھ لو۔ اگر کوئی شخص عشاء کی نماز میں شریک ہوا ہے اور امام ایک رکعت پڑھ چکا ہے تو جب امام تیسری رکعت میں کھڑا ہو تو مسبوق اپنے دل میں قرأت پڑھے اور اسے اپنے من میں دوسری رکعت سمجھے اور جب امام سلام پھیر دے تو مسبوق سلام نہ پھیرے اٹھ کر ایک رکعت پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ پڑھے کیونکہ اس پر ایک ہی رکعت پڑھنا واجب ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص جماعت کی نماز میں اس وقت شریک ہو جبکہ اس کی ایک رکعت جاتی رہی ہے تو وہ کیا کرے؟ آپنے فرمایا کہ وہ ان کے ساتھ دوسری رکعت میں شامل ہو۔ جب سب لوگ بیٹھیں تو وہ بھی غیر متمکن بیٹھے اور جب وہ تیسری رکعت میں کھڑے ہوں تو یہ اس کی دوسری رکعت ہوگی تو وہ اس میں قرأت پڑھے اور جب سجدے سے لوگ اپنا سر اٹھائیں تو اس وقت چھوٹا تشہد پڑھنے کے لئے بیٹھے اس کے بعد جب صف برابر ہو جائے اور ابھی لوگ رکوع میں نہ گئے ہوں اس سے پہلے اٹھ کھڑا ہو پھر لوگ چوتھی رکعت

میں بیٹھ جائیں تو وہ بھی غیر متمکن بیٹھے۔ امام جب سلام پھر دے تو اٹھ کر ایک رکعت نماز پڑھے پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے۔

امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جس کی مغرب کی نماز ایک رکعت فوت ہو گئی ہو اور امام سابق ہو اس وقت نماز میں شریک ہونے والا شخص ہر رکعت کے بعد بیٹھے یعنی جب امام دوسری رکعت میں بیٹھے تو مسبوق بھی غیر متمکن بیٹھے یہ اس کی پہلی رکعت ہو گی اس کے بعد امام اٹھ کر پھر بیٹھے تو وہ بھی تیسری رکعت میں بیٹھے یہ مسبوق کی دوسری رکعت ہو گی۔ مسبوق امام کے ساتھ پہلا تشہد پڑھے اور امام جب اپنی تیسری رکعت میں مخفی قرأت پڑھے تو وہ اپنی دوسری رکعت میں دل میں قرأت پڑھے۔ پس جب امام سلام پھیرے تو اٹھ کر ایک رکعت نماز پڑھے اس میں سورۂ فاتحہ پڑھے یہ اس کی تیسری رکعت ہو گی اس کے بعد بیٹھ کر دوسرا تشہد پڑھے اور سلام پھیرے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب امام دو رکعت نماز پڑھ چکا ہو اور پھر مقتدی جماعت میں شریک ہو تو جس رکعت میں شریک ہوا ہے وہیں سے اپنی نماز شروع سمجھے اور اپنے دل میں سورہ فاتحہ اور کوئی ایک سورۃ پڑھے اگر امام تم کو اس کا موقع دے اور اگر تم ایسی رکعت میں شامل ہوئے ہو جس میں قرأت کا امکان ہے تو تم اس کو اپنی پہلی رکعت شمار کرو اور جب امام دوسرا تشہد پڑھنے کے لئے بیٹھے تو تم بھی بیٹھو۔ لیکن تم اس تشہد کو پہلا تشہد سمجھو اور وہی دعا پڑھو جو پہلے تشہد میں پڑھی جاتی ہے۔ جب امام سلام پھیر دے تو تم اٹھ کر اگر ظہر، عصر، عشار کی نماز ہو تو دو رکعت نماز پڑھو اور اگر مغرب کی نماز ہو تو ایک رکعت پڑھو ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھو۔ پھر دوسرا تشہد پڑھ کر سلام پھیر دو اور اگر تم کو امام کے ساتھ صرف ایک ہی رکعت ملی ہو تو اس کو اپنی نماز کی اوّل رکعت سمجھو اور جب امام تشہد کے لئے بیٹھے تو تم بھی غیر متمکن بیٹھو اور تم تشہد نہ پڑھو جب امام سلام پھیرے تو تم اٹھو اور جو رکعت تم پڑھ چکے ہو اسے پہلی رکعت قرار دے کر باقی رکعتوں کو پورا کر لو۔

امام باقر اور امام جعفر الصادق علیہما السلام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نماز میں

امام کے رکوع سے پہلے یا رکوع کی حالت میں شریک ہوا اور اس کو تکبیرہ بولنے کا موقع ملا ہو اور رکوع کر سکتا ہو امام کے رکوع سے سر اٹھا لے سے پہلے تو اس کی ایک رکعت نماز ہوگئی اور امام کے ساتھ رکوع میں شریک نہ ہو سکا اور امام نے رکوع سے سر اٹھا لیا تو امام کے ساتھ شامل تو ہو جائے لیکن اس کو رکعت نہ شمار کرے۔

حضرت علیؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اس وقت نماز میں شامل ہو جبکہ امام رکوع کی حالت میں ہو تو ایک ہی تکبیرہ بول کر رکوع کرے اس وقت ایک ہی تکبیر کافی ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کی امام کے ساتھ ایک رکعت نماز چلی گئی ہو اور امام نے سلام پھیر دیا لیکن وہ ایک رکعت پڑھنا بھول گیا اور اس نے بھی لوگوں کے ساتھ سلام پھیر دیا تو اس پر واجب ہے کہ وہ تنہا فوت شدہ رکعت پڑھے اور تشہد پڑھ کر سلام پھیرے اور اگر امام نماز کی رکعت میں سابق ہے اور نماز کی حالت میں حدث لاحق ہو جائے اور امام اس مسبوق کو آگے کر دے تو جب وہ شخص امام کی نماز کو تمام کر لے تو اپنے پیچھے والے لوگوں کو اشارہ کر دے کہ وہ سلام پھیر دیں اور چلے جائیں پھر وہ خود اٹھ کر اپنی نماز پوری کرے۔ اور زور سے تکبیرہ نہ کہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ امام کو لائق ہے کہ وہ جب سلام پھیر چکے تو اپنی جگہ پر اتنی دیر تک بیٹھے کہ جس کی نماز چلی گئی ہو وہ پوری کر لے۔ امام دیر تک ان نمازوں میں بیٹھا رہے جس میں نماز کے بعد دعا وغیرہ پڑھی جاتی ہو تاکہ امام کے اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے جس کی نماز فوت ہوئی ہو وہ پوری کرے اور امام اس درمیان میں اپنی جگہ پر بیٹھ کر دعا اور تعقیب پڑھا کرے۔

کس عمر میں بچوں کو نماز پڑھنے کی تاکید کرنی چاہیئے

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام اور آپ کے آباؤ کرام اور حضرت علی علیہم السلام سے روایت ہے کہ جب بچہ سمجھنے لگے تو اس کو

نماز پڑھنے کا حکم کرنا چاہیئے اور اگر وہ روزہ رکھ سکے تو روزہ رکھنے کا بھی حکم کیا جائے۔
امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب بچہ سمجھدار ہو جائے اور وہ تھوڑا قرآن پڑھنے لگے تو اس کو نماز سکھانا چاہیئے۔ امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس جو بچے حاضر ہوتے تھے ان کو پکڑتے اور حکم دیتے کہ وہ ظہر و عصر کی نماز ایک وقت میں پڑھ لیں اور مغرب و عشاء کی نماز ایک وقت میں پڑھ لیں اس سلسلے میں جب آپ سے عرض کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ یہ ان پر نہایت آسان ہوگا تاکہ وہ نماز پڑھنے کی طرف مائل ہوں اور نماز پڑھنا ترک نہ کریں اور نماز پڑھے بغیر سو نہ جائیں اور اس سے غافل نہ ہو جائیں آپ فرض نماز کے علاوہ کسی اور نماز کے لئے ان کو مجبور نہیں کرتے تھے آپ فرماتے تھے کہ اگر بچے نماز پڑھ سکتے ہوں تو ان کو فرض نماز ضرور پڑھانا چاہیئے۔
امام باقر علیہ السلام فرماتے تھے کہ جب بچوں میں نماز کو سمجھنے کا مادہ پیدا ہو جائے تو ان کو نماز پڑھنے کا حکم کرنا چاہیئے اور روزہ رکھ سکتے ہوں تو ان کو روزہ رکھنے کا حکم کرنا چاہیئے۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ ان کو کس عمر میں نماز اور روزہ کا حکم دینا چاہیئے آپ نے فرمایا کہ بچے جب چھ سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے۔
امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم اہل بیت اپنے بچوں کو جب کہ سات سال کے ہو جاتے ہیں تو نماز پڑھنے اور اگر روزہ رکھ سکتے ہوں تو روزہ رکھنے کا حکم کرتے ہیں اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقرؑ اور آباء کرام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ جب بچے سات سال کے ہوں تو ان کو نماز پڑھنے کا حکم کرو اور جب نو سال کے ہوں اور نماز پڑھنا چھوڑ دیں تو ان کو مارو اور جب دس سال کے ہوں تو ان کا بچھونا الگ کر دو یہ تمام باتیں ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں بچوں کی طاقت اور عقل کے احوال مختلف ہوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اسی انداز ے کے مطابق ان کو تعلیم دینی چاہیئے۔ یوں تو بچے غیر مکلف ہیں۔ رہا ائمہ طاہرین علیہم السلام کا یہ امر تو محض تادیب کی بنا پر ہے تاکہ بچپن ہی سے بچوں کو نماز و روزہ رکھنے کی عادت ہو جائے اور جب ان پر فرض پڑھنے کا زمانہ آجائے تو وہ اس وقت تک تجربہ کار

ہو چکے ہوں گے اور عادی بن چکے ہوں گے پھر وہ نماز کے ترک کرنے کے مرتکب نہ ہونگے۔
امام جعفر الصادقؑ بچوں کو ماہ رمضان میں دن کے کچھ حصے تک روزہ رکھنے کا حکم کرتے تھے جب آپ دیکھتے کہ بچوں پر بھوک اور پیاس کا غلبہ ہو چکا ہے تو افطار کرا دیتے تھے۔ آپ ایسا محض ان کو تدریجاً عادی بنانے کی غرض سے کرتے تھے ورنہ روزہ اور نماز بطور فرض تو ہر مرد اور ہر عورت پر بالغ ہونے کے بعد ہی واجب ہے۔ حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ تین آدمیوں سے حکم مرفوع ہے۔ سونے والا جب تک جاگ نہ جائے مجنون جب تک ہوش میں نہ آجائے۔ بچہ جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے۔

مسافر کی نماز کا بیان

مسافر جب ایسا سفر کرے جس میں قصر نماز پڑھی جاتی ہے تو خواہ دریا میں سفر کرے یا خشکی میں ظہر، عصر، اور عشاء کی نماز قصر پڑھے ان تینوں نمازوں میں چار رکعت کی بجائے دو رکعت فرض نماز پڑھے۔ مغرب اور فجر کی نماز میں قصر نہیں ہے۔
امام جعفر الصادقؑ اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام اور حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کو ایسا ہدیہ عطا فرمایا ہے کہ جیسا ہدیہ کسی اور امت کو نہیں بخشا ہے یہ محض خدا کی طرف سے میری امت کی عزت افزائی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اے رسول خدا صلعم وہ ہدیہ کیا ہے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سفر میں افطار کرنا اور سفر میں قصر نماز پڑھنا خدا کی طرف سے ایک قسم کا عطیہ ہے۔ اگر کسی نے اس پر عمل نہ کیا تو گویا اس نے خدا کے ہدیہ کو واپس لوٹا دیا۔
امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس نے سفر میں قصر نماز پڑھی اور افطار کیا تو گویا اس نے خدا کی اس تخفیف کو قبول کر لیا اس کی نماز مکمل ہوگئی امام باقر علیہ السلام سے سفر کی حالت میں نماز کی کیفیت کے متعلق پوچھا گیا کہ کس طرح ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فاذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح

ان تقصروا من الصلاۃ ۵ ۱۰۱/۴ - ترجمہ: (مسلمانو!) جب تم روئے زمین پر سفر کرو تو تم پر قصر نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ سفر میں قصر نماز پڑھنا اسی طرح واجب ہے جیسے حضر میں پوری نماز پڑھنا واجب ہے عرض کیا گیا کہ اے فرزند رسولؐ اس آیت میں تو خدا نے یہ فرمایا ہے کہ تم پر کوئی مضائقہ نہیں ہے بس اتنا ہی فرمایا ہے ایسا نہیں فرمایا ہے کہ تم لوگ قصر نماز پڑھو لہٰذا قصر نماز پڑھنا پوری نماز پڑھنے کے مانند کیسے واجب ہو سکتی ہے آپ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں اسی طرح فرمایا ہے کہ: ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما ۔ ۱۵۸/۲ ۔ ترجمہ: بے شک (کوہ) صفا و (کوہ) مروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہیں پس جو شخص حج یا عمرہ کرے اس پر ان دونوں کے درمیان طواف کرنے کا کچھ گناہ نہیں ہے (بلکہ ثواب ہے) کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ صفا و مروہ کا طواف واجب اور فرض ہے ؟ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے اسی طرح اپنی کتاب قرآن مجید میں اس کا ذکر کیا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر عمل فرمایا ہے پس اسی طرح خدا نے قصر نماز کا ذکر اپنی کتاب میں کر دیا ہے اور رسول خدا صلعم نے اس پر عمل کر دکھایا ہے ۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول خدا صلعم نے سفر میں پوری نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے ۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں اس شخص سے بری ہوں جو مسافر ہو کر پوری نماز پڑھتا ہے ۔ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا اگر کسی نے سفر میں چار رکعت نماز فرض پڑھی ہے تو اس پر اعادہ واجب ہے ۔ الا آنکہ اس نے آیت قصر نہ پڑھی ہو اور اس کو معلوم نہ ہو تو اس پر اعادہ واجب نہیں ہے ۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ سفر کی حالت میں مسافر پر دو ہی رکعت نماز فرض ہے سوائے مغرب اور فجر کی نماز کے کیونکہ اس میں قصر نہیں ہے ۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ سفر میں مسافر پر دن میں فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر تم رات بھر نماز پڑھنا چاہو تو پڑھ سکتے ہو۔ اور دن کی نفل نماز رات میں قضا پڑھنا بھی نہ بھولنا چاہیئے۔
آپ نے فرمایا کہ جب مسافر اپنے شہر یا گاؤں سے ایسے سفر پر نکلے جس میں نماز قصر پڑھی جا سکتی ہے تو نماز کو قصر پڑھے اور ماہ رمضان ہو تو روزہ افطار کرے۔ آپ نے فرمایا کہ آنے اور جانے میں چوبیس میل کا فاصلہ ہو تو مسافر کو نماز قصر پڑھنا چاہیئے یعنی مسافر اگر سفر کے لئے نکلے (ایک برید) بارہ میل کی مسافت پر اور پھر وہ واپس ہونا چاہتا ہے تو نماز قصر پڑھے اور اگر اقامت کا ارادہ رکھتا ہو تو قصر نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ مسافت چوبیس میل ہو جائے۔
حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلعم سے سُنا ہے کہ سات قسم کے آدمی قصر نماز نہ پڑھیں۔ امیر جو اپنے علاقوں میں گشت پر ہو اور لگان وصول کرنے والا، جب وہ لگان وصول کرنے جائے، تاجر جو تجارت کی غرض سے گاؤں گاؤں گھومتا ہو اور شکاری اور محارب یعنی کوتوال جو چوروں اور لٹیروں کے خلاف جنگ کرتا ہو اور دیہاتی جو پانی کی تلاش میں یہاں وہاں پھرتا ہو اور کسان یہ تمام لوگ اگر ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں دورہ کرتے ہوں اور سفر میں تیز رو نہ ہوں تو قصر نماز نہ پڑھیں۔ اسی طرح امام جعفر الصادق علیہ السلام نے جانوروں کو کرایہ پر دینے والے اور ملاح کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ دونوں بھی قصر نماز نہ پڑھیں کیونکہ یہ ان کی عادت ہے۔ اسی طرح سے وہ مسافر جس کی زمینیں قریب قریب ہیں یعنی ایک روز اس گاؤں میں اور ایک روز دوسرے گاؤں میں رہتا ہو تو نماز قصر نہ پڑھے۔ اسی طرح سے وہ مسافر جو کہیں سفر کے دوران اپنے اہل و عیال (رشتہ داروں) محرم کے پاس ٹھہرے تو قصر نماز نہ پڑھے۔
امام باقرؑ اور امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مسافر کسی مقام پر دس دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو وہاں وہ روزہ بھی رکھے اور پوری نماز بھی پڑھے

اور اگر اس سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو روزہ افطار کرے اور نماز قصر پڑھے کیونکہ وہ مسافر کی حالت میں ہے اور اگر دونوں میں سے کچھ بھی نیت نہ رکھتا ہو اور وہ یہ کہتا ہو کہ آج نکلوں گا کل نکلوں گا تو تقریباً ایک ماہ کے مابین قصر نماز پڑھے۔ پھر اس کے بعد پوری نماز پڑھے۔ آپؑ نے فرمایا کہ مسافر کو لائق نہیں ہے کہ وہ کسی مقیم کو نماز پڑھائے اور نہ مقیم کے پیچھے نماز پڑھے۔ اگر ایسا کرے کہ مقیمین کو امامت سے نماز پڑھائے تو دو رکعت پڑھنے کے بعد سلام پھیر دے اور پھر مقیمین سے کہے کہ وہ پوری نماز پڑھ لیں اور اگر کسی مقیم کے پیچھے نماز پڑھے تو دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے۔

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ اگر سفر کی حالت میں کوئی نماز بھول جائے۔ پھر اس کو حضر میں یاد آئے تو مسافر کی طرح قصر کر کے قضا نماز پڑھے اور حضر میں نماز بھول جائے اور سفر میں یاد آئے تو پوری نماز قضا پڑھے۔

رسول خدا صلعم سے اور حضرت علیؑ اور امام باقر علیہ السلام اور جعفر الصادق علیہم السلام سے روایت ہے کہ مسافر کو نفل نماز پڑھنے کی رخصت ہے کہ وہ اپنے بوجھ اٹھانے والے جانور یا اپنے اونٹ پر اشارہ سے نماز پڑھے خواہ وہ قبلہ کی طرف ہو یا کسی اور سمت ہو جب سجدہ میں جائے تو رکوع سے زیادہ سر کو جھکائے اور جب فرض نماز کا وقت ہو تو قبلہ رو ہو کر زمین پر نماز پڑھے۔ عوام کا بھی اسی پر عمل ہے، وہ اس کے ثبوت میں یہ آیت پیش کرتے ہیں کہ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ ۵ - ۲/۱۱۴ - ترجمہ: "پس جہاں کہیں (قبلہ کی طرف) رخ کرو وہیں خدا کا سامنا ہے۔" یہ آیت سواری پر نفل نماز پڑھنے کے سلسلے میں اتری ہے وہ جس سمت کو بھی جائے نفل نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

اہل بیت علیہم السلام سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص کشتی میں نماز پڑھتا ہو اور کشتی چکر کھاتی ہو تکبیرہ احرام کے وقت قبلہ رو ہونے کا قصد کرے اگر کشتی گھومتی رہے تو اس کے ساتھ ساتھ وہ بھی جتنا ممکن ہو سکے گھومے اگر کھڑا نہ رہ سکے تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور اگر چاہے تو تارکول پر سجدہ کرے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص

عام گذرگاہ پر نماز نہ پڑھے۔ آپ نے پانی کی تہ میں (ڈبکی لگانے والے) اور غریق کے بارے میں فرمایا ہے کہ دونوں اشارہ سے نماز پڑھیں اسی طرح اگر ننگے شخص کو کپڑا نہ ملے تو وہ بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے۔

بیمار کی نماز کا بیان

امام جعفر الصادقؑ اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقرؑ اور آپ کے آبا رکرام اور حضرت علی مرتضیٰ علیہم السلام سے روایت ہے کہ رسول خداصلعم سے بیمار کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کس طرح سے نماز پڑھے آپ نے فرمایا کہ وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور اگر طاقت نہ ہو تو پھر بیٹھ کر نماز پڑھے۔ عرض کیا گیا کہ اے رسول خداصلعم کب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے ؟ آپ نے فرمایا کہ جب وہ کھڑا ہو کر سورۂ فاتحہ اور تین آیتیں بھی نہ پڑھ سکے اور اگر سجدہ نہ کر سکے تو اپنے سر سے اشارہ کر کے نماز پڑھے اور سجود کا اشارہ رکوع کے مقابل میں زیادہ جھکا ہوا ہو اور اگر بیٹھ کر نہ پڑھ سکے تو داہنے بازو پر لیٹ کر نماز پڑھے اس طرح کہ اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو۔ اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو چت لیٹ کر نماز پڑھے اس حال میں کہ اس کے دونوں پیر قبلہ کی جانب ہوں اور وہ اشارہ کرے۔ امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اگر کسی کی نکسیر چل پڑی اور وہ بند نہ ہوتی ہو تو وہ اشارہ سے نماز پڑھے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مریض جب گراں بار ہو اور چند دنوں تک نماز پڑھنا چھوڑ دے تو جب اس کو نماز پڑھنے کی استطاعت ہو اس وقت جو نمازیں چھوڑی ہیں ان کا اعادہ کرے۔ آپ سے ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جس نے مدہوشی کی حالت میں نماز پڑھی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ پھر سے نماز پڑھے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والا قیام کی صورت میں پالتی مار کر بیٹھے اور حالت رکوع و سجود و جلوس میں اگر اس سے ہو سکے تو اپنے دونوں پیروں کو دوہرا کرے۔ آپ نے فرمایا کہ مریض کے لئے فرض نماز میں صرف سورۂ فاتحہ

پڑھنا کافی ہے۔

اور رکوع و سجود میں ایک ہی مرتبہ تسبیح کرنا کافی ہے آپ نے فرمایا کہ بیہوش آدمی کو جب ہوش آئے تو جتنی نمازیں فوت ہوئی ہیں ان کو قضا پڑھے۔

صلوٰۃ الخوف کا بیان

خداوند تعالیٰ نے قرآن حکیم میں صلوٰۃ الخوف قصر پڑھنے کا ذکر فرمایا ہے۔ اور اس کی کیفیت بھی اس میں بیان کر دی ہے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے صلوٰۃ الخوف اور صلوٰۃ السفر کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا یہ دونوں نمازیں قصر پڑھی جائیں؟ آپ نے فرمایا کہ دونوں حالت میں قصر نماز پڑھنا چاہیئے۔ اور صلوٰۃ السفر سے زیادہ ضروری ہے کہ صلوٰۃ الخوف کو قصر پڑھا جائے کیونکہ سفر کی نماز میں کسی قسم کا خوف درپیش نہیں ہوتا۔

امام جعفر الصادق اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقر اور آپ کے آبا رکرام علیہم السلام سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ ذات الرقاع میں اپنے اصحاب کو صلوٰۃ الخوف پڑھائی تھی وہ اس طرح کہ آپ نے اپنے اصحاب کو دو ٹکڑیوں میں بانٹ دیا، ایک ٹکڑی کو آپ نے دشمنوں کے سامنے کھڑا کر دیا اور دوسری ٹکڑی کو اپنے پیچھے رکھا آپ نے تکبیر کہی تو اصحاب نے بھی تکبیر کہی اور آپ نے قرات شروع کی۔ تو وہ خاموش کھڑے رہے۔ آپ نے رکوع کیا، تو انھوں نے بھی رکوع کیا اور آپ نے سجدہ کیا تو انھوں نے سجدہ کیا، اس کے بعد آپ کھڑے ہو گئے اور جو لوگ آپ کے پیچھے تھے انھوں نے دوسری رکعت نماز پڑھ لی اور سلام پھیر کر چلے گئے اور ان اصحاب کی جگہ پر جا پہنچے جو دشمن کے مقابل میں کھڑے تھے اور وہ آکر رسول خدا صلعم کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے تکبیر کہی تو انھوں نے بھی تکبیر کہی اور جب حضور نے قرأت پڑھی تو وہ خاموش کھڑے سنتے رہے جب رکوع کیا تو اصحاب نے بھی رکوع کیا اور جب آپ نے سجدہ کیا تو انھوں نے

بھی سجدہ کیا پھر آنحضرت صلعم نے بیٹھ کر تشہد پڑھا تو وہ آپ کے ساتھ بیٹھے پھر آپ نے سلام پھیرا تو وہ کھڑے ہو گئے اور دوسری رکعت نماز پڑھی اور سلام پھیرا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام نے صلوٰۃ الخوف کی کیفیت اس طرح سے بیان کی کہ اگر مغرب کے وقت صلوٰۃ الخوف امام پڑھائے تو پہلے گروہ کو ایک رکعت پڑھائے اور دوسرے گروہ کو دو رکعت، تاکہ ہر ایک ٹکڑی کو قرأت مل جائے۔

امام باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ایسے سخت خوف کے مقام اور تیغ زنی کے موقع پر کیا جائے جہاں رکوع وسجود کا بھی امکان نہ ہو آپ نے فرمایا کہ اپنی سواریوں پر یا اپنے قدموں پر کھڑے رہ کر اشارہ سے نماز پڑھنا چاہیئے۔

آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: فان خفتم فرجالا او رکبانا ۲/۲۳۹ پھر اگر تم خوف کی حالت میں ہو (اور پوری نماز نہ پڑھ سکو) تو سواریاں پیدل جس طرح پڑے پڑھ لو۔" اور اگر اشارہ کا بھی امکان نہ ہو تو ہر رکعت کی جگہ پر ایک تکبیرہ پڑھ لو۔

صلوٰۃ الکسوف (گرہن کی نماز) کا بیان

امام جعفر الصادقؑ اور آپ کے بزرگوار امام باقر علیہما السلام آپ کے آباء کرام اور حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ عہد رسالت میں چاند کو گہن لگ گیا اس وقت آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام موجود تھے آنحضرت صلعم نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ چاند تم سب سے زیادہ خدا کا مطیع و فرمانبردار ہے۔ اس نے کبھی بھی جب سے کہ وہ پیدا ہوا ہے اپنے رب کی نافرمانی نہیں کی ہے یہ تو محض ایک عبرت اور نشانی ہے۔ آنحضرت صلعم نے کہا کہ جب ایسا ہو تو کیا عمل کرنا چاہیئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ نماز اور تلاوت قرآن میں مشغول رہنا چاہیئے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب کبھی سورج اور چاند کو گہن لگتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لوگوں سے فرماتے کہ جلدی سے مسجدوں کی طرف جاؤ۔ صادق آل محمد صلعم فرماتے ہیں کہ سورج یا چاند کے گہن لگنے کے وقت یا خدائی آیتوں کے ظہور کے وقت صلوٰۃ الکسوف ایک ہی قسم کی ہے۔ پس صلوٰۃ الکسوف دس رکعت اور چار سجدوں پر مشتمل ہے۔

تکبیرہ احرام سے نماز شروع کرے۔ اس میں فاتحہ الکتاب اور بلند آواز سے کوئی طویل سورۃ پڑھے۔ اس کے بعد رکوع کرے اور جس قدر قرأت کے وقت ٹھہرا تھا اسی قدر رکوع میں رکا رہے پھر سر اٹھا کر اللہ اکبر کہے اسی طرح پھر سورۃ فاتحہ اور کوئی طویل سورۃ پڑھے جب قرأت سے فارغ ہو تو دعائے قنوت پڑھ کر تکبیرہ کہے اور پھر دوسرے رکوع میں جائے اور قرأت میں جتنی دیر تک تھا اتنی دیر تک رکوع میں ٹھہرا رہے اس کے بعد سر اٹھاتے ہوئے اللہ اکبر کہے پھر سورۂ فاتحہ اور کوئی طویل سورۃ پڑھے پھر تیسرا رکوع کرے اور رکوع میں بھی اتنی دیر کرے جس قدر قرأت میں دیر کی تھی۔ پھر رکوع سے سر اٹھائے اور اللہ اکبر کہے پھر سورہ فاتحہ اور کوئی طویل سورۃ پڑھے جب اس سے فارغ ہو جائے تو دعا قنوت پڑھے اور تکبیرہ بول کر چوتھے رکوع میں جائے اور قرأت کے مطابق رکوع میں ٹھہرا رہے۔ پھر سر اٹھائے اور اللہ اکبر کہے اور سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی لمبی سورۃ پڑھے۔ جب اس سے فارغ ہو جائے تو تکبیرہ کہے اور پانچواں رکوع کرے۔ قرأت کے مطابق رکوع میں رہے جب سر اٹھائے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہے۔ اس کے بعد تکبیر کہہ کر سجدہ میں جائے اور سجدے میں قرأت کے مطابق رکا رہے۔ اس کے بعد تکبیر بول کر سر اٹھائے اور دو سجدوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھ کر دعا کرے۔ اس کے بعد تکبیر بول کر دوسرا سجدہ کرے۔ اور قرأت کے مطابق سجدے میں ٹھہرے۔ اس کے بعد تکبیر بول کر اٹھ جائے اسی طرح دوسری رکعت پڑھے اس میں پانچ بار رکوع کرے اور دو سجدہ کرے۔ اور ایک طویل تشہد پڑھے پھر سلام پھیرے اور دعا قنوت تو ہر دو رکعت کے بعد

دوسرے چوتھے چھٹے آٹھویں دسویں رکوع میں ضرور پڑھے اور سمع اللّٰہ لمن حمدہ اسی رکعت میں پڑھے جس کے بعد وہ سجدہ کرنے والا ہے۔ اور اس کے سوا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے صرف تکبیرہ بولنا رہے پس یہ امام جعفر الصادق علیہ السلام کا ارشاد ہے ہم نے بہت سی روایات کو محض اختصار کے خیال سے حذف کر دیا ہے۔ اگر صلوٰۃ الکسوف میں لمبی سورتیں ترتیل کے ساتھ پڑھی جائیں تو یہ بہت عمدہ بات ہے اگر ترتیل کے بغیر بھی سورۃ پڑھی جائے تو بہت کافی ہے۔ اور اگر سورۃ مثانی یا اس سے بھی چھوٹی سورۃ پڑھے تو بھی کافی ہے۔ سورۃ مثانی سورۃ البقر سے لے کر سورۃ برأت تک ہے صلوٰۃ الکسوف میں اذان اور اقامت نہیں ہے۔ لیکن الصلوٰۃ جامعۃ کہہ کر لوگوں کو بلانا چاہیئے۔

حضرت امیر المومنین نے ایک مرتبہ صلوٰۃ الکسوف میں ایک سورہ المثانی میں سے پھر سورہ کہف سورہ روم سورہ یسین سورہ والشمس پڑھی تھی اس میں کوئی سورۃ مخصوص نہیں ہے۔

امام جعفر الصادقؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا ہے کہ صلوٰۃ الکسوف میں سورتوں کے اندر تبعیض کی رخصت ہے یعنی تھوڑی سورۃ پڑھ کر رکوع کرے پھر جہاں سے چھوڑا ہے وہاں سے شروع کرے۔ اگر صلوٰۃ الکسوف میں کسی سورہ کو تبعیض کے ساتھ پڑھنا ہے تو پھر پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھے لیکن ہر رکعت میں ایک سورۃ پڑھنا افضل ہے۔

حضرت امیر المومنینؑ ایک مرتبہ صلوٰۃ الکسوف پڑھنے کے بعد کسوف (گہن ختم ہونے) سے پہلے اپنے مصلے پر بیٹھے رہے اور دعا و ذکر الٰہی میں مصروف ہو گئے اسی طرح دوسرے لوگ بھی بیٹھ کر دعا کرتے رہے یہاں تک کہ گہن ختم ہو گیا۔

امام جعفر الصادقؑ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص صلوٰۃ الکسوف پڑھ رہا ہو اور نماز کا وقت ہو جائے تو وہ مشغول رہے یہاں تک فرض نماز کا آخری وقت ہو جائے لیکن اگر نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو صلوٰۃ الکسوف قطع کر دے اور فرض نماز پڑھے اسی طرح سے اگر فرض نماز کے وقت میں سورج یا چاند کا گہن لگ جائے تو صلوٰۃ الکسوف سے پہلے فرض نماز پڑھے۔

آپ سے پوچھا گیا کہ اگر کسوف عصر کے بعد یا کسی ایسے وقت میں ہو جس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے تو کیا کیا جائے؟ آپ نے فرمایا کہ جب بھی گہن لگے صلوٰۃ الکسوف پڑھنا چاہیئے۔

آپ سے پوچھا گیا کہ کچھ لوگ سفر کی حالت میں ہوں اور گہن لگ گیا لیکن انھوں نے نماز نہیں پڑھی تو آپ نے فرمایا کہ ان کو صلوٰۃ الکسوف پڑھنی چاہیے تھی آپ نے فرمایا کہ سورج اور چاند کو گہن لگ جائے تو دونوں کی نماز ایک ہی ہے لیکن سورج کو گہن لگ جائے تو اس کی نماز کو دیر تک پڑھنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا کہ زلزلہ نیز آندھی اور سخت تاریکی چھا جائے تو اس وقت صلوٰۃ الکسوف پڑھنا چاہیئے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص سو گیا ہو یا اس کو گہن کی اطلاع نہ ہو یا گہن کے وقت میں مشغولیت کے سبب نماز نہ پڑھ سکا ہو تو کیا وہ قضا نماز پڑھے آپ نے فرمایا کہ اس میں قضا پڑھنا واجب نہیں ہے۔ یہ نماز تو اسی وقت پڑھنا چاہیئے۔ جب گہن لگے اور ختم ہو جائے تو پھر کوئی نماز واجب نہیں ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ صلوٰۃ الکسوف کہاں پڑھنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا کہ میدان میں پڑھنا زیادہ اچھا ہے تاکہ گہن کے مطابق مصلّی نماز پڑھ سکے۔ سنت تو یہ ہے کہ اگر صلوٰۃ الکسوف باجماعت پڑھنا ہو تو مسجد میں پڑھنا چاہیئے۔

صلوٰۃ الاستسقاء

خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے واذا استسقیٰ موسیٰ لقومہ۔ ترجمہ: اور وہ وقت یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے پانی مانگا تھا۔ امام جعفر الصادقؑ اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقرؑ اور آپ کے آبائے کرام علیہم السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلعم عیدگاہ کی طرف نماز استسقاء کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ کھلے میدان میں ہی

استسقاء کی نماز پڑھنی چاہئے امام نہایت وقار اور خشوع اور سوالی بن کر نکلے اور لوگ بھی اس کے ہمراہ ہوں۔ امام ان کے لئے پانی طلب کرے۔

آپ نے فرمایا کہ استسقاء کی نماز عیدین کی طرح ہے۔ امام دو رکعت نماز پڑھے جیسے عید کی نماز میں تکبیریں بولی جاتی ہیں اسی طرح اس میں بھی تکبیریں بولے اس کے بعد ممبر پر چڑھے جب اس پر تمکن کے ساتھ بیٹھ جائے تو تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد اٹھے اور اپنی چادر کے داہنے سرے کو بائیں طرف اور بائیں سرے کو داہنے طرف پھرا لے۔ اسی طرح رسول اللہ صلعم اور حضرت علی مرتضیٰ نے کیا تھا اور یہی سنت ہے۔ اس کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہے اور حمد و ثناء اور تسبیح و دعاء میں مشغول رہے۔ تسبیح و تہلیل و تکبیر عیدین کی نماز کی طرح کرنا ہے اور خدا سے اس کے بندوں کے لئے پانی مانگے اور کچھ تکبیرہ قبلہ کی طرف منہ کر کے کہے پھر داہنے و بائیں طرف منھ پھیرے اور خطبہ دے لوگوں کو وعظ و پند سنائے۔

آپ نے فرمایا کہ دوشنبہ کے دن استسقاء کے لئے باہر نکلنا مستحب ہے۔ لوگ باہر نکلیں اور منبر بھی باہر لے جانا چاہئے جیسا کہ عیدین کے موقع پر کیا جاتا ہے صلوٰۃ الاستسقاء میں اذان و اقامت نہیں ہے۔

وتر اور فجر کی دو رکعت نماز اور قنوت کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقر اور آباء کرام علیہم السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے نماز وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے امیر المومنین علیہ السلام وتر کے سلسلے میں سختی سے پیش آتے تھے اور کسی کو اسے ترک کرنے کی رخصت نہ دیتے تھے۔ آپ فرماتے کہ صبح ہو گئی اور کسی نے وتر کی نماز نہ پڑھی ہو یعنی فوت ہو گئی ہو تو جب صبح ہو اس کو قضا پڑھنی چاہئے۔ امام باقر علیہ السلام نے محمل کے

افراد وتر کی نماز پڑھنے کی رخصت دی ہے۔ امیر المومنین نے سفر و حضر دونوں حالت میں فجر کی دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے آپ نے فرمایا کہ وادبار النجوم یعنی ستاروں کے ڈوب جانے کے بعد اس سے دو رکعت نماز فجر مراد ہے۔

امام جعفر الصادقؑ سے آیت کریمہ وقرآن الفجر : ان قرآن الفجر کان مشہودا کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ فجر سے قبل جو دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے اس سے مراد ہے۔ ہم نے رسول خدا صلعم سے روایت نقل کی ہے کہ جب آپ اور آپ کے اصحاب (ایک وادی میں) سو گئے تھے اور فجر کی نماز نہ پڑھ سکے تو آپ نے اس وقت پہلے دو رکعت نماز پڑھی پھر آپ نے فجر کی نماز پڑھی۔ اس طرح آپ نے دونوں فوت شدہ نمازوں کو قضا پڑھا تھا۔

امام جعفر الصادقؑ اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقرؑ اور آپ کے آبا ر کرام اور حضرت علی علیہم السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اگر کسی سے فجر کی دو رکعت نماز (سنت) فوت ہو گئی ہو تو اس پر قضا روا جب نہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دو رکعت نماز قضا پڑھی تھی وہ وقت فوت ہونے کی وجہ سے پڑھی تھی۔ اسی طرح جیسے کہ آپؐ سنت کو قضا پڑھتے تھے اور یہ دو رکعت فجر کی سنت نماز ہے۔ ان دو رکعتوں کو بھولنے یا چھوڑنے والے پر کیا واجب ہے اس کا ہم عنقریب بیان کریں گے۔ یہ واجب و لازم فرض کی طرح نہیں ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ ان کو قصداً نہ چھوڑنا چاہیئے جیسا کہ ہم نے نماز کی سنتوں کے چھوڑنے کے بارے میں بیان کیا ہے۔ یعنی قرأت اور رکوع و سجود کی تسبیح وغیرہ۔

امام جعفر الصادقؑ نے فرمایا کہ آیت کریمہ : ومن اللیل فسبحہ وادبار النجوم سے رات کے آخری حصہ میں وتر کی نماز پڑھنے سے مراد ہے۔

آپ سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا کہ جو آپ کے نیک محبوں میں سے تھے انھوں نے آپ کی خدمت میں یہ شکایت کی کہ ان پر نیند کا غلبہ ہو جایا کرتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں رات میں صلوٰۃ اللیل پڑھنے کے لئے اٹھنے کا ارادہ رکھتا ہوں تو مجھ پر نیند کا

اتنا غلبہ طاری ہو جاتا ہے کہ میں صبح تک سوتا رہتا ہوں. اس وجہ سے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میں صلوٰۃ اللیل مسلسل دن میں ماہ بماہ قضا پڑھتا ہوں. امام جعفر الصادقؑ نے فرمایا کہ قسم خدا کی یہ اس کے لئے آنکھ کی ٹھنڈک ہے آپ نے اس کو رات کے شروع حصے میں وتر پڑھنے کی رخصت نہیں دی اور فرمایا کہ وتر کی نماز فجر سے پہلے پڑھنی چاہئے وتر کی نماز پڑھنے کا یہی مرغوب اور پسندیدہ وقت ہے اور وتر صلوٰۃ اللیل کے بعد پڑھی جاتی ہے. ہم عنقریب صلوٰۃ اللیل کے وقت کے متعلق بیان کریں گے. مرغوب یہ ہے کہ جب سو کر رات کے آخری حصہ میں اٹھا جائے تو اس وقت وتر کی نماز پڑھنا چاہئے کیونکہ اس کا ثواب مشقت کے مطابق ہی حاصل ہوتا ہے. ہم نے اس کا ذکر اس باب میں کر دیا ہے جس میں اوقات کی رخصت کا بیان ہے کہ وتر عشاء کی نماز کے بعد رات کے پہلے حصہ میں پڑھنے کی رخصت ہے.

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے آیت کریمہ : والشفع والوتر کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ شفع دو رکعت ہے اور وتر ایک رکعت ہے جس میں دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے. آپ نے فرمایا کہ یہ دو رکعتیں پڑھنے کے بعد سلام پھیرے اور اگر چاہے تو ضرورت کے مطابق بات چیت کر سکتا ہے اس کے بعد ایک رکعت وتر کی نماز پڑھے رکوع کے بعد دعاء قنوت پڑھے. پھر بیٹھ کر تشہد پڑھے اور سلام پھیرے اس کے بعد دو رکعت جلوس کی نماز پڑھے. اس کے بعد طلوع فجر تک کوئی نماز نہ پڑھے جب فجر طلوع ہو جائے تو فجر کی دو رکعت سنت پڑھے.

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں قل یاایہا الکفرون پڑھتے تھے اور تیسری رکعت جس میں دعاء قنوت پڑھی جاتی ہے اس میں آپ سورہ فاتحہ کے بعد قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے.

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ فجر کی دو رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قل یا ایھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد پڑھنا چاہیے. امام جعفر الصادقؑ وتر میں رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھنے کے متعلق فرماتے ہیں کہ تم اپنے دونوں ہاتھوں

کو اوپر اٹھاؤ اور ان کو اپنے منہ کے مقابل کھلا رکھو پھر دعاء قنوت پڑھو۔

اہلِ بیت کرام سے بہت سی دعائیں منقول ہیں اس میں کوئی دعاء مخصوص نہیں ہے۔ اہلِ بیت سے جو دعاء منقول ہے وہ زیادہ بہتر ہے۔ اور وہ یہ دعاء ہے: اللّٰھم انک تری ولا تری وانت بالمنظر الاعلیٰ والیک رفعت الابصار ونقلت الاقدام ومدت الاعناق وبسطت الایدی ودعیت بالالسن وتحوکم الیک بالاعمال فیامن الیہ الایدی لبسطت ویامن الیہ القلوب قصدت ویامن الیہ الابصار خشعت ویامن الیہ الرقاب خضعت نشکوا الیک شدۃ الزمان وتظاھر الاعداء وقلۃ العدد واختلاف القلوب ونشکو الیک النعمۃ بولینا وامامنا وابن نبینا (امِ زمانہ کا نام لیا جائے) وھادینا الیک والدلیل لنا علیک ونسالک ان تصلے علیہ وعلیٰ آبائہ وان تؤیدہ بنصرہ وتعزبہ دینک ومنصرہ بہ اولیاءک واجمع اللّٰھم القلوب علی طاعتک وطاعتہ والذین بامامتہ والقیوۃ علیٰ اعدائہ الماء قین الہ الخلق رب العلمین اللّٰھم ثبت الیقین فی قلبی وزدنی ھدی ونورا ومعرفۃً واھدنی الی صراطک المستقیم آمین آمین واسألک یا رب فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ واسألک ان تقینی عذاب النار۔ ترجمہ: بارے الہا! توسب کچھ دیکھ رہا ہے مگر خود نظر نہیں آتا اور تو منظر اعلیٰ پہ ہے۔ بارے الہا! نگاہیں تیری طرف کو اٹھی ہوئی ہیں اور قدم تیری طرف بڑھ رہے ہیں اور گردنیں تیری طرف دراز کی گئی ہیں اور ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔ اور زبانوں سے تیری بارگاہ میں دعاء مانگی جارہی ہے اور اعمال کا فیصلہ تیری بارگاہ سے مطلوب ہے۔ پس اے وہ ذات پاک جس کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے گئے ہیں اور وہ ذات جس کی طرف دل رجوع ہوئے ہیں اور نگاہوں نے خشوع اور گردنوں نے خضوع کیا ہے۔ ہم تیرے دربار میں زمانے کی سختی کی اور دشمنوں کے تغلب اور ہماری تعداد کی کمی کی اور دلوں کے اختلافات کی شکایت لے کر آئے ہیں اور تو نے

ہمارے امام اور ولی اور ہمارے پیغمبر صلعم کے فرزند ہمارے ہادی (امام الزماں کا نام لیا جائے) کے ذریعہ ہم پر جو کرم فرمایا ہے اس کا ہم شکریہ ادا کرتے ہیں اور ہم تجھ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ تو ان پر اور ان کے آبا و کرام پر درود بھیج اور تو ان کی اس نصرت و مدد سے تائید فرما جس سے تو اپنے دین کو عزت بخشتا ہے اور جس سے تو اپنے اولیاء کی مدد کرتا ہے۔ بارے الہا! تو دلوں کو اپنی اور امام الزماں علیہ السلام کی اطاعت اور ان کی امامت کے اعتقاد پر متحد کر دے اور امام الزماں کو ان کے دشمنوں پر غالب فرما جو دین سے نکل گئے ہیں۔ اے خلائق کے خدا! اے دونوں جہاں کے پروردگار بارے الہا! تو یقین کو میرے دل میں جاگزیں کر دے اور میری ہدایت اور نور معرفت کو زیادہ کر دے اور اپنے صراط... کی طرف میری رہنمائی کرتا رہ۔ آمین ثم آمین۔

اے پروردگار عالم میں دنیا و آخرت میں تجھ سے نیکی کا سوال کرتا ہوں اور یہ سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے عذاب جہنم سے بچا لے۔"

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ فجر کی نماز میں دعائے قنوت دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے قبل پڑھنا چاہیے۔ اہل بیت کرام سے بکثرت دعائے قنوت مروی ہے لیکن یہ دعا سب سے بہتر ہے۔ یوں تو اور بھی دعائیں بہتر ہیں۔

اللھم انا نستعینك ونستغفرك ونؤمن بك ونتوكل علیك ونثنی علیك الخیر ولا نكفرك ونخشع لك ونختلع من یكفرك اللھم ایاك نعبد ولك نصلی ونسجد والیك نسعی ونحفد ونرجو رحمتك ونخشی عذابك ان عذابك بالكافرین ملحق اللھم عذب الكافرین و المنافقین والجاحدین لاولیائك الائمة من اھل بیت نبیك الطاھرین وانزل علیھم رجزك وبأسك وغضبك وعذابك اللھم عذب كفرة اھل الكتاب والمشركین اللھم اغفر للمومنین والمومنات واصلح یارب ذات بینھم والف كلمتھم وثبت فی قلوبھم الایمان والحكمة

تبتهم علی ملتہ نبیک والمم لهم علی عدوک وعدوهم اللهم اهدنی فیمن هدیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما اعطیت وعافنی فیمن عافیت وقنی شر ما قضیت انک تقضی ولا یقضی علیک ولا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت وتعالیت لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک واسالک یارب فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ واسألک ان تقینا برحمتک عذاب النار۔ ترجمہ: بارے الہا! ہم تجھی سے نصرت و مغفرت کے طلبگار ہیں اور تیرے خیر کی ستائش کرتے ہیں۔ تیرا کفر نہیں کرتے بلکہ تیرے لئے خشوع کرتے ہیں اور جو تیرا کفر کرتے ہیں ان سے ہم دور رہتے ہیں۔ بارے الہا! ہم تیری ہی پرستش کرتے ہیں اور تیرے ہی لئے نماز پڑھتے اور تجھی کو سجدہ کرتے ہیں اور تیرے ہی دربار میں دوڑ کر آتے ہیں اور تیرے ہی رحم و کرم کی امید رکھتے ہیں، اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بیشک تیرا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے بارے الہا! تو کافروں، منافقوں اور تیرے اولیا کرام یعنی ائمہ اہل بیت کے منکروں کو عذاب میں مبتلا کر اور ان پر اپنا غضب اور عذاب اور اپنی سختی نازل فرما۔ بارے الہا! اہل کتاب میں سے جتنے کافر اور مشرک ہیں ان کو عذاب میں مبتلا کر پروردگارا مومنین اور مومنات کے گناہوں کو معاف کردے اور ان کے درمیان صلح اور اتحاد قائم کر اور ان کو باہم متحد کردے اور ان کے دلوں میں ایمان و حکمت کو جاگزیں کردے اور اپنے نبی کی ملت پر ثابت قدم رکھ اور اپنے اور ان کے دشمنوں کے خلاف مومنین کی مدد فرما۔

بارے الہا! تو مجھے ان لوگوں کے ساتھ ہدایت دے جن کو تو ہدایت دے چکا ہے اور مجھ کو ان لوگوں کے ساتھ اپنا دوست بنا جن کو تو اپنا دوست بنا چکا ہے اور تو نے مجھے جو عطا کیا ہے اس میں برکت عطا کر اور تو جس بات کا فیصلہ کر چکا ہے اس کے شر سے مجھے محفوظ رکھ بے شک تو ہی ہر بات کا فیصلہ کرتا ہے اور تیرے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کیا جاتا ہے پروردگار جس سے تو نے محبت کیا وہ کبھی ذلیل نہ ہوگا اور جس سے تو نے عداوت کی وہ کبھی باعزت نہ ہوگا۔ پروردگار تو بلند اور بابرکت ہے۔ تیرے

سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیرے نزدیک توبہ کرتا ہوں اور اے پروردگار دنیا و آخرت میں تجھ سے نیکی کا سوال کرتا ہوں اور تو مجھے اپنی رحمت سے عذاب جہنم سے بچا لے۔

اگر ان دونوں دعاء قنوت میں سے کوئی کچھ کم کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن کم از کم دعائے قنوت یہ ہے کہ تین مرتبہ سبحان اللہ اور تین مرتبہ اللہ اکبر کہا جائے۔

اہل بیت علیہم السلام سے جمعہ کی نماز میں مختلف دعاء قنوت مروی ہیں اور وہ سب دعائیں بہتر ہیں۔ دوسری رکعت میں سورہ منافقین پڑھنے کے بعد رکوع سے پہلے یہ دعاء قنوت پڑھنا چاہیئے۔ لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم لا الہ الا اللہ العلی العظیم سبحان رب السموات السبع وما فیھن وما بینھن و رب الارضین السبع وما فیھن وما بینھن ورب العرش العظیم والحمد للہ رب العلمین یا اللہ الذی لیس کمثلہ شئ صل علی محمد وعلی آل محمد ائمۃ المومنین اولھم وآخرھم وثبت قلبی علی دینک ودین نبیک و لا تزغ قلبی بعد اذ ھدیتنی وھب لی من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب التواب الرحیم اللھم اجعلنی ممن خلقتہ لجنتک واخترتہ لدینک وصل علی محمد وعلی آل محمد ربما انت اھلہ وھم بک اھلہ صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

ترجمہ: اس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جو صاحب حلم و کرم ہے بلند و برتر اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے پاک ہے سات آسمانوں کا رب اور ان تمام چیزوں کا جو ان آسمانوں اور ان کے درمیان موجود ہیں اور پاک ہے سات زمینوں کا رب اور ان تمام چیزوں کا رب جو ان زمینوں میں اور ان کے درمیان موجود ہیں اور پاک ہے عرش عظیم کا رب تمام حمد و ستائش اس اللہ کے لئے ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے جس کے مانند کوئی چیز نہیں ہے پروردگار تو محمد اور ان

آل محمدؐ کے اول و آخر پر درود بھیج جو مومنین کے امام ہیں اور اپنے دین پر اپنے نبی کے دین پر میرے دل کو ثابت رکھ۔ اور جب کہ تو نے مجھے ہدایت دی ہے تو پھر میرے دل کو ہدایت سے نہ پھیر اور پروردگارا اپنی بارگاہ سے مجھ پر رحمت کی نظر کر بلاشک تو بڑا بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔ بارے الہا! تو مجھے ان لوگوں میں سے بنا جن کو تو نے اپنی جنت کے لئے پیدا کیا ہے اور اپنے دین کے لئے منتخب کرلیا ہے۔ اور پروردگار تو محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیج جس کا تو اہل ہے اور وہ تیرے درود کے اہل ہیں خدا کی صلوات ائمہ آل محمدؐ پر۔

سنت اور نفل نماز کا بیان

سنت نماز اس کو کہتے ہیں جس کو رسول خداؐ صلعم ہر فرض نماز کے ساتھ لازماً پڑھا کرتے تھے اور ائمہ طاہرین علیہم السلام نے بھی اس کو اپنے لئے لازم قرار دے لیا تھا اور وہ اپنے پیرووں کو اس پر لازم رہنے کا حکم کرتے تھے۔ سنت نماز فرض سے دوگنی ہے۔ اور نفل نماز تو یہ تطوع ہے اور تطوعات کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ شب و روز نماز کے اوقات میں کوئی شخص جس قدر چاہے تطوع نماز پڑھ سکتا ہے وہ نفل نماز جتنی بھی پڑھے گا اس کے مطابق اسے اجر و ثواب ملے گا۔

امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ ہر شب و روز میں ایک ہزار رکعت نفل نماز پڑھا کرتے تھے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے ایک مرتبہ آپ نے شب و روز کی کل سترہ رکعت فرض نماز کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ سنت فرض سے دوگنی ہے اور وہ اس لئے ہے کہ بندے سے اگر فرض نماز میں کچھ کمی رہ گئی ہو یا بھول چوک ہوگئی ہو تو اس کی کسر پوری ہو جائے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب کوئی مصلی نماز پڑھنے کے لئے

اٹھتا ہے تو نماز کے متعلق وہ یہ سوچتا ہے کہ نماز فرض بھی ہے اور فرض کے علاوہ بھی ہے تو اس وقت وہ تمام تر فرض ہی کے لئے جدوجہد کرتا ہے پس اگر فرض کے علاوہ نماز نہ ہوتی تو فرض نماز میں لوگ کوتاہی اور بے پرواہی کرتے۔ سنت کے علاوہ نفل نماز پڑھنے کی صرف ترغیب دی گئی ہے۔ آپ سے کسی سائل نے سنت نماز کی بابت پوچھا تو آپ نے سائل کو جواب دیا کہ شاید تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ سنت نماز فرض ہے۔ سائل نے عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں آپ نے جیسا کہ فرمایا ہے وہی میرا خیال تھا صادق آل محمد علیہ السلام نے فرمایا کہ سنو! امام زین العابدین علیہ السلام نے اس نماز کو اس لئے لازماً پڑھتے تھے تاکہ شب و روز کی نمازیں جو کمی رہ گئی ہو وہ پوری ہو جائے اور سنو! سنت نماز فرض سے دوگنی ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ عمار ساباطی کی جانب سے آپ کو یہ خبر پہنچی کہ عمار نے آپ کے اسناد سے یہ روایت بیان کی ہے کہ سنت نماز فرض ہے پس آپ نے اس بات سے انکار کیا اور فرمایا کہ عمار کہاں چلا گیا میں نے اس کو اس طرح سے حدیث بیان نہیں کی تھی۔ میں نے تو اس کو صرف یہ کہا تھا کہ جب کوئی مصلی اپنی نماز میں پوری طرح مشغول و متوجہ رہتا ہے اور لبسا اوقات آدھی نماز آسمان کی طرف چڑھتی ہے یا تین حصہ یا چار حصہ یا پانچواں حصہ چڑھتی ہے۔ چنانچہ سنت نماز پڑھنے کا حکم محض اسی لئے دیا گیا ہے کہ فرض نماز میں جو کمی رہ گئی ہو وہ سنت سے پوری ہو جائے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں شب و روز میں ان ۵۱ رکعت نماز میں سے کچھ بھی کم کرنا پسند نہیں کرتا ہوں عرض کیا گیا کہ یہ کس طرح سے ہے آپ نے فرمایا کہ ظہر کی نماز سے پہلے چھ رکعت سنت نماز جو صلوٰۃ الزوال اور صلوٰۃ الاوابین ہے۔ جب سورج کا زوال ہو جائے تو ظہر کے فرض سے قبل پڑھنا چاہیئے اور چار رکعت ظہر کے فرض کے بعد اور چار رکعت عصر کے فرض سے پہلے پڑھنا چاہیئے کیونکہ پھر غروب آفتاب تک کوئی نماز نہیں ہے اور مغرب کی نماز فرض سے شروع

کی جائے اس کے بعد چھ رکعت سنت پڑھنا چاہیے اور نماز عشار سے پہلے چار رکعت سنت نماز پڑھنا چاہیے اور نماز عشار کے بعد چار رکعت صلوٰۃ اللیل اور تین رکعت وتر کی نماز پڑھنا چاہیے اور اس کے بعد دو رکعت صلوٰۃ الجلوس پڑھنا چاہیے جلوس کی دو رکعت ایک ہی رکعت کے برابر ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ بغیر کسی سبب کے بیٹھ کر نماز پڑھی جائے تو وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی نماز کے مقابل میں آدھی نماز کے برابر ہے اور پھر فجر کی نماز سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے۔ پس یہ کل چونتیس رکعات نمازیں ہوئیں جو فرض نماز سے دوگنی ہیں اور فرض نماز کل سترہ رکعات ہیں یہ تمام مل کر شب و روز میں کل ۵۱ رکعت نمازیں ہوئیں۔

ان نمازوں میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے جن کے بارے میں ترغیب آئی ہے وہ یہ ہیں آپ صلوٰۃ الزوال یعنی ظہر کی نماز سے پہلے چھ رکعات سنت کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ یہ صلوٰۃ الاوابین ہے یہ اس وقت پڑھنی چاہیے جب سورج ڈھل جائے اور تیز ہوا چلتی ہو تو اس وقت آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دعا مقبول ہوتی ہے اور بڑی بڑی حاجتیں پوری ہو جاتی ہیں۔ جب آپ صلوٰۃ الزوال سے فارغ ہو جاتے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھتے تھے۔

اللھم انی اتقرب الیک بجودک وکرمک واتقرب الیک بمحمدٍ عبدک ورسولک واتقرب الیک بملائکتک وانبیائک ورسلک اللھم الغنی عنی وبی الفاقۃ الیک انت الغنی وانا الفقیر الیک اقلتنی عثرتی وسترت علی ذنوبی فاقض لی الیوم حاجتی ولا تعذبنی بقبیح ما تعلم منی فان عفوک وجودک یسعنی ۔ پھر مصلی سجدہ میں جائے اور یہ دعا پڑھے۔

یا اھل التقوی ویا اھل المغفرۃ یا بر یا رحیم انت ابر بی من ابی وامی والناس اجمعین فاقلبنی الیوم بقضاء حاجتی مستجابا دعائی مرحوما صوتی وقد کشفت انواع البلاء عنی۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد وادبار السجود۔ ۲۶ ۵۱/۵۰ ۔ ترجمہ: "اور نماز کے بعد بھی اس کی تسبیح کیا کرو" کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے وہ سنت مراد ہے جو مغرب کی نماز کے بعد پڑھی جاتی ہے سفر اور حضر میں اس کو ترک نہ کرنا چاہیئے۔

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مرغ کی شکل کا ایک فرشتہ ہے جس کے پنجے زمین کی تہ میں ہیں اور اس کے دونوں بازو ہوا میں ہیں اور اس کی گردن عرش کے نیچے مڑی ہوئی ہے جب آدھی رات گذر جاتی ہے تو وہ فرشتہ اپنی گردن کو اوپر اٹھا کر یہ دعا پڑھتا ہے: سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح ربنا الرحمٰن لا الٰہ غیرہ لیقم المتھجدون۔ اس وقت مرغ بانگ لگاتے ہیں پھر وہ فرشتہ خدا کی مشیت کے مطابق تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو جاتا ہے پھر یہ دعا پڑھتا ہے۔ سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح ربنا الرحمٰن لا الٰہ غیرہ لیقم القانتون۔ پھر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق خاموش رہتا ہے پھر وہ یہ دعا پڑھتا ہے؛ سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح ربنا الرحمٰن لا الٰہ غیرہ لیقم الذاکرون۔ پھر طلوع فجر کے بعد یہ کہتا ہے۔ ربنا الرحمٰن لا الٰہ غیرہ لیقم الغافلون۔

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب تہائی رات گذر جاتی ہے تو ایک منادی یہ ندا کرتا ہے: یا باغی الخیر اقبل یا طالب الشر اقصر ھل من تائب یتاب علیہ ھل من مستغفر لیغفر لہ ھل من سائل فیعطی۔ ترجمہ: اے خیر کے چاہنے والے آگے آ اور اے شر کے چاہنے والے پیچھے جا۔ ہے کوئی توبہ کرنے والا جس کی توبہ قبول کی جائے۔ ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا جس کو بخشدیا جائے۔ ہے کوئی مانگنے والا جس کو دیا جائے؟ اس طرح طلوع آفتاب تک پکارتا ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ میں اس شخص سے بغض رکھتا ہوں جس نے قرآن پڑھا پھر رات میں اٹھا اور سو گیا جب صبح ہوئی تو اٹھ

کر جلدی جلدی نماز پڑھی۔ آپ نے آیت کریمہ: فسبح بحمد ربک حین تقوم ومن اللیل فسبحہ وادبار النجوم کے متعلق فرمایا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو رات میں اٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اور آپ نے ومن اللیل فاسجد لہ وسبحہ لیلا طویلا کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی آنحضرت صلعم کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ رات میں اٹھ کر نماز پڑھیں پس آپ نے اس پر عمل کیا تھا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص رات بھر مردار کی طرح نہ پڑا رہے آپ نے رات میں اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ سلام کو افشاء کرو اور کھانا کھلاؤ اور جب لوگ رات میں سو رہے ہوں تو اٹھ کر نماز پڑھو تو تم یقیناً سلامتی کے ساتھ داخل بہشت ہوگے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلعم رات میں کئی بار اُٹھتے تھے آپ کا اس طرح اٹھنا بڑا سخت کام تھا۔ آنحضرت صلعم جب عشاء کی نماز سے فارغ ہو جاتے تو اپنے سرہانے مسواک اور وضوء کا پانی ڈھانک کر رکھنے کا حکم دیتے پھر مشیت الٰہی کے مطابق سو جاتے پھر اٹھتے اور مسواک اور وضو کرکے چار رکعت نماز پڑھتے پھر مشیت الٰہی کے مطابق سو جاتے پھر اُٹھ کر مسواک اور وضوء کرتے اور چار رکعت نماز پڑھتے ایسا کئی بار کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب صبح قریب ہو جاتی تو وتر کی تین رکعات نماز پڑھتے پھر دو رکعت بیٹھ کر نماز پڑھتے آپ جب بھی اُٹھتے تو آسمان پر نظر ڈالتے پھر آل عمران کی چند آیتیں پڑھتے: ان فی خلق السموٰت والارض سے لا تخلف المیعاد تک پھر جب فجر طلوع ہو جاتی تو وضوء اور مسواک کرکے مسجد میں تشریف لیجاتے اور فجر کی دو رکعت (سنت) نماز پڑھتے اور کچھ دیر بیٹھ کر فجر کی فرض نماز پڑھتے تھے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص رات میں اُٹھے تو دو رکعت نماز سے افتتاح کرے اور سلام پھیر دے اور جو نمازیں (تطوعات) پڑھنا ہو پڑھے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ پدر بزرگوار امام باقر

علیہ السلام جب رات میں اُٹھتے تو دیر تک کھڑے رہتے اور جب رکوع اور سجدے میں جاتے تو دیر تک رہتے۔ لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ آپ سو گئے ہیں۔ پھر اچانک آپ یہ دعا پڑھنے لگتے: لا الٰہ الا اللہ حقاً حقاً سجدت لک یا رب تعبداً ورقاً یا عظیم ان عملی ضعیف فضاعفہ لی یا کریم یا جبار اغفر ذنوبی وجرمی وتقبل منی عملی یا جبار یا کریم انی اعوذ بک ان اخیب او احمل حراماً۔

امام زین العابدین سے منقول ہے کہ جب آپ رات میں نماز پڑھتے تو یہ دعا کرتے تھے۔ الٰهی غارت نجوم سمواتک ونامت عیون خلقک وهدأت اصوات عبادک وغلقت ملوک بنی امیۃ علیها ابوابها وطاف علیها حجابها واحتجبوا عمن یسألهم حاجۃ او یبتغی منهم فائدۃ وانت الٰهی حی قیوم لا تاخذک سنۃ ولا نوم ولا یشغلک شیٔ عن شیٔ ابواب سمواتک لمن دعاک مفتحات وخزائنک غیر مغلقات ورحمتک غیر محجوبۃ وفوائدک غیر محظورۃ وانت الٰهی الکریم الذی لا ترد سائلاً من المؤمنین سالک ولا تحتجب عن طالب منهم ارادک ولا وعزتک ما تختزل حوائجهم دونک ولا یقضیها احد غیرک اللّٰهم وقد تری وقوفی فی ذل مقامی بین یدیک وتعلم سریرتی وتطلع علی ما فی قلبی وما یصلحنی لآخرتی ودنیای الٰهی ترقب الموت وهول المطلع والوقوف بین یدیک نغصنی مطعمی ومشربی وغصنی بریقی واقلقنی عن وسادی ومنعنی عن رقادی الٰهی وکیف ینام من یخاف بغتات ملک الموت فی طوارق اللیل وطوارق النهار بل کیف ینام العاقل وملک الموت لا ینام باللیل ولا بالنهار یطلب قبض روحہ حثیثاً بالبیات او فی آیۃ الساعات۔

امام زین العابدینؑ جب اس دعا کو پڑھتے تو پھوٹ پھوٹ کر روتے یہاں تک کہ آپ کے اہل و عیال اور غلام خوف زدہ ہو جاتے اور جب آپ کے پاس اُٹھ کر

جاتے تو آپ کو اس حال میں پاتے کہ آپ نے اپنے رخسار مبارک کو زمین پر لگا دیا ہے اور یہ دعاء پڑھ رہے ہیں۔ رب اسالك الراحة والروح عند الموت والمصیر الی الرحمة والرضوان۔

حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلعم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص رات میں اٹھ کر نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو جب بستر پر جائے تو یہ دعا پڑھے: اللھم لاتؤمنی مکرك ولا تنسنی ذکرك ولا تجعلنی من الغافلین۔ انشاء اللہ فلاں فلاں وقت میں اٹھوں گا پس اللہ تعالےٰ اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو اس کو اس ساعت میں اٹھا دیتا ہے۔ اور کسی نے اگر رات میں اٹھنے کا ارادہ کیا مگر اس کی آنکھیں لگ گئیں حتی کہ صبح ہو گئی تو اس کی یہ نیند خدا کی طرف سے صدقہ ہے پھر خدا اس کو رات بھر قیام کرنے کا ثواب عطا کرے گا۔

امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اس وقت ابن ہشام ماہ رمضان میں جمعہ کا خطبہ پڑھ رہا تھا۔ اس نے کہا کہ یہ وہ مہینہ ہے جس کا روزہ رکھنا فرض ہے اور رات میں اٹھنا رسول خدا صلعم کی سنت ہے امام باقرؑ نے فرمایا کہ ابن ہشام نے جھوٹ کہا ماہ رمضان میں رسول خدا صلعم کا اٹھ کر نماز پڑھنا اس طرح تھا جیسا کہ آپ دوسرے مہینوں میں اٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ ماہ رمضان کا روزہ فرض ہے اور رات میں جماعت کے ساتھ تراویح نماز پڑھنا بدعت ہے۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے ایسی نماز نہیں پڑھی ہے اور اگر اس میں خیر ہوتی تو آپ اس کو ترک نہ کرتے البتہ ایک مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ آپ رمضان مبارک کے مہینہ میں ایک رات جبکہ آپ تنہا نماز میں مشغول تھے اس وقت کچھ لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ آپ کو جب اس کا احساس ہوا تو گھر کے اندر تشریف لے گئے آپ نے مسلسل تین رات تک ایسا ہی کیا تین رات کے بعد جب صبح ہوئی تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! ماہ رمضان اور کسی دوسرے مہینے میں فرض نماز

کے سوا جماعت سے کوئی اور نماز نہ پڑھو۔ تم لوگوں نے جو کیا تھا وہ بدعت ہے اور چاشت کے وقت نماز نہ پڑھو کیونکہ چاشت کے وقت نماز پڑھنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا راستہ دوزخ کی طرف جاتا ہے۔ اس کے بعد منبر سے اُترتے ہوئے فرمایا کہ سنت کے مطابق تھوڑا سا عمل بدعت کے بکثرت عمل سے بہتر ہے۔

عوام نے بھی رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے یہی روایت نقل کی ہے کہ عہدِ رسالت میں ماہِ رمضان کی راتوں میں باجماعت نفل نماز نہیں پڑھی جاتی تھی اور نہ حضرت ابوبکر کے عہدِ خلافت میں اس کا رواج تھا اور نہ حضرت عمرؓ کے ابتدائی دورِ خلافت میں اس کا رواج تھا مگر بعد میں حضرت عمر نے رمضان کی راتوں میں نفل (تراویح) نماز باجماعت کو رواج دیا اور لوگوں نے ان کی پیروی کی حالانکہ خود عوام نے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے رمضان کی راتوں میں نفل نماز کو باجماعت پڑھنے سے منع فرمایا تھا۔ ہم خدا کے دین میں بدعت کرنے اور اس کے رسولؐ کے منع کرنے پر بھی کسی عمل کے ارتکاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ سے ایک مرد انصاری نے چاشت کے وقت نماز پڑھنے کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ چاشت کے وقت کی نماز پڑھنے کی بدعت سب سے پہلے جن لوگوں نے جاری کی تھی وہ تمہاری ہی قوم انصار ہے واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ میری مسجد میں نماز پڑھنا ہزار رکعت نماز کے برابر ہے پس وہ جب اپنے کھیتوں سے چاشت کے وقت آتے اور مسجد نبوی میں داخل ہو کر نماز پڑھتے جب اس کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے ان کو ایسا کرنے سے منع فرمایا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے آیت کریمہ: الذین ھم علے اصلوٰتھم دائمون کے متعلق فرمایا کہ یہ ان کے بارے میں کہا گیا ہے جو

نفل نماز کی پابندی کرتے ہیں اور اس میں سے جو نماز فوت ہو جاتی ہے اس کو قضاء پڑھتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ امام زین العابدین علیہ السلام ایسا کرتے تھے کہ جو نفل نماز رات میں باقی رہ جاتی اس کو آپ دن میں قضا پڑھتے تھے اور جو نفل نماز دن میں باقی رہ جاتی اس کو رات میں قضا پڑھتے تھے امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص خیر کا کوئی کام کرے تو اسے ایک سال تک کرتے رہنا چاہئے درمیان میں چھوڑ نہ دینا چاہئے میں یہ گمان کبھی نہیں کرسکتا کہ آپ کے کہنے کا یہ مقصد ہے کہ ایک سال کے بعد کار خیر کو قطع کر دینا چاہئے بلکہ آپ کے اس ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ لوگ کار خیر کے عادی بن جائیں کیونکہ جو شخص سال بھر کسی عمل پر پابندی کے ساتھ لازم رہیگا تو کسی حال میں بھی اس کو ترک نہ کرے گا کیونکہ وہ عمل اس کی عادت بن جائیگا۔ چنانچہ ہم نے بہت سے عمل کا تجربہ کیا تو ہم نے اس کو اپنی جان کے ساتھ لازم پایا ہے۔

قرآن میں سجدوں کا بیان

قرآن پاک میں پندرہ مقامات پر سجدوں کا ذکر ہے (۱) سورۃ الاعراف (۲) سورۃ الرعد (۳) سورۃ النحل (۴) سورۃ بنی اسرائیل (۵) کھیٰعص (۶) سورۃ الحج (۷) سورۃ الحج (۸) سورۃ الفرقان (۹) سورۃ النمل (۱۰) حمٓ السجدۃ (۱۱) صٓ (۱۲) آلمٓ السجدۃ (۱۳) سورۃ النجم (۱۴) سورۃ الانشقاق (۱۵) سورۃ العلق۔

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ قرآن پاک میں چار مقامات تو ایسے ہیں جہاں پر ضرور سجدہ کرنا چاہئے۔ (۱) الٓمٓ تنزیل السجدۃ (۲) حمٓ السجدۃ (۳) سورۃ النجم (۴) سورۃ العلق۔ اور باقی جگہوں میں اختیار ہے، چاہو سجدہ کرو یا نہ کرو۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ امام زین العابدین علیہ السلام سجدہ کی آیتوں پر سجدہ کرنا پسند کرتے تھے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ جب تم سجدہ کی آیت پڑھی یا کسی قاری کو پڑھتے ہوئے سنا اس حالت میں کہ وہ اس کو قرآن پڑھتے ہوئے سُن رہا تھا تو وہ سجدہ کرے اور فرض نماز پڑھ رہا ہو اور امام کے علاوہ کسی سے سجدہ کی آیت سنے تو اپنے سر سے اشارہ کرے اور اگر خود امام ہو اور نماز کی حالت میں سجدہ کی آیت پڑھے تو سجدے کرے اور دوسرے لوگ بھی اس کے ساتھ سجدہ کریں لیکن امام کو لائق نہیں ہے کہ قصداً وہ فرض نماز میں کسی ایسی سورۃ کو پڑھے جس میں سجدہ کی آیت ہو آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کسی وقت بھی کوئی شخص سجدہ کی آیت پڑھے یا کسی سے سنے تو چاہے وہ ایسا وقت ہی کیوں نہ ہو جس میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے وہ سجدہ کرے اور طلوع آفتاب کے وقت اور غروب آفتاب کے وقت بھی سجدہ کرے خواہ بلا طہارت کیوں نہ ہو تب بھی سجدہ کرے۔ اور جب کوئی سجدہ کرے تو اللہ اکبر نہ کہے اور نہ اٹھتے وقت سلام پھیرے اس میں سجدہ کے سوا اور کچھ بھی واجب نہیں ہے لیکن جس قدر ہو سکے سجدہ میں تسبیح اور دعاء کرے آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب مصلی سجدہ کی آیت پڑھے تو گر پڑے اور سجدہ کرے پھر اُٹھ کر وہاں سے نماز پڑھے جہاں سے رک گیا تھا اور اگر سجدہ کی آیت سورۃ کے آخر میں ہو تو پہلے سجدہ کرے پھر اُٹھ کر سورۃ فاتحہ پڑھے اور رکوع و سجود کرے۔

امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ جب تم بیٹھے ہو اور سجدہ کی آیت پڑھو تو قبلہ رو ہو کر سجدہ کرو اور اگر اس وقت پڑھو جب تم گھوڑے پر سوار ہو تو جدھر بھی تمہارا رُخ ہو سجدہ کر لو۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ سے لوٹتے اور مدینہ کا رُخ کرتے تو آپ اپنی سواری ہی پر نفل نماز پڑھتے تھے اور اسی کے مطابق خداوند تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ: فاینما تولوا

فثمّ وجہ اللّٰہ ۲/۱۱۵۔ ترجمہ: جہاں کہیں بھی (قبلہ کی طرف) رُخ کرد وہیں خدا کا سامنا ہے۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ؕ

کتابُ الجنائز

بیماری، عیادت، اور عالمِ سکرات

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام اور آپ کے آباء کرام اور حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم ایک مرتبہ ایک مرد انصاری کی عیادت کو تشریف لے گئے اس نے آپ سے بخار کی تکلیف کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ بخار پروردگار عالم کی طرف سے ایک طہارت ہے۔ اس شخص نے کہا کہ نہیں بلکہ بخار ضعیف آدمی کو بھون ڈالتا ہے یہاں تک کہ اس کو قبر میں پہنچا دیتا ہے۔ رسول خدا صلعم یہ سن کر غصہ ہو گئے اور فرمایا کہ ایسا ہی تمہارے ساتھ ہونا چاہیے۔ چنانچہ وہ شخص اسی بخار میں مر گیا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مریض کا صبر کے ساتھ کراہنا آہ آہ کرنا حسنات میں شمار ہوتا ہے اور جزع کے ساتھ کراہنے سے بے صبر گنا جائے گا اور اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن کا بخار ایک سال کا کفارہ ہے۔ جب کسی طبیب نے یہ سنا اور اس کو اس حدیث کی خبر کی گئی تو اس نے کہا کہ یہ طبیبوں کے اس قول کی تصدیق ہے کہ ایک روز کا بخار ایک سال تک جسم کے لئے تکلیف دہ ہوتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ بیمار خدا کے قید خانے میں ہوتا ہے۔ جب تک وہ اپنی عیادت کرنے والوں سے کوئی شکایت نہیں کرتا اس کے گناہ مٹائے جاتے ہیں۔ اور جو مومن بندہ بیماری کی حالت میں انتقال کرجاتا ہے۔ وہ شہید ہوتا ہے اور یوں تو ہر مومن شہید ہے۔ اور ہر مومنہ حورۂ سیاہ چشم ہوتی ہے۔ مومن جس موت سے بھی مرے وہ شہید ہے۔ آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

والذین آمنوا باللہ ورسلہ اولئك ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم۔ ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے خدا اور اس کے رسول پر یہی لوگ اپنے پروردگار کے نزدیک صدیقوں اور شہیدوں کے درجہ میں ہوں گے۔

آپ نے فرمایا کہ جب خدا کسی بندے کو کسی مرض میں مبتلا فرماتا ہے تو اس کی بیماری کے مطابق اس کی خطائیں معاف کردیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مریض کی عیادت تین دن کے بعد کرنی چاہیئے۔ مریض کی عیادت عورتوں پر فرض نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول خدا صلعم نے منع فرمایا ہے کہ عیادت کرنے والا مریض کے پاس کوئی چیز نہ کھائے ورنہ اس کی عیادت کا اسے کوئی ثواب نہ ملے گا۔

حضرت امام حسین ؑ سے روایت ہے کہ آپ ایک مرتبہ جب بیمار ہوئے تو عمرو بن حریث بغرض عیادت آئے تھے۔ امیر المومنین نے اُن سے فرمایا کہ اے عمرو! تم حسین ؑ کی عیادت کو آئے ہو مگر دل میں کچھ اور بات ہے؟ مجھے اس وقت تم کو اچھی خبر سنانے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوسکتی کیونکہ میں نے خود رسول خدا صلعم سے سُنا ہے

کہ جو بھی مسلم مرد کسی بیمار کی عیادت کو جاتا ہے تو ستر ہزار فرشتے، اگر دن ہو تو غروب آفتاب تک اور رات ہو تو طلوع فجر تک اس پر صلوات بھیجتے ہیں۔

امیر المومنین علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ ایک مرتبہ زید بن ارقم کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ زید نے کہا کہ مرحبا اے عیادت کو آنے والے امیر المومنین! حالانکہ آپ تو ہم سے بہت ناراض تھے۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ میں اس سے کچھ تمہاری عیادت سے رک جانے والا نہیں تھا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مریض کی عیادت کو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے وعدہ پورا کرنے کی التماس کرتا ہے تو وہ جنت میں فصل خریف کے موسم میں داخل ہوگا۔ جب تک کہ وہ مریض کے پاس بیٹھا رہے یہاں تک کہ جب مریض کے پاس سے اٹھ کر جاتا ہے تو اس روز ستر ہزار فرشتے اس پر رات بھر درود بھیجتے ہیں اور اگر شام کو عیادت کرے تو وہ جنت میں موسم خریف میں ہوگا وہ جب تک کہ اس کے پاس بیٹھا رہے گا۔ جب اس کے پاس سے چلا جاتا ہے تو ستر ہزار فرشتے صبح تک درود بھیجتے ہیں۔ اس لئے میں نے اس ثواب کو حاصل کرنے میں عجلت کی تھی۔

امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلعم خاندان عبدالمطلب میں سے ایک شخص کے مکان پر اس وقت تشریف لے گئے جب کہ وہ حالت نزع میں تھا اور اس کا منہ قبلہ کی طرف نہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو قبلہ رو لٹا دو کیونکہ جب تم اس کو قبلہ کی طرف لٹاؤ گے تو خدا اور فرشتے اس پر متوجہ ہو جائیں گے چنانچہ اس شخص کا چہرہ قبلہ کی طرف تھا اور وہ اسی حال میں انتقال کر گیا۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ فطری بات ہے کہ جب مریض نزع کے عالم میں ہو تو اس کو قبلہ کی طرف لٹا دینا چاہیئے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم کسی مسلم میت کے پاس اس کی موت سے پہلے جاؤ تو کلمہ: اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ کی اس کو تلقین کرو۔ اور مریض کے سرہانے نزع کے وقت آیت الکرسی پڑھنا مستحب ہے اور اس کے بعد کی دو آیتیں

اور پھر آیت : ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستہ ایام آخر تک اس کے بعد سورہ بقرہ کی تین آئیتیں پھر اس کے بعد یہ دعاء پڑھو اللھم اخرجھا منہ الی رضا منک ورضوان اللھم لقہ البشری اللھم اغفر لہ ذنبہ وارحمہ

ابوذر غفاری رضوان اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں رسول خدا صلعم کے پاس اس بیماری کے وقت موجود تھا۔ جس میں آپ نے وفات پائی تھی۔ آنحضرت صلعم نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابوذر میرے قریب آؤ تاکہ میں تمہارا سہارا لیکر بیٹھوں چنانچہ میں آپ کے قریب ہوا تو آپ نے میرے سینہ کا سہارا لیا۔ لیکن جب امیر المومنین تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوذر علیؑ اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ پس علیؑ آپ کے قریب بیٹھ گئے اور انہوں نے آپ کو اپنی چھاتی سے لگالیا اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ یہاں میرے سامنے بیٹھ" جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا کہ" یہ گرہ باندھ لو کہ جس کا خاتمہ کلمہ شہادت لاالہ الااللہ پر ہوگا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جس کا خاتمہ کسی مسکین کو کھانا کھلانے کی حالت میں ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس کا خاتمہ حج کی راہ میں ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جس کا خاتمہ عمرہ کی حالت میں ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جس کا خاتمہ راہ خدا میں جہاد کرتے وقت ہوگا خواہ تھوڑی ہی دیر تک کیوں نہ اس نے جہاد کیا ہو جنت میں داخل ہوگا۔ آپ نے باقی حدیث بیان کی جس کو میں نے مختصر طور پر پیش کیا ہے۔

امام جعفر الصادق سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ جب موت کے وقت مومن کی زبان بند ہو جاتی ہے تو اس وقت رسول خدا صلعم اس کے داہنے طرف تشریف لاتے ہیں اور بائیں طرف امیر المومنینؑ ہوتے ہیں۔ رسول خدا صلعم اس کو فرماتے ہیں کہ اے مرد مومن تم جس کے امیدوار تھے وہ تمہارے سامنے موجود ہے۔ اور تم کو جس کا خوف تھا اس سے محفوظ ہو۔ اس کے بعد جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ پھر اس کو کہا جائیگا کہ وہ تمہاری جگہ ہے جنت میں اگر تم دنیا میں واپس جانا چاہتے ہو تو وہاں بھی تمہارے لئے سونا اور چاندی کے ڈھیر ہیں۔ اس وقت مرد مومن کہے گا کہ مجھے دنیا کی کوئی ضرورت

نہیں ہے اس وقت اس کا چہرہ سفید ہو جائے گا۔ اور پیشانی سے پسینہ جاری ہو گا۔ اس کے دونوں ہونٹ سوکھ جائیں گے اور دونوں ناک کے نتھنے پھیل جائیں گے اور بائیں آنکھ میں آنسو آجائے گا۔ جب تم یہ علامتیں دیکھو تو یقین کرو کہ اس کے انتقال کا وقت آگیا ہے۔ آپ نے باقی حدیث بیان کی تھی۔ پھر فرمایا کہ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا ان کے لئے دنیا ہی میں (جنت) کی بشارت ہے۔

رسول خدا صلعم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جس بندے کے لئے جنت میں جگہ ہے وہ ذراسی آزمائش سے وہاں تک نہ پہنچے گا جب تک اس کو موت نہ آجائے اور جب تک اس درجہ کو نہ پہنچے گا اس وقت تک اس پر موت سختی کرے گی یہاں تک کہ وہ اس درجہ تک پہنچ جائے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ پروردگار عالم کبھی ملک الموت کو حکم دیتا ہے کہ وہ مومن کی جان کو تردد میں ڈال کر پھر اس کو آسانی کے ساتھ نکال لے لیکن لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ملک الموت نے اس پر بڑی سختی کی ہے اور بسا اوقات خدا ملک الموت کو کافروں کے ساتھ سختی کرنے کا حکم دیتا ہے تو اس کی جان وہ ایک ہی جھٹکے میں کھینچ لیتا ہے جس طرح سے کہ لوہے سے سیخ کھینچی جاتی ہے۔ لیکن لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کافر کی جان آسانی کے ساتھ نکالی گئی ہے۔

موت کو یاد کرنے کا بیان

امام جعفر الصادق اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقرؑ اور آپ کے آباء کرام اور حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب تم کو جنازہ کی طرف بلایا جائے تو جلدی سے جاؤ کیونکہ جنازہ تم کو آخرت کی یاد دلاتا ہے۔ امام باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اگر ایک شخص کو بیک وقت جنازہ اور ولیمہ کی دعوت ہو تو ان دونوں میں

سے کس کو قبول کرے۔ آپ نے فرمایا کہ جنازہ میں شرکت کرے کیونکہ جنازہ میں شرکت سے موت اور آخرت دونوں کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اور دعوت ولیمہ میں شرکت موت اور آخرت سے غافل بنا دیتی ہے۔

رسول خداصلعم نے انصاریوں میں سے ایک شخص کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تمہیں موت کو یاد کرنے کی وصیت کرتا ہوں، کیوں کہ اس سے تم کو دنیا کے امر سے تسلی ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ ہادم اللذات (موت) کو اکثر یاد کرتے رہو عرض کیا گیا کہ اے رسول خداصلعم ہادم اللذات سے کیا مراد ہے؟ رسول خداصلعم نے فرمایا کہ ہادم اللذات (لذتیں ختم کرنے والا) سے مراد موت ہے۔ چالاک اور ہوشیار مرد مومن وہ ہے جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہے۔ اور اس کے واسطے خوب تیاری کرتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنے اصحاب کی ایک جماعت سے پوچھا کہ چالاک شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اللہ و رسولؐ کو زیادہ معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو موت کو زیادہ یاد کرے۔ اور اس کی خوب تیاری کرے۔

امام باقر علیہ السلام نے اپنے بعض اصحاب کو وصیت کرتے ہوئے کہا کہ موت کو خوب یاد کیا کرو، کیونکہ جو شخص موت کو جتنا زیادہ یاد کرتا ہے وہ دنیاداری سے اتنا ہی زیادہ کنارہ کش رہتا ہے۔

رسول خداصلعم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ موت مومن کے لئے مانند پھول کے ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ موت سے دو آدمی راحت پاتے ہیں، ایک تو موت سے راحت لینے والا ہے اور دوسرے سے راحت لی جاتی ہے۔ راحت پانے والا وہ عبد صالح ہے جس کو دنیا کے غم سے اور عبادت کے کاموں سے راحت مل جاتی ہے اور وہ آخرت کی نعمتوں تک جا پہنچتا ہے۔ اور جس سے راحت مل جاتی ہے تو وہ فاجر شخص ہے جس سے دونوں فرشتوں کو راحت مل جاتی ہے۔

رسول خداصلعم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ بہت سے مسرور و فریب خوردہ قسم کے لوگوں کو کچھ شعور نہیں ہوتا۔ کھانے پینے اور ہنسنے میں مشغول رہتے ہیں، حالانکہ

خدا نے ان کا ٹھکانہ جہنم بنایا ہے۔

حضرت امیر المومنین فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کو احمق نہ بنایا ہوتا تو وہ زندہ نہ رہتا۔ اور اگر جانوروں کو اس کا علم ہوتا کہ وہ مرنے والے ہیں جیسا کہ تم انسانوں کو موت کا علم ہے تو وہ بھی تمہارے لئے موٹے تازے نہ ہوتے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا ایمان نہیں دیکھا جو یقین کے ساتھ شک سے زیادہ مشابہ ہو بجز اس انسان کے جو ہر روز مُردوں کو وداع کرتا ہے اور قبروں تک ان کو پہنچاتا ہے پھر بھی دنیا کے فریب میں مشغول ہو جاتا ہے۔ شہوتو اور لذتوں کو نہیں چھوڑتا۔ اگر ابن آدم مسکین کسی گناہ کا مرتکب ہی نہ ہوتا۔ اور نہ کوئی حساب ہوتا الا آنکہ موت اس کے شیرازے کو بکھیر دیتی اور اس کی اولاد کو یتیم بنا دیتی تو اس کو زیادہ سزاوار تھا کہ وہ اس چیز سے بچتا جس میں زیادہ تکلیف ہے۔ ہم تو موت سے غافل رہتے ہیں اس قوم کی طرح جس کو گویا موت آنے والی ہی نہیں ہے اور دنیاوی شہوتوں کی طرف اس قوم کی طرح مائل رہتے ہیں جس کو نہ حساب کی امید ہے اور نہ عذاب کا ڈر۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلعم سے پوچھا گیا کہ کون سے مومنین زیادہ چالاک ہیں تو آپ نے فرمایا کہ جو موت کو زیادہ یاد کرتے ہیں۔ اور اس کے لئے خوب تیاری کرتے ہیں ایسے ہی مومنین زیادہ ہوشیار و چالاک ہیں۔

❖ ❖ ❖

تعزیت صبر اور رونے کی رخصت کا بیان

امام جعفر الصادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب رسول خدا صلعم کا وصال ہو گیا تو اہل بیت کرام صلعم کے پاس ایک آنے والا آیا۔ وہ اس کی آواز کو سن رہے تھے لیکن اس کا جسم نظر نہ آتا تھا اس نے کہا کہ "سلام ہو تم پر اے اہل بیت، اور خدا کی رحمت و برکات ہو۔ کل نفس ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیٰمۃ فمن زحزح عن النار وادخل الجنۃ فقد فاز وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور۔ ہر مصیبت کے وقت خدا کے لئے صبر سے کام لینا چاہیئے کیوں کہ ہر مرنے والا اپنے پیچھے جانشین چھوڑ جاتا ہے لہٰذا خدا سے امید رکھو اور اس کی عبادت کرو اور اس بات کا یقین رکھو کہ مصیبت زدہ دراصل وہ ہے جو ثواب سے محروم ہے۔ تم پر خدا کا سلام اور رحمت و برکت ہو۔ امام جعفر الصادقؑ سے پوچھا گیا کہ اے فرزند رسول اہل بیت کے نزدیک یہ بات کرنے والا کون تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم اہل بیت کے نزدیک وہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔

امام جعفر الصادقؑ سے اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقر اور آباء کرام اور حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا ایک عورت کے نزدیک سے ہو کر گذرے وہ ایک قبر پر رو رہی تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اے عورت تم صبر کرو۔ اس عورت نے آپ سے کہا کہ اے مرد تم اپنی راہ لو کیوں کہ یہ میرا فرزند ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ رسول خدا اس عورت کو چھوڑ کر آگے تشریف لے گئے۔ لیکن ہوا یہ کہ اس عورت نے آپ کو پہچانا نہیں تھا جب اس عورت کو بتایا گیا کہ وہ رسول خدا صلعم تھے یہ سن کر وہ عورت آنحضرت صلعم کی تلاش میں نکلی اور آپ کے پاس جا پہنچی اس نے عرض کیا کہ اے رسول خدا صلعم میں نے اس وقت آپ کو پہچانا نہیں تھا۔

آپ فرمایئے کہ اگر میں صبر کروں تو کیا مجھے اس کا اجر ملیگا ؟ آپ نے فرمایا کہ صبر پہلے صدمہ کے وقت کیا جائے تو اجر ملتا ہے۔

رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ جس شخص میں یہ چار چیزیں ہونگی وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔ جس کا خاتمہ کلمۂ شہادت لا الٰہ الا اللہ پر ہو اور جس پر خدا احسان کرے تو الحمد للہ کہے اور جو گناہ کرے تو استغفر اللہ کہے اور جس کو مصیبت پہنچی ہو تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہے۔

حضرت امیرالمومنین فرماتے ہیں کہ جزع سے بچو کیونکہ اس سے آس ٹوٹ جاتی ہے۔ اور عمل میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے اور فکروغم میں انسان مبتلا ہو جاتا ہے۔ یقین جانو کہ اگر معاملے دو قسم کے ہیں تو بچنے کی صورت صرف یہ ہے کہ جس معاملہ میں کوئی تدبیر کام آسکتی ہو تو تدبیر کرو اور جس میں کوئی تدبیر کام نہ آسکے تو صبر پر لازم رہو۔ آپ نے فرمایا کہ صبر کا درجہ ایمان میں اس طرح سے ہے جیسے کہ جسم میں سر کا درجہ ہے۔

رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے تین فرزند انتقال کر جائیں ان کا اجر خدا کے نزدیک اس کو ملے گا۔ اس کئے یہ فرزند اس کو آگ سے بچائیں گے۔

رسول اکرم صلعم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اگر دو بچے انتقال کر جائیں تو؟ آپ نے فرمایا کہ ان کا بھی اجر وثواب ملے گا۔

ایک مرتبہ رسول خدا صلعم ایک ایسے گھر کے پاس سے گذرے جس میں کچھ انصار بیٹھے ہوئے تھے آپ نے ان کو سلام کیا اور کھڑے ہو کر ان سے دریافت کیا کہ تم لوگ کس حال میں ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ اے رسول خدا صلعم ہم سب اہل ایمان ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس صاحب ایمان ہونے کی کوئی نشانی ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو پیش کرو۔ انصار نے کہا کہ ہم راحت کے وقت خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور مصیبت پر صبر کرتے ہیں اور قضا وقدر پر راضی ہیں۔ آں حضرت صلعم نے ان کو فرمایا کہ تب تو تم ٹھیک کہتے ہو یقیناً تم مومن ہو۔

رسول اکرم صلعم سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ دنیا بطور قرض دی ہے۔ پس جس نے اس دنیا سے مختصر حظ اٹھایا اور اس پر صبر کیا تو خداوند تعالیٰ اس کو اس کے عوض تین ایسی چیزیں عطا کرے گا کہ ان میں سے اگر ایک چیز بھی خدا اپنے فرشتوں کو دیتا تو وہ خوش ہو جاتے وہ تین چیزیں یہ ہیں۔

درود، رحمت، ہدایت، اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے کہ: وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ۵ اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون ۵۔

$\frac{2}{155}$۔ ترجمہ: (اے رسول) ایسے صبر کرنے والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت آپڑی تو وہ (بے ساختہ) بول اٹھے ہم تو خدا ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ خوشخبری دیدو کہ انھیں لوگوں پر ان کے پروردگار کی طرف سے عنایتیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ جب ابوسلمہ بن عبد الاسد کا انتقال ہو گیا تو ان کی والدہ ام سلمہ نے ان پر جزع و فزع کیا۔ اس وقت آنحضرت صلعم نے ان سے فرمایا کہ اے ام سلمہؓ تم اس طرح سے دعا کرو۔ "اللھم اعظم لی اجری فی مصیبتی وعوضنی خیراً منھا"۔

ترجمہ: بارے الہا! تو مجھے اس مصیبت کا بہت بڑا اجر و ثواب عطا فرما۔ اور اس سے بہتر مجھے عوض عطا فرما۔ ام سلمہ نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے رسول خدا صلعم ابوسلمہ کے مثل میرے لئے اور کون ہو سکتا ہے؟ لیکن آنحضرت صلعم نے پھر وہی فرمایا جو آپ نے پہلے کہا تھا۔ ام سلمہ نے بھی اپنی وہی پہلی بات کہی۔ آپ نے پھر اپنی پہلی بات دہرائی۔ اس وقت ام سلمہ نے اپنے جی میں کہا کہ میں نے رسول خدا صلعم کی بات تین مرتبہ رد کر دی ہے۔ پھر انہوں نے وہی کہا جو رسول خدا صلعم نے ان سے کہا تھا۔ پس پروردگار عالم نے ان کو ابوسلمہ سے بہتر شوہر عطا کیا۔ یعنی آنحضرت صلعم کے عقد میں آئیں۔

رسول اکرم صلعم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میرے بعد تم میں سے اگر کوئی شخص کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو اس وقت جو مصیبت میری وفات سے پہنچی ہے اس کو یاد کرے کیونکہ اس کو میری وفات سے جو مصیبت پہنچی ہے وہ سب سے بڑی مصیبت ہے۔

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب مسلم کسی مسلم کو اسوقت تعزیت دے جبکہ اس کے قریب ذمی (دار السلام میں جزیہ دے کر رہنے والا غیر مسلم) موجود ہو تو: انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھے۔ اور موت و آخرت وغیرہ کا تذکرہ کرے۔ آپ نے فرمایا کہ اسی طرح تمہارا کوئی ذمی پڑوسی کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو اس کے نزدیک بھی یہی کہو اور اگر وہ ذمی (غیر مسلم) تم کو کسی میت کی تعزیت دے تو اس کو ہداک اللّٰہ (خدا تجھے ہدایت دے) کہو۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جب رسول اکرم صلعم کے فرزند جناب ابراہیم کا وصال ہو گیا تو آنحضرت صلعم نے مجھے غسل و کفن کا حکم دیا۔ پس میں نے ان کو نہلایا اور آنحضرت صلعم نے ان کو کفن پہنایا اور حنوط لگایا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے علی میت کو اٹھا کر لے چلو۔ پس میں جنت البقیع کی طرف لے آیا اور آنحضرت صلعم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر آپ نے جنازے کو قبر سے نزدیک کیا اور مجھ سے فرمایا کہ اے علی تم قبر میں اترو۔ میں جب قبر میں اترا تو آپ نے جنازے کو قبر میں جھکا دیا۔ جب آپ نے جنازے کو قبر میں اترتے دیکھا تو آپ رو پڑے اور تمام مسلمان رسول اللّٰہ صلعم کو دیکھ کر رونے لگے حتیٰ کہ مردوں کی آواز عورتوں کی بھی آواز سے بلند ہو گئی۔ اس وقت رسول اللّٰہ صلعم نے ان کو سختی کے ساتھ رونے سے منع فرمایا اور کہا کہ آنکھیں آنسو بہائیں اور دل رنجیدہ و مغموم ہو لیکن ایسی بات ہم نہ کہیں جس سے پروردگار ناخوش ہو۔ اے ابراہیم ہم تمہاری وفات سے مصیبت میں پڑ گئے اور ہم تم پر حزن و ملال کرتے ہیں۔ پھر آپ نے قبر کو برابر کر دیا اور اپنا ہاتھ سرہانے رکھ کر انگلیوں کو اندر دھنسا دیا اور یہ دعا پڑھی بسم اللّٰہ ختمتک من الشیطٰن ان یدخلک۔ ترجمہ: خدا کے نام سے میں نے اس بات کی مہر لگا دی ہے کہ شیطان تمہارے پاس داخل نہ ہو۔ آپ نے باقی حدیث تفصیل

کے ساتھ بیان کی تھی جسے ہم نے حذف کر دیا ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جب آنحضرت صلعم پر نزع کا وقت آیا تو آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ اس وقت جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام رونے لگیں۔ جب آپ کو ہوش آیا تو اس وقت جگر گوشہ رسول اپنی زبان اقدس سے یہ فرما رہی تھیں کہ اے رسول اللہ آپ کے بعد ہمارا کون پرسان حال ہوگا؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قسم بخدا میرے بعد تم لوگوں کو کمزور و ناتواں سمجھا جائے گا۔

امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم اپنے کسی فرزند کے انتقال پر رو پڑے، لوگوں نے عرض کیا کہ اے رسول خدا صلعم آپ خود رو رہے ہیں، حالانکہ آپ ہم کو رونے سے منع کرتے ہیں؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں نے تم کو رونے سے کبھی منع نہیں کیا ہے میں نے تو تم کو سر پیٹنے اور واویلا کرنے سے منع کیا ہے یہ رونا تو ایک قسم کی رقت اور رحمت ہے۔ خداوند تبارک و تعالیٰ جس کے دل میں چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے۔ اور خدا جس بندے پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے اور یقین رکھو کہ خدا صرف اپنے نرم دل اور رحیم بندوں ہی پر رحم کرتا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے مصیبت کے وقت رونے کی رخصت دی ہے اور یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جان کو مصیبت پہنچتی ہے اور آنکھ سے آنسو بہتے ہیں وعدے کی گھڑی قریب ہے پس تم اپنے منہ سے ایسی بات کہو جس سے خدا خوش ہو اور بے ہودہ کلمات منہ سے نہ نکالو۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ آہ کا نعرہ مارنا اور ناک سے خراٹے بھرنا شیطان کا کام ہے۔

جناب امیر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اے رسول خدا صلعم عبداللہ بن رواحہ بیماری کی وجہ سے گراں بار ہو چلے ہیں۔ آپ اٹھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ اٹھ پڑے یہاں تک کہ ہم اور آپ عبداللہ بن رواحہ کے پاس گئے۔ آنحضرت صلعم نے ان کو بیہوشی کے عالم میں پایا وہ کچھ سمجھ نہ سکتے تھے۔ خواتین نالہ و شیون کر رہی تھیں آنحضرت صلعم نے ان کو تین مرتبہ

آواز دی انہوں نے کوئی جواب نہ دیا تو آپ نے یہ دعا کی اللھم عبدك ان كان قد قضی اجله ورزقه واثره فالی جنتك ورحمتك وان لم یقض اجله ورزقه واثره فعجل شفاءه وعافیته۔ ترجمہ: بارِ الہٰا اگر تیرے اس بندے کی موت کا وقت آچکا ہے اور آب و دانہ اٹھ چکا ہے تو تو اس کو اپنی جنت اور سایہ رحمت کی طرف لے جا۔ اور اگر موت کا وقت نہیں ہوا ہے اور نہ اس کا آب و دانہ دنیا سے اٹھا ہے تو پھر اس کو جلد شفا عطا کر دے۔ اس وقت کسی نے عرض کیا کہ اے رسول خدا صلعم عبداللہ بن رواحہ کے لئے یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ انھوں نے اکثر جہاد میں بغرض شہادت اپنے کو پیش کیا تھا مگر ان کو شہادت کا درجہ نصیب نہ ہوا۔ اور آج وہ اپنے بستر پر انتقال کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میری امت میں کون لوگ شہید ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اے رسول خدا صلعم شہید تو وہ ہے جو میدان جنگ میں پیٹھ دکھائے بغیر قتل ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تو میری امت کے شہید بہت تھوڑے ہیں۔ یقیناً شہید تو وہی ہے جس کا تم نے تذکرہ کیا ہے لیکن شہید وہ بھی ہے جو پلیگ میں مرا ہو۔ اور شہید وہ بھی ہے جو قولنج یعنی درد شکم میں مبتلا ہو کر مر جائے۔ اور شہید وہ بھی ہے جو دیوار میں دب کر مر جائے اور شہید وہ بھی ہے جو پانی میں ڈوب کر مر جائے اور وہ عورت بھی شہید ہے جس کے پیٹ میں بچہ مر گیا اور وہ اس کی وجہ سے خود بھی مر گئی ہو۔ اور وہ عورت بھی شہید ہے جو ناکتخدا حالت میں انتقال کر گئی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اے رسول خدا صلعم کوئی عورت اپنے بچہ کے مر جانے کی وجہ سے کیسے انتقال کر سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب بچہ پیٹ میں ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت وہاں سے چلے آئے۔ اتنے میں عبداللہ بن رواحہ کو جب کچھ افاقہ ہوا تو آنحضرت صلعم کو خبر دی گئی۔ آپ پھر ٹھہر گئے اور آپ نے عبداللہ بن رواحہ سے فرمایا کہ عبداللہ ابھی ابھی جو کچھ تم نے دیکھا ہے۔ بیان کرو کیونکہ تم نے بڑے عجائب دیکھے ہیں۔ عبداللہ بن رواحہ نے کہا کہ اے رسول خدا صلعم میں نے ایک ایسا فرشتہ دیکھا تھا جس کے ہاتھ میں لوہے کی ایک گھنی تھی جس میں سے شعلے بھڑک

رہے تھے۔ جب جب چیخنے والی چیخ کر "یاجبلاہ" کہتی تو وہ فرشتہ مجھی سے میرے سر کیطرف اشارہ کرتا اور کہتا کہ تو ہی اس کا آسرا ہے میں کہتا کہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہے پس وہ مجھی کو ہٹا لیتا اور جب چیخنے والی چیخ کر "یا عزاہ" کہتی تو وہ فرشتہ میرے سر کی طرف مجھی سے اشارہ کرتا اور کہتا کہ تو ہی اس کو عزت دینے والا ہے۔ میں کہتا کہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ عزت کا دینے والا ہے پس وہ فرشتہ مجھی کو ہٹا لیتا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ عبداللہ نے سچ کہا ہے۔ اے لوگو تمہارے ان مردوں کا کیا حال ہوگا جو تمہارے زندہ لوگوں کے اقوال سے ہیبت میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے اپنی وفات کے وقت یہ فرمایا کہ میرے انتقال کے بعد رخساروں پر طمانچہ نہ مارا جائے اور نہ گریبان چاک کیا جائے اگر کوئی عورت اپنا گریبان پھاڑیگی تو جہنم میں اس کے لئے ایک کھڈا تیار کیا جائے گا وہ جتنا زیادہ گریبان چاک کریگی اتنا ہی زیادہ بڑا کھڈا کھودا جائے گا۔

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے عورتوں سے یہ بیعت لی تھی کہ وہ ہرگز ہرگز نوحہ نہ کریں گی اور نہ اپنے رخساروں کو نوچیں گی۔ اور نہ خلوت میں نامحرموں کے ساتھ بیٹھیں گی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ زمانہ جاہلیت کے یہ تین کام قیامت تک باقی رہیں گے۔

۱۔ ستاروں سے پانی مانگنا۔ ۲۔ اور نسب میں طعنہ زنی کرنا۔ ۳۔ اور مردوں پر نوحہ کرنا۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے رفاعہ بن شداد کو جو شہر اہواز میں آپ کے قاضی تھے ان کو ایک خط میں یہ لکھا کہ اے رفاعہ خبردار تم جس شہر کے بھی سلطان ہو وہاں کسی میت پر نوحہ نہ ہونا چاہیے۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا دو آوازیں ملعون ہیں ان سے خدا بغض و عداوت رکھتا ہے۔ مصیبت کے وقت واویلا کرنا اور خدا جب نعمتوں سے نوازے تو اس وقت ناچ گانے میں مشغول ہو جانا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ امام حسین علیہ السلام پر پورے ایک سال تک شب و روز ماتم کیا گیا تھا۔ اور جس دن سے آپ مبتلا مصائب ہوئے تھے اس دن سے تین سال تک آپؑ پر گریہ و نوحہ کیا گیا تھا۔ اس مجلس گریہ و نوحہ میں حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت ابوہریرہ اور اکابر صحابۂ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مخفی طور سے اپنے چہروں کو ڈھانکے ہوئے آئے تھے۔ اور گریہ و نوحہ کی آواز سن کر وہ اصحاب رسول روئے تھے۔ ہم نے یہ دیکھا ہے کہ بعض ائمہ اطہار پر نوحہ کیا گیا ہے اور بعض پر نہیں کیا گیا ہے پس جن پر گریہ و نوحہ کیا گیا تھا ان کی عظیم مصیبت کی وجہ سے کیا گیا تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی شخص کو ان کا ہم پلہ نہیں بنایا ہے اس لئے اور لوگوں سے ائمہ طاہرین علیہم السلام اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ ان پر گریہ و نوحہ کیا جائے۔ اور جن ائمہ طاہرینؑ پر نوحہ و گریہ نہیں کیا گیا تو اس کی دو وجوہ ہیں یا تو انھوں نے گریہ و نوحہ نہ کرنے کی وصیت کی تھی جیسا کہ امام جعفر الصادق علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں اظہار تواضع اور انکساری کے لئے ایسا کیا تھا یا تو پھر آنے والے امام نے انتقال کر جانے والے امام کی عظیم مصیبت پر صبر کو ترجیح دی ہوگی۔ اور ثواب عظیم کے حصول کی خاطر حزن و ملال کے کڑوے گھونٹ پی لئے ہوں گے اور صبر پر خود لازم رہے۔ اور دوسروں کو صبر کرنے کا حکم دیا تاکہ عاقبت میں سعادت و سرور نصیب ہو جیسا کہ پروردگار عالم نے مصائب پر صبر کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے۔ ہم نے جیسا کہ اس کا تھوڑا سا ذکر اس باب میں کر دیا ہے۔

میت کو غسل دینے کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام اور آپ کے آباء کرام اور حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے مجھ کو یہ وصیت کی تھی کہ میں آپ کے غسل کی تولی کروں۔ پس آپ ہی نے رسول اللہ صلعم کو

غسل دیا تھا۔ حضرت امیر المومنین غسل رسول اللہ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلعم کو غسل دینے لگا تو میں نے بیت الشرف کے ایک جانب سے کسی کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے علیؑ آنحضرت صلعم کے جسم اطہر سے قمیص نہ اُتارو۔ پس میں نے آپ کو قمیص کے ساتھ غسل دیا۔ اور جب میں غسل دے رہا تھا تو میں نے اپنے ہاتھ کے ساتھ ایک اور ہاتھ محسوس کیا جو آپ کے جسم مبارک پر آ جا رہا تھا۔ اور جب میں نے آپ کو پلٹایا تو اس میں میری مدد کی گئی۔ اور جب میں نے آپ کو منہ کے بل لٹانا چاہا تاکہ آپ کی پشت مبارک کو غسل دوں اس وقت آواز آئی کہ اے علی منہ کے بل نہ لٹاؤ۔ پس میں نے آنحضرت صلعم کو پہلو پر لٹا کر پشت مبارک کو غسل دیا۔ حضرت امیر المومنین فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلعم نے مجھے اس امر کی وصیت فرمائی کہ میں آپ کو غسل دوں اور میرے ساتھ کوئی دوسرا غسل نہ دے تو میں نے اس وقت رسول اکرم صلعم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے رسول خدا صلعم آپ کا جسم مبارک بھاری ہے میں آپ کو تنہا نہیں اُلٹ سکتا ہوں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جبرئیل تمہارے ساتھ میرے غسل میں شریک ہوں گے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھ کو پانی کون دے گا؟ آپ نے فرمایا کہ فضل (ابن عباس) تم کو پانی دیں گے لیکن تم ان سے اتنا ضرور کہہ دینا کہ وہ اپنی دونوں آنکھوں پر پٹی باندھ لیں کیونکہ تمہارے سوا جو بھی میرے ستر کی طرف دیکھے گا وہ اندھا ہو جائے گا۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ فضل بن عباس آنکھوں پر پٹی باندھے امیر المومنین علیہ السلام کو پانی دیتے تھے اور علی و جبرئیل دونوں ہی رسالت مآب صلعم کو غسل دے رہے تھے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے آنحضرت صلعم کو تین مرتبہ غسل دیا تھا۔ ایک غسل حرض (دیمر) کے پانی سے (حرض اشنان گھاس کو کہتے ہیں عرب جس سے کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے تھے)۔ اور دوسرا غسل خوشبودار کافور ملے ہوئے پانی سے اور تیسرا غسل سادے پانی سے۔ اور یہ آخری غسل تھا۔

امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ وہ بندۂ مومن

جس نے اپنے کسی مسلم بھائی کو بغیر کسی کراہیت کے غسل دیا اور اس کی شرم گاہ پر نظر نہ ڈالی اور نہ اس کی کسی برائی کا ذکر کیا۔ اور اس کے جنازہ کے ساتھ چلا اور اس پر نماز پڑھی پھر بیٹھ کر اس کو قبر میں چھپا دیا۔ ایسا مسلمان بندہ جب وہاں سے چلے گا تو وہ گناہوں سے خالی ہو گا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جنابت دار اور حیض دار عورت دونوں کسی بھی میت کو غسل نہ دیں۔ امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام نے جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی وصیت کے مطابق آپ کو غسل دیا تھا اور امیر المومنین علیہ السلام سے یہ روایت ہے کہ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام نے ان کو اس بات کی وصیت کی تھی کہ ان کو میرے سوا کوئی اور غسل نہ دے اور اسماء بنت عمیس مجھ پر پانی ڈالیں۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ سے پوچھا گیا کہ کیا کوئی مرد اپنی عورت کو غسل دے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ کپڑے کے اوپر سے غسل دے۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب کسی عورت کا شوہر انتقال کر جائے تو وہ اس کو غسل دے مگر قصداً اس کی فرج کو نہ دیکھے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام کا انتقال ہو گیا تو اس وقت میرے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں جب آپ کی زندگی میں آپ کی شرم گاہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا ناپسند کرتا تھا تو اب آپ کے انتقال کے بعد کس طرح میں اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ سکتا ہوں؟ پس آپ نے کپڑے کے نیچے ہاتھ ڈال کر آپ کو غسل دیا۔ اور آپ کی ام ولد کو بلایا۔ انھوں نے بھی آپ کے ہاتھ کے ساتھ اپنا ہاتھ شریک کر دیا۔ اور آپ کو غسل دیا۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسی طرح سے میں نے بھی اپنے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام کو غسل دیا تھا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ اگر عورتوں کے درمیان کوئی ایسا شخص انتقال کر جائے جس کو ان سے کوئی محرم نہ ہو اور اسی طرح کوئی ایسی عورت ایسے مردوں کے درمیان انتقال کر جائے جن سے اس کو کوئی محرم نہ ہو اور اس وقت

کوئی ایسا شخص موجود نہ جوان کو غسل دے سکے تو آپ نے فرمایا کہ ان دونوں کو بغیر غسل کے دفن کر دیا جائے۔ گویا آپ کی یہ رائے ہوئی کہ غسل تو واجب تھا لیکن جب غسل کا امکان غیر واجب کے ذریعہ سے ہوا تو اس صورت میں از خود واجب ساقط ہو گیا۔
آپ نے فرمایا کہ شہید جو اپنی جگہ پر ہی قتل کر دیا گیا تو اس کو انھی کے کپڑوں میں ہی دفن کر دیا جائے اور غسل نہ دیا جائے۔ لیکن اگر تھوڑی سی جان باقی رہی ہو اور اس کو شہادت گاہ سے منتقل کر دیا گیا پھر وہ انتقال کر گیا تو اس کو غسل دیا جائے اور کفن پہنایا جائے پھر دفن کیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلعم نے حضرت حمزہ علیہ السلام کو آپ کے کپڑے ہی میں دفن کیا تھا۔ اور ایک چادر کا اضافہ کیا تھا۔
حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جنگ بدر میں جو مسلمان شہید ہوئے تھے آنحضرت صلعم نے ان کے جسموں سے جبّوں کو اتار لیا تھا اور ان کو انھیں کپڑوں میں دفن کر دیا تھا اور ان پر نماز پڑھی تھی۔ اور امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ شہید کے جسم سے جبّہ جوتا ٹوپی اور عمامہ پٹکا اور ازار اتار لی جائے بشرطیکہ ان پر خون نہ لگا ہو۔ اور اگر خون لگا ہو تو نہ اتارا جائے۔ اگر گرہ ہو تو اس کو کھول دیا جائے۔
امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ وہ شخص جو ڈوب کر مر گیا ہو اس کو غسل دیا جائے۔ اور حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ وہ شخص جو جل کر مر گیا جب اس کو غسل دیا جائے تو اوپر سے صرف پانی انڈیل دیا جائے امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص ڈوب کر مر جائے تو اس کو ایک دن اور ایک رات رکھ کر دفن کیا جائے۔
امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ وہ شخص جس پر بجلی گر پڑی ہو اس کو تین دن سے پہلے دفن نہ کیا جائے مگر یہ کہ اس کی موت کا پورا یقین ہو چکا ہو۔ اور موت کے آثار واضح ہوں تو پھر دفن کر دیا جائے۔
امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص دن کے اول حصہ میں انتقال کر جائے تو اس کا قیلولہ اس کی قبر میں ہونا چاہیے۔

اور اگر دن کے آخری حصہ میں انتقال کر جائے تو اس کی رات قبر میں ہونی چاہئے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص جنابت کی حالت میں انتقال کر جائے تو اس کو ایک ہی غسل کافی ہے اور حائض کے لئے بھی ایک ہی غسل کافی ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ میت کو تین مرتبہ غسل دینا چاہئے۔ ایک غسل تو پانی اور بیر کی پتی سے غسل دیا جائے اور دوسرا غسل کافور کے پانی سے دیا جائے اور تیسرا غسل سادے پانی سے دیا جائے اور ہر غسل جنابت کے غسل کی طرح ہونا چاہئے۔ پہلے میت کو اسی طرح وضو کرایا جائے جیسے نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے۔ پھر میت کے سارے بدن پر ہاتھ پھرایا جائے۔ اور اس کو پہلو پر لٹایا جائے مگر بیٹھایا نہ جائے اور نہ منہ کے بل گرایا جائے کیونکہ اگر میت کو بیٹھایا گیا تو اس کی کمر ٹوٹ جائے گی۔ اس لئے میت کو پہلو پر لٹا کر اس کی پیٹھ کو دھونا چاہئے۔ اور اسی حال میں سارے بدن پر ہاتھ پھرانا چاہئے ٹھیک اسی طرح جس طرح سے کہ ایک جنابت دار شخص اپنے سارے جسم پر ہاتھ پھراتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب میت کو غسل دیا جائے تو اس کے گوٹھن سے ناف تک ایک کپڑا ڈال لیا جائے اور اس کے نیچے سے پانی ڈالا جائے اور غسل دینے والا اپنے ہاتھ میں ایک کپڑا لپیٹ کر اس کو ازار کے نیچے داخل کرے اور اس کی فرج اور شرمگاہ کو جو ازار کے نیچے ہے دھوئے آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر میت کے بدن سے بال، گوشت، ہڈی وغیرہ کچھ بھی نکل جائے تو اس کو اس کے کفن میں رکھ کر دفن کر دینا چاہئے۔

حنوط اور کفن کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ جب میت کو غسل دینے والا غسل سے فارغ ہو جائے تو اس کو ایک کپڑے سے پونچھے اور اس کے سجود

کے اعضاء یعنی پیشانی، ناک دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں اور دونوں پیروں پر کافور اور حنوط لگائے اور اس میں سے کچھ آنکھ کان اور منہ داڑھی اور سینے پر لگادے۔ عورت اور مرد دونوں کا حنوط یکساں ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام سے اور آپ کے آباء کرام سے اور حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ حنوط میں مشک کی آمیزش مین کوئی حرج نہ سمجھتے تھے۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کسی میت کو زعفران اور ورس (ایک قسم کی گھاس تل کے مانند ہے جس سے رنگائی کا کام لیتے ہیں) سے حنوط نہ لگائے۔ آپ میت کو دھونی دینے میں بھی کوئی حرج نہ سمجھتے تھے۔ اور میت کے کفن کو اور اس جگہ کو جہاں اس کو غسل و کفن دیا جائے۔ دھونی دینی چاہیئے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ میت کے پیچھے پیچھے دھونی لیکر چلنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ البتہ کفن کو دھونی دینی چاہیئے۔

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو احرام باندھے ہوئے انتقال کر گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے کھلے ہوئے سر کو ڈھانک دیا جائے اور اس کے ساتھ وہ تمام عمل کیا جائے جو ایک بغیر احرام کی میت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ مگر خوشبو کو اس سے قریب نہ کیا جائے۔

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا تھا قصبہ عمان کے بنے ہوئے دو کپڑے اور ایک یمنی چادر ایک ازار اور ایک عمامہ پہنایا تھا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میت کو تین کفن ہی دینا بہتر ہے۔ ایک بغیر سلا ہوا کرتہ اور ایک چادر اور ایک تہبند، صادق آل محمد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ میں ان کو تین کپڑوں میں کفن دوں۔ ایک تو اس چادر میں جس میں آپ جمعہ کی نماز پڑھا کرتے تھے اور ایک قمیص اور ایک دوسرا کپڑا۔

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میت کو تہبند اور عمامہ پہنانا ضروری ہے لیکن ان دونوں کو کفن میں شمار نہ کیا جائے۔ اور میت کو تین کفن پہنانا مستحب ہے اس میں کوئی چیز مخصوص اور فرض نہیں ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص جو میتوں کو غسل دیتا تھا۔ اس نے آپ سے پوچھا کہ میت کو کس طرح عمامہ پہنایا جائے آپ نے فرمایا کہ دیہاتی کے عمامہ کی طرح سے میت کو عمامہ پہناؤ لیکن اس طرح سے پہناؤ۔ تم عمامہ کو درمیان سے پکڑ کر میت کے سر پر پھیلا دو اور میت کی داڑھی کے نیچے سے اس کو نکال کر عمامہ پہناؤ اور عمامہ کے دونوں کناروں کو میت کے سینے پر ڈال دو اور اس کی دونوں کوکھ پر تہبند کے مانند ایک کپڑا باندھ دو۔ اس کو ہلکے ہاتھ سے باندھو۔ اور مقعد کے نیچے روئی رکھ دو تاکہ اس میں سے کوئی چیز باہر نہ نکلے اور عمامہ اور کوکھ سے بندھا ہوا کپڑا کفن میں داخل نہیں ہیں۔ کفن تو وہی ہے جس میں میت کے جسم کو کفنایا جائے۔

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آنحضرت صلعم نے میت کو ریشمی کپڑے میں کفنانے سے منع فرمایا ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ میت کی مقعد پر روئی رکھا کرو تاکہ اس میں سے کوئی چیز باہر نہ آئے۔ فرج اور دونوں پیروں پر بھی روئی رکھی جائے اور میت عورت ہو تو اس کے سر پر ایک اوڑھنی اڑھائی جائے۔ اور مرد ہو تو اس کے سر پر عمامہ باندھا جائے۔ ائمہ طاہرین علیہم السلام نے ایسے کپڑوں میں بھی میت کو کفن دینے کی رخصت دی ہے جن میں کوئی تغیر موجود نہ ہو اور حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت حمزہ علیہ السلام کو اون کی سیاہ دھاری دار چادر میں کفنایا تھا۔

امام حسین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے اسامہ بن زید کو سرخ چادر میں کفن دیا تھا اور حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میت کے مال میں سے سب سے پہلے کفن خریدا جائے، پھر قرض ادا کیا جائے۔ پھر اس کی وصیت پوری کی جائے اس کے بعد وراثت تقسیم کی جائے۔

جنازہ اُٹھانے کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے اور آپ کے پدر بزرگوار اور آپ کے آباء کرام سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلعم نے جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام سے سرگوشی کے انداز میں کہا کہ میرے اہل بیت میں سے تم سب سے پہلے مجھے ملو گی۔ جب آنحضرت صلعم کا انتقال ہو گیا اور لوگ مبتلائے غم ہو گئے اور سیدۂ عالم فاطمہ زہرا علیہا السلام بستر سے لگ گئیں۔ ان کا جسم نحیف و زار ہو گیا اور آپ مانند سایہ کے ہو گئیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صرف ستر دن تک زندہ رہیں۔ جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو انھوں نے ام المومنین اسماء بنت عمیسؓ سے کہا کہ میں مردوں کے کندھوں پر مکشوف حالت میں کس طرح اٹھائی جاؤں گی۔ میرا خیال تو اس وقت یہ ہے کہ جسم پر صرف کھال باقی رہ گئی ہے جب میں جنازہ میں رکھ کر اٹھائی جاؤں گی تو کس طرح سے لوگ میرے جثہ کو دیکھیں گے؟ ام المومنینؓ اسماء بنت عمیس نے کہا کہ اے جگر گوشۂ رسول اگر تم پر قضا الہٰی صادر ہو گئی تو میں تمہارے لئے ایک ایسی چیز بنادوں گی جسے میں نے شہر حبشہ میں دیکھی تھی۔ حضرت فاطمہؑ زہرا نے فرمایا کہ وہ کیا ہے؟ جناب اسماء بنت عمیس نے کہا کہ وہ نعش (تابوت) ہے جسے جنازے کے اوپر رکھ کر میت کو ڈھانپ دیا جاتا ہے۔ پس جنازہ کی کوئی چیز نظر نہیں آئے گی۔ جگر گوشہ رسولؐ نے کہا کہ میرے لئے بھی نعش (تابوت) ایسی بنوا دینا۔ جب آپ کا انتقال ہو گیا تو اسماء بنت عمیس نے ان کے لئے نعش (تابوت) بنایا تھا۔ پس یہ پہلا تابوت تھا جو اسلام میں اٹھایا گیا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آنحضرت صلعم نے نعش پر خطوط لگانے سے منع فرمایا ہے آپ نے ایک مرتبہ ایک ایسے تابوت کو دیکھا جس کو رنگ برنگ کے دوپٹوں سے آراستہ کیا گیا تھا۔ آپ نے ان کو اتارنے کا حکم دیا تھا حضرت علی علیہ السلام سے منقول

ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ آخرت کا پہلا عدل قبریں ہیں کیونکہ ان قبروں میں سونے والوں کے متعلق کوئی پتہ نہیں چلتا کہ شریف کون ہے اور رذیل کون ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک قوم کو دیکھا جن کے پاس سے جنازہ گذر رہا تھا وہ لوگ اپنے اپنے پیروں پر کھڑے ہوگئے آپ نے ان کو اشارہ کیا کہ وہ بیٹھ جائیں یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جو جنازہ کے ہمراہ چلنے کا ارادہ نہ رکھتے ہوں لیکن جو جنازہ کے ساتھ جانے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ اٹھ کر جنازے کے ہمراہ چلے اور جب تک جنازہ زمین پر نہ رکھا جائے اس وقت تک نہ بیٹھے۔

امام حسین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ ایک مرتبہ جنازہ کے ہمراہ ایک قوم کے پاس سے گذرے وہ لوگ اٹھنے لگے آپ نے ان کو منع فرمایا اور چلتے رہے جب قبر کے پاس پہنچے تو آپ وہاں رک گئے اور حضرت ابوہریرہ اور ابن الزبیر کے ساتھ بات چیت کرنے لگے یہاں تک کہ جنازہ زمین پر رکھا گیا اس وقت آپ بیٹھ گئے اور دوسرے لوگ بھی بیٹھ گئے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے جنازہ کے متعلق رسول اکرم صلعم کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ ان لوگوں میں سے کون سب سے بڑا گنہگار ہے آیا وہ شخص جو جنازہ کے ساتھ بغیر چادر کے چلتا ہے یا وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ رحم کرو اللہ تم پر رحم کرے گا یا وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ میت کے لئے مغفرت طلب کرو خدا تمہاری مغفرت کرے گا ؟

امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جنازے کو تیز رفتاری سے لیجاؤ آہستہ آہستہ نہ لیجاؤ۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا ہر اس شخص پر جنازہ کو کندھا دینا واجب ہے جو جنازہ کے ساتھ ساتھ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں مگر کندھا دینا بہتر ہے اگر چاہے تو جنازہ کو پکڑے چاہے تو نہ پکڑے۔ آپ نے سواری کے جانور پر جنازہ اٹھانے کی اجازت دی ہے ایسا اس وقت کیا جائے جب کہ کوئی جنازہ اٹھانے والا نہ ہو یا کوئی عذر ہو مگر سنت اور حکم یہی ہے کہ جنازہ کو لوگ ہی اٹھائیں۔ آپ اس کے لئے یہ عمل مستحب سمجھتے تھے جو جنازہ کو اٹھانے میں مدد کرنا چاہتا ہے کہ وہ بائیں جانب

سے ابتدا کرے اور جس کے دونوں ہاتھوں میں جنازہ کا پایہ ہو اس سے اپنے دائیں ہاتھوں میں لے لے پھر چاروں طرف چکر کرے۔

امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ تم لوگ جنازہ کے پیچھے پیچھے چلو ایسا نہ ہو کہ جنازہ تمہارے پیچھے ہو اور تم آگے آگے چلو۔ اہل کتاب کے بالکل برعکس عمل کرو۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے امیرالمومنین سے پوچھا کہ صبح کیسے گذری آپ نے فرمایا کہ اس شخص سے بہتر گذری جو نہ کسی جنازہ کے پیچھے چلا نہ تو کسی بیمار کی عیادت کی آپ سے ایک مرتبہ ابوسعید الخدریؓ نے جنازہ کے ہمراہ چلنے کی بابت پوچھا کہ جنازہ کے آگے چلنا افضل ہے یا پیچھے ؟

آپ نے ان سے فرمایا کہ اے ابوسعید، تم جیسا انسان اس قسم کی بات پوچھتا ہے! انھوں نے کہا کہ ہاں بخدا مجھ جیسا آدمی اس بارے میں پوچھتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ جنازہ کے پیچھے چلنے والے کو آگے آگے چلنے والے پر وہی فضیلت حاصل ہے۔ جو فرض نماز کو نفل نماز پر ہے۔ ابوسعیدؓ نے کہا کہ یہ آپ اپنی طرف سے فرما رہے ہیں۔ یا اس بارے میں آپ نے کچھ رسول اللہ صلعم سے بھی سنا ہے۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے ان سے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہی کہتے ہوئے سنا ہے جو میں نے تم سے ابھی کہا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام حصول فضل و ثواب کی خاطر جنازہ کے پیچھے ننگے پاؤں چلا کرتے تھے۔

امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم ایک جنازہ کے ہمراہ تشریف لیجا رہے تھے کہ آپ کی نظر ایک عورت پر پڑی جو جنازے کے پیچھے پیچھے چلی آرہی تھی آپ ٹھہر گئے اور فرمایا کہ اس عورت کو لوٹا دو پس وہ لوٹا دی گئی۔ آپ ٹھہرے رہے۔ یہاں تک کہ آپ سے یہ کہا گیا کہ اے رسول خدا صلعم وہ عورت مدینہ کی دیواروں میں چھپ گئی ہے۔ پھر آپ چلے۔

نماز جنازہ کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے آنحضرت صلعم کی وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جب امیر المومنین علیہ السلام رسالتمآب صلعم کو غسل و کفن دے چکے تو اس وقت عباسؓ بن عبد المطلب آپ کے پاس آئے اور ان سے یہ کہا کہ اے علی (علیہ السلام) لوگ رسول اللہ صلعم پر نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جمع ہو گئے ہیں اور ان کی یہ رائے ہے کہ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا جائے اور ان کی یہ بھی رائے ہے کہ انھیں میں سے ایک شخص رسول خدا صلعم پر نماز جنازہ کی امامت کرائے یہ سن کر امیر المومنینؑ نے لوگوں سے فرمایا کہ اے لوگو! رسولِ خدا صلعم زندگی اور موت دونوں حالت میں امام تھے اور جو نبی جہاں وفات پاتا ہے اس کو وہیں دفن کیا جاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کی جیسی رائے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام بیت الشرف کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلعم پر نماز جنازہ پڑھی اور آپ دس دس آدمیوں کو آگے کرتے جو نماز پڑھ کر واپس آجاتے۔

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ آفتاب کے غروب اور طلوع کے وقت اور ہر وقت میں نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ تو محض استغفار ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ کو نماز جنازہ پڑھانے کے لئے بلایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہم تو نماز جنازہ پڑھتے ہیں لیکن دراصل میت کا عمل ہی اس پر نماز پڑھتا ہے۔ (یعنی میت کو اس کا عمل ہی کام آئے گا)

امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب مومن پر چالیس مومنین نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور اس کے لئے خوب دعا کرتے ہیں تو ان کی دعا میت

کے حق میں مقبول ہوتی ہے آپ نے فرمایا کہ جب کسی جنازہ میں خود سلطان شریک ہو تو وہ میت کے ولی سے زیادہ نماز جنازہ پڑھانے کا حقدار ہے۔

آپ سے پوچھا گیا کہ اگر کسی کی بیوی انتقال کر جائے تو کیا وہ خود اس پر نماز جنازہ پڑھانے کا حقدار ہے۔

آپ سے پوچھا گیا کہ اگر کسی کی بیوی انتقال کر جائے تو کیا وہ خود اس پر نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ عورت کے خاندان والوں کو نماز جنازہ پڑھانے کا شوہر سے زیادہ حق حاصل ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر بچہ ولادت کے وقت زور سے چلائے اور پھر مر جائے تو اس پر نماز جنازہ پڑھنا چاہیئے۔

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے ایک ایسی عورت اور اس کے بچہ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی کہ جو زانیہ تھی اور بحالت نفاس انتقال کر گئی تھی۔ آپ نے نیک یا بد کوئی بھی مسلمان ہو اس پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ انسان کی ہر اس چیز پر نماز جنازہ پڑھنی چاہیے جس کے متعلق معلوم ہو کہ اگر وہ انسان کے جسم سے الگ ہو گئی تو وہ مر جائے گا۔ اور جب بیک وقت کئی جنازے جمع ہو جاتے تو آپ ان تمام پر ایک ہی مرتبہ نماز جنازہ پڑھتے تھے۔ اس وقت مردوں کا جنازہ اپنے سے قریب رکھتے تھے اور عورتوں کا جنازہ قبلہ سے قریب رکھتے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم جب کسی مرد کے جنازے پر نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ اس کی چھاتی کے مقابل کھڑے ہوتے تھے۔ اور جب جنازہ کسی عورت کا ہوتا تو آپ اس کے سر کے مقابل کھڑے ہوتے تھے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ سے ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جو جنازے میں بغیر وضو کے شریک ہوا ہو۔ اور پانی بھی نہ ملتا ہو؟ آپ نے فرمایا کہ اگر نماز جنازہ کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو تیمم کر کے نماز جنازہ پڑھے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ جب جنازہ پر تکبیرہ بولتے

تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھاتے تھے اور جنازہ پر پانچ مرتبہ تکبیرہ کہتے تھے۔ آپ سے ایک مرتبہ تکبیرہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جنازہ پر پانچ مرتبہ تکبیرہ کہی جائے یہ پانچ وقت کی نمازوں سے ایک ایک تکبیرہ ماخوذ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایک بھی تکبیرہ میں پیچھے رہ جائے تو وہ جنازے میں شامل تو ہو مگر جب لوگ سلام پھیر دیں تو اپنا باقی تکبیرہ پورا کرے اور پھر سلام پھیرے اور جب لوگوں کے ساتھ شریک ہو تو اس وقت تکبیرہ کہے اور اسے اپنی اول نماز تصور کرے۔

اہل بیت اطہار علیہم السلام سے یوں تو نماز جنازہ کی بکثرت دعائیں منقول ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی دعاء مخصوص نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ پہلی تکبیرہ بولے پھر خدا جس حمد و ثناء کے لائق ہے وہ حمد و ثنا کرے۔ اور اس کی تعظیم کرے جو تعظیم کرنے کا حق ہے۔ پھر تکبیرہ بولے اور رسول خدا صلعم اور آپ کی آل پر درود بھیجے۔ پھر تکبیرہ بولے اور اگر میت مومن ہو تو اس کے حق میں دعاء کرے۔ اس کے بعد پھر تکبیرہ بولے اور تمام مومنین اور مومنات کے حق میں دعاء کرے۔ پھر تکبیرہ بول کر رسول اللہ صلعم اور آپ کی آل پر درود بھیجے۔ اگر ہر مرتبہ تکبیرہ میں حمد و ثناء دعاء و درود بھیج سکتا ہو تو یہ کرنا بہتر ہے۔

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اگر میت کے بارے میں تم کو کوئی معلومات حاصل نہ ہو تو اس وقت یہ دعاء پڑھو۔ اللھم لا نعلم الا خیرا وانت اعلم بہ فول ما تولی واحشرہ مع من احب۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مستضعف (اس کو کہتے ہیں جس کو کمزور سمجھا جائے) پر نماز جنازہ پڑھی جائے تو اس کی نماز میں یہ آیت پڑھی جائے۔

ربنا وسعت کل شئی رحمۃ وعلما۔ ھو الفوز العظیم

اہل بیت اطہار علیہم السلام نے اولیاء اللہ کے دشمن پر نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کے حق میں بد دعا کی جائے اور دشمن اہل بیت کے حق میں بد دعاء کرنے کی بہت سی قسمیں ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کوئی بد دعاء

مخصوص نہیں ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ بچے کی نماز جنازہ میں یہ پڑھتے تھے۔ اللھم اجعلہ لنا سلفا و فرطا و اجرا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب تم نماز جنازہ سے فارغ ہو جاؤ تو سلام پھیرو۔

دفن اور قبر کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے اور آپ کے پدر بزرگوار سے اور آپ کے آبائے کرام اور حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے آنحضرت صلعم کے لئے لحد کھودی تھی لحد اس جگہ کو کہتے ہیں جو قبر کے اندر میت کے لئے قبلہ کی دیوار میں بنائی جاتی ہے اور ضریح اس جگہ کو کہتے ہیں جو میت کے لئے قبر کے بیچ میں کھودی جاتی ہے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام کے لئے بر بنائے احتیاج ضریح بنائی تھی کیونکہ آپ جسیم تھے۔

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ رسول خدا صلعم کی قبر مبارک میں اس لئے گھاس بچھائی گئی تھی کہ قبر میں تری اور زمین شورے والی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میت عورت ہو تو اس کو قبر میں وہی شخص اتارے جو اس کی زندگی میں اپنی آنکھوں سے اس کو دیکھتا تھا اور وہی شخص دوسرے تمام لوگوں میں اولیٰ ہے کہ وہ اس کے پچھلے حصے کو پکڑ کر اتارے۔ اور اگر میت مرد ہو تو اس کا قریب ترین رشتہ دار اس کے اگلے حصہ کو پکڑ کر اتارے۔ مرد کے لئے مکروہ ہے کہ وہ اپنے فرزند کو خود قبر میں اتارے یہ اس لئے کہ اس پر رقت طاری نہ ہو جائے۔ امیر المومنین سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ ہر گھر کا ایک دروازہ ہے۔ پس قبر کا دروازہ میت کے دونوں پیر کی

طرف ہے۔ لہذا اسی طرف سے قبر میں اترنا اور چڑھنا چاہیئے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم ایک جنازہ میں شریک ہوئے آپ نے لوگوں کو میت کو قبلہ کی سمت رکھنے کا حکم دیا اور قبر میں اترنے کے لئے فرمایا اور کہا کہ قبلہ رو ہو کر میت کو اتارو اور اس کو لحد کے اندر رکھو اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ پڑھو۔ علی ملۃ اللہ وملۃ رسول اللہ آپ نے عثمان بن مظعون کی قبر پہ کپڑا ڈالنے کا حکم دیا اور کہا کہ یہ پہلی قبر تھی جس پر کپڑا ڈالا گیا تھا۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ بنی عبد المطلب میں سے ایک شخص کے جنازے میں شریک ہوئے جب لوگوں نے میت کو قبر میں اتارا تو اس وقت آپ نے فرمایا کہ اس کو داہنے پہلو پر قبلہ کی جانب منہ کر کے لحد میں رکھو۔ منہ کے بل اور سر کے بل میت کو لحد میں نہ رکھو پھر آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ جو قبر میں اترا تھا کہ تم اپنا ہاتھ میت کی ناک پر رکھو تاکہ تم پر روشن ہو جائے کہ میت قبلہ رو ہے پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اب یہ دعا پڑھو: اللھم لقنہ حجتہ وصعد روحہ ولقہ منک رضوانا۔

اہل بیت اطہار علیہم السلام سے میت کو قبر میں رکھتے وقت بہت سی دعائیں منقول ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے اس وقت کے لئے کوئی دعا مخصوص نہیں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم جب کسی میت کو دفن کرنے کے لئے تشریف لیجاتے تو قبر میں تین مرتبہ مٹی ڈالتے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب آپ قبر میں مٹی ڈالتے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔ اللھم ایمانا بک وتصدیقا لرسلک وایقانا ببعثک ھذا ما وعد اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ۔ آپ فرماتے تھے جو شخص اس پر عمل کرے گا تو خاک کا ہر ذرہ اس کے لئے نیکی بن جائے گا۔ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ کوفہ سے چند میل کے فاصلے پر دیہات میں ایک شخص انتقال کر گیا پس لوگ اسے اٹھا کر کوفہ لے آئے آپ نے ان کو سخت سزا دی اور فرمایا کہ میتوں کو وہیں

دفن کردو جہاں ان کا انتقال ہوا ہے یہودیوں کی طرح جیسا کہ وہ اپنے مردوں کو بیت المقدس لیجاتے ہیں تم ایسا نہ کرو۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جنگ احد میں جب انصار اپنے شہیدوں کو اپنے گھر کی طرف اٹھا کر لیجانے کے لئے آئے تو اس وقت آنحضرت صلعم نے ایک منادی کو یہ ندا کرنے کا حکم دیا کہ اجسام کو ان کے مقتل میں دفن کرو امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ جب رسول خدا صلعم کو دفن کر چکے تو آپ نے قبر مبارک کو مربع یعنی چوکور بنا دیا تھا۔ آپ سے یہ بھی روایت ہے کہ آنحضرت صلعم جب حضرت عثمان بن مظعون کو دفن کر چکے تو آپ نے ایک پتھر منگا کر ان کے سرہانے رکھ دیا اور فرمایا کہ یہ ایک علامت کے طور پر ہے تاکہ میں اپنے اہل قرابت کو یہیں دفن کر سکوں۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ تین ہاتھ سے زیادہ گہری قبر کھودنا مکروہ سمجھتے تھے اور قبر سے نکلی ہوئی مٹی کے علاوہ دوسری مٹی قبر پر رکھنا مکروہ سمجھتے تھے۔ آپ سے یہ بھی روایت ہے کہ آنحضرت صلعم جب عثمان بن مظعون کی قبر پر مٹی برابر کر چکے تو آپ نے اس پر پانی چھڑکا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے قبروں کی زیارت کی رخصت دی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قبروں کی زیارت سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ سیدۂ عالم جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام حضرت حمزہ علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرتی تھیں۔ قبر کے پاس کھڑی رہتی تھیں اور آپ ہر سال خواتین کے ساتھ شہدا کی قبروں پر حاضر ہوتی تھیں اور دعا و استغفار کرتی تھیں۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ جب قبروں کے پاس سے گذرتے تھے تو اس طرح سے تین مرتبہ سلام پڑھتے تھے السلام علیکم یا اھل الدیار فانا بکم لاحقون۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے قبروں پر چڑھنے سے اور ان کے پاس ہنسنے سے منع فرمایا ہے۔ اور حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ

آپ نے قبر کے پاس مسجد بنانے کو مکروہ فرمایا ہے، آپ سے یہ بھی روایت ہے کہ جب جعفر بن ابی طالب کی خبر وفات پہنچی تو آنحضرت صلعم نے اپنے اہل بیت سے فرمایا کہ کھانا پکاؤ اور حضرت جعفر کے گھر والوں کے پاس لیجاؤ جب تک کہ وہ جعفر کے غم میں مبتلا رہیں اور ان کے ساتھ تم بھی کھانا کھاؤ کیونکہ ان پر ایسی مصیبت نازل ہوئی ہے کہ جس کی وجہ سے وہ اپنا کھانا خود نہیں پکا سکتے۔

⁂ ⁂ ⁂

کتاب الزکوٰۃ

(۴)
زکوٰۃ و صدقہ دینے کی ترغیبات کا بیان

ارشاد باری تعالےٰ ہے کہ :

قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ:

قد افلح المومنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعون والذین ھم عن اللغو معرضون۔ والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون اولئک ھم الوارثون الذین یرثون الفردوس ھم فیھا خالدون۔ $\frac{23}{1}$ ۱۸

ترجمہ: البتہ وہ ایمان لانے والے کامیاب ہوئے جو اپنی نمازوں میں (خدا کے سامنے) گڑگڑاتے ہیں اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ پھیرتے رہتے ہیں اور جو زکوٰۃ (ادا) کیا کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے وارث ہیں جو بہشت بریں کے وارث ہوں گے اور یہی لوگ اس میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے آپ کے پدر بزرگوار امام باقر اور آپ کے آبا ر کرام اور مولانا علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے پاس جنت کے خزانہ داروں میں سے ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کے سینے پر مسح کرتا ہے۔ پس اس کا نفس زکوٰۃ دینے کے لئے سخی ہوجاتا ہے۔ یعنی وہ زکوٰۃ کو ادا کرتا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ مرد عابد کی تین علامتیں ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ۔ آپ نے اپنی وصیت میں فرمایا کہ میں اپنے اہل و عیال کو اور تمام مومنوں کو خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں تم زکوٰۃ کے بارے میں خدا سے ڈرو۔ کیونکہ زکوٰۃ تمہارے رب کے غصے کی آگ کو ٹھنڈا کرتی ہے۔

رسول خدا صلعم سے مروی ہے آپ نے زکوٰۃ کے متعلق فرمایا ہے کہ جو شخص زکوٰۃ دیتا ہے وہ اس مال میں سے صرف ایک ہی جز دیتا ہے جو خدا نے اس کو عطا کیا ہے۔ لہٰذا اس کو بطیب خاطر زکوٰۃ دینا چاہیئے۔ اگر کسی نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردیا تو اس کے مال سے شر دور ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ خشکی یا تری میں جو مال ضائع ہوجاتا ہے وہ زکوٰۃ کے نہ ادا کرنے کی وجہ سے ضائع ہوتا ہے۔ لہٰذا تم زکوٰۃ دے کر اپنے مال و دولت کو محفوظ کرلو اور صدقہ سے اپنے بیماروں کا علاج کرو اور دعا سے بلا و مصیبت کو دفع کرو۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ زکوٰۃ دینے سے کبھی مال کم نہیں ہوتا اور جس مال کی زکوٰۃ دی جاتی ہے وہ مال کبھی خشکی یا تری میں ضائع نہیں ہوتا۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ جو بندہ خدا کے نزدیک جتنا معزز ہوتا ہے اس پر بلائیں بھی اتنی ہی زیادہ نازل ہوتی ہیں اور جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو اس سے اس کا مال کم نہیں ہوتا اور نہ زکوٰۃ روکنے سے مال میں اضافہ ہوتا ہے اور چور جو کچھ چراتا ہے تو وہ اس کے رزق ہی

کے حصے میں شمار ہوتا ہے۔

امام حسن علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ زکوٰۃ سے مال کم نہیں ہوتا۔ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب وہ اپنے پدر بزرگوار امام علی زین العابدین علیہ السلام کو غسل دے چکے تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ کے گوٹھن اور پیر کا اوپری حصہ گویا اونٹ کے گوٹھن کی طرح ہے اور جب دوش مبارک کو دیکھا تو وہ بھی ایسا ہی تھا۔ لوگوں نے امام باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ اے فرزند رسول صلعم پیشانی اور گوٹھن پر جو گھٹے پڑے ہوئے ہیں۔ وہ تو ہمیں معلوم ہے کہ کثرت نماز اور طول سجود کی بنا پر ہے لیکن یہ آپ کے کندھے پر کیسا گھٹا پڑا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سنو! اگر میرے پدر بزرگوار امام زین العابدینؑ زندہ ہوتے تو میں ان کے متعلق تم سے کچھ نہ کہتا لیکن سنو! امام زین العابدین کی ہر روز یہ عادت شریف تھی کہ آپ ایک سے زائد مسکین کو کھانا کھلاتے تھے۔ اور جب رات آتی تو اپنے اہل و عیال سے دن کا بچا ہوا فاضل کھانا ایک تھیلے میں بھر لیتے۔ جب ہر طرف سناٹا چھا جاتا تو آپ اس کو اپنے کندھے پر اٹھا کر مدینہ کی گلیوں میں لے جاتے اور وہ بچا ہوا کھانا ایسے لوگوں کے پاس لے جاتے تھے جو شرم کے مارے لوگوں سے سوال نہ کرتے تھے آپ ان میں اس طرح سے تقسیم کرتے تھے کہ یہ پتہ تک نہ چلتا تھا کہ دینے والا کون ہے۔ حتیٰ کہ گھر والوں میں سے بھی میرے سوا اس بات کو کوئی نہ جانتا تھا۔ لیکن میں ہی کسی طرح سے واقف ہو گیا تھا امام زین العابدین علیہ السلام کا اس سے مقصد یہ تھا کہ پوشیدہ طور پر اپنے ہاتھ سے صدقہ دینے کا جو ثواب ہے وہ حاصل کر لیں۔ آپ اکثر فرماتے تھے کہ پوشیدہ طور سے صدقہ کرنا خدا کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول خدا صلعم کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ مومن کے ہاتھ سے ابھی صدقہ نکلا نہیں کہ اس سے ستر شیطانوں کے جبڑے کچل جاتے ہیں۔ مخفی طور سے صدقہ کرنا رب کے آتش غضب کو بجھا دیتا ہے جیسے کہ آگ پانی کو بجھا دیتی ہے۔ تم میں سے اگر کوئی صدقہ کرنا چاہے تو اپنے داہنے ہاتھ سے اس طرح سے دے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر تک نہ ہونے پائے۔

امام جعفر الصادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ صدقہ، نماز، روزہ اور دوسرے نیکی کے کام جو فرض نہیں ہیں جتنے بھی مخفی طور پر ہوں زیادہ افضل ہے کہ پوشیدہ طور سے کیا جائے اور جو واجب اور فرض ہیں ان کو علانیہ کیا جائے۔ امیرالمؤمنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ خیرات سے بیماری پیٹ کا درد، ڈوبنا، جل جانا، دیوار ٹوٹنے سے دب جانا اور جنون وغیرہ۔ غرض کل ستر بلائیں دفع ہو جاتی ہیں۔ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک دولتمند شخص تھا اور اس کا ایک ہی اکلوتا فرزند تھا جس سے وہ بہت محبت کرتا تھا جب وہ جوان ہو گیا تو اس نے اپنے بھائی کی لڑکی سے اس کا نکاح کر دیا۔ جب رات ہوئی تو خواب میں اس کو کسی نے کہا کہ تمہارا یہ لڑکا آج کی رات جب وہ اپنی بیوی کے پاس جائے گا تو مر جائے گا۔ اس خبر سے اس کو شدید غم ہوا اس نے اس خواب کو چھپایا اور زفاف کے متعلق ٹال مٹول کرنے لگا۔ حتیٰ کہ خود اس کی عورت اور خود لڑکا اور لڑکی کے ماں باپ نے شدت سے اصرار کیا جب اس کے لئے کوئی چارہ نہ رہا تو اس نے استخارہ کیا اور اپنے دل میں کہا کہ شاید یہ شیطان کی حرکت ہے اس نے یہ سمجھ کر اپنے لڑکے کو اس کی بیوی کے پاس بھیجدیا اور اس رات خود نماز و دعا میں مشغول ہو گیا اور انتظار کرنے لگا کہ اس کے لڑکے کا انجام کیا ہوتا ہے؟ یہاں تک کہ جب صبح ہو گئی تو وہ اپنے لڑکے کے پاس گیا تو اس کو نہایت عمدہ حال میں پایا اس نے خدا کا شکر ادا کیا جب رات ہوئی تو اس کو خواب میں کہنے والے نے کہا کہ تمہارے لڑکے نے سائل کے ساتھ جو نیکی کی تھی اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی بلا اور موت کو ٹال دیا ہے جب صبح ہوئی تو وہ پھر اپنے لڑکے کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ جانِ پدر کیا تو نے کسی سائل کے ساتھ اس رات کو جس میں تو پہلی بار اپنی بیوی سے ملا تھا کوئی نیک کام کیا ہے؟ لڑکے نے کہا کہ اس سوال سے آپ کا کیا مقصد ہے اس نے کہا کہ مجھے تم بتاؤ۔ اس نے لڑکے سے اصرار کیا اور اس کو کہا کہ تم کو اصل قصہ بتانا ہی پڑے گا۔ لڑکے نے کہا کہ اچھا تو سنئے۔ جب ہم لوگوں کو کھانا کھلانے سے فارغ ہو چکے تو اس وقت بہت سا فاضل کھانا بچا ہوا تھا جب میری بیوی میرے پاس آئی اور میں اس کے ساتھ تخلیہ میں ہوا اور اس سے قریب

ہوا کہ اتنے میں ایک سائل نے دروازے پر آواز دی کہ اے اہل مکان خدا نے تم کو روزی دی ہے اس سے ہماری مدد کرو پس میں اس سائل کے پاس گیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے آیا اور کھانا پیش کیا اور میں نے اس سے کہا کہ جی بھر کر کھاؤ وہ کھا کر سیراب ہو گیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہارے بیوی بچے بھی ہیں اس نے کہا کہ ہاں تو میں نے کہا کہ پھر اس میں سے جتنا چاہو تم لے جا سکتے ہو۔ چنانچہ وہ اپنی طاقت کے مطابق کھانا لے گیا وہ اپنے گھر چلا گیا اور میں اپنی بیوی کے پاس واپس آیا۔ باپ نے جب یہ قصہ سنا تو خدا کی حمد و ثنا کی اور اپنے لڑکے کو پورا خواب کہہ سنایا۔

امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے ایک مرتبہ مکہ معظمہ کے کبوتروں پر نظر ڈال کر فرمایا کہ اے لوگو تم کو خبر ہے کہ یہ کبوتر حرم پاک میں کیوں آباد ہوئے ہیں لوگوں نے کہا کہ اے فرزند رسول کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگلے زمانے میں ایک شخص کے گھر میں ایک کھجور کا درخت تھا جس کے تنے میں ایک کبوتر نے گھونسلہ بنا رکھا تھا جب اس کبوتر کے بچے پیدا ہوتے تو وہ شخص درخت پر چڑھ کر ان بچوں کو پکڑتا اور ذبح کر ڈالتا ایک زمانے تک ایسا ہی کرتا رہا اس کبوتر کی کوئی نسل باقی نہ رہی۔ اس کبوتر نے اس شخص کی اس حرکت کی بارگاہ الٰہی میں شکایت کی تو اس کو یہ جواب ملا کہ اگر اس سال یہ شخص درخت پر چڑھے گا اور بچوں کو پکڑے گا تو گر کر مر جائے گا۔ چنانچہ جب بچے بڑے ہو گئے اور وہ شخص بچوں کو پکڑنے کے لئے درخت پر چڑھا تو کبوتر دیکھنے لگا کہ اب اس شخص کے ساتھ کیا ہوتا ہے جب وہ آدھے تنے تک پہنچ گیا تو ایک سائل دروازے پر کھڑا ہو گیا اس نے اتر کر اس سائل کو کچھ دیا۔ پھر چڑھا۔ اور بچوں کو پکڑ کر لایا اور ذبح کر ڈالا اور اس کو کچھ بھی نہیں ہوا۔ کبوتر نے پھر بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ پروردگار یہ کیا انصاف ہے اس کو جواب دیا گیا کہ اس شخص نے خیرات دے کر اپنے نفس کو بچا لیا۔ اس کی مصیبت دفع ہو گئی۔ رہا تو تیری نسل کو بھی خداوند تعالیٰ زیادہ پیدا کرے گا اور تیری نسل کو ایسے شہر میں آباد کرے گا کہ جہاں قیامت تک کوئی تکلیف نہ ہو گی۔ چنانچہ اس کبوتر کو حرم میں لا کر آباد کر دیا گیا اور یہ

اس کی نسل سے ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ سائل خدا کا قاصد ہوتا ہے۔ اگر کسی نے اس کو کچھ دیا تو گویا اس نے خدا کو دیا ہے۔ اور اگر واپس لوٹا دیا تو گویا اس نے خدا کو لوٹا دیا ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سائل آئے تو اس کو ایک کھجور ہی دے کر واپس کر دو۔ خالی ہاتھ واپس نہ کرو اور گھوڑے پر بھی چڑھ کر آئے تو سائل کو دو اور خاص کر رات کے وقت سائل مرد ہو یا عورت اس کو بالکل خالی ہاتھ نہ جانے دو۔ کیونکہ کبھی وہ شخص مانگتا ہے۔ جو نہ تو جنوں میں ہے نہ انسانوں میں سے بلکہ خدا تو اس کے ذریعہ تمہاری دولت زیادہ کرنا چاہتا ہے۔

امام باقر علیہ السلام نے ایک مرتبہ اپنے بیت الشرف کی ایک لونڈی سے فرمایا کہ تم لوگ کبھی کسی سائل کو واپس نہ کرنا۔ اس وقت آپ کی خدمت میں جو لوگ حاضر تھے ان میں سے کسی نے عرض کیا کہ اے فرزند رسول بعض وقت ایسے لوگ بھی سوال کرتے ہیں جو اس کے اہل نہیں ہوتے آپ نے فرمایا کہ اگر ہم اپنی اس سمجھ کے مطابق کبھی ایسے شخص کو واپس بھی کر دیں جو مستحق نہیں ہے تو ہم کو اس کا خوف رہتا ہے کہ کہیں ہم نے مستحق کو تو واپس نہیں کر دیا ہے۔ ایسا اگر ہم نے کیا تو جو حال حضرت یعقوبؑ کا ہوا تھا وہی حال ہمارا بھی ہوگا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ اے فرزند رسول یعقوب علیہ السلام کا کیا حال ہوا تھا بیان فرمائیں۔ آپ نے کہا کہ ایک نبی یعقوب علیہ السلام کے دروازے پر کھڑے ہوئے جو اپنے حال کو چھپاتے تھے۔ وہ دنیا کمانے کی کوشش نہیں کرتے تھے مگر جب ان کو سخت بھوک لگتی تھی تو وہ انبیاء و صالحین کے دروازے پر آکر ان سے سوال کرتے تھے۔ جب ان کو اپنی جان بچانے جتنا کھانے کو مل جاتا تو پھر زیادہ سوال نہ کرتے۔ چنانچہ اپنی عادت کے مطابق ایک رات یعقوب علیہ السلام کے دروازے پر وہ سائل بن کر آئے اور دیر تک کھڑے کھڑے سوال کرتے رہے مگر گھر کے لوگ اتنا غافل ہو گئے کہ نہ کچھ دیتے تھے نہ ان کو واپس کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بھوک کی شدت کے مارے ان کو اتنا ضعف ہو گیا

کہ وہ زمین پر غش کھا کر گر گئے۔ کسی گزرنے والے نے ان کو اس حال میں دیکھا تو ان کو کچھ کھلا پلا کر ہوشیار کیا اور پھر وہ نبی واپس چلے گئے۔ اسی رات کو خواب میں کسی آنے والے نے کہا کہ اے یعقوبؑ خدا کا صاحب عزت و کرامت نبی تمہارے دروازے پر آکر سوال کرتا ہے تو تم اور تمہارے گھر والے اس سے منہ پھیر لیتے ہو۔ حالانکہ تم پر خدا کا فضل و کرم بے انتہا ہے اسلئے یعقوبؑ تم کو خدا ایسی سزا دیگا کہ تم آنیوالی نسلوں کے لئے یادگار بن جاؤ گے۔ جب صبح ہوئی تو یعقوب علیہ السلام بہت گھبرائے چنانچہ اسی دن یعقوب علیہ السلام کے فرزند آئے اور یوسف علیہ السلام کو اپنے ہمراہ لے جانے کی خواہش ظاہر کی۔ یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے بہت چہیتے تھے۔ چنانچہ ان کو خدا کے عذاب کا کھٹکا ہوا، اور وہ سمجھ گئے کہ خدا کا وعدہ یوسف کے ذریعے پورا ہوگا۔ انہوں نے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے جو کچھ کہا وہ معلوم و مشہور ہے۔ امام باقر علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کا پورا قصہ سنایا۔ جس کو ہم نے یہاں مختصر کر دیا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلعم کے پاس تین قسم کے لوگ آئے ان میں سے ایک نے کہا کہ اے خدا کے رسول میرے پاس سو اوقیہ سونا ہے جس میں سے دس اوقیہ بطور صدقہ آپ کی خدمت میں لایا ہوں۔ دوسرے شخص نے کہا کہ اے خدا کے رسول میرے پاس سو دینار ہیں ان میں سے بیس دینار صدقہ کرتا ہوں۔ تیسرا آیا، اس نے کہا کہ اے خدا کے رسول میرے پاس صرف دس ہی دینار ہیں۔ ان میں سے میں ایک دینار صدقہ کرتا ہوں۔ آپ نے ان تینوں کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کو برابر ثواب ملے گا۔ کیونکہ تم میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے مال کا دسواں حصہ صدقہ کیا ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ آیت کریمہ: یا ایھا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون۔ ۲/۲۶۷۔

آپ نے فرمایا کہ جب لوگ شروع میں اسلام لائے تو ان کے پاس سود کے کافی

روپے تھے اور خراب دولت بھی تھی لوگ اس مال و دولت میں سے صدقہ کرتے تھے چنانچہ خداوند تعالیٰ نے مذکورہ آیت کریمہ میں ان کو اس حرکت سے منع فرمایا ہے۔

امام حسین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ کے نزدیک جب بنی امیہ سے ایک شخص کا تذکرہ کیا گیا کہ اس نے کافی مال خیرات کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے۔ جس نے کسی حج کرنے والے کی رقم مار لی ہے اور اس چوری کے مال میں سے صدقہ کرتا ہے صدقہ تو اپنے پسینے کی کمائی کے مال سے ہوتا ہے اور جس کمائی سے چہرہ گرد آلود ہو جائے تو اس کمائی سے صدقہ کرنا حقیقت میں صدقہ ہے جیسا کہ علی علیہ السلام صدقہ کرتے تھے اور آپ ہی کی طرح جو دوسرے لوگ صدقہ کرتے تھے۔

مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ نہ دینے کی بابت تغلیظ و تشدد

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام اور آباء کرام اور امیر المومنین مولانا علی علیہم السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت آئے گی جب نماز بطور احسان جتلانے کے لئے پڑھی جائے گی اور امانت کو مال غنیمت سمجھا جائے گا اور زکوٰۃ کو بطور جرمانہ ادا کیا جائے گا۔ آپ نے باقی حدیث کو طول کے ساتھ بیان فرمایا اسی اسناد سے مولانا علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ پروردگار نے لوگوں میں جو مال دار ہیں ان پر اتنی ہی زکوٰۃ فرض کی ہے کہ جو ان کے فقیروں اور محتاجوں کو کافی ہو جائے اور فقراء ہلاک اور ننگے بھوکے رہتے ہیں تو ان مالداروں کے زکوٰۃ بند کر دینے کی وجہ سے خداوند تعالیٰ ان سے اس کا حساب قیامت کے دن لے گا اور وہ ان کو سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خداوند تعالےٰ نے مالداروں کے اموال میں فقراء کے واسطے اتنا ہی دینا فرض کیا ہے جو محتاجوں کے

لیے کافی ہو سکے۔ اگر خدا کو یہ معلوم ہوتا کہ جو اس نے مالداروں پر فرض کیا ہے وہ کافی نہ ہوگا تو خدا ان پر زیادہ زکوٰۃ دینا فرض اور واجب کر دیتا لیکن خدا کو تو قطعی یہ معلوم تھا کہ اس نے جو فرض کیا ہے وہ کافی ہے۔ فقرا کو جو بھیک دی جاتی ہے وہ اس وجہ سے کہ مالدار اپنے حقوق کو ادا نہیں کرتے اور جو دیا جاتا ہے ان کے مال میں سے نہیں دیا جاتا ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقرؑ سے اور حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے منع فرمایا ہے کوئی شخص اپنے امام سے اپنے مال کی زکوٰۃ کو نہ چھپائے اس کا چھپانا نفاق کی علامت ہے۔

ولید بن عبیح سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ مجھے شہاب نے ایک مرتبہ کہا کہ میں رات میں عجیب عجیب ڈراؤنے خواب دیکھتا رہتا ہوں مجھے خواب میں ایک عورت نظر آتی ہے جو مجھ کو ڈراتی ہے تم امام جعفر الصادق علیہ السلام سے اس کے بارے میں پوچھ چنانچہ میں نے امام جعفر الصادق علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اس شخص کا خواب ہے جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا ہے میں نے جب اس کی اطلاع شہاب کو دی تو انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم میں تو زکوٰۃ ادا کر دیتا ہوں۔ میں نے پھر اس کی خبر صادق آل محمدؐ کو دی آپ نے فرمایا کہ اگر زکوٰۃ دیتا ہے تو وہ جسے دینا چاہیے اس کو نہ دیتا ہوگا۔ میں نے جب شہاب سے کہا تو انہوں نے کہا کہ امام جعفر الصادق علیہ السلام نے سچ فرمایا ہے۔

مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول خدا صلعم تمام مسلمانوں سے ان کے اموال کی زکوٰۃ و صدقات وصول فرمایا کرتے تھے اور ان کو اس راہ میں خرچ فرماتے تھے۔ جس راہ میں خرچ کرنے کا حکم خدا نے انہیں دیا تھا۔ قرآن اس بات کو بیان کرتا ہے خداوند تعالےٰ نے اپنے پیغمبر صلعم سے خطاب کر کے فرمایا ہے کہ: خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم و تزکیھم۔ پہلا ۱۱ $\frac{9}{103}$ ۔

ترجمہ: تم ان کے مال کی زکوٰۃ لو (اور اس کی بدولت ان کو (گناہوں سے) پاک صاف کر دو۔

مسلمانوں کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ اس آیت کریمہ میں "صدقۃ" سے مراد

زکوٰۃ ہی ہے اور تمام مسلمانوں کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ رسول اکرم صلعم کی وفات سے زکوٰۃ کا فرض ان سے مرفوع نہیں ہوا ہے بلکہ ان پر واجب ہے کہ وہ آپ کے بعد جو امام موجود ہو اس کو زکوٰۃ ادا کریں۔ چنانچہ مسلمانوں نے ابتدائے خلافت کے زمانے میں اس پر عمل بھی کیا تھا۔ وہ ائمہ طاہرین علیہم السلام کے حقوق کو غصب کرنے والوں اور ان کی جگہوں میں بیٹھ جانے والوں کو زکوٰۃ دیتے تھے۔ اور جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے ظالم امام زکوٰۃ کا مال بانٹ کھاتے ہیں اور اس کو اپنا ہی حق سمجھتے ہیں تو پھر وہ ان کو اپنا امام تو مانتے رہے لیکن جس قدر بھی ممکن ہوا ان ظالمین غاصبین کو اپنے اموال کی زکوٰۃ دینا بند کر دیا۔ اس طرز عمل میں عجیب و غریب "تناقض" پایا جاتا ہے جو عقلمندوں سے مخفی نہیں ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر ان کے ظالم امام ان کے نزدیک امام تھے تو ان کو زکوٰۃ بند نہ کر دینا چاہیے تھا۔ ان پر تو صرف ادا کر دینا فرض تھا۔ جیسا کہ ان پر خدا نے زکوٰۃ دینا فرض قرار دیا ہے۔ ان پر اس بات کی ذمہ داریاں نہیں ہیں جو خدا نے ان اماموں کی گردن میں زکوٰۃ کو اس کے مستحقین میں تقسیم کرنے کا قلادہ پہنا رکھا ہے۔ کیونکہ زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد تو ان کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔ اب اگر ان کے نزدیک صحیح معنوں میں وہ ان کے امام ہیں تو یہ ان کا فرض ہے کہ وہ زکوٰۃ کو جس راہ میں خدا نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اس راہ میں خرچ کریں اور اگر ان کے نزدیک وہ ائمہ برحق نہیں ہیں تو ان کو امام کی تلاش کرنی چاہیئے اور اس کے ساتھ رہنا چاہیئے اور انہیں کو زکوٰۃ و صدقہ دینا چاہیئے۔ تاکہ وہ اس مال سے جسے خدا نے واجب فرمایا ہے ان لوگوں کے خلاف استعمال کریں۔ جنہوں نے ان پر ظلم کیا ہے اور ان کا حق غصب کر لیا ہے اور انہیں ائمہ برحق کو ائمہ ظالمین کے خلاف مدد کرنی چاہیئے اور ان کے ہمراہ جہاد کرنا چاہیئے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اپنے جان و مال سے جہاد کرو۔ چنانچہ اس کا طریقہ رسول خدا صلعم نے لوگوں کو بتایا تھا اور ان کو زکوٰۃ کے راستے کی طرف رہنمائی کی تھی عملاً یہ بتا کر کہ زکوٰۃ کا کھانا خود آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر حرام ہے تاکہ لوگ زکوٰۃ کے سلسلے میں کسی قسم کی خیانت سے بالکل بے فکر رہیں کیونکہ آپ اور آپ کے بعد

اہل بیت رسول زکوٰۃ کے مال میں سے ذرہ برابر بھی کھا نہیں سکتے تھے اس لئے کہ زکوٰۃ کے مال میں سے ذرہ برابر بھی کھانا ان کے لئے حلال و جائز نہیں ہے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول خداؐ صلعم نے امام حسین علیہ السلام کو دیکھا کہ انہوں نے زکوٰۃ کے مال میں سے ایک کھجور منھ میں ڈال لیا ہے وہ اس وقت ایک چھوٹے بچے تھے۔ پھر بھی آپ نے اس کھجور کو آپ کے منھ سے لعاب کے ساتھ باہر نکال لیا اور اس کو واپس زکوٰۃ کے مال میں داخل کر دیا اور یہ فرمایا کہ ہم اہل بیت پر زکوٰۃ کا کھانا حرام ہے۔ انشاء اللہ ہم پورا قصہ آئندہ بیان کریں گے۔

مذکورہ اسناد سے رسول خدا صلعم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے جنت میں شہید داخل ہوگا اور وہ زر خرید غلام داخل ہوگا جس نے اپنے رب کی خوب عبادت کی ہوگی اور اپنے مالک کی خیر خواہی میں رہا ہوگا۔ اور جنت میں وہ صاحب اولاد داخل ہوگا جو پاکدامن اور با اخلاق تھا۔ اور سب سے پہلے دوزخ میں وہ امیر داخل ہوگا جو عدل نہیں کرتا تھا اور وہ مالدار جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں ادا کرتا تھا اور فاجر و بد اخلاق شخص۔

رسول خدا صلعم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ کی کچھ ایسی انتقام لینے والی جگہیں ہیں۔ جہاں ان لوگوں کو دے مارا جائے گا۔ جنہوں نے اپنے مال کی زکوٰۃ دینا بند کر دیا تھا پس وہ اس مال کو اسی زمینوں پر خرچ کریں گے۔

امام جعفر الصادقؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اس امت پر زکوٰۃ سے زیادہ دشوار اور سخت ترین چیز فرض نہیں کی ہے۔ اس کے بند کر دینے کی وجہ سے امت کے عوام ہلاک ہوتے ہیں۔ آپ نے اس آیت کریمہ کے بارے میں فرمایا کہ : حتی اذا جاء احدھم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت۔ ۲۳/۹۹-۱۰۰

ترجمہ : یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئی تو کہنے لگے کہ پروردگار تو مجھے (ایکبار) اس مقام (دنیا) میں جسے میں چھوڑ آیا ہوں۔ پھر واپس کر دے تاکہ (اب کی دفعہ) اچھے اچھے کام کروں۔

اس سے اس شخص کی مراد ہے کہ دنیا میں واپس جا کر اپنے مال کی پھر زکوٰۃ ادا کر آئے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جس کے پاس مال زیادہ جمع ہو جاتا ہے اور وہ اس مال کا حق یعنی (زکوٰۃ) ادا نہیں کرتا تو اس کا یہ مال قیامت کے روز سانپ بن کر اس کو ڈسے گا۔

آپ نے فرمایا کہ جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اس کی نماز مقبول نہ ہوگی رسول خدا صلعم کا ارشاد ہے کہ نماز مال کی زکوٰۃ ادا کرنے ہی سے مکمل ہوتی ہے۔

اور کنجوسی کے ساتھ خیرات مقبول نہیں ہے اور جو شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اس کی نماز مقبول نہیں ہوتی اور جو زہد و تقویٰ نہیں رکھتا اس کی بھی زکوٰۃ مقبول نہ ہوگی۔

رسول خدا صلعم سے کسی نے پوچھا کہ اے پیغمبر خدا صلعم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ وویل للمشرکین الذین لا یوتون الزکوٰۃ وھم بالآخرۃ ھم کافرون۔ ۲۴ پ۱

ترجمہ: اور مشرکوں پر افسوس ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے بھی قائل نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس آیت میں خدا نے مشرکین کو معتوب نہیں کیا ہے۔ کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی:۔ فویل للمصلین الذین ھم یراؤن ویمنعون الماعون۔ ۳۰ پ۱ ترجمہ: ان نمازیوں کی تباہی ہے جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں جو دکھانے کے واسطے کرتے ہیں اور زکوٰۃ نہیں دیتے۔

سنو! یہاں ماعون سے مراد زکوٰۃ ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خبردار قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے۔ مشرک کے سوا کوئی اور شخص خدا کے مال میں زکوٰۃ کی خیانت نہیں کرتا۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ماعون سے فرض زکوٰۃ مراد ہے۔ زکوٰۃ کا نہ ادا کرنے والا سود کھانے والے کے برابر ہے اور جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔ رسول خدا صلعم نے زکوٰۃ نہ ادا کرنے والے پر اور سود خوار شخص پر لعنت بھیجی ہے۔ اور اس روایت کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ زکوٰۃ نہ ادا کرنے والا مشرک ہے اور یہ روایت رسول خدا صلعم سے مروی ہے اس

کے ثبوت کے لئے خدا کا یہ ارشاد کافی ہے کہ: فاذا انسلخ الا شھر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم۔ ۹/ ۱۰۔ ترجمہ: پھر جب حرمت کے (چاروں) مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ (بے تامل) قتل کر دو۔ پھر اگر وہ لوگ (اب بھی شرک سے) باز آئیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے کہ: فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین۔ ۹/ ۱۰۔ ترجمہ: (اگر اب بھی شرک سے) توبہ کریں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں پس خداوند تعالیٰ نے اس وقت تک کسی توبہ کرنے والے کی توبہ اور کسی مشرک کا اسلام قبول نہیں کیا جب تک کہ اس نے نماز نہیں پڑھی اور زکوٰۃ نہ ادا کی۔

تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کسی نے زکوٰۃ کے فرض کا انکار کرتے ہوئے اسے ادا نہیں کیا تو وہ بلاشک وشبہ مشرک ہے۔ امام برحق کے ساتھ مل کر اس سے جہاد کیا جائے اور اس کو قتل کیا جائے اس کی اولاد کو قید کیا جائے۔ اس کے ساتھ مشرک کا سا سلوک کیا جائے چنانچہ اسی وجہ سے مسلمانوں نے بنی حنیفہ کا خون حلال کیا تھا کیونکہ انہوں نے حضرت ابوبکر کو زکوٰۃ دینا بند کر دیا تھا۔ مگر وہ شخص مشرک نہیں ہے۔ جو ایسے شخص کو زکوٰۃ نہ دیتا ہو جو امام نہیں ہے اور نہ وہ ایسا ہے جس کو زکوٰۃ لینے پر امام حق نے مقرر کیا ہے۔ اگر ایسے امام کو کوئی زکوٰۃ نہ دے تو وہ راہ صواب پر ہے۔ یہ سب باتیں اسی شخص پر لازم آتی ہیں۔

اور اسی شخص کے ساتھ جہاد کیا جا سکتا ہے اور اسے مشرکین کے جیلے میں شامل کیا جا سکتا ہے جو اہل زکوٰۃ کو زکوٰۃ نہ دیتا ہو اور ان کے حق اور زکوٰۃ کے فرض کا انکار کرتا ہو۔

چاندی سونا اور جواہر کی زکوٰۃ کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام سے اور آپ کے آباء کرام اور مولانا علی علیہم السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول خدا صلعم ہمارے پاس تشریف لائے اور زکوٰۃ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ دسویں حصے کا چوتھا حصہ زکوٰۃ ادا کرو یعنی ۲۰ مثقال میں سے نصف مثقال ادا کرو اور ۲۰ مثقال سے کم ہونے کی مقدار میں کچھ بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ یہ آپ نے سونے کی زکوٰۃ کے بارے میں فرمایا تھا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے صدقات (یعنی زکوٰۃ) کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ سونا جب بیس ۲۰ مثقال ہو جائے تو اس میں سے نصف مثقال زکوٰۃ ادا کرنا چاہیئے۔ اگر بیس مثقال سے کم ہو تو اس پر کچھ زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بیس دینار میں سے نصف دینار زکوٰۃ واجب ہے۔ اگر بیس سے کم ہو تو کچھ زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور اگر بیس سے زیادہ ہو تو جتنا بھی زیادہ ہو اس کے مطابق دسویں حصے کا چوتھائی حصہ زکوٰۃ دینا چاہیئے۔

آپ نے فرمایا کہ جب رسول خدا صلعم نے مجھے یمن بھیجا تھا تو مجھے آپ نے فرمایا کہ جب تم وہاں لوگوں سے ملو تو ان سے کہنا کہ کیا تم اپنے اموال کی زکوٰۃ اپنی طہارت کے لئے ادا کرنا چاہتے ہو؟ امیر المؤمنین ؑ نے پوری حدیث بیان فرمائی اور کہا کہ اس کے بعد آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہر دو سو درہم پر پانچ درہم زکوٰۃ واجب ہے لیکن دو سو سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام سے بھی یہی روایت ہے آپ نے فرمایا کہ دو سو درہم پورے نہ ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور دو سو درہم ہوں تو پانچ درہم زکوٰۃ

واجب ہے۔ اس کے بعد جتنا زیادہ ہو اس میں دسویں کا چوتھا حصہ زکوٰۃ واجب ہے اور جس کے پاس سونا بیس دینار سے کم ہو اور چاندی بیس درہم سے کم ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے اس کو سونا اور چاندی باہم ملانا واجب نہیں ہے۔ کیونکہ خداوند تعالےٰ نے دونوں کے درمیان فرق رکھا ہے۔ رسول خدا صلعم نے واضح کر دیا ہے کہ جب تک سونا یا چاندی اتنی مقدار میں نہ ہو جو ان کے لئے حد مقرر کی گئی ہے تو اس وقت تک ان دونوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے

امام جعفر الصادقؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص جس پر سونے کی زکوٰۃ دینا واجب ہے اگر اس کی قیمت کے برابر چاندی دے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ اسی طرح چاندی کے عوض اسکی قیمت کے مطابق سونا دے تو کوئی حرج نہیں ہے،

امام باقر اور امام جعفر الصادق علیہما السلام فرماتے ہیں کہ جو زیورات پہنے جاتے ہیں۔ ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ دونوں اماموں کی مراد ان زیورات سے ہے جو پہننے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ جیسے عورتوں کے زیورات اور تلوار وغیرہ اور زکوٰۃ سے بچنے کے لئے زیورات نہ بنائے جائیں اور نہ اس مقصد سے خریدے جائیں کہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرنا پڑے ایسا کرنا کسی شخص کے لئے بھی جائز اور درست نہیں ہے اگر کسی نے اس غرض سے زیورات بنائے اور خریدے تو ان زیورات پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور جن زیورات کی خرید و فروخت کی جاتی ہے یا کسی کے پاس ایسے زیورات ہیں جو پہننے کے لئے نہیں ہیں تو ان پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ زکوٰۃ کی چیزوں پر اس وقت زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ جبکہ اس وقت سے ایک سال کی مدت گزر جائے جب سے کہ اس چیز پر زکوٰۃ کی مقدار پوری ہوتی ہے۔ پس جب تک مدت پوری نہ ہوئی ہو زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اسناد مذکور کے مطابق منقول ہے کہ آنحضرت صلعم نے موتی، یاقوت اور جواہرات سے زکوٰۃ ساقط کر دی ہے بشرطیکہ ان کی تجارت کرنا مقصود نہ ہو۔ جواہرات کا مسئلہ بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ ہم نے زیورات کے متعلق اوپر بیان

کیا ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپ نے فرمایا ہے کہ عنبر اور وہ موتی جو دریا سے نکالے جاتے ہیں۔ ان دونوں میں سے خمس لینا واجب ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں دوسرے اموال ہی کی طرح ہیں۔ کان سے نکلی ہوئی دھات اور پرانے خزانوں کی بابت فرمایا کہ دونوں میں سے خمس لیا جائے۔ باقی کا حصہ اس کا ہے جس کی زمین یا گھر میں وہ نکلا ہے اور اگر خزانہ ابھی نیا ہو اور گھر کے لوگ اس کے دعویدار ہوں تو وہ انہیں دے دیا جائے۔

امام باقر علیہ السلام سے سونے، چاندی، لوہے، سیسہ اور تانبے کی کانوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ان سب پر خمس واجب ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ جب دینار یا سونا، درہم یا چاندی جید سے کم تر ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے گھریلو نوکروں، مکانات اور پہننے کے کپڑوں اور گھریلو ساز و سامان کی زکوٰۃ معاف کردی ہے۔ بشرطیکہ ان کی تجارت مقصود نہ ہو۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو ساز و سامان بغرض تجارت لیا گیا تھا۔ اور اب اس کی چاہے اصل قیمت ملتی ہو یا زائد ملتی ہو۔ اگر ایک سال کی مدت گزر جائے اور اس کو اس نے فروخت نہ کیا تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اور اگر بازار گر جانے کی وجہ سے اصل قیمت ہاتھ نہ آتی ہو تو اس وقت زکوٰۃ نہ دے جب تک کہ اسے فروخت نہ کرے۔ صادق آل محمدؑ نے فرمایا کہ یتیم اور دیوانے کے مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ بشرطیکہ انکے سرمایہ سے کوئی کام نہ کیا جاتا ہو استعمال کی صورت میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام نے قرض کے بارے میں فرمایا کہ کسی شخص کا دوسرے شخص پر قرض ہو اور جب چاہے بلا کسی خصومت کے لے سکتا ہو تو پھر وہ اسکے دوسرے تمام اموال کی طرح ہے اس کو زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے اور اگر اس قرض کے واپس ملنے کا امکان خصومت ہی سے ہو تو اس کی زکوٰۃ اس پر واجب ہوگی جس کے پاس قرض کی رقم ہے۔ اور یہی صورت مال غائب کی ہے۔ اور یہی صورت عورت کے

مہر کی ہے جو اس کے شوہر پر واجب الادا ہے۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جس مال سے فائدہ لیا جائے جب تک اس پر ایک سال نہ گزر جائے زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ الا آنکہ وہ مال ایسے شخص کے پاس ہو جس کے مال پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو وہ اس مال کو بھی اپنے مال میں شامل کرے جب زکوٰۃ کی مدت پوری ہو جائے تو اس کی زکوٰۃ ادا کرے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مکاتب غلام کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور آپ نے فرمایا کہ زکوٰۃ اس وقت تک امانت ہے جب تک کہ صاحب زکوٰۃ اس کو وہاں نہ پہنچا دے جہاں پہنچانا چاہیئے چنانچہ اس ارشاد کے مطابق یہ بات ہر اس شخص کے لئے لازم ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہے اور اگر اس نے اپنی زکوٰۃ ان لوگوں کے علاوہ کسی اور کو دی جن کو زکوٰۃ دینے کا حکم خدا نے فرما دیا تھا تو اس پر واجب ہے کہ وہ دوسری مرتبہ ان کو زکوٰۃ دے جن کو دینے کا خدا نے امر فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں جو کچھ واجب ہے انشاء اللہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔ اس روایت سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اگر کسی کے مال کی زکوٰۃ اس کے ادا کرنے سے قبل ضائع ہو جائے تو اس پر اپنے مال کی زکوٰۃ پھر سے ادا کرنا واجب ہے جس کو دینا چاہیئے تھا۔ اس کے ملنے سے پہلے ہی مال ضائع ہو گیا تو زکوٰۃ کا جو مال ضائع ہو گیا وہ کافی نہ ہو گا۔

امام جعفر الصادق سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جس شخص پر اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہو اس کو ادا کرنے سے پہلے مرنے کا وقت آ گیا اور اس نے یہ وصیت کر دی کہ اس کی طرف سے زکوٰۃ ادا کر دی جائے۔ تو اس صورت میں اس کے تمام اموال میں سے زکوٰۃ ادا کی جائے الا آنکہ اس نے وصیت کر دی ہو کہ اس کے مال کے تیسرے حصے میں سے زکوٰۃ ادا کی جائے تو ایسا اس وقت کرنا چاہیئے جبکہ اس بات کا علم ہو لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ اپنے پورے مال کی زکوٰۃ دے کر اپنے وارثوں کو تکلیف دینا چاہتا ہے اور ان کی میراث کو تباہ کرنا چاہتا ہے تو اس صورت میں پورے مال سے نہیں بلکہ

اس کے مال کے تیسرے حصے میں سے زکوٰۃ دینی چاہیئے۔ لیکن اگر ورثاء پورے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرنے پر رضامند ہوں تو اس میں سے زکوٰۃ ادا کی جائے

چوپایوں کی زکوٰۃ کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام اور آپ کے آباء و کرام اور حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے لوگوں سے زکوٰۃ کے سلسلے میں حلف لینے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ زکوٰۃ کے سلسلے میں محفوظ و مامون ہیں (یعنی اگر کوئی شخص انکار کرے کہ اس کے مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور ظاہر میں بھی اتنا مال موجود نہ ہو تو اس سے قسم نہ لینا چاہیئے) آپ نے سال میں دو مرتبہ زکوٰۃ وصول کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بلکہ ہر سال زکوٰۃ ایک ہی بار وصول کرنی چاہیئے۔ آپ نے زکوٰۃ کی وصولیابی میں سختی کرنے سے اور بالجبر وصول کرنے سے منع فرمایا ہے۔ لوگوں کو مارنا پیٹنا اور حد سے زیادہ تکلیف دینا منع ہے۔ ائمہ طاہرین نے حکم دیا ہے کہ صدقہ وصول کرنے والا لوگوں کے اس مال کی زکوٰۃ لے جو ان کے پاس موجود ہے اور ان کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آئے اور ان پر جو کچھ زکوٰۃ دینا واجب ہوتا ہے اس کو نہ چھوڑے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے مُخنف بن سلیم الازدی کو اس وقت وصیت کی تھی جب آپ نے اُن کو صدقہ کی وصولیابی کے لئے بھیجا تھا ان کو ایک طویل وصیت نامہ لکھ دیا تھا۔ آپ نے وصیت نامہ میں ان کو ظاہری اور باطنی دونوں

(نوٹ نمبر ۱) مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس کے آقا نے کچھ رقم لکھوائی ہو کہ اگر وہ ادا کردے تو آزاد کردیا جائے گا۔

کاموں میں خدا سے ڈرنے کی وصیت کی تھی اور ان کو اس بات کی وصیت کی تھی کہ لوگوں سے خوش مزاجی اور نرمی سے جاکر ملنا اور تواضع و انکساری پر لازم رہنا اور تکبر سے بچنا کیونکہ خدا تواضع و خاکساری کرنے والوں کو بلند اور تکبر کرنے والوں کو نیچا کرتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے مخنف بن سلیم! تمہارے واسطے بھی اس زکوٰۃ میں ایک واجب حصہ ہے اور اس میں تمہارے دوسرے بھی شرکاء ہیں جیسے فقراء اور مساکین غازمین و مجاہدین مسافرین۔ مملوکین اور متالفین ہم تم کو تمہارا پورا حق دیں گے تم ان کو پورا پورا حق دو۔ ورنہ قیامت کے روز تمہارے سب سے زیادہ دشمن یہی ہوں گے اور سب سے زیادہ مصیبت اور تنگی میں وہ شخص ہوگا جس کے ساتھ خصومت کرنے والے اتنے زیادہ ہوں گے۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اہل بادیہ (دیہات والوں) کی زکوٰۃ ان کے ان مواضع سے لی جائے جہاں وہ رہتے ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہوں لیکن آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر قحط (یعنی زمین سے غلہ نہ پیدا ہو) آجائے تو زکوٰۃ میں اس وقت تک تاخیر کرنی چاہیے جب تک کہ قحط دور نہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ زکوٰۃ انہیں چوپایوں میں سے وصول کی جائے جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اونٹ میں سے اونٹ گائے میں سے گائے۔ بھیڑ میں سے بھیڑ، گیہوں میں سے گیہوں، ثمر میں سے ثمریہ۔ اس صورت میں کیا جائے جبکہ زکوٰۃ دینے والوں کے پاس سونا یا چاندی نہ ہو۔ آپ کے زمانہ میں لوگوں کا یہی حال تھا لیکن اگر وہ دینار و درہم دے سکتے ہوں تو ان پر جو زکوٰۃ واجب ہے اس کے مطابق قیمت دے دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے یہ اس لئے تاکہ انہیں اور دوسروں کو سہولت ہو جائے۔ اس سلسلے میں ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اگر کسی پر سونے کی زکوٰۃ واجب ہے اور وہ اس کی قیمت کے مطابق چاندی دینا چاہتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح چاندی کی جگہ اس کی قیمت کے مطابق سونا دینا چاہتا ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے یہ ویسے ہی ہے جیسے کہ ہم نے اس سے پہلے چوپایوں

اور اناج وغیرہ پر زکوٰۃ کی جو رقم واجب ہے اس کو دنیا بیان کیا ہے ہم آئندہ ان اونٹوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کا ذکر کریں گے جن کی عمریں مختلف ہوتی ہیں۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ امام لوگوں سے ان کے اموال کی زکوٰۃ وصول کرنے میں ان کے ساتھ جبر سے کام لے کیونکہ پروردگار عالم نے خذ من اموالھم صدقہ ۱۱ پ ۹۔ ترجمہ: (اے رسول خدا) لوگوں کے اموال کی زکوٰۃ وصول کرو۔ حکماً فرمایا ہے پس آنحضرت صلعم نے لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ چالیسواں حصہ ادا کرو یعنی بیس مثقال میں سے نصف مثقال اور دو سو درہم میں سے پانچ درہم زکوٰۃ ادا کرو۔

امام جعفر الصادقؑ اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقرؑ اور آبا و کرام اور حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے۔ انھوں نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کے پاس صرف چار اونٹ ہوں تو ان پر کچھ بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ یہاں تک کہ پانچ چرنے والے اونٹ جمع ہوں تو اس میں ایک بکری زکوٰۃ واجب ہوگی پھر پانچ سے زیادہ یعنی نوؔ تک ایک ہی بکری ہے۔ یہاں تک کہ دس اونٹ ہو جائیں۔ جب دس اونٹ ہو جائیں تو دوؔ بکریاں زکوٰۃ میں دینا واجب ہے اور جب پندرہ اونٹ ہو جائیں تو تین بکریاں زکوٰۃ میں دینا واجب ہے۔ اور جب بیس اونٹ ہو جائیں تو چار بکریاں زکوٰۃ میں دینا واجب ہے اور جب پچیس اونٹ ہو جائیں تو ایک بنت مخاض (یعنی اونٹ کا ایک سال کی عمر کا مادہ بچہ) اگر بنت مخاض نہ ہو تو ابن لبون (یعنی دو سال کا نر بچہ) زکوٰۃ میں دینا واجب ہے۔ پنتیس اونٹ سے ایک بھی زائد ہو جائے تو پینتالیس اونٹ تک ایک بنت لبون (اونٹ کا وہ مادہ بچہ جو دو سال کا ہو چکا ہے اور تیسرے سال میں داخل ہے) زکوٰۃ میں دینا واجب ہے۔ اور جب پینتالیس سے ایک اونٹ بھی زیادہ ہو جائے تو ساٹھ اونٹ تک ایک حقہ (یعنی اونٹ کا وہ مادہ بچہ جو تین سال کا ہو چکا ہے اور اب وہ سامان لادنے کے کام آسکتا ہے) زکوٰۃ میں دینا واجب ہے اور جب اس میں ایک اونٹ بھی زائد ہو جائے تو پچھتر اونٹ تک ایک جذعہ (یعنی پانچ سال کی

۱؎ بنت مخاض اونٹ کے اس مادہ بچہ کو کہتے ہیں جو ایک سال کا ہو چکا ہو اور دوسرے میں داخل ہو چکا ہو۔

اونٹنی) زکوٰۃ میں دینا واجب ہے اور جب اس پہ ایک اونٹ بھی زائد ہو جائے تو نوّے تک دو بنت لبون ۔ زکوٰۃ میں دینا واجب ہے جب ان پہ ایک بھی زیادہ ہو جائے تو ایک سو اکیس تک دو حقہ (یعنی تین سال کی عمر کے دو مادہ بچے) زکوٰۃ میں دینا واجب ہے ۔ اور جب ایک سو بیس سے بھی زیادہ ہوں تو ہر چالیس پر ایک بنت لبون اور ہر پچاس پر ایک حقہ اور ایک بنت مخاض یعنی اونٹ کا وہ مادہ بچہ جس کی عمر ایک سال کی ہو چکی ہو اور دوسرے سال میں داخل ہو گیا ہو ۔ گویا اس کی ماں دوسرے بچے سے حاملہ ہو گئی اس لئے وہ مخاض یعنی حاملہ ہے اور جب بنت مخاض اونٹ کا وہ دو سال کا مادہ بچہ جو دو سال کا ہو جائے اور تیسرے سال میں داخل ہو تو اب وہ بنت لبون ہے ۔ گویا اب اس کی ماں بچہ جن چکی ہے اور دودھ والی ہو چکی ہے ۔ اور جب چوتھا سال پورا کرلے تو اس کو حقہ کہتے ہیں ۔ یعنی اب وہ بار برداری اور سواری کے کام آسکتا ہے ۔ اور جب پانچویں سال میں داخل ہو تو اس کو جذعہ کہتے ہیں ۔

امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا ہے کہ اونٹ کی زکوٰۃ وصول کرنے والا زکوٰۃ دینے والے کے پاس اس عمر کا بچہ نہ پائے جو زکوٰۃ میں دینا واجب ہو تو اس سے زیادہ عمر کا بچہ لے لے ۔ اور اونٹ کے مالک کو دونوں کے درمیان جو فرق ہو اس کو ادا کر دے ۔ یا اس سے کم عمر کا بچہ لے تو اس اونٹ کے مالک پر واجب ہے کہ وہ ان دونوں کے درمیان جو کمی رہ گئی ہے اس کو پورا کر دے ۔

ائمہ طاہرین علیہم السلام نے فرمایا ہے کہ گایوں پر اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں ہے جب تک کہ ان کی تعداد تیس تک نہ پہنچ جائے جب تیس چرنے والی گائیں ہو جائیں بشرطیکہ وہ حاملہ نہ ہوں تو ان پر ایک تبیع (یعنی ایک بچھڑا جس کی سینگ سیدھی ہو چکی ہو اور وہ ایک سال کا ہو چکا ہو) ایک سال کا بچھڑا یا ایک تبیعہ یعنی ایک سال کی بچھڑی زکوٰۃ میں دینا واجب ہے ۔ پھر چالیس تک کچھ بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے ۔ ہاں جب چالیس گائیں ہو جائیں تو ساٹھ گایوں تک ایک مسنہ (یعنی چھ دانتوں والی گائے) زکوٰۃ میں دینا واجب ہے ۔ اور جب ساٹھ ہو جائیں تو ستر تک دو بچھڑے یا

دو بچھڑیاں زکوٰۃ میں دینا واجب ہے اور جب ستر ہو جائیں تو ایک گائے اور ایک بچھڑا زکوٰۃ میں دینا واجب ہے۔ اور جب اسّی ہو جائیں تو نوّے تک دو گائیں زکوٰۃ میں دینا واجب ہے اور جب ۹۰ ہو جائیں تو سو تک تین بچھڑے زکوٰۃ میں دینا واجب ہے اور جب سو ہو جائیں تو ایک گائے اور دو بچھڑے زکوٰۃ میں دینا واجب ہے اور جب ایک سو دس ہو جائیں تو ایک سو بیس تک دو گائیں اور ایک بچھڑا زکوٰۃ میں دینا واجب ہے اور جب ایک سو بیس ہو جائیں تو تین گائیں زکوٰۃ میں دینا واجب ہے۔ اس کے بعد ہر تیس پر ایک بچھڑا یا بچھڑی زکوٰۃ میں دینا واجب ہے اور تیس کے اوپر ہر چالیس میں ایک گائے دینا واجب ہے۔ اور اوقاص پر کچھ بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور نہ ان اونٹ اور گایوں اور بکریوں پر زکوٰۃ واجب ہے۔ جو کام کاج، باربرداری سواری اور پن چکی چلانے کے کام میں آتے ہیں اور گھر کے اندر ہی ان کی دیکھ بھال اور پرورش کیجاتی ہے۔

ائمہ طاہرین علیہم السلام فرماتے ہیں کہ چالیس سے کم بھیڑوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ جب ان کی تعداد چالیس تک پہنچ جائے اور وہ چرتی ہوں تو جب ان پر زکوٰۃ دینے کی مدت (یعنی ایک حول) پوری ہو جائے تو ان پر ایک بکری زکوٰۃ میں دینا واجب ہے۔ اس کے بعد زیادہ ہو جائیں تو دو سو تک دو بکریاں زکوٰۃ میں دینا واجب ہے اور جب دو سو سے ایک بھی زیادہ ہو جائیں تو تین سو تک تین بکریاں زکوٰۃ میں دینا واجب ہے۔ اور جب تین سو سے زیادہ ہو جائیں تو ہر سو پر ایک بکری زکوٰۃ میں دینا واجب ہے۔ اونٹ، گائے، بھیڑ پر جس وقت زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، اس کو نصاب کہتے ہیں اگر نصاب پورا نہ ہوتا ہو تو نئے پیدا ہونے والے چھوٹے بچوں کو گنتی میں شمار نہ کرے۔ اس طرح نئے جانوروں کو بھی پرانے جانوروں میں شریک نہ کرے حتی کہ ان پر ایک حول (سال) گذر جائے اور ان میں نصاب پورا ہو کر زکوٰۃ واجب ہو جائے۔

ائمہ طاہرین علیہم السلام سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے زکوٰۃ دیتے وقت چوپایوں کو باہم جمع و تفریق کرنے سے منع فرمایا ہے وہ اس طرح کہ جب زکوٰۃ وصول کرنے والا زکوٰۃ لینے آئے تو اہل مواشی کو اپنے مواشی مخلوط نہ کرنا چاہیے تاکہ زکوٰۃ

وصول کرنے والا آسانی سے ہر سینکڑے پر ایک بکری لے سکے بلکہ جس شخص کے پاس جتنے مواشی ہوں ان کا حساب لگاکر ہر ایک شخص سے علیحدہ علیحدہ واجب شدہ زکوٰۃ وصول کرنا چاہیئے۔ مواشی کو باہم مخلوط نہ کرنے کی اول وجہ یہ ہے کہ مثلاً تین آدمی ہیں ان میں سے ہر ایک کے پاس چالیس چالیس بکریاں ہیں اور انہوں نے ان کو مخلوط کر دیا تو اس صورت میں زکوٰۃ کے وصول کرنے والے کے لئے ایک ہی بکری زکوٰۃ میں لینا واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر یہی مواشی ہر ایک کے پاس علیحدہ علیحدہ ہوں تو تین بکریاں واجب ہوتی ہیں۔ یعنی ہر ایک پر ایک ایک بکری زکوٰۃ میں دینا واجب ہو جاتا ہے۔

اور تفریق مجتمع کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کسی کے پاس چالیس بکریاں ہیں لیکن جب زکوٰۃ وصول کرنے والا آیا تو اس نے زکوٰۃ سے بچنے کے لئے ان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ یہ مواشی کے مالکوں کا ظلم ہے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے کا یہ ظلم ہے کہ وہ ایسے دو آدمیوں کا مال مخلوط کر دے جن میں سے کسی پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ مثلاً ان میں سے ہر ایک کے پاس بیس بیس بکریاں ہیں۔ اب جبکہ زکوٰۃ وصول کرنے والا ان کو مخلوط کر دے گا تو اس صورت میں ان پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ اسی طرح زکوٰۃ وصول کرنے والا ایک ہی شخص کے مال کو متفرق کر دے۔ مثلاً اس کے پاس ایک سو بیس بکریاں ہیں جس کی زکوٰۃ ایک ہی بکری واجب ہے۔ لیکن جب ان کو چالیس چالیس کی صورت میں علیحدہ کر دے تاکہ تین بکریاں زکوٰۃ میں وصول کرے تو یہ حرکت نہ تو اہل مواشی کے لئے جائز ہے نہ زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو زیبا ہے کہ وہ مجتمع کو متفرق کر دیں اور متفرق کو مجتمع کر دیں۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا خلطاء جب اپنے مواشی کو جمع کر دیں اور چرواہا بھی ایک ہو اور سانڈھ بھی ایک ہو تو زکوٰۃ لیتے وقت ان کے علیحدہ علیحدہ اموال کو جمع نہ کیا جائے لیکن ہر ایک سے وہی لیا جائے جتنی زکوٰۃ اس کے اپنے مال میں واجب ہے اور اگر دو آدمی مال میں شریک ہوں تو پورے مال کی زکوٰۃ لی جاتے اور وہ مال میں اپنے اپنے حصوں کے مطابق باہم سمجھ لیں۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا زکوٰۃ میں سے بوڑھا۔ اور کمزور اور عیب دار جانور نہ لے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا زکوٰۃ میں وہ بکری نہ لے جو چربی دار اور بھرے ہوئے گوشت کی ہو اور نہ دودھ والی بکری لے جس پر بکری کے مالک کی زندگی کا دارومدار ہے اور نہ حاملہ بکری اور نہ اندھا اور نہ لنگڑا لے۔ اور نہ وہ بکرا لے جس سے بکریاں حاملہ کی جاتی ہیں۔ اور نہ کوئی عیب دار جانور لے اور نہ بکری کا چھوٹا بچہ اور نہ اونٹ کا چھوٹا بچہ اور نہ گائے کا چھوٹا بچھڑا لے۔ اور زکوٰۃ میں بہت اچھا اور بہت برا جانور کبھی نہ لے۔

حضرت امیر المومنینؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ بھیڑ اور بکری کو تین تین حصوں میں پہلے تقسیم کر دیا جائے۔ پھر بکریوں کا مالک ان میں سے ایک ثلث کا انتخاب کرے اور پھر زکوٰۃ وصول کرنے والا باقی دو ثلث میں سے انتخاب کرے۔

آنحضرت صلعم سے منقول ہے کہ آپ نے گھوڑوں، خچر، گدھوں اور غلاموں کی زکوٰۃ معاف کردی ہے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ چرنے والے اونٹ، گائے بھیڑ، بکریوں پر زکوٰۃ واجب ہے۔ جانوروں کی ان تین قسموں کے علاوہ جانوروں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے عرب کے نصرانیوں سے دوگنی زکوٰۃ یعنی ٹیکس وصول کرنے کا فرمان جاری کیا تھا۔

زکوٰۃ دینے کا بیان

خداوند تعالیٰ نے اپنے پیغمبر رسول خدا صلعم سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے: خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم و تزکیھم بھا۔ رسول خدا صلعم کا ارشاد ہے کہ لاؤ مجھے اپنے اموال کے دسویں حصے کا چوتھا حصہ یعنی بیس دینار میں سے نصف دینار

اور ہر دو سو درہم میں سے پانچ درہم زکوٰۃ دو مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے اور ہمارے علم کے مطابق ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رسول خدا صلعم اپنے نزدیک رہنے والے مسلمانوں سے خود زکوٰۃ وصول فرمایا کرتے تھے اور جو مسلمان دُور رہتے تھے ان سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے دوسروں کو بھیجتے تھے۔ جو ان سے زکوٰۃ وصول کر کے رسول خدا صلعم کے دربار میں پیش کرتے تھے اور آپ اس کو ان راہوں میں صرف کرتے تھے جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو صرف کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور تمام مسلمانوں کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ رسول اکرم صلعم کی وفات کی وجہ سے زکوٰۃ کی فرضیت رفع نہیں ہوئی ہے بلکہ لوگ آنحضرت صلعم کے بعد اس کو زکوٰۃ دیتے تھے جو ان کے امور کو چلاتا تھا اور جو آپ کے بعد آپ کا قائم مقام بنا تھا۔ مگر بعد میں جب انھوں نے دیکھا کہ ان کے ائمہ زکوٰۃ کو اپنے ذاتی کاموں میں صرف کرنے لگے ہیں تو انہوں نے حتی الامکان زکوٰۃ دینا بند کر دیا۔ اگر ان کے نزدیک وہ برحق ائمہ تھے تو ان لوگوں پر واجب اور فرض تھا کہ وہ ان کو زکوٰۃ دیتے کیونکہ خداوند تعالیٰ نے تو ان کو اس بات کا کچھ مکلف نہیں بنایا ہے جو اس نے اماموں پر زکوٰۃ کو اس کی راہوں میں ہی صرف کرنے کی پابندی لگائی ہے۔

لوگوں پر تو فقط زکوٰۃ اپنے اماموں کو ادا کر دینا واجب کیا گیا ہے اور اماموں پر واجب ہے کہ زکوٰۃ کو اس کی راہ میں ہی صرف کریں۔ ہرگز خدا کسی شخص سے ایسے عمل کی بابت پرسش نہ کرے گا جس کو اس نے اس پر فرض ہی نہیں کیا ہے۔ پھر بڑے تعجب کی بات ہے کہ انہوں نے زکوٰۃ کو مساکین میں تقسیم کرنے کی رائے قائم کر لی۔ اسطرح وہ ان میں سے اکثر اپنی زکوٰۃ غیر واجب راہوں میں خرچ کر دیتے ہیں۔ پس وہ خود بھی اس فعل کے مرتکب ہو گئے جو انہوں نے اپنے اماموں کے لیے ناپسند کیا تھا۔ علاوہ بریں مساکین کے علاوہ زکوٰۃ میں وہ دوسرے حق دار اور شرکا بھی ہیں جن کے نام خدا نے اپنی کتاب میں بتا دیئے ہیں۔ مساکین کے علاوہ مستحقین زکوٰۃ کی سات قسمیں اور بھی ہیں۔ (۱) فقراء (۲) زکوٰۃ وصول کرنے والے (۳) مؤلفۃ القلوب (جن کی تالیف قلب کی گئی ہو)

(۴) اور جن کی گردنوں میں غلامی کا پھندا ہے۔ (۵) قرض داروں کا (۶) خدا کی راہ جہاد میں (۷) مسافر بن۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کسی کو کوئی خصوصیت نہیں دی ہے۔ بلکہ ان آٹھوں مستحقین کو زکوٰۃ میں برابر کا شریک قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل فریضة من الله والله علیم حکیم۔ ۱۰ ؍ ۹ ۔ ترجمہ: خیرات تو بس خاص فقیروں کا حق ہے اور محتاجوں کا اور زکوٰۃ وصول کرنے والوں کا اور مؤلفۃ القلوب کا اور جن کی گردنوں میں (غلامی کا پھندا ہے) اور قرضداروں کا (جو خود سے ادا نہیں کر سکتے) اور خدا کی راہ میں (جہاد) میں اور پردیسیوں (مسافرین) کی کفالت میں خرچ کرنا چاہیئے۔ یہ حقوق خدا کی طرف سے مقرر کئے گئے ہیں اور خدا بڑا واقف کار اور حکمت والا ہے۔

پس کیسے جائز اور درست ہو سکتا ہے کہ مذکورہ بالا مستحقین میں سے کچھ کو تو دیا جائے اور کچھ کو نہ دیا جائے؟ حالانکہ پروردگار عالم نے زکوٰۃ کو ان تمام کا حق قرار دیا ہے۔ لہٰذا ائمہ آل محمد علیہم السلام کے سوا کسی اور کو یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ وہ زکوٰۃ کو ان میں تقسیم کرے اور مستحقین زکوٰۃ کے ہر طبقہ کو ان کے حق کے مطابق زکوٰۃ تقسیم کرے۔ یہ کام سوائے ان ائمہ اہل بیت کے اور کوئی نہیں کر سکتا ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے ان مستحقین میں زکوٰۃ کو تقسیم کرنا واجب کر دیا ہے اور ان کو زکوٰۃ کا امین بنایا ہے۔ ورنہ ہر زمانے میں لوگوں کو اس مقدار کا کیسے پتہ چل سکتا ہے جو ان مستحقین زکوٰۃ کے طبقات میں سے ہر طبقہ کو دینا چاہیئے؟ اور لوگوں کو یہ کیسے پتہ چل سکتا ہے کہ اسلام لانے پر کس کی تالیف کرنی چاہیئے اور ائمہ آل محمدؐ کے سوا کون مؤلفۃ القلوب کو ان کا حق دے سکتا ہے جو ان کی تالیف کرنے والے ہیں۔ اور راہ جہاد میں ائمہ اہل بیت کے سوا کون زکوٰۃ کو کس طرح خرچ کر سکتا ہے؟ کیونکہ جہاد تو انہیں کے ساتھ رہ کر کیا جا سکتا ہے اور جہاد کب اور کیسے کرنا چاہیئے۔ اس کا بھی پتہ انہیں سے چلتا ہے۔ اور زکوٰۃ کے کارندوں کو ائمہ کے سوا اور کون ان کو ان کا حق دے سکتا ہے جبکہ ائمہ نے ان کو زکوٰۃ کی

وصولیابی پر مقرر کیا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پروردگار عالم نے ان کو مسلمانوں کی زکاۃ کا امین بنایا ہے اور ان پر زکوٰۃ کا کھانا حرام قرار دیا ہے۔ تاکہ لوگوں کو اس بات کا پورا یقین ہو جائے کہ ان پر زکوٰۃ حرام ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ میں ان کا کوئی حق نہیں ہے تو وہ کیسے اس کو اپنے ذاتی مصارف میں لاکر لوگوں کی تہمت کا نشانہ بن سکتے ہیں۔

امام حسن علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ رسول اکرم صلعم مجھے میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تشریف لے جا رہے تھے کہ ہم صدقہ کی پڑی ہوئی کھجوروں کے پاس سے گزرے میں اس وقت بچہ تھا۔ میں نے اس کھجور کے ڈھیر سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لیا۔ رسول اکرم صلعم جلدی سے آئے اور میرے منہ کے اندر اپنی انگلیاں ڈال کر اس کھجور کو لعاب دہن کے ساتھ باہر نکال لیا۔ اور اسے کھجور کے ڈھیر میں ڈال دیا۔ پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ ہم اہل بیت پر صدقہ (یعنی زکوٰۃ کا مال کھانا) حرام ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ آنحضرتؐ کا یہ ارشاد ہے کہ زکوٰۃ نہ میرے لئے حلال ہے نہ میرے اہل بیت کے لئے۔ یہ صدقہ (زکوٰۃ) تو لوگوں کا میل ہے۔ اس وقت امام جعفر الصادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آیا صدقہ سے وہی زکوٰۃ مراد ہے جسے لوگ اپنے اموال میں سے نکالتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں لیکن خدا نے ہم کو اس کے عوض خمس عطا فرمایا ہے۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اگر خمس کا مال بھی بند ہو جائے تو کیا اس صورت میں آپ لوگوں کے لئے صدقہ (زکوٰۃ) کھانا حلال ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں! قسم بخدا اللہ تعالیٰ نے ہم پر زکوٰۃ کو ہر حال میں حرام کر دیا ہے۔ ظالمین اگر ہمارے حقوق کو بند بھی کر دیں تو زکوٰۃ کا مال کھانا حلال نہیں ہے۔ جو چیز پروردگار عالم نے ہم پر حرام کر دی ہے وہ ظالمین کے ہمارے مال یعنی خمس کے بند کر دینے کی وجہ سے حلال نہیں ہو سکتی۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ مفروضہ ہمارے لئے کھانا حلال

نہیں ہے۔ میں نے نہ تو کبھی زکوٰۃ کھائی ہے نہ شراب پی ہے۔ پروردگار عالم نے ہم پر لوگوں کے صدقات یعنی زکوٰۃ کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ اور زکوٰۃ کا کارندہ بن کر زکوٰۃ کا مال کھانا بھی حرام کر دیا ہے۔ البتہ زکوٰۃ کو چھوڑ کر اللہ تعالےٰ نے ہمارے لئے آپس میں ایک دوسرے کے عطیہ کو کھانا حلال فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر زکوٰۃ کے مال کی ضرورت آن پڑے تو وقت سے ایک ماہ پہلے وصول کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ رسول اکرم صلعم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے زکوٰۃ کا مال کسی اہم ضرورت کی وجہ سے قبل از وقت وصول کر لیا تھا۔

قاسم بن ابراہیم علوی سے اس زکوٰۃ کی بابت پوچھا گیا جو ایک شہر سے کسی دوسرے شہر میں منتقل کی جاتی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ زکوٰۃ کا تمام معاملہ ائمہ کے ہاتھوں میں ہے۔ امام جہاں جتنا تقسیم کرنا مناسب خیال کرے اسے تقسیم کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اور جس سے اسلام پر آئی ہوئی آفت کو دُور کر سکے اس کا بھی اختیار ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے جب مخنف بن سلیم کو قبیلہ بکر بن وائل کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا تو ان کو یہ عہد نامہ لکھ دیا کہ ہمارے زیر فرمان جزیرہ اور کوفہ و شام کے درمیان رہنے والوں میں سے اگر کوئی شخص یہ دعوےٰ کرے کہ اس نے شام کے عمال کو اپنی زکوٰۃ ادا کر دی ہے۔ درآنحالکہ ہمارے گھوڑ سوار اور پیادہ پا دستوں نے اس کی حفاظت کی ہے۔ اس لئے اس کا عمال شام کو زکوٰۃ دینا کافی نہ ہوگا۔ اگر وہ انھیں کو زکوٰۃ دینا برحق سمجھتا ہے تو اس کو یہ سزاوار نہیں کہ رہے تو ہمارے بلاد میں اور اپنے اموال کی زکوٰۃ ہمارے دشمنوں کو دیدے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے آیت کریمہ: (انما الصدقات للفقراء و المساکین) کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ فقیر وہ ہے جو سوال نہ کرتا ہو اور مساکین وہ ہیں جو فقراء سے زیادہ تنگدست ہوں اور بائس اس کو کہتے ہیں جو ان دونوں سے بھی زیادہ تنگدستی میں مبتلا ہوں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ زکوٰۃ کا مال صرف مومنین اہل ولاء ہی کو دینا چاہئے۔ عرض کیا گیا کہ جب کسی مقام پر کوئی مومن زکوٰۃ کا محتاج ہی

نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا کہ اس زکواۃ کو دوسرے موضع میں بھیج دینا چاہیئے تاکہ وہاں کے محتاج مومنین اہل ولاء میں تقسیم کر دیا جائے لیکن ایسی قوم کو نہ دو کہ جن کو تم اگر اپنے امر کی طرف دعوت کرو گے تو وہ مرتے دم تک قبول نہ کریں گے۔ عرض کیا گیا کہ جب کوئی مومن مستحق وہاں بھی نہ ملے تو آپ نے فرمایا کہ اس صورت میں زکواۃ ان کمزور اور ناتواں لوگوں کو دو جو ائمہ سے دشمنی نہیں کرتے اور مومن کو زکواۃ کے مال سے اتنا دیدو کہ جس سے وہ کھانا کھا سکتے ہوں اور کپڑا بنا کر پہن سکتے ہوں اور شادی کر سکتے ہوں اور حج کر سکتے ہوں اور فطرہ ادا کر سکتے ہوں۔

صادق آل محمد نے ارشادِ باری تعالیٰ (والعاملین علیھا) کے بارے میں فرمایا کہ عاملین علیہا سے زکواۃ کے کارندے مراد ہیں۔ امام جس قدر مناسب خیال کرے ان کو زکواۃ میں سے عطا کرے۔ امام پر ان کو کوئی مقرر رقم دینا فرض نہیں ہے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ یمن سے دربارِ رسالت صلعم میں سہلائے ہوئے کھال کے تھیلے میں کچھ سونا بھیجا تھا۔ جو یمن کی زمین سے نہیں حاصل کیا گیا تھا۔ آنحضرت صلعم نے اس کو ان پانچ اشخاص کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اقرع بن حابس، عیینہ بن حصن بن بدر، زید الخیل۔ علقمہ بن علاثہ، عامر بن طفیل۔ آنحضرت صلعم کی اس تقسیم سے کچھ اصحابِ رسول کو رنج و ملال ہوا انہوں نے کہا کہ ہم اس کے زیادہ حقدار تھے۔ جب یہ خبر رسالتمآب صلعم کو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ جبکہ میں اس آسمان والے کا امین ہوں جہاں سے مجھے صبح و شام خبریں آتی ہیں تو کیا تم مجھے اپنا امین نہیں سمجھتے؟

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ ارشادِ باری تعالیٰ (والمؤلفۃ قلوبھم) سے قبائل کے وہ سردار مراد ہیں جن کے اسلام لانے پر رسولِ خدا صلعم تالیفِ قلب فرمایا کرتے تھے۔ یعنی آپ ان کو کچھ عطیہ عنایت کر کے تالیف قلب کرتے تھے ایسا تو ہر زمانہ میں ہو سکتا ہے پس جب کبھی امام کو تالیف قلب کی ضرورت ہو تو وہ ایسا کریں اور پھر آپ نے ارشاد باری تعالیٰ (وفی الرقاب) کے متعلق فرمایا کہ جب زکواۃ کا مال پانچ سو درہم سے تجاوز کر نے جائے تو اس سے ایک غلام

خرید کر آزاد کر دیا جائے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام سے اور آپ کے آباؤ کرام اور رسول اکرم صلعم سے منقول ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ زکوٰۃ کا مال ان پانچ افراد کو چھوڑ کر کسی مالدار کے لئے کھانا حلال نہیں ہے۔ وہ پانچ افراد یہ ہیں:۔

(۱) زکوٰۃ کے کارندے (۲) قرض دار (۳) وہ شخص جس نے زکوٰۃ کے مال کو اپنے مال کے عوض خرید لیا ہو۔ (۴) وہ شخص جس کو زکوٰۃ بطور ہدیہ ملی ہو۔ (۵) تحملا بالحالۃ

اور صادق آل محمد فرماتے ہیں کہ ارشاد باری تعالیٰ (وفی سبیل اللّٰہ) سے جہاد حج اور خیر کے دوسرے کاموں میں صرف کرنا مقصود ہے اور (ابن السبیل) سے وہ شخص مراد ہے جس کا زاد راہ درمیان سفر ہی میں ختم یا ضائع ہو چکا ہو۔ یا چوروں نے لوٹ لیا ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ امام زمانہ کی رائے اللہ تعالیٰ کی رائے ہوتی ہے۔ اگر امام زمانہ کی رائے ہو کہ زکوٰۃ کو ان سب مستحقین میں تقسیم کر دے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ تو بہتر ہے اور اگر امام ان سب میں سے کسی ایک کو کسی وقت زکوٰۃ کا زیادہ مستحق سمجھے اور اس کو دیدے تو امام کو اس کا اختیار ہے اور اگر ان مستحقین زکوٰۃ میں سے کسی کے پاس اگر مکان بھی ہو، نوکر بھی ہو اور اس کے پاس دو سو درہم بھی ہوں تو اس کو زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہم نے ائمہ کو یا ان کی طرف سے مقرر شدہ کارندوں کو زکوٰۃ دینے کا تذکرہ کیا ہے تو مسلمانوں پر اتنا ہی واجب ہے کہ زکوٰۃ ادا کر دیں۔ رہے ائمہ تو ان پر یہ واجب ہے کہ وہ زکوٰۃ کے مال کو ان راہوں میں خرچ کریں، جن راہوں میں خرچ کرنے کا حکم خداوند تعالیٰ نے ان کو دیا ہے۔ ہم نے ان راہوں کا ذکر کر دیا ہے اور ائمہ آل محمد علیہم السلام ہی ان راہوں سے زیادہ واقف ہیں۔ ہم نے اوپر زکوٰۃ بند کر دینے اور اس کو غیر راہوں میں خرچ کرنے اور غیر اہل کو دینے کے سلسلے میں تغلیظ و تشدد کی روایات کا ذکر کیا ہے۔ درحقیقت جیسا کہ ہم نے اس باب میں ثابت کیا ہے۔ ائمہ آل محمد علیہم السلام ہی کو زکوٰۃ دینا چاہیئے۔ وہی اس کے اہل ہیں۔

اکثر لوگ اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ اماموں کو اموال کی زکوٰۃ نہ دینا چاہیے اور بعض ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دے دیتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ دینے کی اجازت نہیں دی ہے۔ خواہ کوئی زکوٰۃ کسی غیر مستحق کو دے یا کوئی اس کو روک رکھے دونوں برابر ہیں پھر بھی یہ لوگ زکوٰۃ کو اپنے اماموں سے روک کر بھی راضی نہ ہوئے حتیٰ کہ وہ اپنے اموال میں سے مانگ بیٹھے۔ اگر اماموں کی طرف سے انہیں مل گیا تو خوش اور راضی ہو گئے اور اگر اماموں نے نہ دیا تو ناراض ہو گئے۔ چنانچہ پروردگار عالم نے اپنی کتاب میں انہیں کا حال اس طرح بیان کیا ہے کہ : ومنھم من یلمزك فی الصدقات فان اعطوا منھا رضوا وان لم یعطوا منھا اذا ھم یسخطون۔ ۹/۵۸

ترجمہ: (اے رسول) ان میں سے کچھ تو ایسے بھی ہیں جو تمہیں خیرات کی تقسیم (میں خواہ مخواہ) الزام دیتے ہیں پھر اگر ان میں سے انہیں کچھ معقول مقدار دے دی گئی تو خوش ہو گئے اور اگر (ان کی مرضی کے موافق) اس میں سے انہیں کچھ نہیں دیا گیا تو بس فوراً ہی بگڑ بیٹھے۔ ہم خدا کے حکم کی خلاف ورزی اور اس کی ممانعت سے تجاوز اور اس کے فرائض کی تعطیل اور اس کی کتاب اور ائمہ آل محمد علیہم السلام کے حکم کی مخالفت اور ان کے افعال سے ناخوش ہونے اور ان کے فرمان سے سرتابی کرنے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

ہم اس سے قبل یہ ذکر کر چکے ہیں کہ عام مسلمانوں کا اس بات پر پورا اتفاق ہے کہ رسول اکرم صلعم اپنے عہد مبارک میں آپؐ کے پاس جو لوگ رہتے تھے ان سے خود بنفس نفیس زکوٰۃ وصول فرمایا کرتے تھے اور جو لوگ آپؐ سے دور رہتے تھے۔ ان سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے کارندوں کو بھیجا کرتے تھے۔ آپؐ کے انتقال فرمانے کے بعد خلافت کے ابتدائی زمانہ میں بھی یہ طریقہ تھا۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر اور وہ صحابہ کرام جو آپ کے ساتھ تھے انہوں نے زکوٰۃ بند کرنے والوں سے جنگ کی اور ان کے جان و مال و ذریت کو حلال کر دیا اور ان کو "مرتدین" کے نام سے موسوم کیا۔ لیکن ان کے لئے یہ مباح نہیں کیا کہ وہ زکوٰۃ بند کر کے اپنے درمیان تقسیم کر دیں۔ کیونکہ پروردگار عالم نے (خذ من اموالھم صدقۃ) فرما کر زکوٰۃ وصول کرنا واجب کر دیا ہے اور

زکوٰۃ کے ان کارندوں کا بھی ذکر کیا ہے جو لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرتے ہیں۔ اور صحابۂ کرام میں سے کوئی صحابی اپنی زکوٰۃ کو مساکین میں تقسیم نہیں کرتا تھا۔ جیسا کہ آج عوام الناس میں سے کچھ لوگ اسے تقویٰ سمجھ کر زکوٰۃ کو اپنے ہاتھوں سے مساکین میں تقسیم کر دیتے ہیں اور عام مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے اموال کی زکوٰۃ اپنے ہی خویش و اقارب میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ اور ان کو دے دیتے ہیں جن کی انہوں نے ذمہ داری لے رکھی ہے اور اگر کوئی ان کے آگے دستِ سوال پھیلاتا ہو تو شرم کی وجہ سے اس کو بھی دے دیتے ہیں اور ان میں سے اکثر تو زکوٰۃ نکالتے ہی نہیں۔ ہمارے نزدیک تو مسلمانوں میں سے جو مستحقین زکوٰۃ کو زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو نہیں دیتے دونوں ہی برابر ہیں۔ جس کو زکوٰۃ وصول کرنا چاہیئے اس کو زکوٰۃ نہ دیا جائے تو اس سے کچھ زکوٰۃ دینے کا حق ادا نہیں ہو جاتا۔ حقوق اللہ میں تو جس قدر بھی احتیاط برتی جائے کم ہے۔ اور پھر عوام کے اکثر ائمہ اور فقہاء جن سے عوام اپنے دین کی باتیں سیکھتے ہیں وہ خود اپنے ہی ہاتھوں سے مستحقین کو زکوٰۃ دینے سے منع کرتے ہیں۔ اگر کسی نے دیدیا تو اسے جائز نہیں سمجھتے۔ ان کی رائے یہ ہے کہ امیر کو زکوٰۃ دینا چاہیئے۔ پس آج عوام اپنے اماموں کے خلاف عمل کر رہے ہیں اور وہ ان میں سے اوّل نہ آخر کسی کی بھی پیروی نہیں کر رہے ہیں۔

وہ صحابۂ کرام جن کی رائے یہ ہے کہ زکوٰۃ "امراء" کو دینی چاہیئے۔ ان کے نام یہ ہیں :۔ سعد بن مالک، ابو سعید الخدری، عبداللہ بن عمر، ابو ہریرہ، حضرت عائشہ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی مخالفت کی گئی تھی۔ یہاں تک معاملہ متغیر ہو گیا تھا اور بعض لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ ان کے امراء خود زکوٰۃ کا استعمال کرنے لگے ہیں تو ان کو زکوٰۃ دینا بند کر دیا۔ صدرِ اوّل کے بعد کا یہ قصہ ہے۔

اور عوام کی یہ روایت ہے کہ جب بعض صحابہ سے زکوٰۃ کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ اپنی زکوٰۃ امراء کو دیدو چاہے وہ زکوٰۃ کے مال سے سانپوں کا گوشت ہی کیوں نہ کھا جائیں۔ اور جب عوام کے ائمہ میں سے کسی سے زکوٰۃ کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اپنی زکوٰۃ امراء کو دیدو۔ اس پر ان سے کہا گیا کہ وہ

زکواۃ کے مال سے موتیوں کا ہار اور مکان خریدتے ہیں۔ اور اس کو خرچ کر ڈالتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ تمہیں اس سے کیا غرض ہے؟ تم کو تو صرف انہیں زکواۃ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور انہیں زکواۃ کو اس کی راہوں میں صرف کرنے کا حکم دیا گیا ہے پس تم اپنا فرض ادا کرو وہ اپنا فرض ادا کریں۔

ابن عمر سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ چار چیزیں سلطان کے حوالے ہیں۔ (۱) زکواۃ (۲) جمعہ کی نماز پڑھانا (۳) مالِ غنیمت (۴) حد جاری کرنا اور جب ان سے یہ کہا گیا کہ سلطان زکواۃ کو اپنے تصرف میں لاتا ہے تو انہوں نے کہا کہ تمہیں اس سے کیا لینا دینا ہے۔ اچھا اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے کہ تم نے چند چوروں کو پکڑا۔ ان میں سے بعض کا ہاتھ کاٹ دیا اور بعض کو چھوڑ دیا تو کیا تم نے درست کیا؟ انھوں نے کہا کہ نہیں تو۔ ابن عمر نے کہا کہ اور اگر تم نے ان چوروں کو سلطان کے حوالے کر دیا اور سلطان نے ان میں سے کچھ کا ہاتھ کاٹا اور کچھ کو چھوڑ دیا تو کیا اس صورت میں تم پر کچھ بھی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی؟ انھوں نے کہا کہ نہیں۔ ابن عمر نے پوچھا کہ کیوں؟ انہوں نے کہا کہ اس لیے کہ ہم پر جو واجب تھا ہم نے وہ کیا۔ یعنی یہ کہ ہم چوروں کو سلطان کے حوالے کر دیں۔ اس کے بعد خود سلطان اپنے فعل کا ذمہ دار ہے۔ ابن عمر نے کہا کہ تم نے سچ کہا۔ ایسے ہی دنیا کے معاملات چلتے ہیں۔

عوام یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مروان نے سعد بن مالک کے پاس کہلا بھیجا کہ تم اپنے اموال کی زکواۃ میرے پاس بھیج دو۔ مالک نے مروان کے قاصد سے کہا کہ میں زکواۃ نہیں دے سکتا کیونکہ تم لوگ زکواۃ کے مال سے محل اور غلام خریدتے ہو اور مکانات تعمیر کرتے ہو اور اموال خریدتے ہو لیکن جب قاصد واپس چلا گیا تو وہ اپنے نفس کے ساتھ حجت و دلیل کرنے لگے کہ اے سعد تمہیں اس سے کیا غرض ہے ان پر ایک امر واجب کیا گیا ہے اور ایک امر تم پر واجب کیا گیا ہے۔ پس تم اپنا فرض ادا کرو وہ اپنا فرض ادا کر لیں گے۔ انہوں نے اپنے دل میں کئی بار اس مسئلے پر غور و فکر کیا پھر انہوں نے کہا کہ قاصد کو ذرا بلاؤ۔ جب لوگ قاصد کو آپ کے پاس لے کر

آئے تو تقریباً پانچسو یا سات سو دینار قاصد کے حوالے کر دیا۔

اور بعض عوام کی یہ روایت ہے کہ حسن بصری، عامر شعبی، ابراہیم نخعی، سعید بن جبیر اوزاعی، شافعی ابو ثور۔ ان تمام حضرات کی یہ رائے ہے کہ امراء کو زکوٰۃ دینا واجب ہے۔ اگر کسی نے سلطان کو زکوٰۃ نہ دیا اور فقراء میں تقسیم کر دیا تو جائز نہیں ہے۔ ابو عبیدہ نے سونے اور چاندی کی زکوٰۃ کے درمیان تفریق کی ہے اور مواشی پھلوں اور اناج کے درمیان تفریق کی ہے، ان کا خیال ہے کہ مواشی اناج اور پھلوں کی زکوٰۃ صرف سلطان کو دینا چاہیئے۔ اگر اس شخص نے جس پر ان چیزوں کی زکوٰۃ دینا واجب ہے اپنی زکوٰۃ فقراء و مساکین کو دیدی تو اس نے زکوٰۃ ادا نہیں کی۔ لیکن سونے اور چاندی کی زکوٰۃ امراء کو دے دی تو جائز ہے اور اگر فقراء میں تقسیم کر دی تب بھی وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو گیا۔ جس نے یہ کہا ہے اس کا یہ ایک قسم کا حکم ہے۔ حالانکہ اللہ و رسول نے اس تفریق کرنے والے کی طرح زکوٰۃ میں ایسی کوئی تفریق نہیں کی ہے ظاہری اعتبار سے یہ قول اتنا فاسد ہے کہ اس کے قائل پر احتجاج کرنا بیکار ہے۔

آج جن لوگوں نے اپنی اپنی قدرت کے مطابق زکوٰۃ دینا بند کر دیا ہے۔ اور زکوٰۃ کی بابت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی مخالفت کی ہے۔ اپنے اسلاف اور اپنے فقہاء کا راستہ چھوڑ دیا ہے اور اپنے اماموں کے حقوق کا انکار کیا ہے۔ وہ تمام کے تمام جاہل اور گمراہ ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جن کو پروردگار عالم نے خطا سے بچا لیا ہے۔ ہم اللہ و رسول کے حکم کی مخالفت سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں اور ان صاحبانِ امر کی مخالفت سے خدا کی پناہ طلب کرتے ہیں جن کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کے ساتھ مربوط کر دیا ہے۔

غلہ پھل اور نباتات کی زکوٰۃ کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: وھو الذی انشاء جنات معروشات وغیر معروشات والنخل والزرع مختلفاً اکلہ والزیتون والرمان متشابھاً و

غیر متشابہ کلوا من ثمرہ اذا اثمر واٰتوا حقہ یوم حصادہ ۶/۱۴۱

ترجمہ: اور وہ تو وہی خدا ہے جس نے بہتیرے باغ پیدا کئے (جن میں مختلف اقسام کے درخت ہیں کچھ تو (انگور کی طرح ٹیٹوں پر) چڑھائے ہوئے اور کچھ بے چڑھائے ہوئے اور کھجور کے درخت اور کھیتی جس کے پھل (مزے میں) مختلف قسموں کے ہیں اور زیتون اور انار (بعض تو صورت۔ رنگ۔ مزے) ملتے جلتے اور (بعض) بے میل۔ لوگو جب یہ چیزیں پھلیں تو ان کا پھل کھاؤ اور ان چیزوں کے کاٹنے کے دن خدا کا حق (زکوٰۃ) دیدو۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: یاایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبات ماکسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض۔ ۲/۲۶۷

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی پاک کمائی اور ان چیزوں میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کی ہیں (خدا کی راہ میں) خرچ کرو۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے آیت کریمہ: واٰتوا حقہ یوم حصادہ کے متعلق فرمایا کہ مالک پر جو اللہ کا حق واجب ہے وہ زکوٰۃ ہے۔ البتہ مساکین کو مٹھی دو مٹھی دے سکتا ہے۔ یہ تو ایک کار خیر ہے اس زکوٰۃ کی طرح واجب نہیں ہے جسے اللہ تعالےٰ نے فرض کیا ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام سے اور آپ کے آباء کرام اور آنحضرت صلعم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جن کھیتوں کو آسمان کا پانی اور نہریں سیراب کرتی ہیں ان پر دسواں حصّہ زکوٰۃ واجب ہے۔ اس حدیث شریف کو خاص اور عام دونوں رسالتمآب صلعم سے نقل کرتے ہیں۔ اس حدیث میں تو بالکل کھلا ہوا بیان ہے کہ زمین سے جو کچھ بھی پیدا ہوتی ہے اس کی زکوٰۃ دینا واجب ہے کیونکہ رسول اکرم صلعم نے حدیث میں کسی چیز کو مستثنیٰ نہیں کیا ہے۔ یہ حدیث بہت سے طریقوں اور عوام کے اسناد سے اور اہل بیت

اطہار علیہم السلام سے اور رسول خدا صلعم سے منقول ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے تل اور چاول وغیرہ کی زکوٰۃ کے متعلق جب پوچھا گیا کہ ان کی بھی زکوٰۃ دینا واجب ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ تمام چیزیں بھی گیہوں اور ثمر کے مانند ہیں۔

قاسم بن ابراہیم علوی سے اہل بیت رسول کے اس قول کی بابت پوچھا گیا کہ دال، چاول، چنا، انجیر، اور زیتون وغیرہ میوہ جات اور پھلوں کی زکوٰۃ ائمہ اہل بیت کے نزدیک واجب ہے۔ اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ زمین سے جو بھی نبات اُگے اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا $\frac{9}{1\cdot 1}$ ۔

ترجمہ: (اے رسول) تم ان کے مال کی زکوٰۃ لو (اور) اس کی بدولت ان کو (گناہوں سے) پاک صاف کردو۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم ہمارے درمیان اُٹھے اور فرمایا کہ جن کھیتوں کو آسمان اور نہروں نے سیراب کیا ہے ان میں عُشر (دسواں حصہ) زکوٰۃ واجب ہے۔ اور جن کھیتوں کو ڈول اور رہٹ وغیرہ سے سینچا گیا ہے ان میں نصف عشر (دسویں کا آدھا) زکوٰۃ واجب ہے۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جن کھیتوں کو آسمان کے پانی یا سیلاب کے پانی یا نہر کے پانی نے سیراب کیا ہو یا وہ کھیتیاں جو زمین کی اندرونی تری سے اُگتی ہیں ان تمام پر عشر (دسواں حصہ) زکوٰۃ واجب ہے لیکن جن کھیتوں کو رہٹ وغیرہ سے سیراب کیا گیا ہو ان میں نصف عُشر زکوٰۃ واجب ہے۔ آنحضرت صلعم سے مروی ہے کہ آپ نے شہد پر بھی عُشر (دسواں حصہ) زکوٰۃ واجب کیا ہے۔

⁂ ⁂ ⁂

زکوٰۃ الفطر (فطرہ) کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی۔ ۳۰ پ ۱۴/۱۱۔
ترجمہ: جسنے زکوٰۃ الفطر (فطرہ) ادا کیا اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتا اور نماز پڑھتا رہا وہ کامیاب ہوا۔
اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: واقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ۔ ۱ پ ۲/۴۴۔
ترجمہ: نماز ادا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے (قد افلح من تزکی) کی بابت فرمایا کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جس نے زکوٰۃ الفطر (فطرہ) ادا کیا ہے اور (ذکر اسم ربہ فصلی) میں نماز پڑھنے سے عیدگاہ میں عید کی نماز پڑھنا مراد ہے۔

امام باقر علیہ السلام سے جب زکوٰۃ الفطر کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ زکوٰۃ جسے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نماز کے ساتھ فرض کیا ہے۔ (واقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ) وہ مالدار اور فقیروں دونوں پر واجب ہے۔ تمام لوگ فقراء ہیں اور مالدار بہت کم ہیں۔ پس پروردگار عالم نے تمام لوگوں کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ (فطرہ) دینے کا حکم دیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ ہر شخص اپنے اہل و عیال اور جن کی وہ پرورش کرتا ہے چھوٹے ہوں یا بڑے۔ آزاد ہوں یا غلام۔ مرد ہو یا عورت ہر انسان کی طرف سے ایک پیالہ اناج زکوٰۃ الفطر (فطرہ) ادا کرے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنے اور اپنے اہل و عیال مرد و عورت، چھوٹے بڑے۔ آزاد۔ غلام سب کا فطرہ ادا کرے۔ چاہے یہ لوگ مالدار ہی کیوں نہ ہوں۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ سے جب پوچھا گیا کہ کیا وہ فقیر

جس کو خیرات دی جاتی ہے اس پر بھی فطرہ واجب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ فقیر اپنے اس مال میں سے فطرہ دے جو اس کو صدقہ میں ملا ہے۔ امام حسین علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ زکوٰۃ الفطر (فطرہ) خواہ شہری ہو یا دیہاتی سب پر یکساں فرض ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہر شخص اپنے غلام یہودی ہوں یا نصرانی ان کا فطرہ ادا کرے اور اپنے گھر میں جن کی وہ پرورش کر رہا ہے۔ ان کا بھی فطرہ ادا کرے اور اگر بیوی کا غلام اس کے عیال میں داخل ہو تو اس کا بھی فطرہ ادا کرے اور اگر غلام مرد کے عیال میں داخل نہ ہو تو بیوی اپنے غلاموں کا فطرہ خود ادا کرے بشرطیکہ وہ غلام شوہر کے نہیں بلکہ اس کے مال میں کام کرتے ہوں۔ اگر شوہر نہ ہو تو اپنا اور اپنے غلاموں کا اور ان کا فطرہ جو اس کی کفالت میں ہیں خود ادا کرے۔

امام حسن اور امام حسین علیہما السلام سے منقول ہے آپ دونوں امامین اقدسین حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا فطرہ اپنی وفات تک ادا کرتے رہے۔ اسی طرح امام زین العابدینؑ اپنے پدر بزرگوار امام حسین علیہ السلام کا فطرہ اپنی وفات تک ادا کرتے رہے اور امام باقر علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار امام زین العابدین علیہ السلام کا فطرہ تا وفات ادا کرتے رہے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اور میں بھی اپنے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام کی طرف سے فطرہ ادا کر رہا ہوں۔ مرنے والوں کی طرف سے فطرہ ادا کرنا واجب نہیں بلکہ تطوع (یعنی کارِ ثواب) ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ فطرہ کی مقدار، جو، گیہوں، تمر اور انگور میں سے صرف ایک پیالہ ہے۔ صادق آل محمد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے پاس جو، گیہوں، تمر، سوکھی کھجور، کشمش ان میں سے کچھ بھی فطرہ دینے کے لئے نہ ہو تو اس کے عوض وہ دراہم فطرہ میں دے سکتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عید الفطر کے پہلے صدقہ فطر (فطرہ) ادا کرنا سنت ہے۔

❖ ❖ ❖

کتاب الصوم والاعتکاف

(۵)

ماہ رمضان کا روزہ فرض ہونے کا اور اس سلسلے میں جو ترغیبات آئی ہیں ان کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون) الخ ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ھداکم ولعلکم تشکرون۔ ۲/۱۸۵۔

ترجمہ: اے ایماندارو روزہ رکھنا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھا اسی طرح تم پر بھی فرض کیا گیا ہے تاکہ تم اس کی وجہ سے بہت سے گناہوں سے بچو! تاکہ تم روزوں کی گنتی پوری کرو اور تاکہ خدا نے جو تم کو راہ پر لگا دیا ہے اس نعمت پر اس کی بڑائی کرو۔ اور تاکہ تم شکر کرو۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہر سال ماہ رمضان کا روزہ رکھنا فرض

ہے۔ ادنیٰ ہیں ادنیٰ وہ چیز جس سے روزہ تمام ہوتا ہے وہ مومن کا دلی عزم اور اس کی نیت کی سچائی ہے اور اس کے بعد دن بھر کھانے پینے اور جماع کرنے سے باز رہنا چاہیئے اور روزہ کی حالت میں تمام اعضاء پر قابو رکھنا چاہیئے اور اللہ تعالےٰ نے جن کاموں کو حرام کر دیا ہے روزہ دار کو چاہیئے کہ اپنے اعضاء کو ان حرام کاموں سے بچائے' اور ان تمام باتوں پر عمل کر کے پروردگار عالم کی قربت حاصل کرنا چاہیئے۔ اگر روزہ دار ان تمام باتوں پر عمل کرے تو اس نے روزے کا فرض ادا کر دیا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے اور آپ کے آباء کرام اور جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام سے مروی ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ روزہ دار اگر روزہ کی حالت میں اپنی زبان' اپنے کان' اپنی آنکھ اور جوارح کو حرام کاموں سے نہ بچائے تو اس کے روزہ کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ امام کے نافرمان شخص کا روزہ بے سُود اور اکارت ہے۔ اسی طرح بھاگے ہوئے غلام کا بھی روزہ اکارت ہے۔ جب تک کہ وہ اپنے آقا کا مُطیع نہ بن جائے۔ اور وہ عورت جو اپنے شوہر کی نافرمان ہے۔ جب تک کہ توبہ نہ کرلے اس کا بھی روزہ اکارت ہے اور ولد عاق کا روزہ اکارت ہے جب تک کہ وہ اپنے والد کا مطیع و نیکوکار نہ بن جائے۔

صادق آل محمد علیہ السلام سے روایت ہے آپ اپنے فرزندوں کو فرمایا کرتے تھے کہ جب ماہ رمضان شروع ہو تو اپنے نفسوں کو عبادت میں مُبتلا کر دو کیونکہ اس ماہ مبارک میں روزیاں تقسیم کی جاتی ہیں اور اموات کے دن مقرر کیے جاتے ہیں اور خدا کی بارگاہ میں پہنچنے والوں کے نام لکھے جاتے ہیں اور اس ماہ رمضان میں ایک ایسی بھی رات آتی ہے جس رات میں عمل کرنا ایک ہزار مہینوں کے عمل سے بہتر ہے۔

رسول اکرم صلعم سے روایت ہے ایک مرتبہ آپ نے ماہ شعبان کے آخری دنوں میں لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے لوگو! ماہ بزرگ تم پر سایہ کر چکا ہے۔ یہ ایک مبارک مہینہ ہے اس میں ایک ایسی رات بھی آتی ہے جس میں عمل کرنا ایک ہزار

مہینوں کے اعمال سے بہتر ہے۔

اگر کسی نے اس ماہ مُبارک میں ایک بھی نیک عمل کر کے خدا کی قربت حاصل کر لی تو وہ اس شخص کے مانند ہے جس نے دوسرے مہینوں میں ایک فریضہ ادا کیا ہے اور جس نے ماہ رمضان میں ایک فریضہ ادا کر لیا وہ اس شخص کے مانند ہے جس نے دوسرے مہینوں میں ستر فرائض ادا کئے ہیں، یہ صبر کرنے کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت الفردوس ہے۔ یہ ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرنے کا مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں مومن کی روزی میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ اس ماہ مُبارک میں جو شخص کسی روزہ دار کو افطار کراتا ہے۔ اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور اس کو آتشِ دوزخ سے آزاد کر دیا جاتا ہے۔ اس کو افطار کرانے کا اجر روزہ دار ہی کے برابر ملے گا۔ اس کے اجر میں ذرہ برابر بھی کمی نہ ہوگی۔ اس وقت کسی نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ اے رسول خدا صلعم ہم میں سے ہر ایک کے پاس اتنا نہیں ہوتا کہ وہ کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرائے۔ سرکارِ دوعالم صلعم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص پانی میں دودھ بھی ملا کر یا ایک تمر کھلا کر یا ایک گھونٹ پانی پلا کر روزہ دار کا روزہ افطار کرائے گا تو اس کو پورا ثواب ملے گا۔ اور جو شخص کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھلائے پلائے گا تو پروردگار عالم اس کو میرے حوضِ کوثر سے ایسا سیراب کرے گا کہ پھر کبھی وہ پیاسا نہ رہے گا۔ ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس کا اوّل حصّہ رحمت ہے۔ بیچ کا حصّہ مغفرت ہے اور آخری حصّہ آتشِ دوزخ سے چھٹکارا ہے اس ماہ مُبارک میں جو شخص اپنے مملوک غلام پر تخفیف کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دے گا اور آتشِ دوزخ سے اس کو آزاد کر دے گا۔ اس ماہ مبارک میں چار نیک کام زیادہ کرو۔ دو نیک کام تو ایسے کرو جس سے تمہارا رب خوش ہو جائے اور دو نیک کام ایسے ہیں جن کو کئے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔ وہ دو نیک کام جن سے تم اپنے رب کو خوش کر سکتے ہو ان میں سے ایک کلمۂ شہادت لا الٰہ الا اللہ کا پڑھنا اور دوسرے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا ہے اور وہ دو نیک کام جن کو کئے بغیر تم کو کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ تم پروردگار عالم سے

جنت الفردوس کا سوال کرو اور دوسرے یہ کہ جہنم سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔

رسول اکرم صلعم سے روایت ہے ایک مرتبہ آپ منبر پر تشریف لے گئے۔ پس پہلے تو آپ نے آمین کہا۔ پھر کہا کہ اے لوگو! ابھی ابھی جبرئیل میرے پاس آئے تھے انہوں نے کہا کہ اے محمدؐ جس شخص نے ماہ رمضان کو پایا لیکن اس ماہ مبارک میں اس کی مغفرت نہ ہوئی اور وہ مرگیا تو ایسا شخص جہنم میں داخل ہوگا، خدا اس کو دور رکھے اے محمدؐ کہو آمین۔ پس میں نے آمین کہا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ماہ رمضان میں جس کی مغفرت نہ ہوئی تو اس کو آئندہ ماہ رمضان تک معاف نہ کیا جائے گا۔ الا آنکہ عرفہ کے میدان میں جاکر استغفار کرے۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ماہ رمضان کا روزہ آتش جہنم کے لئے ڈھال ہے۔

حضرت صادق آل محمد علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ تین کاموں میں پروردگار عالم کی خوشی ہے (۱) رات میں اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھنا (۲) بھائیوں سے ملنا (۳) اور روزہ رکھنا۔

رسول اکرم صلعم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ہر چیز کی زکوٰۃ ہے لیکن تمہارے اجسام کی زکوٰۃ روزہ ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ سات اعمال بہت ہی ضروری اور سابق ہیں۔ ان پر اچھی طرح سے عمل کرو (۱) کلمۂ شہادت لا الٰہ الا اللہ وان محمداً عبدہ ورسولہ (۲) دل سے اہل بیت رسول کے ساتھ محبت رکھنا لوگوں کو دیکھ کر نہیں کہ دل جدا ہوں (۳) راہ خدا میں جہاد (۴) سخت گرمی کے دنوں میں روزہ رکھنا (۵) اور سخت ٹھنڈی کے دنوں میں کامل طور سے وضو کرنا (۶) پنجگانہ نمازوں کی پابندی کرنا (۷) بیت اللہ الحرام کا حج کرنا۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے اسامہ بن زید کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ اے اسامہ تم جنت کے راستے پر لازم رہنا،

دیکھو اس سے ہٹنا نہیں۔ اسامہ نے عرض کیا کہ اے رسول خداؐ وہ کون سا آسان ذریعہ ہے جس سے اس راستے کو طے کیا جا سکتا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کڑی دھوپ میں پیاسا رہنا (یعنی روزہ رکھنا) اور دنیا کی لذت سے نفس کو روکنا۔ اے اسامہ! روزہ ضرور رکھنا۔ کیونکہ وہ آتش جہنم سے بچنے کے لئے ڈھال ہے۔ اگر تم سے یہ ہو سکے کہ جب تمہاری موت آئے تو اس وقت تم بھوکے رہ سکو تو ایسا کرو۔ اے اسامہ! روزہ ضرور رکھو کیونکہ روزہ خدا سے قربت کا ذریعہ ہے۔ امام باقر علیہ السلام نے باقی حدیث طول کے ساتھ سنائی تھی۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ خانۂ کعبہ کے دروازہ کے پاس حضرت ابوذر غفاریؓ اٹھے اور اس طرح گویا ہوئے کہ اے لوگو! میں جندب بن السکن غفاریؓ ہوں۔ میں تمہارا ناصح مشفق ہوں۔ میرے نزدیک آجاؤ چنانچہ لوگوں نے انہیں گھیر لیا۔ اس وقت حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم میں سے جب کوئی سفر کا ارادہ کرتا ہے تو وہ سب سے پہلے زادِ راہ تیار کرتا ہے۔ پس قیامت کا راستہ تو زیادہ سزاوار ہے کہ تم اس کے لئے زادِ راہ تیار کرو۔ حاضرین میں سے ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا کہ اے ابوذرؓ اس بارے میں ہماری رہنمائی کیجئے۔ انہوں نے کہا کہ گناہِ عظیم سے مغفرت کے لئے حج کرو۔ قیامت کے دن کے لئے ایک روزہ رکھو۔ اور قبر کی وحشت سے بچنے کے لئے رات کی تاریکی میں دو رکعت نماز پڑھو اور اگر ہو سکے تو سچ بات کہو اور جھوٹ بات منہ سے نہ نکالو۔ ایک مسکین کو اپنی طرف سے خیرات دو تاکہ تم کو سخت دن سے نجات مل جائے۔ دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کر دو۔ ایک حصہ کسب حلال کے لئے اور دوسرا حصہ طلب آخرت کے لئے۔ ایسی بات سے بچو جو تم کو نقصان دہ ہو اور نفع بخش نہ ہو تو اس کو چھوڑ دو اور مال کو دو درہم میں تقسیم کر دو۔ ایک درہم کو اپنی آخرت کے لئے خرچ کرو۔ دوسرا درہم ہر روز اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو اور ہر روز خیرات کرو۔

رسول خداؐ سے روایت ہے کہ روزہ دار کا سونا عبادت ہے اور اس کی

سانس کی آمد و رفت تسبیح ہے۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ الصوم لی وانا اجزی بہ (ترجمہ) روزہ میرے لئے رکھا جاتا ہے۔ پس میں ہی اس کی جزاء دوں گا۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک تو جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسرے جب وہ اپنے پروردگار سے ملے گا۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بدلی ہوئی بو پروردگار عالم کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ پروردگار عالم روزہ دار کو افطار کروانے۔ اور بھائیوں کی ملاقات اور نماز تہجد سے خوش ہوتا ہے۔

روزہ رکھنے کی کیفیت کا بیان

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب آپ پہلی رات کا چاند دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: اللہ اکبر اللھم انی اسئلک خیر ھذا الشھر و فتحہ و نصرہ و نورہ و رزقہ واعوذ بک من شرہ و شر ما بعدہ آمین یارب العالمین۔

ترجمہ: اللہ ہی بزرگ و برتر ہے۔ بارالہا! تجھ سے میں اس مہینے کی نیکی، فتح، نصرت، نور اور روزی کا سوال کرتا ہوں اور اس کے اور اس کے بعد میں آنے والے مہینے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں قبول فرما اے رب العالمین۔

آنحضرت صلعم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ سحری ضرور کھاؤ چاہے ایک گھونٹ پانی کیوں نہ پیو۔ اور افطار کرو چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو یعنی جب افطار کا وقت ہو جائے اس وقت اور یہ بھی آپ نے فرمایا ہے کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ خدا کے کچھ ایسے فرشتے ہیں جو سحر کے وقت مغفرت طلب کرنے

والوں اور سحری کھانے والوں پر درود بھیجتے ہیں اور سحری کھانے سے ہمارے اور دوسرے مذہب والوں کے طریقوں میں ایک قسم کا فرق ہو جاتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: (وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود۔ ۲ ۔ ۲/۱۸۶ ۔

ترجمہ: اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری (رات) کی کالی دھاری سے (آسمان پر پورب کی طرف تمہیں صاف نظر آنے لگے تو لوگوں نے سیاہ اور سفید دونوں قسم کا ڈورا رکھنا شروع کر دیا وہ دونوں دھاگوں کی طرف دیکھتے رہتے اور کھاتے پیتے رہتے۔ حتیٰ کہ سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے الگ نظر آنے لگتا تھا۔ پروردگار عالم نے سفید اور سیاہ دھاگے سے جو مراد لی تھی اس کو اس نے آگے من الفجر کہہ کر واضح کر دیا ہے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ فجر پھیلنے والی وہ سفیدی ہے جو افق مشرق سے نکلتی ہے۔ اور فجر دو ہیں۔ ان میں سے فجر اوّل ذنب السرحان ہے۔ یہ تھوڑی سی باریک روشنی ہے جو افق مشرق سے چراغ کی روشنی کی طرح نمودار ہوتی ہے اور پھیلتی نہیں ہے۔ پس ذنب السرحان یعنی فجر اول کے وقت کھانا پینا کچھ بھی حرام نہیں ہوتا۔ جب تک کہ وہ روشنی افق پر دائیں اور بائیں پھیل نہ جائے۔ جسے فجر صادق یا صبح صادق کہتے ہیں اسوقت روزہ دار پر کھانا پینا وغیرہ حرام ہو جاتا ہے۔

رسول اکرم کا ارشاد ہے کہ فرض روزہ عقیدۃ اور نیت کے ساتھ رکھا جائے اگر کسی نے شک کی بنیاد پر روزہ رکھا تو وہ عاصی ہے۔ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں ماہ رمضان کے ایک دن کا میں روزہ نہ رکھوں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ ماہ شعبان میں ایک دن کا روزہ رکھوں اور اس روزہ سے رمضان میں اضافہ کر دوں۔ آپ کا مطلب یہ ہے کہ اس دن روزہ تو رکھا جائے مگر یہ معلوم نہ ہو کہ وہ رمضان کا دن ہے اور نیت ہو رمضان کی تو ایسا کرنا واجب نہیں ہے۔ یہ فرض میں زیادتی کرنے کے برابر ہے اور فرض میں کمی بیشی کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن اس شخص

کو جسے ماہ رمضان میں شک ہو چاہئے کہ وہ اس دن روزہ رکھے جس دن کہ رمضان ہونے کا اسے یقین نہیں ہے اور اس روزہ کو شعبان کا نفل روزہ قرار دے اور اگر اس کو بعد میں معلوم ہو (یعنی تطوع روزہ رکھنے کے بعد) کہ ماہ رمضان شروع ہو چکا ہے تو بعد میں اس دن کا قضا روزہ رکھے کیونکہ اس کا شعبان کا روزہ تو نفل تھا اس طرح دو اجر کا مستحق ہوگا۔ رمضان کے ایک دن کا بھی روزہ قصداً نہ چھوڑنا چاہئے۔ اگر روزہ چھوڑنے کے بعد یقین ہوا کہ اس نے رمضان کے ایک دن کا روزہ چھوڑ دیا ہے تو یہ اس وقت ممکن ہے جبکہ کوئی شخص امام کے ہمراہ نہ ہو۔ لیکن جب امام کے ساتھ ہے یا اس جگہ پر ہے جہاں امام کا حکم پہنچ سکتا ہے تو اس صورت میں امام اس کا ذمہ دار ہے۔ اگر امام روزہ رکھے تو روزہ رکھنا چاہیئے۔ اور روزہ افطار کرے تو وہ بھی افطار کرے۔ امام زمانہ اس پر نظر رکھتا ہے۔ امام کی وجہ سے اس سلسلے میں بے نیازی ہو جاتی ہے۔ امام ان تمام امور دین پر نظر رکھتا ہے۔ جس کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اس کے سپرد فرمایا ہے۔ امام زمانہ علیہ السلام ثابت اور یقین ہی کی بنیاد پر روزہ رکھتے اور افطار کرتے ہیں اور اس کا حکم لوگوں کو دیتے ہیں۔

جن باتوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے ان کا بیان اور جس نے روزہ توڑ دیا اس پر کیا واجب ہے اسکا بیان

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رمضان کا مہینہ تھا اس نے کہا کہ اے رسول خدا صلعم! میں تو ہلاک ہو گیا۔ آپ نے پوچھا کہ وہ کیسے؟ تو اس نے عرض کیا کہ میں نے اپنی عورت کے ساتھ دن میں مباشرت کی۔ حتیٰ کہ مجھ پر شہوت کا غلبہ ہوا اور پھر میں اس سے ہم بستر ہوا۔

آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو کسی غلام کو آزاد کر سکتا ہے ؟ اس نے کہا کہ میں کسی غلام کا مالک نہیں ہوں ۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا تو دو مہینے کے مسلسل روزے رکھو۔ اس نے عرض کیا کہ خدا کی قسم میں روزہ رکھنے کی طاقت اپنے اندر نہیں پاتا۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا جا اور ساٹھ مساکین کو کھانا کھلادے۔ اس نے عرض کیا کہ مجھ میں اس کی بھی طاقت نہیں ہے۔ آپ نے اس کو پندرہ پیالہ کھجور دی ۔۔۔ اور اس سے کہا کہ جا اور ساٹھ مساکین کو کھلادے۔ لیکن ہر مسکین کو ایک ایک رطل دینا۔ اس شخص نے عرض کیا کہ اے رسول خدا صلعم ! اس پروردگار کی قسم جس نے آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے جہاں میں رہتا ہوں وہاں ہم سے زیادہ کوئی اور محتاج نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا جاؤ اور اسے تو اور تیرے اہل و عیال مل کر کھا جاؤ۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے رمضان کے مہینہ میں دن میں قصداً افطار کر لیا تو اس صورت میں اگر اس سے ہو سکے تو ایک غلام کو آزاد کردے یہ نہ ہو سکے تو دو مہینہ کے مسلسل روزے رکھے اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے اور یہ بھی نہ ہو سکے تو خدا کے نزدیک توبہ و استغفار کرے اور جب کفارہ ادا کرنے کے لائق ہو تو کفارہ ادا کرے ۔ اس کفارہ کے ساتھ ساتھ اس پر اس دن کا قضا روزہ بھی اس پر رکھنا لازمی ہے ۔ جس دن اس نے روزہ افطار کر دیا تھا۔

امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے آپ اس شخص کے متعلق فرماتے ہیں جو دن میں ماہ رمضان میں اپنی بیوی کے ساتھ ملاعبت کر رہا تھا۔ حتیٰ کہ اس کی منی باہر نکل آئی تو اس پر کفارہ اور قضاء روزہ رکھنا دونوں واجب ہے۔

امام جعفر الصادقؑ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص جو روزہ کی حالت میں ماہ رمضان میں اپنی بیوی کا بوسہ لیتا ہے یا مباشرت کرتا ہے تو کیا ایسا کرنا مناسب ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرنا چاہئے کیونکہ اس میں خطرہ ہے۔ ان باتوں سے بچتے ہی رہنا مجھے زیادہ پسند ہے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ماہ رمضان میں دن میں اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرتا ہے ۔ جبکہ وہ سوئی ہوئی ہے اور

اسے علم نہیں یا مجنون ہے تو ایسے شخص پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہے مگر عورت پر نہ کفارہ نہ قضا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے روزہ کی حالت میں صبح کی اور پھر وہ صلوٰۃ الاولیٰ سے پہلے سو گیا اتنے میں جنابت دار ہو گیا۔ پھر وہ اٹھا اور دوبارہ سو گیا اور اس نے صلوٰۃ الاولیٰ ادا نہیں پڑھی۔ حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت ہو گیا تو ایسے شخص پر اس دن کا قضا روزہ رکھنا واجب ہے۔

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ماہ رمضان میں رات میں اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستر ہو تو اس کو طلوع فجر سے قبل غسل کر لینا چاہیئے۔ اگر اس نے غسل نہیں کیا اور قصداً سو گیا اور وہ جنابت کی حالت میں اٹھا تو اس کو غسل کر کے اپنے پروردگار سے استغفار کرنا چاہیئے۔ وہ روزہ تو تمام کرے لیکن اس دن کا قضا روزہ اس پر واجب ہے۔ اگر وہ قصداً نہیں سویا ہے بلکہ اس کی آنکھوں میں نیند غالب آگئی۔ اور اسی حالت میں صبح ہو گئی تو وہ جب بھی بیدار ہو غسل کرے اور روزہ تمام کرے۔ اس پر کچھ بھی قضا واجب نہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام آیت کریمہ: ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا۔

ترجمہ: پروردگار! اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے تو ہماری گرفت نہ کر۔ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ دعا اس شخص کے لئے مستجاب ہے جو بھول کر رمضان میں دن میں افطار کرلے۔ رسول خداصلعم فرماتے ہیں کہ میری امت سے خطا و نسیان اور وہ گناہ جس پر مجبور کیا گیا ہو یہ سب مرفوع (یعنی معاف ہیں) اگر کسی نے رمضان میں بھول کر کھالیا تو روزہ پورا کرے۔ اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ اس کو گویا خدا نے کھلایا ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی جان بوجھ کر قے کرے تو اس نے روزہ کے ساتھ تمسخر کیا ہے۔ اس پر اس دن کا قضا روزہ رکھنا واجب ہے اگر کسی کو قے خود بخود آجائے اور وہ اس پر قابو نہ پا سکے تو اس صورت میں اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے۔

امام زین العابدینؑ اور امام باقرؑ اور امام جعفر الصادق علیہم السلام سے روایت

ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے کھالیا اور پانی پی لیا۔ یا رمضان میں جماع کر لیا۔ جبکہ فجر طلوع ہو چکی تھی لیکن اس کو اس کا علم نہ تھا اور اگر اس نے کھانے سے پہلے مطلع کی طرف نظر کی تھی لیکن اس کو طلوع کے آثار نظر نہ آئے اور جب کھا چکا تو اس نے دیکھا کہ فجر طلوع ہو چکی ہے۔ اس صورت میں روزہ رکھے اس پر کچھ اور واجب نہیں۔ اگر اس نے مطلع پر نگاہ ڈالنے سے قبل کھالیا پھر اس کو معلوم ہوا کہ اس نے طلوع فجر کے بعد کھایا ہے تو اس صورت میں روزہ رکھ لے لیکن اس کی جگہ پر قضا روزہ رکھے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر دو شخص اٹھیں ان میں سے ایک یہ کہے کہ فجر ہو چکی ہے اور دوسرا یہ کہے کہ مجھے کچھ نظر نہیں آتا ہے اور یہ دونوں ہی طلوع فجر کا علم رکھنے والے اور تندرست آنکھوں والے ہیں تو اس صورت میں جس کے نزدیک ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی ہے وہ کھائے اور پیئے یہاں تک کہ اس پر فجر روشن ہو جائے اور جس پر فجر روشن ہو چکی ہو وہ کھانا پینا بند کر دے۔ کیونکہ خداوند سبحانہ کا ارشاد ہے کہ: کلوا واشربوا حتیٰ یتبین لکم من الخیط الا بیض من الخیط الا سود من الفجر۔ لیکن ان دونوں میں سے اگر ایک زیادہ علم رکھتا ہو اور اس کی بصارت زیادہ تیز ہو تو جس کا علم اور بصارت کم ہو وہ اس کی اقتداء کرے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رمضان کے مہینے میں کسی نے دیکھا کہ آفتاب غروب ہو چکا ہے اور اس نے افطار کر ڈالا۔ پھر اسے معلوم ہوا کہ ابھی آفتاب غروب نہیں ہوا ہے تو اس صورت میں اس پر کچھ واجب نہیں ہے کیونکہ افطار میں جلدی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی ترغیب دی گئی ہے اور ہم نے اس کا ذکر بھی کر دیا ہے اور جب روزہ دار ایسا فعل کرتا ہے جس کی طرف اس کو دعوت دی گئی ہے تو اس نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے نہ اس پر قضا واجب ہے۔

آپ نے روزہ دار کو سرمہ لگانے کی رخصت دی ہے۔ بشرطیکہ وہ حلق میں اس کا کوئی ذائقہ محسوس نہ کرتا ہو۔ اس طرح تازہ مسواک کرنے کی رخصت دی ہے۔

لیکن سوکھا مسواک کرنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے ۔ روزہ دار گوند چبائے ۔ شوربا اور سرکا چکھے اور کھانا چکھے اور بچوں کے لئے چبائے تو ان تمام صورتوں میں اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے ۔ لیکن ان میں سے کوئی چیز حلق تک نہ پہنچنے پائے اور جو چیز منھ میں رکھے اور اس طرح چبائے کہ وہ حلق تک نہ پہنچے تو کوئی حرج نہیں ہے ۔ لیکن احتیاطاً پانی سے کلی بھی کرے ۔ روزہ دار کا روزہ اس وقت ٹوٹتا ہے جبکہ کوئی چیز حلق سے تجاوز کر جائے ۔ آپ سے ایسے روزہ دار کی بابت پوچھا گیا جو پچھنا لگاتا ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس خوف سے اس کے لئے ناپسند کرتا ہوں کہ کہیں وہ بیہوش نہ ہو جائے اور اس پر پت کا اثر ہونے کے باعث کہیں قے نہ کر بیٹھے ۔ اگر اس کا خوف نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے ۔ اگر وہ چاہے تو پچھنا لگا سکتا ہے ۔ آپ روزہ دار کے لئے یہ ناپسند فرماتے تھے کہ روزہ دار خوشبو اور پھول سونگھے اور پانی میں ڈبکی لگائے اس خوف کی وجہ سے کہ ان میں سے کوئی چیز اس کے حلق میں نہ پہنچ جائے اور اس لئے بھی کہ روزہ کی توقیر کرنا اور ان باتوں سے اس کو پاک رکھنا ضروری ہے ۔ کیونکہ روزے کا ثواب تو بھوک اور پیاس اور خشوع سے حاصل ہوتا ہے ۔ اور روزہ کا ثواب خاص طور سے متوجہ رہے اور ان چیزوں کی لذت سے پرہیز کرنے سے ملتا ہے ۔ اگر کوئی اوپر کی باتوں پر عمل کرے اور اس کو حلق میں کوئی مزا نہ ملتا ہو تو ایسا کرنے میں اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے لیکن ان سب باتوں سے پرہیز کرنا افضل ہے ۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے روزہ دار کو حقنہ لینے سے منع فرمایا ہے ۔ اگر کوئی حقنہ لے تو افطار کرلے ۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے ایسے روزہ دار کے لئے پوچھا گیا جو اپنے کان میں تیل کے قطرے ڈالتا ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اس کے حلق تک نہ پہنچے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے ۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مکھی جو کبھی روزہ دار کے منہ میں گھس جاتی ہے اور وہ اس کو باہر نکالنے میں قدرت نہیں رکھتا اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور ایسے روزہ دار کے متعلق پوچھا گیا

جس کے حلق میں کلی کرتے وقت پانی چلا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اس کا یہ وضو کسی فرض نماز کے لئے ہے تو پھر حرج نہیں ہے اور اگر غیر فرض کے لئے ہے تو اس پر قضاء روزہ واجب ہے۔

سفر میں روزہ رکھنے کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ : یاایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم فمن کان منکم مریضاً او علی سفر فعدۃ من ایام اخر الخ۔ ۲ / ۱۸۴۔

(ترجمہ): اے ایمان والو! روزہ رکھنا جس طرح تم سے پہلے کے لوگوں پر فرض تھا اسی طرح تم پر بھی فرض کیا گیا ہے جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو ان دنوں میں جتنے قضاء ہوئے ہوں گن کر رکھ لے، اس آیت کریمہ میں خداوند تعالیٰ نے ایسے مسافر پر جو رمضان میں سفر کرتا ہو یہ واجب فرمایا ہے وہ اپنے سفر کے دنوں میں جتنے روزے نہ رکھے اتنے ہی دوسرے ماہ میں رکھے۔ اس پر سفر میں روزہ رکھنا واجب نہیں ہے۔ اس ارشاد کے باوجود اگر کسی نے روزہ رکھا تو اس نے ایسا روزہ رکھا جو اس پر فرض نہ تھا اس پر تو خدا کے ارشاد کے مطابق یہ واجب تھا کہ وہ دوسرے ماہ میں اپنے سفر کے ایام کے مطابق اپنا فرض روزہ رکھے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقر اور ائمہ کرام اور رسول خدا صلعم سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے ماہ رمضان میں سفر اختیار کیا تو آپ نے افطار کیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی افطار کا حکم دیا کچھ لوگ روزہ توڑنے سے رک گئے تو آپ نے ان کو عاصی کہا۔ کیونکہ آپ نے ان کو ایک حکم دیا تھا جس کو وہ بجا نہ لائے اس میں خدا کے حکم کی نافرمانی اور اس کے رسول کے حکم کی نافرمانی تھی۔ آپ نے ان کو افطار کا اس لئے حکم دیا تھا کہ سفر میں جو روزہ کا حکم ہے اس کو وہ سمجھ لیں۔ کتاب اللہ کے حکم کے

مطابق ان کا روزہ رکھنا جائز نہ تھا۔ اگر کوئی مسافر رمضان کے مہینے میں روزہ رکھے اور وہ یہ خیال نہ کرے کہ وہ روزہ اس کو کافی ہوگا تو اس صورت میں جب سفر سے لوٹے تو قضا روزہ رکھے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ سفر کی حالت میں جس مسافر نے روزہ رکھا اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کھانے پینے سے تو رک گیا لیکن وہ دراصل روزہ دار نہیں کہلائے گا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خداؐ نے ایک مرتبہ ماہ رمضان میں سفر میں روزہ رکھا اور سفر میں افطار کیا اور یہ فرمایا کہ جو شخص سفر میں روزہ رکھے اس کو چاہیے کہ وہ حضر میں اعادہ کرے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: (فعدۃ من ایام اخر)

امام جعفر الصادق علیہ السلام کے نزدیک یہ مکروہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں موجود ہو اور رمضان کا چاند دیکھے پھر بھی سفر کرے۔ الا آنکہ سفر کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو۔ اگر کوئی مسافر ماہ رمضان میں اپنے گھر لوٹ آئے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ سفر کی ادنیٰ میں ادنیٰ حد دو برید یعنی چوبیس میل ہے جس میں مسافر نماز قصر پڑھ سکتا اور روزہ چھوڑ سکتا ہے۔ ایک برید ۱۲ میل کا ہوتا ہے اور ایک میل تین ہزار ہاتھ کا ہوتا ہے اور اگر سفر ایک برید یعنی بارہ ۱۲ میل کا ہے اور آنے جانے میں دو برید یعنی چوبیس میل آجاتے ہیں تو روزہ نہ رکھے اور قصر نماز پڑھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص زوال سے پہلے اپنے گھر واپس آجائے اور اس نے اس روز افطار نہ کیا ہو اور روزہ کی نیت کی ہو تو اس دن کے روزہ کو روزہ شمار کرے اس پر قضا واجب نہیں ہے اور اگر روزہ کی نیت نہ کی ہو اور زوال کے بعد گھر آئے تو اس دن کا قضا روزہ رکھے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسافر ماہ رمضان میں کسی جگہ جاکر وہاں قیام کی نیت کرے۔ طلوع فجر سے پہلے پہنچے تو اس پر اس دن کا روزہ قضا رکھنا واجب ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سفر میں اقامت کی مدت دس دن ہے۔ لہذا کوئی شخص سفر میں ماہ رمضان میں کسی مقام پر اترے اور وہاں دس روز ٹھہرنے کی نیت کرے تو وہ روزہ رکھے اور اگر دس روز کی نیت نہ کرے اور یہ کہتا رہے کہ آج نکلوں گا کل

نکلوں گا یہاں تک کہ ایک مہینہ گذر جائے تو جب تک اس کشمکش میں رہے روزہ نہ رکھے اور اس پر بعد میں قضا روزہ رکھنا واجب ہے۔ جب تک کہ وہ وہاں مقیم رہے۔ خواہ وہ روزہ رکھے یا نہ رکھے کیونکہ وہ سفر کی حالت میں ہے یا اس وقت ممکن ہے جبکہ وہ لگاتار سفر میں مشغول رہے اور اس کا اترنا ایسے شہر میں ہو جہاں اس کا کوئی رشتہ دار نہ ہو اور اگر ایسی جگہ اقامت کرے جہاں اس کے رشتہ دار محرم ہوں تو وہ مقیم کی حالت میں ہے۔ جب تک وہ اپنے محرم رشتہ داروں میں مقیم رہے روزہ رکھے۔ اس پر قضا روزہ رکھنا واجب نہیں یہاں تک کہ وہ وہاں سے چلا جائے۔

بیماری کی حالت میں روزہ نہ رکھنے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم فمن کان منکم مریضاً او علی سفر فعدۃ من ایام اخر ۲/۱۸۲۔ ترجمہ: اے ایمان دارو! روزہ رکھنا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھا اسی طرح تم پر بھی فرض کیا گیا ہے جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اور دنوں میں جتنے روزے قضا ہوئے ہوں گن کر رکھ لے۔

خدا کے اس ارشاد سے واجب ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے سفر کے باب میں بیان کیا ہے کہ مسافر پر روزہ واجب نہیں ہے اسی طرح مریض پر بھی ماہ رمضان میں روزہ رکھنا واجب نہیں ہے لیکن بیمار پر اس وقت روزہ واجب ہے جب کہ وہ تندرست ہو جائے اور وہ روزہ رکھ سکے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مریض کی ایک حد مقرر ہے جس میں مریض پر اسی طرح روزہ رکھنا واجب نہیں ہے جیسے کہ مسافر پر (کیونکہ خدا کا ارشاد ہے کہ (فمن کان منکم مریضاً او علی سفر فعدۃ من ایام اخر) پس مریض

کی وہ حالت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھ سکے اور اگر وہ روزہ تو رکھ سکتا ہو لیکن اگر روزہ رکھنے سے اس کی بیماری بڑھ جائے گی اور اس کی جان کو خطرہ ہوگا تو روزہ نہ رکھے۔ وہ اس سلسلے میں امین اور با اختیار ہے۔ اگر اس کو ضعف محسوس ہو تو روزہ چھوڑ دے۔ اور اگر روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو روزہ رکھے۔ خواہ کوئی بھی بیماری ہو جب تک مرض رہے روزہ نہ رکھے۔ جب مریض کو افاقہ ہو جائے اور روزہ رکھ سکے تو روزہ رکھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (فعدۃ من ایام اخر) یعنی اتنا روزہ رکھے جتنے دن وہ بیمار تھا اور روزہ نہ رکھ سکا ہو۔ خواہ افطار کیا ہو یا کھانے پینے سے باز رہا ہو قضا روزہ رکھے جیسا کہ ہم نے سفر کے باب میں لکھا ہے اور اگر مریض کی بیماری دائمی ہے اور شفاء کی کوئی امید نہیں ہے یا بیماری کا سلسلہ یہاں تک دراز ہو کہ دوسرے رمضان کا چاند نکل آئے تو اس صورت میں پہلا رمضان جو گذر چکا ہے اس کے ہر دن کے عوض جس میں وہ بیمار تھا ایک مسکین کو نصف صاع (آدھا پیالہ) کھانا کھلائے۔

اسی طرح سے بہ روایت حضرت علیؑ اور ائمہ طاہرینؑ سے مروی ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب ماہ رمضان کا فرض روزہ رکھنے کا حکم نازل ہوا تو ساتھ ہی ساتھ یہ آیت بھی اُتری کہ (وعلی الذین لا یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین) اس وقت ایک بوڑھا آدمی دو آدمیوں کے سہارے رسول اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے رسول خدا صلعم ماہ رمضان کے روزے فرض ہیں اور میں روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ اور کھاؤ پیو اور ہر روز آدھا پیالہ کسی مسکین کو کھانا کھلا دو اور ایک یا دو روز جتنے دن بھی تم روزہ رکھ سکتے ہو رکھو۔ ایک مرتبہ ایک عورت آئی اور اس نے عرض کیا کہ اے خدا کے رسول صلعم میں حاملہ عورت ہوں۔ اور رمضان کا مہینہ سر پہ آپہنچا ہے۔ اگر میں روزہ رکھتی ہوں تو مجھے اپنے پیدا ہونے والے بچے کی جان کا خطرہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو بھی چلی جا اور روزہ نہ رکھ اور جب روزہ پر قدرت ہو تو روزہ رکھ ایک مرتبہ ایک شدت پیاس کا مریض آپ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ اے رسول خدا صلعم ماہ رمضان جس کے روزے فرض ہیں سر پہ آپہنچا

ہے اور میرا یہ حال ہے کہ میں پیاس کو ایک لمحہ بھی برداشت نہیں کر سکتا ہوں۔ اگر میں نے پیاس روکی تو مجھے اپنی جان خطرے میں نظر آتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ تم بھی جاؤ کھاؤ پیئو اور جب روزہ رکھ سکو اس وقت رکھو۔ یہاں کمزور ناتواں شیخ اس مریض کے مقام پر ہے جو دائم المریض ہے۔ جس کی شفا کی کوئی اُمید نہیں۔ ایسا شخص جتنے روزے چھوڑے اتنے روزے کے عوض مسکین کو کھانا کھلائے اور یہی صورت اس بوڑھی عورت کی ہے جو روزہ نہ رکھ سکے۔ حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت اس مریض کے حال میں ہیں جسے اپنی جان کا خوف ہے۔ یہ دونوں بھی روزہ نہ رکھیں لیکن جب یہ لوگ روزہ رکھ سکیں تو اس وقت روزہ رکھیں۔ اسی طرح وہ شخص جو پیاس کی شدت پر قابو نہ رکھ سکے مریض کے درجہ میں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ماہ رمضان میں بیمار پڑ گیا اور اسی حال میں انتقال کر گیا تو اس صورت میں مرنے والے کی طرف سے اس ماہ رمضان کے روزے قضا کرنا اس کے ولی پر واجب نہیں گویا موت روزہ رکھنے سے مانع ہوئی۔ لیکن بیمار ہو اور پھر تندرست ہو گیا اور وہ جتنے دن بیمار رہا اتنے دن کا روزہ قضاء نہ رکھ سکا اور بعد میں انتقال کر گیا تو اس صورت میں اس کے ولی (رشتہ داروں) کو لائق ہے اور مستحب ہے کہ وہ اس کی طرف سے قضا روزہ رکھے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مردوں میں سے مرنے والوں کا جو سب سے اقرب ولی ہو وہ اس کی طرف سے قضا روزہ رکھے اور عورت مرد کی طرف سے قضا روزہ نہ رکھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مریض اور مسافر دونوں میں سے جو جتنے دن بیمار رہا یا سفر میں رہا ہو وہ ماہ رمضان کا قضا روزہ رکھے۔ چاہے تو ایک ساتھ رکھے یا متفرق رکھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فقط (فعدۃ من ایام اخر) فرمایا ہے۔ لہٰذا صرف تعداد پوری کرنا اس پر واجب ہے۔ ذی الحجہ میں قضا روزہ رکھنا حضرت علی علیہ السلام کے نزدیک مکروہ ہے۔ کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ یہ عبادت کا مہینہ ہے۔

روزہ افطار کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ : ثم اتموا الصیام الی اللیل ۔ ۲ ع ۶ ۔

ترجمہ : پھر رات تک روزہ پورا کرو۔

اس سلسلے میں اہل بیت کرام صلعم سے ہم تک جو روایات آئی ہیں ان میں اس بات پر اجماع ہے کہ رات کی حد جبکہ روزہ دار کے لئے روزہ افطار کرنا جائز ہے وہ یہ ہے کہ سورج افق مغرب میں اس حالت میں ڈوب جائے کہ اس کے درمیان کوئی ایسی چیز حائل نہ ہو جو اس کو آڑ کرتی ہو، جیسے پہاڑ، دیوار وغیرہ پس جب سورج کی ٹکیا افق مغرب میں غائب ہو جائے تو رات ہو گئی اور اس وقت روزہ دار کے لئے افطار حلال ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ افطار میں جلدی کرنا اور سحری کھانے میں تاخیر کرنا سنت ہے اور افطار سے قبل مغرب کی نماز پڑھنا سنت ہے۔ الا آنکہ کھانا حاضر ہو تو پہلے افطار کر لیا جائے۔ پھر نماز پڑھی جائے۔ کھانا چھوڑ کر نماز نہ شروع کی جائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کے پاس بھنا ہوا گوشت آیا۔ اس وقت حضرت بلالؓ اذان دے چکے تھے۔ آپ نے ان کو تھوڑی دیر ٹھہر جانے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ آپ اور ہم سب کھانے سے فارغ ہو چکے پھر آپ نے دودھ منگایا۔ جسے آپ نے اور ہم نے پیا۔ پھر آپ نے بلالؓ کو اقامت کا حکم دیا۔ پھر اقامت کے بعد ہم نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب رسول خدا صلعم افطار فرماتے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔ اللھم لک صمنا وعلی رزقک افطرنا فتقبلہ منا ذھب الظماء وابتلت العروق وبقی الاجر انشاء اللہ ۔

ترجمہ: بارے الٰہا! ہم نے تیرے واسطے روزہ رکھا اور تیری دی ہوئی

روزی سے افطار کیا۔ پس اسے ہماری جانب سے قبول فرما۔ پیاس بجھ گئی رگیں سیراب ہو چکیں اور اجر باقی رہ گیا۔ انشاء اللہ۔

امیر المومنین فرماتے ہیں کہ جب تم کو ہلال نظر آجائے یا اس کو دو عادل شخص دن میں دیکھ لیں تو اس صورت میں تم جب تک سورج ڈوب نہ جائے افطار نہ کرو۔ خواہ ایسا دن کے شروع میں ہو یا آخر میں اور رویت ہلال کے دن سے لے کر جب تک تیس روزے پورے نہ ہو جائیں تب تک روزہ رکھنا بند نہ کرو، اور اگر پھر دو ایسے گواہوں کی شہادت موجود ہو جو اس بات کی شہادت دیں کہ انھوں نے ہلال کو دیکھا ہے تو روزہ نہ رکھو۔

لیلۃ القدر (شب قدر) کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ الخ۔ پ۳۰ ۹۷/۱۔
ترجمہ: ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں اُتارا۔ حٰم والکتاب المبین انا انزلنا فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین فیھا یفرق کل امر حکیم امرا من عندنا انا کنا مرسلین ۲۵ ۴۴/۱۔

ترجمہ: واضح و روشن کتاب (قرآن) کی قسم ہم نے اسکو مبارک رات (شب قدر) میں نازل کیا۔ بے شک ہم عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔ اس رات کو تمام دنیا کے حکمت و مصلحت کے (سال بھر کے) کام فیصل کئے جاتے ہیں۔ یعنی ہمارے یہاں سے حکم ہو کر بے شک ہم پیغمبروں کو بھیجتے رہے ہیں۔

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ: تنزل الملائکۃ والروح فیھا میں فرشتوں سے مراد لیلۃ القدر کے ان فرشتوں سے ہے

جو آسمان سے دنیا کی طرف آ کر سال بھر میں بندوں کو جن جن امور سے دوچار ہونا پڑے گا تحریر کرتے ہیں۔ تقدیم و تاخیر کا اختیار اللہ تعالیٰ کے قبضۂ مشیت میں ہوتا ہے جس چیز کو چاہے مقدم کرے جس چیز کو چاہے موخر کرے چاہے مٹا دے، چاہے تو باقی رکھے خدا ہی کے پاس ام الکتاب ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے لوگو! تم ماہ رمضان کی سترھویں رات، انیسویں رات، اکیسویں رات، تیئسویں رات میں خدا سے حج بیت اللہ کا سوال کرو۔ کیونکہ ہر سال شب قدر میں امور دنیا کو لکھا جاتا ہے۔ اس شب کے متعلق ارشاد باری ہے کہ اس شب میں ہر امر فیصل کیا جاتا ہے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر کی علامت یہ ہے کہ اس رات خنک ہوا چلتی ہے۔ اگر یہ رات موسم سرما میں آئے تو گرمی محسوس ہوتی ہے اور اگر گرمی میں آئے تو سردی محسوس ہوتی ہے۔ آپ سے اور آپ کے پدر بزرگوار امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے ان دو راتوں میں غافل رہنے سے منع فرمایا ہے۔ اکیسویں رات اور تیئسویں رات۔ اور اس رات میں سونے سے بھی منع فرمایا ہے۔ رسول خدا صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص شب قدر میں عبادت کرے گا خدا اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے گا۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ قبیلہ جہینہ کا ایک مرد رسول خدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ صلعم میرے پاس اونٹ، بھیڑیں اور غلام ہیں۔ ماہ رمضان میں کسی ایسی ایک رات میں عبادت کا مجھے حکم دیں تاکہ ماہ رمضان میں آ کر نماز میں حاضر ہو جاؤں۔ آپ نے اس کو اپنے قریب بلایا اور اس کے کان میں آہستہ سے کچھ کہا۔ چنانچہ وہ قبیلہ جہینی کا مرد جب ماہ رمضان کی تیئسویں شب آئی تو اس نے اپنے اونٹ، بھیڑ اہل و عیال کے ساتھ مدینہ میں آ کر رات گزاری اور جب صبح ہو گئی تو اپنے اصل مقام پر چلا گیا۔ امام باقر علیہ السلام سے لیلۃ القدر کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کونسی شب ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ ماہ رمضان

کے آخری عشرہ میں ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلعم سے پوچھا گیا کہ لیلۃ القدر کونسی شب ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس شب کو ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو۔ کیونکہ مجھے خواب میں بتایا گیا تھا لیکن پھر میں بھلا دیا گیا مگر مجھے اتنا ضرور یاد ہے کہ میں نے اس رات میں اپنے آپ کو پانی اور کیچڑ میں نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ چنانچہ جب ۲۳ ویں رات آئی تو سخت بارش ہوئی اور مسجد کی چھت سے پانی ٹپکنے لگا۔ رسول اللہ صلعم نے ہم کو نماز پڑھائی۔ اس حالت میں کہ آپ کی ناک کا سرا کیچڑ میں تھا۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر کو آخری عشرہ میں تلاش کرو کیونکہ عبادت کے مشاعر سات ہیں اور آسمان سات ہیں۔ زمینیں سات ہیں، گائیں سات ہیں، تازہ گھانس سات ہیں اور انسان بھی سات چیزوں پر سجدہ کرتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلعم ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں اپنا بستر لپیٹ دیتے تھے اور کمر کس لیتے تھے اور اپنے اہل بیت کو تیئسویں شب میں جگاتے اور اس رات میں جو سو جاتے تو آپ ان کے چہروں پر پانی چھڑکتے تھے۔ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام اپنے گھر میں اس شب میں کسی کو سونے نہیں دیتی تھیں۔ ان کا علاج تھوڑے سے کھانے سے کرتی تھیں۔ اس شب کے لئے آپ دن سے تیاریاں کرتی تھیں۔ اور کہتی تھیں کہ وہ شخص بہت ہی نامراد ہے جو اس رات کی خیر و برکت سے محروم رہا۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان کی سترہویں شب وہ شب ہے جس میں دو گروہ ملے ہیں۔ اور انیسویں شب میں سال بھر کے امور لکھے جاتے ہیں۔ اور اکیسویں شب میں نبیوں کے اوصیاء کا انتقال ہوا تھا اور اسی شب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی طرف رفع کئے گئے تھے اور اسی شب میں موسیٰ علیہ السلام نے وصال فرمایا تھا۔ اور تیئسویں شب میں لیلۃ القدر کی امید کی جاتی ہے۔

٭ ٭ ٭

سنّت اور نفل روزہ کا بیان

ہم نے کتاب الصلوٰۃ میں ائمہ طاہرین کے اسناد سے سنّت نماز کے متعلق روایات کو نقل کر دیا ہے اور وہ فرض سے دوگنی ہے۔ اسی طرح روزہ میں بھی ماہ رمضان کا روزہ فرض ہے اور سنّت روزہ بھی ہے جس سے بے رغبتی نہ کرنا چاہیئے۔

رسول اکرم صلعم اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام سنت روزوں پر لازم رہتے تھے۔ اسی طرح ان کے شیعہ بھی پابند ہوتے ہیں۔ سنّت کے روزے بھی فرض روزوں سے دُو گنے ہیں اور نفل روزہ بھی ہے۔ وہ تطوع ہے۔ جیسا کہ ہم نے تطوع نماز کے متعلق نماز کے باب میں بیان کیا ہے۔ اگر کوئی شخص نفل روزے جتنے رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہر سال جو روزہ فرض ہے وہ رمضان کا روزہ ہے۔ جو ایسا مہینہ ہے کہ ہر سال آتا ہے اور سنت کے روزے فرض سے دوگنے ہیں اور ان کی تفصیل یہ ہے۔ ہر ماہ میں سنّت کے تین روزے ہیں۔ ہر ماہ کے دس دن میں ایک روزہ رکھنا چاہتے۔ وہ جمعرات کے درمیان بدھ کے دن روزہ رکھے۔ پہلا جمعرات مہینے کے شروع میں آتا ہے اور بدھ کا وہ دن جو مہینہ کے نصف حصے سے قریب ہوتا ہے۔ پھر مہینہ کے آخری جمعرات کے دن رکھے جس کے بعد کوئی جمعرات کا دن نہیں آتا۔ اور ماہ شعبان کے روزے رکھے پس یہ بھی مانند فرض روزہ کے ہے۔ ان روزوں کی تفصیل یہ ہے کہ ہر ماہ میں تین تین دن روزہ رکھے اسس طرح دس مہینے میں روزے رکھے تو کل تیس روزے ہوں گے اور اس کے بعد شعبان کا روزہ رکھے تو کل دو ماہ کے روزے ہو جائیں گے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے آباء کرام اور رسول اکرم صلعم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہر مہینہ میں جو شخص تین روزہ رکھے گا تو وہ ثواب

میں اس شخص کے برابر ہوگا جس نے سال بھر روزہ رکھا ہے کیونکہ پروردگار عالم نے فرمایا ہے کہ: من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا ۔ ۶/۱۵۹ ۔

ترجمہ: جو شخص نیکی کرے گا تو اس کا اس کو دس گنا ثواب ملے گا۔ حضرت علی اور امام باقر اور امام جعفر الصادق علیہ السلام سے بھی یہی روایت منقول ہے اور وہ تمام ائمہ طاہرین سے اور آنحضرت صلعم سے یہ روایت منقول ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے یہ بطور تعظیم کے کہا گیا ہے ورنہ تمام مہینے اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ شعبان کو آنحضرت صلعم نے اس لئے اپنا مہینہ فرمایا ہے کہ آپ ماہ شعبان کا روزہ رکھتے تھے۔ حضرت علی نے فرمایا ہے کہ رسول اکرم صلعم شعبان اور رمضان کا روزہ ایک ساتھ رکھتے تھے۔ اور آپ یہ فرماتے تھے کہ یہ دونوں مہینے اللہ کے ہیں یہ دونوں مہینے اپنے قبل اور مابعد کا کفارہ ہیں۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ شعبان اور رمضان دونوں مہینوں کے روزے قسم بخدا اللہ کی جانب سے کفارہ ہیں اس کے بعد آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ فصیام شہرین متتابعین توبۃً من اللہ ۔ ۴/۹۱ ۔

ترجمہ: اس کا کفارہ خدا کی طرف سے لگاتار دو مہینے کے روزے ہیں۔

رسول اکرم صلعم سے روایت ہے کہ آپ سب مہینوں سے زیادہ ماہ شعبان میں روزہ رکھتے تھے۔ آپ دوسرے مہینوں اور دنوں میں اکثر نفل روزہ رکھا کرتے تھے آپ اتنا روزے رکھا کرتے تھے کہ آپ کے بارے میں کہا جانے لگا کہ آپ افطار ہی نہیں کرتے اور جب افطار کرتے تو یہ کہا جاتا کہ آپ گویا روزہ ہی نہیں رکھتے ہیں۔ بسا اوقات تو ایک دن روزہ رکھتے تو دوسرے دن نہ رکھتے آپ فرماتے کہ یہ سخت ترین روزہ ہے یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔

آنحضرت صلعم اکثر ایام بیض کے روزے یعنی ہر مہینے کی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں تاریخوں میں روزہ رکھتے تھے اور کبھی کبھی تو آپ رجب، شعبان، رمضان تینوں مہینوں کا مسلسل روزہ رکھتے تھے۔

امام جعفرالصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص ماہِ رجب کا روزہ ایک سال رکھے گا تو ایک سال کے لئے اس سے دوزخ دور ہو جائے گی اگر دو سال رکھے تو دو سال کے لئے دُور ہو جائے گی اسی طرح اگر کوئی مسلسل سات سال تک رجب کا روزہ رکھے تو دوزخ کے ساتوں دروازے اس پر بند کر دیئے جائیں گے۔ اور اگر آٹھ سال تک مسلسل ماہ رجب کا روزہ رکھے گا تو جنت کے آٹھوں دروازے اس پر کھول دیئے جائیں گے اگر کسی نے دس سال تک رکھا تو اس سے کہا جائے گا کہ پھر عمل شروع کر جو جتنا زیادہ عمل کرے گا خدا اس کو اجر بھی زیادہ دے گا۔

امام جعفرالصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کشتی نوح روز عاشورار جودی پہاڑ پر ٹھہری تھی اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ہم سفر جنوں اور انسانوں کو حکم دیا کہ وہ عاشوراء کے دن کا روزہ رکھیں پروردگار عالم نے عاشورار ہی کے دن آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی تھی اور عاشورار ہی کے دن قائمِ اہل بیت کا ظہور ہوگا۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اگر کسی نے عرفہ کے دن روزہ رکھا تو گویا اس نے زمانے بھر روزہ رکھا۔ امام باقر علیہ السلام سے بھی جب عرفہ کے روزے کی بابت پوچھا گیا تو انھوں نے بھی ایسا ہی جواب دیا لیکن انہوں نے اتنا یہ بھی کہا کہ اگر کسی کو اس بات کا خطرہ ہو کہ اگر وہ موقف میں روزہ کی حالت میں کھڑا ہو گا تو دعاء وسوال اور قیام برابر ادا نہیں کر سکے گا تو وہ روزہ نہ رکھے کیونکہ یوم عرفہ تو دعاء اور سوال کا دن ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص ثواب کی خاطر جمعہ کا روزہ رکھے گا تو گویا اس نے دو جمعہ کے مابین دنوں کا بھی روزہ رکھ لیا لیکن اس کے ساتھ دوسرے دنوں کا بھی روزہ رکھے۔ چاہے جمعہ سے قبل رکھے یا جمعہ کے بعد کسی دن روزہ رکھے کیونکہ آنحضرت صلعم نے اور دنوں کو چھوڑ کر جمعہ کے دن کو روزہ کے لئے مخصوص کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس شخص پر فرض روزہ رکھنا باقی ہے اس سے نفل روزہ قبول نہ کیا جائے گا جب تک کہ فرض روزہ قضاء نہ کرے گا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے ایک شخص کی بابت پوچھا گیا جس پر ماہ رمضان کا روزہ باقی تھا کہ آیا وہ نفل روزہ رکھ سکتا ہے کہ نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جب تک کہ وہ فرض روزہ نہ رکھ لے اس وقت تک نفل روزہ نہ رکھے اس کے بعد جتنا چاہے نفل روزہ رکھے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں یہ شکایت پیش کی اس کی بیوی اکثر روزہ رکھا کرتی ہے اس طرح وہ اسے اپنے سے دور رکھتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک وہ تم سے اجازت طلب نہ کرے اس کا روزہ مقبول نہ ہوگا سوائے اس واجب و فرض روزہ کے جس کا رکھنا اس پر اللہ کی طرف سے فرض ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنے بھائی کے لئے تکلیف اٹھا کر کھانا پکایا ہو اور اس کو دعوت دی ہو در آنحالیکہ وہ روزہ دار ہے تو روزہ افطار کرنے اور کھانا کھا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس کا یہ روزہ نہ تو فرض ہو نہ نذر کا روزہ ہو اور نہ دن ڈھل چکا ہو۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر صبح ہو گئی اور کسی نے روزہ رکھنے کی نیت نہ کی پھر اس کی یہ رائے ہوئی کہ وہ نفل روزہ رکھ لے تو ایسا وہ اس وقت تک کر سکتا ہے جب تک کہ سورج کا زوال نہ ہوا ہو اسی طرح صبح ہو گئی اور اس نے نفل روزہ رکھا تھا تو وہ سورج کے زوال سے قبل روزہ افطار کر سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یوم الفطر عید کے دن روزہ نہ رکھنا چاہیئے۔ اور نہ عید الاضحیٰ (بقرعید) کے دن اور نہ اس کے بعد تین دن تک روزہ رکھنا چاہیئے۔ بقرعید کے بعد جو تین دن ہوتے ہیں ان کو ایام تشریق کہا جاتا ہے۔ ان تین دنوں

میں اس لئے روزہ نہ رکھے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔ آپ نے ہمیشہ روزہ رکھنا بھی مکروہ فرمایا ہے اور روزوں میں تسلسل یعنی دو دن یا دو سے زیادہ دنوں تک مسلسل روزہ رکھنا اور رات میں افطار نہ کرنا مکروہ فرمایا ہے۔

اعتکاف کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد ۲/۱۸۷۔ ترجمہ: اور جب تم سجدوں میں اعتکاف کرنے بیٹھو تو ان (عورتوں) سے (رات کو بھی) ہم بستری نہ کرو۔ یعنی عورتوں سے اعتکاف کی حالت میں رات کو بھی ہم بستری نہ کرو۔ عاکف کے معنی مقیم کے ہیں اور اعتکاف فی المساجد سے مسجد میں ٹھہرنا مراد ہے اس آیت میں عاکف سے وہ شخص مراد ہے جو مسجد میں مقیم ہے وہ نہ دن میں باہر نکلے اور نہ رات میں بس نماز اور ذکر الٰہی کے لئے اپنے آپ کو مسجد میں قید کردے۔

امام جعفر الصادق اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقرؑ اور آپ کے آبا ر کرام سے منقول ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ ماہ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف دو حج اور دو عمرہ کے برابر ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے رمضان کے آخری عشرہ کی پہلی رات میں خطبہ پڑھا اور حمد و ثناو کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! پروردگار عالم نے تم کو تمہارے جنوں اور انسانوں میں سے جو بھی دشمن ہیں ان سے پناہ دی ہے اور تم سے اعمال قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ جیسا کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ادعونی استجب لکم۔ ۴۰/۶۰۔

ترجمہ: تم مجھ سے دعائیں مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ اے لوگو! سنو اللہ تعالیٰ نے ہر سرکش شیطان پر سات فرشتوں کو متعین کردیا ہے۔ پس جب

تک کہ تمہارا یہ مہینہ رمضان پورا نہ ہوگا۔ کسی بھی شیطان کو آزاد نہ کیا جائے گا، سنو! اس مہینہ میں اول شب سے لے کر آخر شب تک آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں اور سنو! اسی مہینہ میں ہر دعا مقبول ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلعم کمربستہ ہوئے ازاربند کو کس کر باندھا اور بیت الشرف سے باہر تشریف لائے اور آخری عشرہ کی تمام راتوں میں مسجد کے اندر معتکف رہے آپ ہر رات کو عبادت میں گذارتے تھے اور مغرب وعشاء کے درمیان ہر شب غسل فرماتے تھے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے ایک مرتبہ ایک سال ماہ رمضان کے اول عشرہ میں اعتکاف کیا اور دوسری مرتبہ دوسرے سال بیچ کے عشرہ میں اعتکاف کیا پھر تیسرے سال آخری عشرہ میں اعتکاف کیا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے یہ بھی روایت ہے آپ نے فرمایا کہ روزہ کی کی حالت ہی میں اعتکاف کیا جا سکتا ہے اور جامع مسجد کے اندر ہی اعتکاف ہو سکتا ہے اور معتکف نہ اپنے گھر میں نماز پڑھے اور نہ اپنی بیوی سے ہم بستر ہو اور نہ خرید وفروخت کرے اور انسانی حاجت کے سوا کبھی مسجد سے باہر نہ نکلے اور جائے تو بیٹھے نہیں واپس لوٹ آئے اسی طرح معتکفہ بھی کرے مگر جب حیض آجائے تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے وہ مسجد سے باہر چلی جائے اور اعتکاف کی کم سے کم مدت تین دن ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ معتکف مسجد ہی میں لازم رہے۔ ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن اور نماز میں مشغول رہے۔ اور دنیا داری کی باتیں نہ کرے اور کسی عورت سے خلوت میں نہ ملے اور منہ سے کلام بد نہ نکالے اور کسی سے جھگڑا نہ کرے۔ شعر نہ کہے۔ اور خرید وفروخت نہ کرے۔ جنازہ میں حاضر نہ ہو اور کسی مریض کی عیادت نہ کرے اور کسی گھر میں داخل نہ ہو جس قدر بھی لوگوں سے بات چیت کرنے سے بچ سکتا ہو بچے، یہ اس کے لئے بہتر ہے۔

کتاب الحج

(۶)

حج کے فرض ہونے اور حج نہ کرنے پر تشدّد کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً ومن کفر فان اللہ غنی من العالمین۔ ۴ ۳/۹۶

ترجمہ: اور لوگوں پر واجب ہے کہ محض خدا کے لئے خانۂ کعبہ کا حج کریں۔ جنھیں وہاں تک پہنچنے کی استطاعت (قدرت) ہو اور جس نے باوجود قدرت حج سے انکار کیا (تو یاد رکھے کہ) خدا سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

رسول اکرم صلعم سے منقول ہے کہ آپ سے وللہ علی الناس حج البیت الخ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس آیت کریمہ میں اس شخص کا تذکرہ ہے جس نے باوجود حج پر قدرت رکھنے کے حج کو ترک کر دیا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا ہے کہ بندوں پر ساری عمر میں جو فرض ایک مرتبہ واجب ہے وہ حج کا فرض ہے حج اس لئے ایک مرتبہ واجب کیا گیا ہے کہ حج کے مقامات بہت دور ہیں اور لوگوں کو اس راہ میں جان و مال کی بہت سی مشقتیں اٹھانی پڑتی ہیں پس حج تمام لوگوں پر فرض ہے لیکن جو معذور ہے اس پر فرض نہیں ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ جب آیت کریمہ وللہ علی الناس حج البیت الخ نازل ہوئی تو مومنین نے رسالتمآب صلعم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے رسول خدا صلعم کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے؟ آپ نے کوئی جواب نہ دیا جب لوگوں نے دوبارہ اور سہ بارہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں اگر میں، ہاں کہہ دیتا تو پھر ہر سال حج کرنا واجب ہو جاتا۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ: یا ایہا الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم۔ ۵/۱۰۱۔

ترجمہ: اے ایماندارو! ایسی چیزوں کے بارے میں (رسول سے) نہ پوچھا کرو کہ اگر تم کو معلوم ہو جائیں تو تمہیں بری معلوم ہوں۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے ایک ایسے شخص کی بابت پوچھا گیا جو فریضۂ حج کو ٹالتا رہتا ہے اور اس راہ میں اس کو تجارتی مشغولیت مانع ہے یا قرض مانع ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کا عذر قابل قبول نہیں ہے اسے کسی حال میں بھی حج کو ٹالنا نہ چاہیے اگر وہ اس حال میں مر جائے تو اس نے اسلام کے ایک فرض کو ترک کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ شخص جو اسلام کا حج کئے بغیر انتقال کر گیا درآنحالیکہ نہ تو اس کو حج سے کوئی ضرورت مانع تھی اور نہ کچھ اتنا بیمار ہی تھا کہ وہ حج نہ کر سکتا تھا اور نہ کوئی بادشاہ حج سے مانع تھا تو ایسا شخص یہودی اور نصرانی کی موت مر گیا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ سے ایک ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جس کے پاس دولت تھی مگر وہ حج کا فرض ادا کئے بغیر مر گیا؟ آپ نے فرمایا کہ ایسا شخص ان لوگوں میں سے ہے جن کے متعلق پروردگار عالم نے اس آیت

کریمہ میں فرمایا ہے کہ: ونحشرہ یوم القیامۃ اعمیٰ ۲۰/۱۲۴ - ہم قیامت کے دن اس کو اندھا بنا کے اٹھائیں گے۔ عرض کیا گیا کہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو اندھا بنا کے اٹھائے گا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ خیر کے راستے سے اندھا ہوگا۔

رسول اکرم صلعم سے منقول ہے آپ نے فرمایا ہے کہ جب میری امت خانۂ کعبہ کا حج چھوڑ دے گی تو اس کی طرف نظر اٹھا کے بھی نہ دیکھا جائے گا۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کریمہ کے متعلق پوچھا گیا کہ: وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا میں راہ کی استطاعت سے اللہ تعالیٰ نے کیا مراد لیا ہے؟ آپ نے سائل سے فرمایا کہ اور لوگ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ سائل نے کہا کہ دوسرے لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس کے پاس توشہ اور سواری موجود ہو وہ حج کی استطاعت رکھتا ہے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امام باقر علیہ السلام سے بھی ایسا ہی سوال کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ پھر تو وہ لوگ جن کے پاس بجز توشہ اور سواری کے اور کچھ نہ ہوگا۔ وہ ہلاک ہو جائیں گے کیونکہ وہ شخص جس کے پاس صرف توشہ اور سواری ہو اور وہ ان دونوں کو لے کر حج کے لئے چلا جائے اور اپنے اہل و عیال کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑ کر جائے تو اس کے اہل و عیال ہلاک ہو جائیں گے۔ اس وقت آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ پھر آپ ہی بتلایئے کہ استطاعت سے کیا مراد ہے؟ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ سفر کی استطاعت اور کافی زاد راہ ہونا چاہئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے بھی اتنا چھوڑ جائے کہ جس سے وہ گذر اوقات کر سکیں۔ اس کے علاوہ راستے کا امن و امان بھی ہونا چاہئے۔ تمہیں بتاؤ کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ زکوٰۃ صرف اسی شخص پر فرض کی گئی ہے جس کے پاس دو سو درہم ہوں؟

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ سے آیت کریمہ: وللّٰہ علی الناس حج البیت الخ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ حج اس شخص پر فرض ہے جس کے پاس اتنی رقم ہو کہ وہ حج کر سکے آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اگر کسی شخص کو اتنی رقم دی جائے کہ جس سے وہ حج کر سکے لیکن اس کو شرم آتی

ہو تو کیا کرے آپ نے فرمایا کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جو حج کی استطاعت رکھتے ہیں وہ کیوں شرماتا ہے اس کو حج کرنا چاہیئے چاہے دُم کٹے گدھے پر ہی کیوں نہ حج کرے۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اگر نابالغ بچے کو ساتھ لیکر حج کیا جائے تو یہ اس کے لئے کافی نہ ہوگا جب بالغ ہو تو اس پر حج کرنا واجب ہے اور یہی حکم غیر بالغہ لڑکی کے لئے بھی ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا۔ جس نے حج تو کیا لیکن اس کو اس امر ولایت کی کوئی معرفت حاصل نہ تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو امر ولایت یعنی امام الزماں علیہ السلام کی معرفت سے نوازا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا حج کافی ہے لیکن یہ مجھے زیادہ پسند ہے کہ وہ پھر حج کرے اور اگر ناصبی ہے اور اس نے حج کر لیا پھر خدا نے اس کو معرفت سے نوازا تو اس پر حج کرنا واجب ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جب کسی غلام کو آزاد کر دیا جائے تو جب بھی اس کو حج کی استطاعت ہو حج کرے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ اگر مملوک حج کرے تو جب تک مملوک رہے گا اس کا حج کافی ہے مگر جب آزاد کر دیا جائے تو اس پر حج کرنا فرض ہے۔ اور مملوک ہی رہے تو اس پر حج واجب نہیں ہے۔

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے ام ولد (لونڈی) کے متعلق پوچھا گیا کہ ام ولد (لونڈی) کو اس کے مالک نے حج کرایا پھر آزاد کر دیا تو کیا یہ حج اس کے لئے کافی ہوگا؟۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔

رسول اکرم صلعم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مردوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو حج کرائیں امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ مردوں پر اپنی بیویوں کو اس وقت حج کرانا واجب ہے جبکہ زاد راہ عورت کے مال میں سے ہو ایسا نہیں ہے کہ شوہر عورت کے اخراجات حج کو برداشت کرے مگر اتنا ضرور ہے کہ اپنی بیوی

کے ہمراہ حج کے لئے جائے تاکہ وہ اپنا فرض ادا کر سکے اور تمام نفقہ عورت کے سرمایہ سے ہو آپ نے یہ بھی فرمایا ہے مطلقہ عورت اگر حج کرنا چاہے تو وہ اپنی عدت کے درمیان حج کر سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کسی تنگدست آدمی کو حج کرایا پھر وہ مالدار ہو گیا تو اس پر دوبارہ حج کرنا واجب ہے۔ آیت کریمہ: وللہ علی الناس حج البیت الخ کے متعلق پوچھا گیا کہ اس آیت میں حج سے صرف حج ہی مراد ہے یا عمرہ بھی؟ آپ نے فرمایا کہ حج و عمرہ دونوں مراد ہیں۔ کیونکہ حج و عمرہ دونوں فرض ہیں آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی کہ: واتموا الحج والعمرۃ للہ۔

ترجمہ: اور اللہ کے لئے حج و عمرہ کو تمام کرو۔ آپ نے فرمایا کہ حج و عمرہ کو تمام کرنے سے یہ مراد ہے کہ ان دونوں کو ادا کیا جائے۔

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ عمرہ اس شخص پر فرض ہے جو مستطیع ہو اور یہ حج کے درجے میں ہے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حج کی تین قسمیں ہیں (۱) حج مفرد اور عمرہ مفردہ ان دونوں میں سے جس کو چاہے مقدم کرے۔ (۲) حج و عمرہ دونوں ساتھ ساتھ کرے فصل نہ کرے اور یہ حج اس کے لئے ہے جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہے وہ مکہ معظمہ میں داخل ہو۔ اور عمرہ کرے اور احرام کی حالت میں رہے یہاں تک کہ مکہ سے حج کے لئے نکلے اور حج کرے۔ (۳) اور عمرہ کرکے حج کے لئے نکلنا حج کی افضل قسم ہے۔ اس کو حج تمتع کہتے ہیں اور یہ حج اس کے لئے نہیں ہے جس کے ساتھ ہی قربانی کا جانور ہے کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ: ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محلہ۔ ۲/۱۹۵

ترجمہ: اور جب تک قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جاوے اپنے سر نہ منڈاؤ۔ تمتع کا عمرہ کرنے والا بحالت احرام خانہ کعبہ میں داخل ہو اور اس کا طواف کرے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے جب اتنا کر چکے تو احرام کھول دے اور سر کے تھوڑے بال اور ناخن کٹوائے اور باقی کو حج کے دن کے لئے چھوڑ دے اب اس کے لئے ہر چیز حلال ہے اس کے بعد مکہ سے حج کے لئے پھر احرام باندھے اور جس چیز کی قربانی اس کو میسر

ہو کرے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے اس آیت کریمہ کے بارے میں فرمایا کہ:

الحج اشھر معلومات فمن فرض فیھن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج ۲/۱۹۶ ترجمہ: حج کے معلوم مہینے یہ ہیں شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ ان کے علاوہ کسی اور مہینے میں حج فرض نہیں ہے۔ حج کا فرض تلبیہ (لبیک کہنا) اشعار اور تقلید سے ادا ہوتا ہے اگر حج کرنے کا ارادہ رکھنے والا ان میں سے جو بھی عمل کرے تو اس نے اپنے اوپر حج فرض کر لیا۔ اور رفث سے مراد ہمبستر ہونا ہے اور فسوق سے مراد جھوٹ بولنا اور گالی گلوچ کرنا ہے اور جدال سے لا واللہ بلی واللہ کہنا یعنی بات بات میں خدا کی قسم کھانا، نہیں خدا کی قسم، ہاں خدا کی قسم کہنا اور فخر کرنا مراد ہے۔

حج کی ترغیبات کا بیان

امام باقر علیہ السلام نے آیت کریمہ: واذ قال ربك للملٰئكة انی جاعل فی الارض خلیفة قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفك الدماء ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك ۲/۳۰۔

ترجمہ: (اے رسول اس وقت کو یاد کرو) جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں اپنا ایک نائب زمین میں بنانے والا ہوں تو (فرشتے تعجب سے) کہنے لگے کہ کیا تو زمین میں ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو زمین میں فساد اور خونریزیاں کرتا پھرے حالانکہ (اگر خلیفہ بنانا ہے تو) ہمارا زیادہ حق ہے کیونکہ ہم تیری تعریف و تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکیزگی ثابت کرتے ہیں۔ اس کے متعلق آپ نے فرمایا کہ فرشتوں کے اس قول میں اپنی عبادت سے اللہ تعالیٰ پر احسان جتانے کا پہلو نکلتا ہے۔ یہ بات

ان فرشتوں نے کہی تھی جن کو کہ آدم سے پہلے زمین پر رہنے والے جنوں کا حال معلوم ہوا تھا جن فرشتوں نے یہ بات کہی تھی خداوند تعالیٰ نے ان سے اپنا منھ پھیر لیا تھا اور پھر اس نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کو تمام اسماء سکھلائے پھر خدا نے فرشتوں سے ان اسماء کے بارے میں جب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ لا علم لنا الا ما علمتنا۔ اس وقت خدا نے فرمایا کہ: یا آدم انبئھم باسمائھم جب آدم نے تمام اسماء بتا دیئے تو خدا نے ان سے کہا کہ اب آدم کو سجدہ کرو چنانچہ فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا وہ سجدہ کی حالت میں اپنے دلوں میں کہنے لگے کہ ہمیں اس کا وہم و گمان تک نہ تھا کہ خداوند تعالیٰ ہم سے افضل بھی کوئی مخلوق پیدا کرے گا۔ حالانکہ ہم تو خدا کے پڑوسی اور تمام مخلوقات سے زیادہ اس کے قریب ہیں جب فرشتوں نے سر اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انی اعلم غیب السموات والارض

فرشتوں نے جو ظاہر کیا تھا وہ ان کا یہ قول تھا: اتجعل فیھا من یفسد فیھا اور جو انہوں نے اپنے دل میں کہا تھا وہ یہ کہ ہم کو وہم و گمان تک نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے افضل بھی کوئی مخلوق پیدا کرے گا۔ جب خدا نے فرشتوں سے کہا کہ: انی اعلم غیب السموات والارض الخ۔ تو انہوں نے سمجھا کہ ان سے بھول ہوگئی ہے لہٰذا وہ عرش الٰہی سے چمٹ گئے اور اس کے چوطرف طواف میں مشغول ہوگئے۔ اور پروردگار کی رضا جوئی طلب کرنے لگے۔ پس خدا ان سے خوش ہوگیا پھر خدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ زمین پر ایک گھر بنائیں جس کا وہ لوگ طواف کریں جو اولاد آدم میں سے گناہ کے مرتکب ہوں گے جیسا کہ فرشتوں نے عرش الٰہی کا طواف دیا تھا تاکہ خدا ان سے رضامند ہوجائے۔ جیسا کہ وہ فرشتوں سے راضی ہوا تھا چنانچہ انہوں نے موجودہ بیت اللہ کی جگہ پر ایک گھر بنایا تھا جو طوفان نوح کے زمانے میں اٹھا لیا گیا تھا اور وہ چوتھے آسمان میں ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں وہ دوبارہ اس کی طرف واپس نہیں آئے اسی گھر کی بنیاد پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ بنایا تھا۔ جب آدم علیہ السلام

سے خطا ہوئی اور ان کو خدا نے زمین پر گرادیا تو وہ اسی گھر کی طرف آئے اور اس کا طواف دیا جیسا کہ انھوں نے فرشتوں کو عرش الہٰی کا سات مرتبہ طواف کرتے دیکھا تھا۔ اس کے بعد آدم علیہ السلام مستجار کے پاس کھڑے ہو گئے اور یہ ندا کی کہ کتاب اغفرلی۔

ترجمہ: پروردگار تو مجھ کو بخش دے۔ آدم کو آواز دی گئی کہ اے آدم خدا نے تم کو معاف کردیا۔ آدم علیہ السلام نے بازگاہ الہٰی میں عرض کیا کہ اے پروردگار تو میری اولاد کو بھی بخش دے پھر ندا آئی کہ اے آدم تمہاری اولاد میں سے جو گنہگار یہاں آکر توبہ کرے گا۔ جہاں تم نے توبہ کی ہے تو اس کے گناہ خدا معاف کردے گا۔

امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ خداوند تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو یہ وحی کی کہ اے ابراہیمؑ تم میرے واسطے زمین پر ایک گھر بناؤ جس میں میری عبادت کی جائے۔ ابراہیم علیہ السلام کا اس حکم سے دل تنگ ہو گیا لیکن خداوند تعالیٰ نے ابراہیمؑ پر سکینۃ بھیجی یہ ایک ہوا تھی جس کے دو سرے تھے جو ایک دوسرے کے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ اس ہوا نے وہاں چکر لگایا جس جگہ فرشتوں نے پہلے گھر بنایا تھا پس ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ الحرام کی اس جگہ بنیاد رکھی جہاں جہاں پر سکینۃ کا گذر ہوا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام گھر بنا رہے تھے اور اسماعیل علیہ السلام آپ کو پتھر دے رہے تھے اور دیوار کعبہ اٹھا رہے تھے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام گھر بناتے بناتے رکن اسود تک پہنچے تو انہوں نے اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اس جگہ رکھنے کے واسطے پتھر لاؤ پس انہیں پتھر نہ ملا اور وہ یونہی کھڑے رہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ جاکر تلاش کر لاؤ جب وہ تلاش کرنے کے لئے چلے تو جبرئیل علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے پاس پتھر لے کر آئے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہی پتھر اس جگہ پر نصب کر دیا تو اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ کو یہ پتھر کس نے لاکر دیا تھا؟ حضرت ابراہیمؑ

نے جواب دیا کہ اس نے جس نے صرف تمہارے بنانے ہی پر بھروسہ نہیں رکھا ہے۔ چنانچہ یہ گھر ایک زمانہ تک باقی رہا پھر منہدم ہو گیا اس کو عمالقہ نے بنایا پھر ایک زمانہ تک باقی رہا اور جب گر گیا تو قوم جرہم نے اس کو بنایا پھر گر گیا تو قریش نے بنایا اس زمانہ میں رسول خدا صلعم ابھی بچے تھے آپ کی نشوونما پاکیزگی اور اخلاق انبیاء کی صورت پر ہوئی تھی قریش آپ کو امین کے لقب سے پکارتے تھے جب قریش حجر اسود تک پہنچے تو ہر قبیلہ کی یہ خواہش ہوئی کہ حجر اسود کو اس جگہ پر وہ خود رکھے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ان کا آپس میں اختلاف ہو گیا انھوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اس مسئلے میں اسی کو اپنا حکم بنائیں گے جو سب سے پہلے یہاں آئے گا۔ پس سب سے پہلے خانہ کعبہ میں رسول خدا صلعم تشریف لائے وہ پکار اٹھے کہ یہ تو امین آئے ہیں چنانچہ انھوں نے آپ کو پورا قصہ کہہ سنایا۔ آپ نے اپنی چادر مبارک اتاری اور اس میں حجر اسود رکھ دیا اور فرمایا کہ قریش کا قبیلہ اس چادر کا کونہ پکڑے اور پھر سب مل کر اس کو اٹھاؤ ان کو آپ کے اس فیصلہ پر بڑا تعجب ہوا۔ وہ سب بڑے خوش ہو گئے اور انھوں نے اس پر عمل کیا جب چادر مبارک حجر اسود کے مقام تک پہنچی تو آپ نے حجر اسود کو خود اٹھا کر وہاں رکھ دیا۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حجر اسود میثاق کے مانند ہے۔ اس کا چومنا بیعت ہے۔ آپ جب حجر اسود کو بوسہ دیتے تو فرماتے کہ: اللھم امانتی ادیتھا ومیثاقی تعاھدتہ لیشھد لی عندک بالبلاغ۔ آپ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ بیت اللہ کا طواف دے کر واپس چلے جا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم ان کو اس کے علاوہ اور بھی ایک حکم دیا گیا ہے۔ عرض کیا گیا کہ وہ کیا ہے اے فرزند رسول؟ آپ نے فرمایا کہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ جب وہ بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہو چکیں تو ہمارے پاس آئیں اور اپنی جانوں کو ہمارے سامنے پیش کریں۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے جتنے راستے ہیں ان تمام راستوں میں سے حج سے بڑھ کر افضل کوئی اور راستہ نہیں

ہے سوائے اس شخص کے جو اپنی تلوار لے کر نکلے اور خدا کی راہ میں جہاد کرتے کرتے شہید ہوجائے۔ آپ سے ایک شخص نے پوچھا کہ اے فرزندِ رسول میں مالدار آدمی ہوں اور فرض حج کر چکا ہوں، اور میں حج تطوع کی ترغیبات سن چکا ہوں تو کیا میں اگر نفقۂ حج کی مقدار یا اس سے زائد صدقہ کر دوں تو کیا حج کا ثواب مجھ کو ملے گا؟ آپ نے ابو قبیس پہاڑ کی طرف نظر اٹھا کر فرمایا کہ اگر تم اس پہاڑ کے برابر سونا یا چاندی صدقہ کر دو گے تب بھی تم کو حج کا ثواب نہ ملے گا۔

رسولِ خدا صلعم کا ارشاد ہے کہ جو شخص بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کرے گا اور عمدگی کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے گا تو اس کو معاف کر دیا جائے گا۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلعم جب حجۃ الوداع سے فارغ ہو چکے اور عرفہ پر چڑھے تو آپ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر تین مرتبہ فرمایا خوش آمدید اے خدا کی طرف آنے والو اگر تم اس وقت سوال کرو تو تم کو دیا جائے گا اور تمہارے خرچ کا بدلہ ملے گا۔ آخرت میں تمہارے ہر ایک درہم کے عوض ایک ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! کیا میں تم کو بشارت نہ دوں؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں اے رسولِ خدا صلعم آپ نے فرمایا کہ جب آج شام ہو جائے گی تو خدا اس موقف میں کھڑے رہنے والوں سے فرشتوں کے ساتھ فخر مباہات کرے گا۔ خدا ان کو کہے گا کہ اے میرے فرشتو! دیکھو میرے ان بندوں کو اور باندیوں کو یہ میرے پاس گرد آلود حالت میں زمین کے مختلف حصوں سے اُمڈ اُمڈ کر آئے ہیں تمہیں کچھ خبر ہے کہ یہ مجھ سے کیا مانگ رہے ہیں؟ فرشتے کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار تجھ سے یہ لوگ معافی کے طلبگار ہیں تو خدا اس وقت کہے گا کہ میں تم لوگوں کو شاہد بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان سب کو معاف کر دیا ہے۔ اے لوگو تم سب اپنے اس موقف سے اس حال میں لوٹ جاؤ کہ تمہارے پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں۔

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں، مومن حاجی کے لئے خدا اس بات کا

ذمہ دار ہے کہ اگر وہ درمیان سفر میں مر جائے تو خدا اس کو داخل بہشت کرے گا اور اگر اس کو اپنے اہل و عیال تک واپس پہنچا دے تو پہنچنے کے بعد ستر رات تک اس کا کوئی گناہ نہ لکھا جائے گا۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلعم فرماتے تھے کہ حج کرنے والے تین قسم کے ہوتے ہیں سب سے افضل وہ جس کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے ہوں' اس کے بعد وہ شخص جس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے اور آئندہ وہ نیا عمل کرتا ہے تیسرا شخص وہ ہے جو سب سے کم نصیب والا ہے جس کے صرف اہل و عیال میں حفاظت کی گئی ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حج کرنے والوں کے تین حصے ہیں۔ ان میں سے ایک حصہ کے لوگ دوزخ سے آزاد کر دیئے جائیں گے۔ خدا پھر ان کو آزاد کرنے کی طرف رجوع نہ کرے گا اور دوسرا حصہ وہ ہے جو پھر سے عمل شروع کرے گا۔ اور ان کے اگلے گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ اور تیسرا حصہ وہ ہے جن کو نقصانات کا بدلہ ملے گا۔ اور وہ اپنے اہل و عیال میں تندرست رہے گا۔

امیر المومنین سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ عمرہ کے بعد عمرہ کرنا دونوں کے مابین جو گناہ ہوئے ہیں اس کا کفارہ ہے اور حج مقبول کا ثواب جنت ہے۔ گناہوں میں بہت سی ایسی گناہیں ہیں جو عرفات کے سوا اور کہیں معاف نہیں ہوں گے۔

آنحضرت صلعم نے ایک مرتبہ حجاج کے اونٹوں کی قطار پر نظر ڈالی اور فرمایا کہ یہ اونٹ جو بھی قدم اٹھاتے ہیں اس کے عوض ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک ایک قدم رکھنے پر تو ان کی ایک ایک گناہ ختم ہو جاتی ہے جب وہ مناسک ادا کر لیتے ہیں تو ان سے کہا جاتا ہے کہ تم ایک مکان بنا چکے ہو اب اس کو منہدم نہ کرنا۔ ماضی کی تم کو اب فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے مستقبل میں نیک عمل کرو۔

امام جعفر الصادق سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ : ان طهرا بيتي للطائفين والعاكفين والركع السجود۔ اس

وقت خداوند تعالیٰ نے کعبہ پر ایک سو بیس رحمتیں اتاری ہیں اس میں سے ساٹھ طواف دینے والوں کے لئے اور پچاس عاکفین کے لئے اور چالیس نمازیوں کے لئے اور بیس کعبہ کو دیکھنے والوں کے لئے۔

حضرت امیرالمومنینؑ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا اور آخرت کا طالب ہو تو وہ اس گھر بیت اللہ الحرام کی طرف آئے کیونکہ جس بندے نے بھی اس گھر میں آکر اگر دنیا مانگی ہے تو اس کو دنیا دی گئی ہے اور خدا سے آخرت مانگی ہے تو ان کو آخرت کا ذخیرہ دیا گیا ہے اے لوگو تم پر حج و عمرہ واجب ہے دونوں کو باہم ملادو کیونکہ یہ دونوں گناہوں کو دھو ڈالتے ہیں جس طرح سے کہ پانی گندگی کو صاف کردیتا ہے اور حج و عمرہ فقر و محتاجگی کو دور کردیتے ہیں جس طرح سے کہ آگ زنگ آلود لوہے کو صاف کردیتی ہے۔

مدینۃ النبیؐ میں داخلہ اور حاجی کو وہاں جاکر کیا عمل کرنا چاہیئے اس کا بیان

امیرالمومنینؑ سے مروی ہے آپ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر اپنے خطبہ میں فرمایا کہ رسول اکرم صلعم نے فرمایا ہے کہ مدینہ منورہ جبل عیر سے لے کر جبل ثور تک حرم ہے اگر اس میں کسی نے جرم کیا یا کسی مجرم کو پناہ دی تو اس پر فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہوگی۔ خدا اس کے کسی بھی عمل کو قبول نہ کرے گا۔

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ مدینہ کے دونوں طرف جو سیاہ پتھر ہیں ان کے درمیان حرم ہے۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ کیا مدینہ کے پرندے بھی

مکہ کے پرندوں کے مانند ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں! لیکن مدینے کے درخت کاٹے نہ جائیں۔ آپ سے پوچھا گیا کہ مدینہ کے لابیت سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مدینہ کے وہ کالے پتھر جو اس کو محیط ہیں یہ حرم رسولؐ ہیں۔ اس حد میں نہ شکار کیا جائے نہ درخت کاٹے جائیں۔

امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ اگر مدینہ سے کوئی شخص منھ پھرا کر چلا جائے گا تو خدا اس کو شر میں مبتلا کر دے گا۔ امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ بغرض زیارت جو شخص مدینہ میں داخل ہو اس کو پہلے لائق ہے کہ غسل کرے۔ ہم نے اس کا ذکر کتاب الطہارت میں کر دیا ہے۔ اس قسم کے غسل کی ترغیب دی گئی ہے یہ غسل جنابت کی طرح فرض نہیں ہے۔ زیارت کی غرض سے جو شخص مدینہ منورہ میں داخل ہو تو پہلے اپنے اسباب سفر کو منزل پر رکھنے کے بعد سب سے پہلے مسجد النبیؐ میں آکر قبر مطہر کی زیارت سے مشرف ہو اور مسجد النبیؐ میں نماز پڑھے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقرؑ اور آپ کے آباء کرام اور رسول اکرم صلعم سے مروی ہے کہ مسجد النبیؐ میں نماز پڑھنے کا ثواب دس ہزار نماز کا ہے اور امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ مسجد النبیؐ میں نماز پڑھنے کے لئے افضل سے افضل جگہ قبر رسولؐ سے قریب کی جگہ ہے۔ لہٰذا جب تم مدینہ میں داخل ہو تو پہلے غسل کرو اور پھر مسجد میں داخل ہو اور پہلے قبر مطہر پر جاؤ اور وہاں سلام پڑھو اور تبلیغ رسالت کی شہادت دو اور بکثرت درود و سلام بھیجو اور وہاں دعا کرو جس سے خدا تم پر آسانیاں کے دروازے کھول دے گا۔ قبر مطہر پر پڑھنے کے لئے اہل بیت سے بکثرت دعائیں مروی ہیں ان میں سے کوئی بھی دعا مخصوص نہیں ہے۔

امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلعم کا ارشاد ہے کہ میرے انتقال کے بعد جو میری قبر کی زیارت کرے گا وہ ایسا ہے جیسے میری زندگی میں میری طرف ہجرت کر کے آیا ہے اور جو میری قبر کی زیارت نہیں کر سکتا وہ میری جانب اپنا سلام بھیجے وہ مجھ تک پہنچ جائے گا۔

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں جن مقامات کی زیارت کرنا اور وہاں نماز پڑھنا چاہیئے وہ یہ ہیں مسجد قبا یہ وہ مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے مسجد فتح مسجد الفضیخ مشربتہ ام ابراہیم - قبر حمزہ علیہ السلام اور دیگر شہداء کی قبریں - اور جب زائر مدینہ سے واپس لوٹے تو سب سے آخر میں قبر النبی پر آئے اور وہاں سے وداع ہو اور وہی عمل کرے جو اس نے داخلہ کے روز کیا تھا اور وہ دعا وغیرہ کرے جتنی اس سے ہو سکے قبر النبی پر الوداع کہے اور واپس ہو جائے۔

احرام کے میقاتوں کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلعم نے احرام باندھنے کے لئے پانچ مواقیت مقرر فرمائے ہیں اہل مدینہ کے لئے مقام ذوالحلیفہ ہے اور وہ مسجد الشجرہ ہے۔ اہل شام کے لئے مقام جحفہ ہے اور اہل یمن کے لئے یلملم ہے اور اہل طائف کے لئے قرن اور اہل نجد کے لئے مقام عقیق ہے یہ پانچ مواقیت وہاں کے باشندوں کے لئے ہیں اور ان کے لئے جو دوسرے شہروں سے ان راستوں سے ہو کر آئیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ حج وعمرہ کی تکمیل اسی میں ہے کہ تم ان مواقیت سے احرام باندھ کر آؤ جن کو رسول خدا صلعم نے مقرر فرمایا ہے۔ قبل از وقت احرام باندھنا جائز نہیں ہے اگر کسی نے قبل از وقت احرام باندھ لیا اور ایسا کام کیا جو احرام کی حالت میں نہ کرنا چاہیئے تھا۔ تو اس کا یہ احرام فاسد ہے اس پر صرف اتنا واجب ہے کہ وہ میقات پر واپس جائے اور وہاں سے احرام باندھ کر آئے۔

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو کسی مہینہ میں عمرہ فوت ہونے کا خوف ہو تو اس کو اختیار ہے کہ وہ میقات کے علاوہ کہیں سے بھی احرام باندھے

مثلاً جب کوئی عمرہ کے قصد سے ماہ رجب میں نکلے اور اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ میقات تک نہ پہنچ سکیگا لیکن اس وقت جب شعبان کا ہلال نکل آئے گا تو وہ احرام نہ چھوڑے یہاں تک کہ میقات تک پہنچ جائے اس صورت میں اس کا عمرہ شعبانیہ ہوگا لیکن وہ قبل از میقات احرام باندھ لے تو یہ عمرہ رجبیہ ہوگا جو افضل ہے اور اسی عمرہ کی اس نے نیت کی تھی آپ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی مسجد شجرہ کے اس پار سے احرام باندھ لے تو؟ آپ نے فرمایا کہ مسجد شجرہ اور جحفہ کے درمیان احرام باندھا جا سکتا ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص میقات پر آکر احرام باندھنا بھول جائے یا اس کو یہ علم ہی نہ ہو کہ یہ میقات ہے اور وہ میقات سے آگے بڑھ جائے یا مکہ پہنچنے کے بعد اس کو معلوم ہو تو ان تمام صورتوں میں اگر میقات پر جا کر واپس آسکے تو وہ جائے اور وہاں سے احرام باندھ کر آئے اور اگر حج کے فوت ہو جانے کا خوف ہو یا میقات واپس نہیں لوٹ سکتا ہو تو جہاں ہے وہیں سے احرام باندھ لے اور اگر حدود حرم سے باہر جا کر احرام باندھ سکتا ہے تو وہاں سے احرام باندھ کر آئے اور حرم میں داخل ہو اگر ایسا نہیں کر سکتا تو جہاں ہو وہاں سے احرام باندھ لے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس کا گھر زیادہ قریب ہو میقات سے مکہ تک تو وہ اپنے گھر سے ہی احرام باندھے اس کو میقات تک جانا واجب نہیں ہے امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ حج کی تکمیل اس سے ہے کہ تم اپنے گھر کے سامنے سے احرام باندھو یہ اس شخص کے لئے ہے جس کا میقات مکہ سے کم فاصلہ پر ہے۔

احرام کا بیان

امام جعفر الصادقؑ سے اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقرؑ سے اور آپ کے آباء کرام سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم جب حجۃ الوداع کے قصد سے نکلے اور مسجد

شجرۃ کے پاس پہنچے تو آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ بغل کے بال اور زیر ناف کے بال صاف کریں۔ اور غسل کریں اور تمام لباس اتار کر ایک ازار اور ایک چادر پہن لیں یا دو کپڑے ان میں سے ایک کو تہبند بنالیں اور دوسرے کو پیٹھ پر ڈال لیں۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو مونچھ کے بال اور ناخن کترے۔ ان میں سے جو بھی پہلے کرے سو کوئی مضرت نہیں اور اگر اس کو ممکن ہو تو ان کاموں سے زوال کے وقت تک فارغ ہو جائے کیونکہ احرام کے لئے یہ بہترین وقت ہے۔ احرام شب و روز کسی بھی وقت میں باندھا جاسکتا ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ آپ نے حائض اور نفاس والی عورت کے بارے میں فرمایا کہ میقات پر آکر غسل کرے اور جیسے مرد احرام باندھتے ہیں وہ بھی احرام باندھے اگر کسی نے میقات کے علاوہ کسی اور جگہ پر احرام کا غسل کر لیا تو وہ کافی ہے۔ آپ نے اس شخص کو ایسی خوشبو لگانے سے منع فرمایا ہے کہ جو احرام باندھنے کا ارادہ رکھتا ہے اور وہ خوشبو احرام کے بعد باقی رہتی ہو اور محرم کو خوشبو کو ہاتھ لگانے سے بھی منع فرمایا ہے نہ سلی ہوئی قمیص نہ ازار نہ عمامہ نہ ٹوپی نہ جوتا نہ موزہ نہ برقع نہ ہاتھ پیر میں زیور غرض کوئی سلا ہوا کپڑا نہ پہنے اور نہ سر کو ڈھانکے۔ عورت کرتا پہنے اور سر کو ڈھانکے اس کا احرام اس کے چہرے میں ہے چہرے پر سر سے تھوڑا کپڑا ڈال لے۔ محرم پر عورت سے ہم بستر ہونا اور شکار کرنا دونوں حرام ہیں محرم کوئی بال نہ اتارے اور نہ اکھاڑے نہ ناخن کترے اور نہ جوئیں مارے ہم آئندہ محرم پر جو کچھ حرام ہے اس کا بیان کریں گے اور جس نے احرام کی حالت میں ذرا سا بھی خلاف حکم کیا ہو تو اس پر کیا واجب ہے مفصل تحریر کریں گے۔

آپ نے فرمایا کہ جو شخص احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو وہ پہلے نماز پڑھے اور اگر فرض نماز کا وقت ہو تو نماز پڑھنے کے بعد احرام باندھے۔ اس کے بعد نفل نماز ہو تو پڑھے پھر اس کے بعد احرام باندھے اور اگر فرض نماز کا وقت

نہ ہو تو نفل پڑھ کر احرام باندھے۔

غرض نماز پڑھے بغیر احرام نہ باندھنا چاہیے۔ الا آنکہ کوئی بھول گیا ہو یا کوئی معقول عذر ہو، اگر کسی نے احرام باندھنے کے بعد نماز پڑھی تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں اتنا ضرور ہے کہ اس نے ایک اچھی چیز کو چھوڑ دیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ محرم جب احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو اپنے دل میں نیت کرے اگر حج یا عمرہ اور حج مفرد یا عمرہ مفرد جس کا بھی ارادہ رکھتا ہو وہ منہ سے کہے اور یہ دعا پڑھے۔ اللھم انی ارید ان اتمتع بالعمرۃ الی الحج اور اگر حاجی کے ہمراہ قربانی کا جانور ہو تو یہ کہے: اللھم انی ارید ان اقرن الحج بالعمرۃ اور اگر حج مفرد کا ارادہ رکھتا ہو تو اس طرح کہے: اللھم انی ارید الحج اور اگر صرف عمرہ کرنے کا ارادہ ہو تو یہ کہے: اللھم انی ارید العمرۃ علی کتابك وسنۃ نبیك۔ اللھم ومحلی حیث حبستنی لقدرك الذی قدرت علی اللھم فاعنی علی ذلك ویسرہ لی وتقبلہ منی اس کے بعد جو چاہے دعا کرے حج یا عمرہ جو بھی کرنا چاہتا ہو اگر زبان سے نہ کہا ہو اور نیت کی ہو تو اتنا ہی کافی ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تمتع بالعمرۃ الی الحج افضل حج ہے۔ یہی قرآن میں آیا ہوا ہے۔ اس کی فضیلت کو رسول اکرم صلعم نے بیان فرمایا ہے۔ آپ اپنے ہمراہ حجۃ الوداع میں قربانی کا جانور لے کر گئے تھے آپ مکہ پہنچے تو آپ نے طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اس وقت آپ پر وحی اتری جیسا کہ ہمیشہ اترا کرتی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے جو کچھ پہلے کیا ہے کاش اس کو اور کر سکتا تو میں قربانی کے جانور کو ساتھ نہ لاتا اور اس حج کو حج تمتع بالعمرہ میں تبدیل کر دیتا پس جس کے ہمراہ قربانی کا جانور نہ ہو تو احرام کھول دے پس لوگوں نے عمرہ کر کے احرام کھول دیا لیکن جن کے پاس قربانی کے جانور تھے انہوں نے احرام نہیں کھولا اور جن لوگوں نے عمرہ کرنے کے بعد احرام چھوڑ دیا تھا انہوں نے حج کے لئے ترویہ کے دن مسجد احرام سے پھر احرام باندھا تھا۔ پس یہ تمتع بالعمرۃ الی الحج ان کے لئے ہے جو ساکنان حرم میں سے نہیں ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کیونکہ ساکنان حرم تو ہمیشہ

عمرہ پر قادر ہیں خداوند تعالےٰ نے یہ وسعت تو ان کو عطا فرمائی ہے جو مختلف شہروں سے آتے ہیں۔ ان کو ایک ہی سفر میں حج و عمرہ دونوں کا شرف عطا کر دیا ہے یہ کشادگی خدا کی رحمت کے باعث ہے اپنی مخلوق پر اور ان پر خدا کا احسان ہے۔

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ جو شخص عمرہ کے بعد حج کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ بیت اللہ الحرام کا سات مرتبہ طواف کرے اور اپنے طواف کی دو رکعت نماز پڑھے۔ اور صفا و مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کرے صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے۔ یہ عمرہ ہوا اب احرام چھوڑ دے اور تھوڑے تھوڑے بال اور ناخن کتروائے اور باقی حج کرنے کے بعد اتارے۔ عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دے اس کو چاہیئے کہ وہ محرم کی طرح پریشان حال رہے اگر حج کا موسم قریب ہو اور جب یوم الترویہ آئے تو مسجد حرام سے احرام باندھے اسی طرح سے جیسا کہ اس نے میقات سے باندھا تھا اور جس کے ہمراہ قربانی کا جانور ہو اور عمرہ و حج ایک ساتھ کرنا چاہتا ہو تو وہ احرام نہ کھولے کیونکہ خدا کا ارشاد ہے کہ : ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محلہ اور جو شخص حج مفرد کا ارادہ رکھتا ہے تو حج سے پہلے اس پر طواف واجب نہیں ہے۔

امام زین العابدینؑ سے مروی ہے کہ آپ نے حج مفرد کیا جب آپ مقام ذی طویٰ میں اترے تو آپ ﷺ کے راستے منیٰ کی طرف تشریف لے گئے اور مکہ میں داخل نہیں ہوئے لیکن جو شخص عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ طواف دے اور سعی کرے جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا ہے اور احرام کھول دے اور جب چاہے لوٹ جائے۔

٭ ٭ ٭

تقلید (قلادہ پہنانا) اشعار (نشانی لگانا) تجلیل (جھول پہنانا) اور تلبیہ (یعنی لبیک کہنے) کا بیان

جو شخص اپنے ہمراہ قربانی کا جانور لے تو وہ احرام کے بعد اس کے گلے میں قلادہ پہنا دے اور کوئی نشانی لگا دے اور جھول پہنا دے اور ہانک کر لیجائے پس جب مکہ اور مدینہ کے مقام بیداء میں پہنچے تو لبیك اللھم لبیك کہے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پہلے لوگ اپنے اونٹوں کو قلادہ پہناتے تھے اور گایوں اور بھیڑوں کو لیکن آج کل لوگوں نے گائے اور بھیڑ کو قلادہ پہنانا ترک کر دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ تم اپنے قربانی کے جانور کو چمڑے یا دھاگے کا قلادہ پہناؤ اور اونٹنی کے گلے میں پرانا جوتا جس کو پہن کر تم نے نماز پڑھی ہو باندھو۔ تاکہ وہ کہیں کھو جائے تو واپس اس کے مالک کو اسی جوتے کی علامت سے مل جائے اور اس لئے بھی کہ کوئی جانور گم ہو جائے تو وہ پہچانا جا سکے کہ یہ قربانی کا جانور ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جو اپنے ہمراہ اونٹنی لے جائے تو وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا کہ جب وہ اس میقات سے جہاں اس نے احرام باندھا ہو وہاں سے لوٹے تو اس کو نشان کر دے وہ اس طرح سے کہ اونٹ کی کوہان میں دائیں جانب ایک لوہا بھونک دے جس سے خون بہ نکلے اور اس کو قلادہ پہنا دے اور جھول پہنا دے اور جب مقام بیداء میں پہنچے تو اگر اس نے مسجد شجرہ سے احرام باندھا ہے تو لبیک لبیک کہنا شروع کرے۔ امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام اپنی قربانی کی اونٹنی کو جو جھول پہناتے تھے اس کو صدقہ کر دیتے تھے۔

امام جعفر الصادق نے آیت کریمہ: ذٰلک ومن تعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب لکم فیھا منافع الی اجل مسمی ثم محلھا الی البیت العتیق کے متعلق فرمایا کہ وہ قربانی کا جانور ہے جس کی تعظیم کی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر حج کرنے والے کو سوار ہونے کی ضرورت ہو جائے تو اس پر بلا کسی سختی کے سوار ہو اور اگر دودھ ہو تو دودھ نکال لے لیکن وہ کمزور نہ ہونے پائے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر قربانی کا جانور نذر کا ہو یا جزاء کا یعنی کفارہ کا ہو اور وہ ہلاک ہو جائے تو اس کے عوض میں دوسرے جانور کی قربانی ضروری ہے اور اگر یہ قربانی تطوع کے لئے ہے تو پھر کوئی چیز واجب نہیں ہے اور فرض نذر اور کفارہ وغیرہ کی قربانی کے جانور کا گوشت صدقہ کر دے۔ اور خود اس میں سے کچھ نہ کھائے اور تطوع قربانی کے جانور کا گوشت خود کھائے اور کھلائے اور باقی صدقہ کر دے۔

امام جعفر الصادقؑ اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب رسول خدا صلعم مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام بیداء میں پہنچے تو آپ نے زور سے لبیک کہا تھا اور الہلال کے معنی ہیں آواز کو بلند کرنا آپ نے اس طرح سے کہا۔ اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک اس کے علاوہ اور کچھ نہ فرمایا لیکن اہل بیتؑ نے اس دعاء میں کچھ اس طرح سے اضافہ کیا کہ لبیک ذالمعارج لبیک داعیا الی دار السلام لبیک غفار الذنوب لبیک مرھوب مرغوب الیک لبیک ذوالجلال والاکرام لبیک الہ الخلق لبیک کاشف الکرب۔ اس کے علاوہ بھی بکثرت دعائیں ہیں لیکن چار مرتبہ لبیک کہنا سنت ہے اور اگر کوئی مزید ذکر الٰہی کرے اور اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کرے اور لبیک کہے اور مقام الٰہی کا ذکر کرے تو اس میں فضل و خیر ہے۔

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ احرام باندھنے کے بعد ہر فرض نماز اور نفل نماز کے بعد جتنا ہو سکے لبیک کہو اور جب اونٹ تم کو لیکر اٹھے اس وقت اور جب تم کسی بلندی پہ چڑھو یا وادی میں اترو یا اپنی نیند سے جاگو یا سحر کے وقت خواہ

پاک ہو یا ناپاکی کی حالت میں ہو لبیک کہنا چاہیئے۔

محرم پر احرام کی حالت میں جو کچھ حرام ہے اس کا بیان

حرام کام کے بعد مجرم کیا کرے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: الحج اشہر معلومات فمن فرض فیہن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج اور یہ بھی ارشاد کہ لا تقتلوا الصید و انتم حرم ومن قتلہ منکم متعمداً فجزاء مثل ما قتل من النعم اور باری تعالیٰ کا ارشاد ہے احل لکم صید البحر وطعامہ متاعاً لکم الخ۔

امیر المومنین حضرت علی اور امام حسن و حسین امام زین العابدین امام باقر اور امام جعفر الصادق علیہم السلام سے مروی ہے کہ محرم پر شکار کرنا، جماع کرنا، خوشبو لگانا سلے ہوئے کپڑے پہننا بال اور ناخن کاٹنا ممنوع ہے۔ اگر محرم عمداً احرام کے بعد عرفہ پر جانے سے پہلے جماع کرے تو اس کا حج نہ ہوگا۔ وہ قربانی تو کرے مگر آئندہ سال حج کرے اور اگر اس کی بیوی بھی احرام کی حالت میں اپنے شوہر کے ساتھ جماع کے لئے تیار ہوئی تو اس پر بھی یہی واجب ہے لیکن اگر عورت نے جماع سے کراہیت کی تھی یا سوئی ہوئی تھی یا احرام کی حالت میں نہیں تھی تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں اگر کسی نے حج کے ایام میں اپنی عورت کے ساتھ جماع یا مباشرت کیا اور دونوں اس بات سے بے خبر ہیں کہ اس حالت میں جماع کرنا جائز نہیں ہے یا دونوں بھول گئے تو اس صورت میں دونوں پر کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر محرم اندام نہانی کے علاوہ اپنی

عورت کے ساتھ ہمبستر ہو تو اس پر ایک اونٹنی کی قربانی واجب ہے اور آئندہ سال اس پر حج کرنا لازم نہیں ہے۔ امیرالمومنین فرماتے ہیں کہ محرم نہ اپنا نکاح کرے نہ کسی کا کرائے اگر کرے گا تو یہ باطل ہوگا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مرد اپنی عورت سے مباشرت کرے اور منی نکل آئے تو اس پر ایک بکری واجب ہے اگر اپنی عورت کو بوسہ دے اور منی نکل آئے تو اس پر بکری کے بچہ کی قربانی کرنا واجب ہے اور اپنی عورت کو شہوت کی نظر سے دیکھے اور اس پر نظر جمائے رہے اور منی نکل آئے تو اس پر بھی بکری کی قربانی واجب ہے اور اگر شہوت کا قصد نہ ہو تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی محرم اپنے جماع جیسی عورت کے ساتھ شہوت کی بات کرے اور منی نکل آئے تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے اور اگر اپنے آلۂ تناسل سے کھیلے اور وہ استادہ ہو جائے اور منی نکل آئے تو اس پر وہی واجب ہے جو جماع کرنے والے پر واجب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ محرم اپنی عورت کو سواری پر چڑھائے اور اس کے کپڑے اس کے جسم پر درست کرے اور کپڑے کے اوپر سے اس کو ہاتھ لگائے اور منی نکل آئے تو اس صورت میں اگر اس نے بغیر کسی شہوت کے ایسا کیا ہے تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے اور اگر اس نے بقصد شہوت کیا ہے تو اس پر ایک بکری کی قربانی واجب ہے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ : جدال کے معنی ہیں۔ لا واللہ اور بلیٰ واللہ کہنا پس اگر محرم جھگڑا کرتے کرتے تین مرتبہ یہ الفاظ کہے تو اس پر ایک بکری کی قربانی کرنا واجب ہے۔

امام جعفر الصادق آیت کریمہ : ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الهدی الخ کے متعلق فرماتے ہیں کہ محرم اگر اپنا سر منڈوا دے تو اس کے عوض ذیل کی تین باتوں میں سے جو چاہے کرے اس کو اختیار ہے۔ تین روزہ کے روزے رکھے یا چھ مسکینوں کو خیرات دے ہر مسکین کو نصف پیالہ دے یا ایک بکری کی قربانی کرے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر محرم اپنا سر یا داڑھی رگڑے اور اس میں سے تھوڑے بال نکل جائیں تو

کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر محرم کو پچھنے کی ضرورت پیش آجائے تو پچھنہ کروائے لیکن جس مقام پر پچھنہ کروائے تو وہاں کے بال نہ منڈوائے اور اگر کوئی محرم اپنا ایک ناخن کاٹ ڈالے تو اس پر واجب ہے کہ ایک مٹھی اناج صدقہ کرے اور اگر تمام ناخن کتروادے تو اس پر ایک بکری کی قربانی واجب ہے۔ اور اگر محرم خوشبو کو ہاتھ لگائے تو اس پر واجب ہے کہ کچھ صدقہ کردے۔ آپ نے محرم کو کالے سرمے کے سوا جس سرمے میں کوئی خوشبو نہ ہو جب ضرورت ہو تو لگانے کی رخصت دی ہے۔ اور مسواک کی اجازت دی ہے اور ہر اس چیز سے علاج کرنے کی اجازت دی ہے جس کا کھانا حلال ہو لیکن اس میں خوشبو نہ ہو۔ محرم چلتے ہوئے بغیر کسی علت کے محمل کے سائے میں نہ آئے ایسا کرنا آپ کے نزدیک مکروہ ہے لیکن منزل پر اتر جانے کے بعد اگر سایہ میں بیٹھ جائے تو اس کی رخصت ہے۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ محرم کو اگر کوئی ایسی بیماری ہے کہ جس سے اس کو اپنے کپڑوں کے اتارنے میں خوف ہے۔ اندیشہ ہے تو اپنے کپڑوں میں ہی احرام باندھے اور اس کے عوض صدقہ کردے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک۔ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر محرم انجانے یا بھول کر سلے ہوئے کپڑے پہن لے تو اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ محرم دو سفید صاف اور ستھرے کپڑے پہنے اگر سفید نہ ہوں رنگین ہوں تو کوئی حرج نہیں، لیکن زعفران اور ہلدی کے رنگ کے نہ ہوں اسی طرح عورت بھی ایسا رنگین کپڑا نہ پہنے اگر مردوں کے سامنے احرام کی حالت میں زیورات کی نمائش نہ کرے تو زیورات پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح اگر مرد کو ہتھیار پہننے کی ضرورت ہو تو پہنے، اسی طرح محرم کے پاس جوتا موجود نہ ہو یا اس کو موزوں کی ضرورت پیش آئے تو ٹخنے سے نیچے تک کے موزے پہنے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

محرم اگر شکار کا مرتکب ہو تو اس پر کیا واجب ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: یا ایہا الذین آمنوا لا تقتلوا الصید الخ۔ اس آیت کے آخر میں ذوا عدل کا لفظ آیا ہے جس کو اہل بیت کرام علیہا سلام واحد یعنی ذو عدل پڑھتے ہیں اور اس سے مراد امام ہے یا وہ جس کو امام نے قائم کیا ہے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص امام جعفر الصادقؑ کے اصحاب میں سے ابوحنیفہ کے حلقہ درس میں جا کر کھڑا ہو گیا ان کے اصحاب ان کو گھیرے ہوئے تھے وہ لوگوں کو فتویٰ دے رہے تھے کہ اس وقت صحابی صادق آل محمد نے کہا کہ اے ابوحنیفہ آپ اس محرم کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس نے شکار کیا ہے؟ ابوحنیفہ نے کہا کہ اس پر کفارہ واجب ہے۔ اس نے پوچھا کہ یہ حکم کون اس پر جاری کرے گا؟ ابوحنیفہ نے کہا کہ دو صاحبان انصاف جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ اگر دونوں میں اختلاف ہو جائے تو؟ ابوحنیفہ نے کہا اس وقت تک کوئی فیصلہ نہ کیا جائے جب تک دونوں متفق نہ ہو جائیں اس مرد نے کہا کہ کس قدر عجیب بات ہے کہ تم اپنی اکیلی رائے سے ایک معمولی شکار جس کی قیمت چند درہم ہوتی ہے، اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے جب تک کہ دوسرا شخص تم سے متفق نہ ہو جائے لیکن خون اور نکاح و طلاق اور اموال کے بارے میں تم اپنی اکیلی رائے سے فیصلہ کرتے ہو؟ ابوحنیفہ اس کے سوا کوئی جواب نہ دے سکے کہ انہوں نے اپنے اصحاب پر نظر ڈالی اور کہا کہ یہ رافضی کا سوال ہے۔ ابوحنیفہ کا یہ قول کہ فیصلہ اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک کہ دونوں متفق نہ ہو جائیں اس سے تو فیصلہ باطل ہو جائے گا کیونکہ ہم نے اکثر مفتیوں کو دیکھا ہے کہ وہ سب کے سب کسی ایک بات پر متفق نہیں ہوتے اور متفق ہوں بھی تو دوسرے اختلاف کرتے ہیں۔

جب اصحاب ابو حنیفہ کو اس قول کے فاسد ہونے کا علم ہو گیا تو انھوں نے کہا کہ اس بارے میں اس کا فیصلہ مانا جائے گا جس کے فیصلہ میں شکار کی قیمت دوسرے سے کم ہو گی۔ کیونکہ سب سے زیادہ کم قیمت پر تو دونوں متفق ہی ہو جائیں گے غور کرنے پر یہ قول بھی فاسد ہے۔ کیونکہ اگر ان کے قیاس کے مطابق قیمت دینار یا درہم سے لگائی گئی یا اسی قسم کی دوسری کوئی اور چیز شکار کی قیمت مقرر کی گئی ہے تو دونوں میں سے ایک کہے گا شکار کی قیمت پانچ درہم، اور دوسرا کہے گا کہ دس درہم۔ تو گویا ان کے نزدیک وہ دونوں پانچ پر تو متفق ہیں درحقیقت یہ اتفاق نہیں ہے۔ کیونکہ شکار کی قیمت کوئی پانچ درہم دے تو اس کے نزدیک درست نہ ہوگا جو اس کی قیمت دس درہم مقرر کرتا ہے اس کے علاوہ شکار کی قیمت مختلف چیزوں سے ادا کی جاتی ہے جیسے مساکین کو کھانا کھلانا، اور روزہ بھی رکھا جاتا ہے ان سب باتوں میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کے زیادہ کم ہونے پر اتفاق کیا جا سکے اور ہر ایک کے نزدیک معاوضہ بھی پورا نہ ہو گا سوائے اس کے کہ اس کے حکم کے مطابق بدلہ دیا جائے اور اگر کچھ لوگ اتفاق کریں گے تو دوسرے لوگ اس کی مخالفت کریں گے اور یہ بالکل واضح بات ہے اس کے لئے جو اس میں غور کرے اور جس کو سمجھنے کی خدا نے توفیق عطا کی ہے۔

امام جعفر الصادقؑ اس آیت کریمہ کے بارے میں فرماتے ہیں: ومن عاد فینتقم اللہ منہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی چیز کا شکار کرے۔ احرام کی حالت میں تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس کے مثل جزا دے اگر وہ دوبارہ کوئی شکار کرے تو اس پر کوئی حکم جاری نہ کیا جائے گا اس سے خدا انتقام لے گا۔

آپ آیت کریمہ: یا ایھا الذین آمنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم او کفارۃ طعام مساکین او عدل ذلک صیاما کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں کوئی شکار کرے تو انعام یعنی چوپایوں میں سے اس کے مثل قربانی کرے اور کوئی جانور انعام میں سے نہ ملے تو اس پر واجب ہے کہ اس

کی قیمت صدقہ کر دے او عدل ذلک صیاماً سے مراد ہے اس کے پاس فدیہ اور قیمت بھی نہ ہو تو کفارہ کے برابر روزہ رکھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں یا تمتع کی حالت میں شکار کرے اور اس کے پاس فدیہ نہ ہو تو روزہ رکھے اور وہ روزہ کے درمیان مستطیع ہو جائے تو اس پر قضاء واجب نہیں ہے۔ اس کا کفارہ ادا ہو گیا۔ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی محرم شتر مرغ کا شکار کرے تو وہ ایک اونٹنی کی قربانی کرے اگر اس کو استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو اٹھارہ دن تک روزہ رکھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ اگر لوگ احرام کی حالت میں شتر مرغ کے بچے کو شکار کریں تو؟ آپ نے فرمایا کہ ہر بچہ کے عوض ایک اونٹنی ذبح کرے۔

امیر المومنینؑ اس محرم کے بارے میں فرماتے ہیں جس نے شتر مرغ کے انڈے توڑ دیے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ نر اونٹ کو انڈے کی گنتی کے مطابق اونٹنیوں پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ اب ان سے جو بچے پیدا ہوں گے وہ قربانی کئے جائیں گے اور جو نہ پیدا ہوں گے تو کچھ بھی نہیں کیونکہ انڈوں کی بھی یہی صورت ہے ان میں سے کچھ اچھے ہوتے ہیں اور کچھ خراب۔ لیکن اگر انہوں نے ایسے انڈے توڑے ہیں جن میں بچے تو تھے لیکن ابھی ان میں زندگی نہیں آئی تھی تو ان پر واجب ہے کہ وہ نر اونٹ کو اونٹنیوں میں بھیج دیں حتیٰ کہ یہ پتہ چل جائے کہ وہ حاملہ ہو گئی ہیں تو جو ان کے علم کے مطابق حاملہ ہو چکی ہوں ان سے جو بچے پیدا ہوں گے وہ قربانی کئے جائیں گے۔ اور جو حمل کے بعد ہلاک ہو جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ انڈے کے بچے بھی اسی طرح سے ان میں سے کچھ تیار ہوتے ہیں اور کچھ تیار نہیں ہوتے اور اگر انہوں نے ایسے انڈے توڑے ہوں جن میں روح پیدا ہو چکی تھی تو اس کے عدد کے مطابق نر اونٹ اونٹنیوں پر چھوڑ دینا چاہیئے یہاں تک کہ اونٹنیوں کو حمل قرار پا جائے اور ان کے بچے پیٹوں میں حرکت کریں پھر ان میں سے جو زندہ پیدا ہوں وہ قربانی کئے جائیں اور

جو پیدائش کے بعد مر جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ انڈوں کے بچے بھی ان میں سے کتنے زندہ باہر نکلتے ہیں اور کتنے اندر ہی مر جاتے ہیں۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر محرم وحشی گدھے کو شکار کرے تو اس کے عوض ایک اونٹنی کی قربانی کرے۔ اگر اس پر قدرت نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اٹھارہ دن روزہ رکھے۔

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ اگر محرم نیل گائے کو شکار کرے تو اس کے عوض گھریلو گائے کی قربانی کرے۔ اگر نہ ہو سکے تو تیس مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو نو دن روزہ رکھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر محرم ہرن کو شکار کرے تو اس پر واجب ہے کہ ایک بکری کی قربانی کرے۔ اگر نہ ہو سکے تو دس مساکین پر صدقہ وخیرات کرے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو تین دن تک روزہ رکھے۔ اگر بجو کا شکار کرے تو ایک بکری اور خرگوش کے عوض بکری اور کبوتر کے عوض بکری اور ایسے ہی دوسرے پرندوں کے عوض بھی بکری کی قربانی کرے اور گوہ (جنگلی چوہے) اور چھپکلی کے عوض بکری کے بچے کی قربانی کرے۔ اور لومڑی کے عوض ایک بکری قربان کرے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کبوتر وغیرہ کے انڈے اگر کوئی توڑے تو بکریوں کے ساتھ ویسا ہی کیا جائے جیسا کہ شتر مرغ کے انڈے توڑنے پر اونٹنیوں کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اس کی تفصیل اوپر ہو چکی ہے اور آپ نے فرمایا کہ ہر بچہ کے عوض ایک چھوٹا بکری کا بچہ قربان کرنا چاہیے۔ آپ فرماتے ہیں اگر جماعت مل کر شکار کرے تو سب پر علیحدہ علیحدہ جزا واجب ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ محرم کو لائق نہیں ہے کہ وہ حل وحرم کے باہر یا مکہ میں شکار کو جائز کرلے اور نہ اس طرف اشارہ کرے کہ جس سے شکار کو اپنے لئے جائز سمجھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک محرم اتنا مجبور ہو جائے کہ ایک طرف شکار ہو اور دوسری طرف مردار تو ان میں سے کس کو کھائے۔ آپ نے فرمایا کہ شکار کو کھائے اور جب قدرت ہو تو اس کے عوض جزا دے۔

آپ نے فرمایا کہ کسی محرم نے تیر چلایا اور شکار کی ٹانگ یا ہاتھ توڑ دیا تو

اگر محرم نے اس کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ کھڑا ہو کر چر رہا ہو تو اس پر جزاء کا چوتھائی حصہ ادا کرنا لازم ہے۔ اگر شکار تیر لگنے کے بعد چلا جائے اور محرم کو معلوم نہیں کہ کیا ہوا تو اس صورت میں اس پر پورا بدلہ واجب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ محرم شکار کو خواہ خشک ہو یا تر اس میں ذرہ برابر بھی ہاتھ نہ لگائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر محرم نے کسی چیز کا شکار کیا تو اس کے عوض قربانی کرے اس کو نہ خود کھائے نہ کسی کو کھلائے بلکہ دفن کر دے۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں اگر کسی شخص نے کسی بچے کو لیکر حج کیا اور اس نے کسی چیز کا شکار کیا تو حج کرانے والے پر اس کی جزاء واجب ہے۔

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ اگر غلام نے بحالت احرام شکار کیا ہے اور اس کو حج کرانے والا اس کا آقا ہے تو آقا پر بدلہ واجب ہے اور اگر غلام احرام کی حالت میں نہ تھا اور اس نے شکار کیا لیکن اس کے آقا نے شکار کا حکم اس کو نہیں دیا تھا تو آقا پر کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ جب محرم شکار کی جزاء دے تو اس میں سے کچھ نہ کھائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ محرم کے متعلق پہلے اس بات کا فیصلہ کیا جائے کہ آیا اس نے شکار قصداً کیا تھا یا غلطی سے کیا تھا آپ سے پوچھا گیا کہ محرم اگر احرام باندھ رہا ہو اور اس کے گھر میں شکار موجود ہو تو؟ آپ نے فرمایا کہ وہ شکار اس کو نقصان دہ نہ ہوگا۔

امیر المومنینؑ نے چھوٹے پرندوں مثلاً گوریا چنڈول وغیرہ اگر محرم ان میں سے کسی کو بھی مار ڈالے تو اس پر مٹھی بھر اناج مقرر فرمایا ہے۔

امام جعفر الصادقؑ نے محرم کو ٹڈی کے شکار کرنے اور احرام کی حالت میں اس کو کھانے سے منع فرمایا ہے اگر اس کو بھول سے مار ڈالے یا اس کی سواری ٹڈی کو روندے تو اس صورت میں اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے لیکن ان میں سے جس کو بھی قصداً مار ڈالے تو اس کے عوض ایک مٹھی اناج صدقہ کر دے اور اگر کوئی محرم چھپکلی جیسے جانور یا بھڑ قصداً مار ڈالے تو ایک مٹھی اناج صدقہ

کر دے اور یہی بدلہ چیونٹی کھٹمل، مچھر کو مارنے پر بھی واجب ہے۔

امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ رسول خداؐ صلعم نے حدود حل میں اور حرم کی حد میں چوہے کو مارنے کی اجازت دی ہے۔ امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ محرم بھیڑیوں گدھوں چیل، چوہا، سانپ، بچھو کو مارے تو کوئی حرج نہیں ہے اور ہر وہ چیز جو اس پر حملہ آور ہو اور جس سے محرم کو اپنی جان کا خطرہ ہو اور وہ اس کو ایذا پہنچائے جیسے پاگل کتا، اور درندہ جانور غرض ہر ایک حملہ آور چیز کو مار ڈالے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ محرم اور غیر محرم دونوں کے لئے دریا کا ہر ایک شکار حلال ہے اس کو کھائے اور اس میں سے توشہ بھی بنائے آپ سے آبی چڑیوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ تمام پرندے جو پانی میں تو رہتے ہیں لیکن انڈے بچے خشکی میں دیتے ہیں وہ خشکی کے شکار ہیں اور خشکی کے جو پرندے رہتے تو ہیں خشکی میں لیکن انڈے بچے دریا میں کرتے ہیں وہ دریا کے شکار ہیں۔

آپ سے سندھی مرغی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ شکار میں شمار نہیں ہے پرندوں میں سے وہی شکار ہیں جو مستقل طور پر اڑان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص شکار کا ارتکاب کرے تو اگر وہ حاجی ہے تو منیٰ میں شکار کے عوض قربانی کرے اور عمرہ کرنے والا ہو تو وہ مکہ میں شکار کے عوض قربانی کرے۔

حرم میں داخلہ اور دیگر اعمال وغیرہ کا بیان

امام جعفر الصادقؑ اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقرؑ اور آپ کے آباء کرام اور حضرت علی علیہم السلام سے روایت ہے کہ رسول خداؐ صلعم نے مکہ کے شکار کو بھگانے اور کسی درخت کو اکھاڑنے اور اس کو تلوار سے کاٹنے سے منع فرمایا ہے اور خوشبو دار پودا اور

چروا ہے کے ڈنڈے کے لئے رخصت دی ہے۔ رسول خدا صلعم فرماتے ہیں کہ اگر تم کسی کو دیکھو کہ اس نے کسی درخت کو تلوار سے کاٹ دیا یا توڑ دیا یا شکار کو بھگا دیا ہے یعنی حدود حرم میں تو تمہارے لئے جائز ہے کہ تم اس کو چھین لو اور اس کی پیٹھ پر تکلیف پہنچاؤ بعوض اس ناجائز فعل کے جو اس نے اپنے لئے حرم میں جائز کر لیا ہے۔

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ حدود حرم میں اگر کوئی شخص کسی درخت کو کلہاڑے یا تلوار سے کاٹے تو وہ اس کی قیمت کے مطابق صدقہ کرے۔ اور غیر محرم بھی حرم میں شکار کرے تو اس پر اس کی قیمت ادا کرنا واجب ہے۔ اور اگر کسی نے حدود حرم کے باہر شکار پر تیر چلایا اور وہ اس کو جا لگا اور چھلانگ مار کر حرم میں داخل ہو گیا اور وہ اس کے تیر لگنے کی وجہ سے مر گیا تو اس صورت میں اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا کہ کسی نے شکار کیا اور وہ اس کو زندہ حالت میں حرم میں لے کر داخل ہو گیا تو اب اس کو پکڑے رکھنا اس پر حرام ہے اس کو چھوڑ دینا چاہئے۔ اور اگر اس نے حدود حرم کے باہر ذبح کر لیا پھر اس شکار کو اپنے ہمراہ لے کر حرم میں داخل ہوا تو اس صورت میں اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک شخص مکہ سے ایک پرندہ لے کر چلا اور وہ اس کو لے کر کوفہ پہنچا تو اس پر واجب ہے کہ پرندے کو حرم میں واپس پہنچا دے۔

امام جعفر الصادقؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جو حرم میں اپنے ساتھ شکار لے کر داخل ہوا تو کیا اب وہ اس کو واپس لے کر باہر نکل جائے آپ نے فرمایا کہ نہیں جب وہ اس کو حرم میں لے کر داخل ہو گیا تو اس پر حرام ہے کہ وہ اس کو پکڑ رکھے۔ آپ نے فرمایا کہ حرم میں پڑی ہوئی کوئی چیز نہ اٹھانی چاہئے۔ اس کو اسی جگہ پر پڑی رہنے دیا جائے تاکہ جس کی چیز ہو وہ آ کر لے جائے۔

امیر المومنینؑ جب حرم شریف میں داخل ہونے کا قصد فرماتے تو پہلے آپ غسل کرتے۔ امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ حج تمتع کرنے والا جب

حرم میں داخل ہو تو لبیک کہنا بند کردے اور تکبیر و تہلیل یعنی کا کلمہ پڑھنا شروع کرے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حج وعمرہ کرنے والا جب مکہ میں داخل ہو تو سب سے پہلے اپنے اسباب سفر کو قیام گاہ پر رکھدے اس کے بعد مسجد حرام کا قصد کرے ننگے پیر پروقار حالت میں حرم میں داخل ہونا مستحب ہے۔ اور حرم میں پہلے باب بنی شیبہ سے داخل ہونا چاہیے یہ باب العراقیین کہلاتا ہے، داخل ہوتے وقت جتنی بھی دعاء کرسکے کرے اس سلسلے میں اہل بیت کرام سے بکثرت دعائیں مروی ہیں لیکن ان میں سے کوئی دعا مخصوص نہیں ہے۔ امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلعم جب حجۃ الوداع کے موقع پر مسجد الحرام میں داخل ہوئے تو آپ نے حجر اسود سے شروع کیا اور اس کو بوسہ دیا پھر آپ نے طواف شروع کیا۔

طواف کا بیان

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جو بندہ اس بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف دے گا اور دو رکعت نماز پڑھے گا اور اچھی طرح سے نماز و طواف ادا کرے گا تو خدا اس کو معاف کردے گا۔ امام جعفر الصادقؑ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ طواف حج کے اہم امور میں سے ہے۔ اگر کسی نے قصداً طواف واجب کو چھوڑ دیا تو اس کا حج نہ ہوگا۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلعم جب مسجد حرام میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے آپ حجر اسود کے پاس جاتے اور اس کو بوسہ دیتے پھر آپ داہنے پہلو سے طواف شروع کرتے اور کعبہ آپ کے بائیں ہاتھ کی طرف ہوتا سات طواف اس طرح دیتے کہ تین طواف میں تھوڑا دوڑتے اور باقی چار میں آہستہ آہستہ چلتے امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ عورتوں پر طواف میں دوڑنا واجب نہیں ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلعم جب بھی طواف کرتے ہوئے حجر اسود اور رکن یمانی کے پاس سے گذرتے تو دونوں کو آپ بوسہ دیتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ طواف میں بات چیت کرنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے لیکن دعا اور قرآن پڑھنا افضل ہے۔

اہل بیت اطہار سے طواف میں پڑھنے کے لئے بکثرت دعائیں آئی ہیں ان میں کوئی دعا مخصوص نہیں ہے۔ رکن اسود اور باب کعبہ کے درمیان طواف کرنے والا پہنچے تو اس وقت دعا پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ امام جعفر الصادق فرماتے ہیں کہ بیمار اور ایسے شخص کو جو چل نہ سکتا ہو اٹھا کر طواف کرایا جائے اگر کچھ چل سکے اور صفا و مروہ پر کھڑا ہو سکے تو ایسا کرے آپ نے فرمایا کہ اٹھا کر طواف کرانے میں حامل اور محمول دونوں کا طواف ہوتا ہے۔

امام باقر علیہ السلام نے جوتا پہن کر طواف دینے کی اجازت دی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلعم نے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر طواف دیا تھا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کا سرا مڑا ہوا تھا۔ جب آپ حجر اسود سے گذرتے تو اس سے آپ حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے۔

آپ نے فرمایا کہ طہارت کی حالت میں طواف کرنا چاہئے۔ اگر کسی نے بغیر وضوء کے طواف کیا تو اس کو طواف شمار نہ کرے۔ اور اگر کسی نے نفل طواف بغیر وضوء کے کیا پھر وضوء کر کے دو رکعت طواف کی نماز پڑھی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن فرض طواف وضوء کے بغیر جائز نہیں ہے۔

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص طواف کرتا ہو اور اس کے درمیان نکسیر ٹوٹ جائے یا درد ہونے لگے یا کوئی اور بات ہو جائے تو طواف قطع کر دے اس کے بعد پھر طواف میں مشغول ہو تو وہاں سے طواف شروع کرے جہاں سے اس نے طواف بند کیا ہے۔ بشرطیکہ نصف یا اس سے زائد طواف ہو چکا ہو۔ اگر نصف سے کم ہوا ہو اور یہ طواف فرض ہو تو جو پہلے کر چکا ہے اس کو چھوڑ کر پھر سے طواف کرے۔

آپ فرماتے ہیں کہ حائضہ اور نفساء اور مستحاضہ حج کے تمام مواقف میں وقوف کریں اور طواف بیت اللہ اور سعی صفا و مروہ کے سوا تمام مناسک ادا کریں مسجد حرام میں داخل نہ ہوں اور جب پاکیزہ حالت میں ہوں تو ان سے جو کچھ فوت ہوا ہو اس کو ادا کریں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی طواف کرتے کرتے تھک جائے تو آرام کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ جب طواف کرتے وقت نماز کا وقت ہو جائے تو لوگوں کو چاہیئے کہ اپنا طواف قطع کر دیں اور نماز پڑھنے کے بعد باقی طواف کو پورا کریں اور نیکی کے کاموں کے لئے طواف قطع کرنے کی اجازت دی ہے اور اگر تطوع کا طواف ہو تو جہاں سے چھوڑا تھا وہاں سے پورا کرے۔ اور اگر کوئی شخص نصف یا اس سے زیادہ طواف کر چکا پھر بیمار پڑ گیا تو کسی اور شخص کو حکم دے کہ اس کے باقی طواف کو اس کی طرف سے پورا کر دے اور اگر نصف سے کم طواف کیا ہے پھر وہ صحتمند ہو گیا تو وہ سات طواف کرے یا اس کی طرف سے طواف کیا جائے اور اگر بیماری طول پکڑے تو اس کو اٹھا کر طواف کرایا جائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر فرض نماز کا وقت ہو جائے تو پہلے نماز پڑھی جائے۔ پھر طواف کیا جائے۔

آپ سے ایک ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جو فرض کا طواف کرتے کرتے یہ بھول گیا کہ اس نے چھ طواف کیا ہے یا اس نے سات طواف کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پھر سے طواف کرے۔ عرض کیا گیا کہ وہ طواف سے نکل گیا اور طواف فوت ہو چکا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تب اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر طواف کرنے والے نے چھ طواف کیا مگر اس کا گمان یہ ہے کہ اس نے سات طواف کیا ہے پھر اس پر روشن ہو گیا کہ اس نے چھ ہی طواف کیا ہے تو ایک طواف اور کرے۔ اور اگر سات کے بدلے آٹھ مرتبہ طواف کر ڈالے تو اس میں چھ اور شامل کر دے۔ پھر مقام ابراہیمؑ کے پاس جا کر چار رکعات نماز پڑھے اس کے بعد صفا و مروہ کا طواف کرے اس صورت میں اس کے دو طواف شمار ہوں گے۔ ایک فرض طواف اور

دوسرا نفل طواف ہوگا۔

آپ فرماتے ہیں کہ مقام حطیم کے پیچھے سے طواف کرنا چاہئے اگر کوئی حطیم میں داخل ہو جائے تو پھر سے طواف کرے۔ ملتزم کے پاس پڑھنے کے لئے اہل بیت سے بکثرت دعائیں مروی ہیں لیکن ان میں سے کوئی مخصوص نہیں ہے۔ ملتزم بیت اللہ کی پشت کو کہتے ہیں باب کعبہ کے مقابل طواف کرنے والا جب ساتویں طواف میں وہاں پہنچے تو اس سے چمٹ کر بارگاہ خداوندی میں دعائیں کرے اور اپنے گناہوں کی معافی چاہے۔

امام باقر علیہ السلام کا یہ معمول تھا کہ آپ اپنے غلاموں کو اپنے پاس سے ہٹا دیتے تھے۔ اور پھر خدا سے مناجات کرتے اور جس بات سے مغفرت چاہتے تھے۔ اس کا بارگاہ الٰہی میں ذکر کرتے تھے۔

استلام حجر کا مطلب یہ ہے کہ جب طواف کرنے والا حجر اسود کے پاس پہنچے تو اس کو بوسہ دے یا اپنے ہاتھ سے اس کو چھوئے یا اس کی طرف اشارہ کرے اگر چومنے یا اشارہ کرنے پر قادر نہ ہو تو اس سے جتنا ہو سکے دعا کرے۔ عورتوں پر استلام واجب نہیں ہے وہ مردوں سے مزاحم نہ ہوں۔

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں طواف کعبہ کے چوطرف سات مرتبہ چکر کرنے کو کہتے ہیں۔ ایک شرط یعنی ایک چکر رکن اسود سے بیت اللہ کے گرد رکن حطیم کے پاس سے گھومتے ہوئے رکن اسود پر ختم کرے جہاں سے طواف شروع کیا تھا۔ اس طرح سے سات مرتبہ طواف کرنے کے بعد مقام ابراہیمؑ کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے۔ ان دو رکعتوں میں قل یاایھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد سورہ فاتحہ کے بعد پڑھنا مستحب ہے۔ اس کے بعد باب الصفا سے نکل کر صفا و مروہ کے درمیان سات چکر کرے۔ آمد و رفت میں صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے اگر کوئی طواف کی دو رکعت نماز پڑھنا بھول جائے تو اس کو قضا پڑھے۔ اگر مکہ سے باہر نکل جائے تو جہاں پہنچ کر یاد آئے وہاں پڑھے۔

امام جعفر الصادق فرماتے ہیں کہ طواف کی دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد اگر تم زمزم پر آکر پانی پی سکتے ہو اور اس کو اپنے جسم پر ڈال سکتے ہو تو ایسا کرو۔ آپ فرماتے ہیں تم ایک اسبوع یعنی سات چکر کے ساتھ دوسرے اسبوع یعنی سات چکر کو شامل نہ کرو الا آنکہ تم نے بھول کر اسبوع یعنی سات چکر پہلے ہی اضافہ کر دیا ہو ایک مرتبہ امام حسن اور امام حسین علیہ السلام نے عصر کے بعد طواف کیا اور آب زمزم کو کھڑے کھڑے دونوں شہزادوں نے پیا تھا۔

امام جعفر الصادق سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص فجر یا عصر کے بعد مکہ میں داخل ہو تو کیا کرے؟ آیا وہ طواف دے کر طواف کی دو رکعت نماز پڑھے یا طواف سے فارغ ہوتے کے بعد پڑھے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اگر طواف فرض ہو تو ورنہ نفل طواف ان دونوں اوقات میں کرے تو جب تک نماز کا وقت نہ ہو جائے طواف کی دو رکعت نماز نہ پڑھے!

آپ نے فرمایا کہ طواف اور نماز طواف کے بعد اگر سعی کی جائے تو یہ بہتر ہے۔ اور اگر کسی وجہ سے کوئی سعی کو موخر کر دے اور طواف وسعی کے درمیان فرق و فاصلہ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ طواف سے پہلے سعی نہ کرنا چاہیئے اگر کسی نے سعی کر دیا ہو تو پھر اس سعی کو جانے دے اور پھر سے طواف دیگر سعی کرے۔

امام باقر علیہ السلام آیت کریمہ: ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الخ کے متعلق فرماتے ہیں کہ صفا و مروہ کا طواف واجب و فرض ہے۔ آیت مذکورہ میں اس کی پوری وضاحت ہے۔ اگر ان دونوں کا طواف نہ کرنے کی ذرا بھی رخصت ہوتی تو آیت کے یہ الفاظ ہوتے کہ: فلا جناح علیہ الا یطوف بہما یعنی صفا و مروہ کا اگر طواف نہ کیا جائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب ان دونوں کے طواف کو گناہ سمجھتے تھے اور واقعہ بھی یہی تھا۔ انصار یعنی مدینہ کے باشندے مناۃ پر کلمہ پڑھتے تھے اور یہ مناۃ قدید کے مقابل تھا چنانچہ وہ صفا و مروہ کے درمیان سعی میں حرج خیال کرتے تھے جب اسلام آیا تو انھوں نے رسول خدا صلعم سے اس

بارے میں پوچھا تو خدا نے یہ آیت کریمہ نازل کی کہ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الخ
امام جعفر الصادقؑ نے صفا و مروہ کے درمیان طواف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ باب صفا سے نکل کر صفا پر چڑھنا چاہئے پھر وہاں سے لوٹنا چاہیئے اسی طرح سات مرتبہ صفا سے شروع کر کے مروہ پر ختم کرنا چاہیئے۔ جب بھی صفا و مروہ پر چڑھا جائے تو وہاں دعا کی جائے جس قدر بھی ممکن ہو اسی طرح صفا و مروہ کے مابین بھی دعا میں مشغول رہنا چاہیئے۔

اس سلسلے میں اہل بیت کرام صلعم سے بکثرت دعائیں منقول ہیں لیکن ان میں سے کوئی دعا مخصوص نہیں ہے۔ صفا و مروہ کے درمیان جب بھی بطن وادی سے گذر ہو تو اس میں سعی کرنا چاہیئے! اور عورتوں پر سعی واجب نہیں ہے۔

حج تمتع کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی۔
امام جعفر الصادقؑ سے مروی ہے کہ جو شخص حج تمتع کرنا چاہے تو وہ مکہ آکر بیت اللہ کا طواف دے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے۔ پھر اپنے سر کے بال دونوں جانب سے چھوٹے کرائے داڑھی اور مونچھ کے بال بھی تھوڑے کتروائے اور کچھ ناخن بھی ترشوائے باقی حج کے دن کے لئے رہنے دے۔ اور ان میں سے بعض کتروائے اور کچھ رہنے دے تو یہ بھی کافی ہوگا اور اگر کسی نے مونڈوا دیا تو پھر ایک بکری واجب ہے۔ جب قربانی کا دن آئے تو سر پر استرا پھروائے جیسا کہ گنجے سر والا کرتا ہے۔ اگر کوئی بالوں کو چھوٹا کئے بغیر احرام باندھ لے تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں لیکن وہ خدا سے استغفار کرے۔
امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ تمتع عمرہ کے طواف کے بعد جب تک بال نہ کترائے نفل طواف نہ کرے۔ متمتع بال ترشوانے کے بعد اپنی زوجہ سے مل سکتا ہے۔ اگر وہ بال

ترشوانے سے پہلے چلا گیا تو اس پر ایک بکری کی قربانی واجب ہے اگر بوسہ دیا ہے تو اسس پر ایک بکری کی قربانی واجب ہے۔ متمتع محرم جب احرام اتار دے تو حج کے لئے دوسرا احرام باندھنے تک جتنا چاہے تطوع کا طواف کر سکتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ متمتع جب اپنا احرام کھول دے تو قمیص نہ پہنے بلکہ محرم کے مشابہ بنا رہے اہل مکہ کو بھی چاہیئے کہ وہ اسی طرح سے رہیں۔ یعنی محرمین کی طرح غبار آلود بنے رہیں۔ امام باقر علیہ السلام سے متمتع کے بارے میں پوچھا گیا کہ اگر وہ ترویہ کے دن مکہ آئے تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ زوال سے پہلے آئے تو بیت اللہ کا طواف کرے اور احرام کھول دے اور جب ظہر کی نماز پڑھ چکے تو احرام باندھ لے۔ اگر دن کے آخری حصے میں آئے تو تمتع کے حج میں کوئی حرج نہیں ہے وہ لوگوں سے منیٰ میں جا کر ملے۔ اگر یوم عرفہ پہنچے تو حج تمتع فوت ہو گیا اس صورت میں حج مفرد کرے۔

امام جعفر الصادقؑ سے ایک عورت کے متعلق پوچھا گیا جس نے تمتع بالعمرہ الی الحج کیا لیکن جب اس نے احرام کھول دیا تو اس کو حیض کا اندیشہ ہوا تو اس وقت وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا کہ حج کا احرام باندھے اور حج کے لئے بیت اللہ کا طواف کرے اور سعی کرے اگر عورت حج سے قبل طواف و سعی کو مقدم کرے تو اس کے لئے کوئی حرج نہیں ہے اگر تمتع بالعمرہ سے قبل حیض آجائے تو لوگوں کے ساتھ حج کے لئے نکل جائے اور جب تک پاک نہ ہو جائے طواف کو موخر رکھے۔

آپ نے آیت کریمہ: ذلك لمن لم يكن اهله الخ کے متعلق فرمایا کہ اہل مکہ کے لئے حج تمتع بالعمرہ نہیں ہے۔ اور نہ ان لوگوں کے لئے ہے۔ جو اہل مکہ سے نہیں ہیں بلکہ مکہ میں مقیم ہو گئے ہیں حج کے مہینوں میں اگر کوئی شخص عمرہ لے کر داخل ہو پھر وہ حج تک اقامت کرے تو وہ متمتع ہے اگر لوٹ جائے تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے یہ اس کا عمرہ مفردہ ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ ومن تمتع بالعمرة الى الحج الخ میں جیسا کہ ارشاد باری ہے کہ ایک بکری یا اس کے علاوہ کسی جانور کی قربانی کرے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو ایام حج میں تین دن روزہ رکھے ایک قبل ترویہ اور ایک ترویہ کے روز اور ایک

عرفہ کے روز اور جب اپنے اہل وعیال کی جانب واپس لوٹ جائے تو سات دن تک روزہ رکھے اگر حج میں مشغول ہو جائے تو پھر اس کو اختیار ہے جب چاہے روزہ رکھے اگر اول عشرہ میں روزہ رکھے تو یہ بہتر ہے اور اگر ایام حج میں روزہ نہ رکھے تو راستے میں رکھے اگر اس کو معلوم نہ تھا اور اس نے روزہ نہ رکھا تو اپنے گھر پہنچنے کے بعد دس دن تک روزہ رکھے۔

آپ نے فرمایا کہ اگر کسی کے پاس بکری کی قیمت موجود نہ ہو تو روزہ رکھے اور کسی کے پاس قیمت تو موجود ہو لیکن بکری نہ ملے یا منیٰ سے کوچ کے آخری دن تک بکری نہ ملے۔ تو اس صورت میں روزہ کے سوا اس پر اور کچھ واجب نہیں ہے۔

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ اگر متمتع کو قربانی کا جانور نہ مل سکا یا اس کے ملنے سے پہلے انتقال کر گیا یا روزہ رکھنے سے پہلے انتقال کر گیا تو اس صورت میں اس کا ولی اس کے عوض روزہ رکھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ متمتع تسلسل کے ساتھ روزہ رکھے لیکن کسی عادت یا بغیر علت کے روزوں میں تسلسل نہ رکھ سکے اور ارشاد باری کے مطابق جتنا رکھنے کا حکم ہے اتنا رکھ لے تو اس کیلئے یہ کافی ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی کسی بچے کو حج تمتع بالعمرہ کروائے تو اس کی طرف سے قربانی کرنا اس پر واجب ہے۔

آپ متمتع کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ترویہ کے دن غسل کرے اور احرام کے دو کپڑے پہنے پھر ننگے پاؤں مسجد حرام میں داخل ہو اور چاہے تو سات مرتبہ تطوع کا طواف کرے اور طواف کی دو رکعت نماز پڑھے پھر بیٹھ جائے۔ یہاں تک کہ ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد احرام باندھے جیسا کہ اس نے میقات پر احرام باندھا تھا ردم کے اس طرف جب مقام رقطاء تک پہنچے تو بلند آواز سے تلبیک کہے۔ اہل مکہ بھی مکہ سے اسی طرح حج کا احرام باندھیں اور وہ بھی جو باشندگان مکہ سے نہیں ہیں لیکن مکہ میں مقیم ہیں اسی طرح احرام باندھیں۔

منیٰ کی طرف نکلنے اور عرفہ میں ٹھہرنے کا بیان

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ یوم ترویہ یعنی ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ لوگوں کو مکہ سے نکلنا چاہئے اور ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد نکلنا افضل ہے۔ حجاج کو صبح سے رات تک نکلنے کا اختیار ہے یوم ترویہ سے قبل نکلنے میں کوئی حرج نہیں اگر کوئی حج کے لئے پیدل چل کر جا سکتا ہو تو اس میں فضل و ثواب ہے۔ اور اگر کسی کو سواری ملے اور وہ سوار ہو کر جائے تو اس میں بھی فضل و ثواب ہے۔ چنانچہ رسول اکرمؐ سواری پر تشریف لے گئے تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ امام کو چاہیئے کہ وہ ترویہ کے دن ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھے یوم ترویہ ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو کہتے ہیں۔ عرفہ کی شب لوگ منیٰ میں بسر کریں اور عرفہ کے دن صبح کے وقت منیٰ سے عرفہ کی طرف نکل جائیں۔ رسول اکرم صلعم سے روایت ہے کہ آپ عرفہ کے دن طلوع آفتاب کے بعد منیٰ سے نکلے تھے اور آپ نے ظہر کی نماز عرفہ میں پڑھی تھی امیر المومنین مولانا علی عرفہ کے دن غسل فرماتے تھے آپ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم عرفہ کے دن وادی عزہ میں اُترے اور وہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ سورج کا زوال ہو گیا تو اس وقت آپ نے اپنی اونٹنی قصویٰ کو لانے کا حکم دیا آپ اس پر سوار ہو کر بطن وادی میں تشریف لائے آپ نے وہاں ٹھہر کر خطبہ دیا پھر بلال نے اذان دی پھر اقامت کے بعد آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہہ کر آپ نے عصر کی نماز پڑھی آپ نے ان دونوں کے مابین کوئی اور نماز نہ پڑھی۔ اس کے بعد آپ سوار ہو کر موقف میں تشریف لائے۔ امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلعم جب یوم عرفہ موقف پر پہنچے تو اس وقت سورج کا زوال ہو چکا تھا آپ نے لبیک کہنا بند کر دیا۔ امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ عرفات میں

ظہر اور عصر کی نماز ایک اذان اور دو اقامت سے دونوں نمازیں ساتھ میں پڑھنا چاہیئے آپ نے فرمایا کہ تمام عرفہ موقف میں شامل ہے لیکن افضل موقف عرفہ پہاڑ کا دامن ہے۔ اراک کڑوی گھاس کے پاس ٹھہرنا اور اترنا منع ہے آپ فرماتے ہیں پہاڑ ہی افضل ہے۔ آپ ذکر کرتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے نمرہ میں نزول فرمایا تھا۔

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ لوگ عرفہ میں ٹھہریں اور وہاں دعا کریں اور خدا سے فضل و ثواب طلب کرتے رہیں غروب آفتاب تک اگر کوئی بیماری کی وجہ سے بے ہوش ہو جائے اور اس کو صرف اس موقف میں لاکر بٹھا دیا جائے تو اتنا ہی اس کے لئے کافی ہے آپ فرماتے ہیں عرفہ میں بلا طہارت ٹھہرنا درست نہیں ہے

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلعم کا ارشاد ہے اہل عرفات میں سے سب سے بڑا گنہگار وہ ہے جو وہاں سے یہ گمان کرتے ہوئے پلٹے کہ اس کی مغفرت نہیں ہوئی ہے۔ اہل بیت کرام علیہم السلام سے یوم عرفہ سے متعلق بکثرت دعائیں منقول ہیں لیکن ان میں سے کوئی دعا مخصوص نہیں ہے عرفہ میں ایک آدمی جتنی بھی دعا کر سکے کرے اور خدا سے دنیا و آخرت کا فضل و ثواب طلب کرے۔

عرفہ سے مزدلفہ کی طرف جانے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ثم افیضوا من حیث افاض الناس۔

امام جعفر الصادقؑ سے روایت ہے آپ آیت مذکورہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ قریش زمانہ جاہلیت میں مزدلفہ سے منتشر ہوتے تھے اور یہ کہتے جاتے کہ ہم دوسرے لوگوں سے زیادہ بیت اللہ کے حق دار ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ عرفات سے منتشر ہوں جہاں سے کہ دوسرے لوگ منتشر ہوا کرتے ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلعم عرفہ سے اس وقت نکلتے

جب آفتاب ڈوب جاتا۔ امام جعفر الصادقؑ سے عرفات سے نکلنے کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جب سورج غروب ہو جائے اور اگر کوئی غروب سے پہلے نکلے گا تو اس پر ایک اونٹنی کی قربانی واجب ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب تم عرفات سے نکلو تو اس حال میں کہ تمہارے چہرے پر سکون اور وقار ہو اور استغفار کرتے جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ثم افیضوا من حیث افاض الناس واستغفروا اللہ۔ درمیانی چال چلو سکون کے ساتھ اور اس تیز رفتار کو چھوڑ دو جو اکثر لوگ چلتے ہیں۔ رسول خدا صلعم ایک مرتبہ جب عرفہ سے چلے تو آپ نے اپنی اونٹنی قصویٰ کی لگام کھینچی یہاں تک کہ اس کا سر کجاوے سے ٹکراتا تھا۔ آپ لوگوں کو اپنے داہنے طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے کہ اے لوگو! سکون اور وقار قائم رکھو۔ جب راستے میں کوئی پہاڑ آتا تو آپ اونٹنی کی لگام ڈھیلی کر دیتے تاکہ وہ اوپر چڑھ جائے یہاں تک کہ آپ مزدلفہ پہنچے۔ پس آپ کی سنت کی پیروی کرنی چاہیئے۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب رسول خدا صلعم عرفات سے نکل کر مزدلفہ تشریف لائے تو وہاں آپ نے مغرب و عشاء کی نماز ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھی تھی۔ امام باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ مزدلفہ کی رات مغرب و عشاء کی نماز مزدلفہ پہنچنے سے قبل پڑھی جا سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں خواہ تہائی رات کیوں نہ گذر جائے۔ اگر کسی نے قصداً ایسا کیا تو اس پر ایک بکری ذبح ہو گی۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب رسول خدا صلعم مغرب و عشاء کی نماز ایک ساتھ پڑھنے کے بعد فارغ ہو چکے تو آپ نے رات میں پھر کوئی نماز نہیں پڑھی اور آپ سو گئے۔ پھر طلوع فجر کے وقت اٹھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ تم کو مزدلفہ میں بطن وادی کے اندر مشعر حرام سے قریب ٹھہرنا چاہیئے اور جبل وحیاض سے آگے نہ نکل جاؤ منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان محسّر حد ہے اور عرفات کی حد مازمین سے موقف تک ہے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حج کرنے والوں میں سے اگر کسی نے قصداً قربانی کی رات مزدلفہ میں بسر نہیں کی بغیر کسی علت کے تو اس پر اونٹنی کی قربانی

واجب ہے۔ رسول خدا صلعم نے اسباب اور خواتین کو اور ضعیفوں کو مزدلفہ سے منیٰ کی طرف رات ہی میں بھیج دینے کی رخصت دی ہے۔ رسول خدا صلعم جب مزدلفہ میں قربانی کے دن نماز فجر سے فارغ ہو چکے تو آپ اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہوئے اور مشعر حرام تشریف لائے اور اس پر چڑھ گئے پھر قبلہ رُخ کھڑے ہو کر تکبیر و تھلیل و کلمہ توحید آپ نے پڑھا۔ آپ اس وقت تک کھڑے رہے جب تک کہ خوب روشنی نہ پھیل گئی پھر طلوع آفتاب سے قبل مزدلفہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ رسول اکرم صلعم فرماتے ہیں کہ پورا میدان عرفہ موقف ہے اور تمام مزدلفہ موقف ہے اور پورا منیٰ منحر ہے۔ رسول خدا صلعم قزح پہاڑ پر کھڑے ہوئے تھے۔ امام جعفر الصادق فرماتے ہیں کہ امام (یعنی امیر الحج) کے لئے مستحب ہے کہ وہاں جا کر کھڑا ہو آپ فرماتے ہیں کہ مقام جمع مزدلفہ سے اگر کوئی شخص قصداً لوگوں کے نکلنے سے پہلے نکلے تو اس پر ایک بکری واجب ہے۔ سوائے ان کمزور لوگوں اور سرو سامان اٹھانے والوں اور خواتین کے جن کو جانے کی رخصت دی گئی ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص لاعلمی کی بنا پر مزدلفہ میں قیام نہ کرے اور عرفہ سے سیدھا منیٰ کی طرف چلا جائے تو وہ واپس آئے اور مزدلفہ میں قیام کرے اور دعا کرے۔ رسول خدا صلعم جب مزدلفہ سے نکلے تو آپ اس وقت درمیانی رفتار سے چلتے تھے۔ آپ لوگوں سے فرماتے تھے کہ وقار اور اطمینان و سکون پر لازم رہو یہاں تک کہ جب آپ بطن محسر پہنچے تو آپ نے اپنی اونٹنی کو ایڑ لگائی تو وہ ڈلکی رفتار سے دوڑی حتیٰ کہ آپ وہاں سے نکل گئے۔ پھر پہلی رفتار کیمطابق چلنے لگے۔ آپ فرماتے ہیں کہ بطن محسر میں دوڑنا واجب ہے۔ رسول خدا صلعم وہاں سے چل کر جمرۂ عقبہ پہنچے تو آپ نے اس کو سات کنکریوں سے مارا۔ آپ فرماتے ہیں کہ یوم النحر حج اکبر کا دن ہے۔

❊

جمروں کو کنکریاں مارنے کا بیان

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ مزدلفہ سے کنکریاں چننا مستحب ہے امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تم مزدلفہ سے کنکریاں چن لو اور اگر تم نے منیٰ سے چن لیا ہے تو یہ بھی تمہارے لئے کافی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہر ایک کنکری کو اچکنا چاہیے اور ہر کنکری انگلی کے پور کے برابر ہونی چاہیے اور یہ مستحب ہے کہ وہ کنکریاں نیلی اور سرمئی رنگ کی ہوں اور ان پر نقطے بھی ہوں پتھروں میں سے کنکریاں توڑنا مکروہ ہے جیسا کہ اکثر لوگ کرتے ہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ ان کنکریوں کو دھو لینا چاہیے اگر کنکریاں صاف ستھری ہوں اور تم ان کو نہ دھوؤ تو اس میں تمہارے لئے کوئی مضرت نہیں ہے آپ فرماتے ہیں کہ جمروں کو کنکریاں مارنے کے لئے دھو لینا مستحب ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہر جمرہ کو سات کنکریوں سے مارنا چاہیے اور وادی کے بلند حصے سے مارنا چاہیے اور جمرہ تمہارے داہنے ہاتھ پر ہونا چاہیے اور جمرہ کو اوپر سے نہ مارنا چاہیے۔ جب تم ایک کنکری پھینکو تو اللہ اکبر کہو اور ایک جمرے کو دوسرے جمرے پر مقدم نہ کرو اور کنکریاں مارنے کے بعد جتنا بھی تم سے ہو سکے دعا کرو اس کے بعد منیٰ میں اپنے ڈیرے پر آجاؤ اور جس کنکر سے ایک بار جمرہ کو مارا جا چکا ہے اس سے دوبارہ نہ مارو۔ اگر تمہارے پاس کچھ کنکر نہ ہوں تو جمرہ کے نزدیک سے اٹھا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلعم جب مزدلفہ سے چلے تو عید قرباں کے دن آپ کا گذر جمرہ عقبہ کے پاس سے ہوا آپ نے اس کو سات کنکریاں ماریں اس کے بعد آپ منیٰ تشریف لائے یہ سنت ہے۔ اس کے بعد تم کو چاہیے کہ ایام تشریق میں تینوں جمروں کو ہر روز زوال آفتاب کے وقت مارو۔ یہی افضل ہے۔ اس کے

علاوہ صبح سے شام تک مارنے کا بھی تم کو اختیار ہے۔ باوضو ہو کر جمرہ کو مارنا چاہیے۔ اگر کسی نے بغیر وضو کے مارا تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے۔

رسول اکرم صلعم تینوں جمروں کو پیدل چل کر کنکریاں مارتے تھے۔ اگر کوئی سوار ہو کر جمرہ کو مارنے جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ رسول اکرم نے پہرہ داروں کے لئے رات میں کنکریاں مارنے کی رخصت دی ہے اگر کوئی دن میں کنکریاں مارنا چوک جائے تو وہ رات میں کنکریاں مار سکتا ہے اگر کسی نے کنکریاں نہیں ماریں تو وہ واپس پلٹ کر کنکریاں مارے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عید قرباں کے دن جمرۂ کبریٰ کو مزدلفہ سے آتے وقت مارنا چاہیے۔ جمرۂ کبریٰ سے مراد جمرہ عقبہ ہے اس کے بعد عید قرباں کے دنوں میں تینوں جمروں کو مارنا چاہیے۔ ہر روز پہلے جمرہ صغریٰ کو پھر جمرہ وسطیٰ کو پھر جمرہ کبریٰ کو مارنا چاہیے۔ اگر کسی نے ان جمروں کو مارتے وقت آگے پیچھے کر دیا تو پھر سے مارے۔ رسول خدا صلعم فرماتے ہیں مریضوں کی جانب سے بھی کنکریاں مارنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص دوہی روز میں منیٰ سے چلا جانا چاہتا ہو تو باقی کنکریوں کو منیٰ میں کسی پتھر کے نیچے دفن کر دے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلعم عید قرباں کے دن جب جمرۂ عقبہ کو مار چکے تو آپ منیٰ کے مذبح خانے میں تشریف لے گئے آپ نے فرمایا کہ یہ منحر ہے۔ اور اس کے علاوہ تمام منیٰ منحر ہے آپ نے وہاں اپنے قربانی کے جانور کی قربانی کی اور دوسرے لوگوں نے اپنے اپنے ڈیروں میں منیٰ کے اندر قربانی کی تھی۔

قربانی کرنے کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقر اور آپ کے آباء کرام علیہم السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے منیٰ میں قربانی کی تھی اور

آپ نے فرمایا تھا کہ تمام منیٰ منحر ہے اور آپ نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے جانوروں کو ذبح کریں چنانچہ لوگوں نے اپنے اپنے ڈیروں میں منیٰ کے اندر قربانیاں کی تھیں۔ اور رسول خدا صلعم نے اپنی قربانی میں حضرت علی علیہ السلام کو شریک کیا تھا۔ قربانی کے لئے سو اونٹنیاں تھیں۔ آپ نے ان میں سے تریسٹھ جانوروں کو خود ذبح کیا تھا۔ باقی جانوروں کو ذبح کرنے کے لئے حضرت علیؑ کو حکم دیا تھا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ مستحب ہے کہ ہر شخص اپنے قربانی کے جانور کو اگر کر سکتا ہو تو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اگر وہ ایسا نہیں کر سکتا تو اپنا ہاتھ ذبح کرنے والے کے ہاتھ پر رکھے۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا تو قربانی کے وقت جانور کے پاس کھڑا رہے اور جب جانور کی قربانی ہو تو اس وقت اللہ اکبر کہے۔

آپ آیت کریمہ: والبدن جعلنٰها لكم من شعآئر الله لكم فيها خير فاذكروا اسم الله عليها صوآف فاذا وجبت جنوبها فكلوا منها۔ ۲۲/۳۵

ترجمہ: اور قربانی کے اونٹ بھی ہم نے تمہارے واسطے خدا کی نشانیوں میں سے قرار دیا ہے اس میں تمہاری بہت سی بھلائیاں ہیں پھر ان کا تانتے کا تانتا باندھ کر ذبح کرو اور ان پر خدا کا نام لو پھر جب وہ اپنے بازوں پر ڈھل جائیں تو ان میں سے خود بھی کھاؤ۔ صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں کہ صوآف سے مراد ہے کہ قربانی کے اونٹوں کو صف بصف کھڑا کیا جائے اور ان کو بحالت قیام جبکہ وہ بندھے ہوئے ہوں اور اپنی تین ٹانگوں پر کھڑے ہوں تب ذبح کرنا چاہئے اور فاذا وجبت جنوبها سے مراد ہے جب کٹ کر زمین پر گر پڑیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اسی طرح رسول خدا صلعم نے اپنے قربانی کے اونٹ کو حالت قیام میں ذبح فرمایا تھا۔ لیکن گائے اور بکری ہو تو اس کو لٹا کر ذبح کرنا چاہئے۔ فاذكروا اسم الله سے مراد ہے کہ جب ذبح کرو تو بسم اللہ پڑھنی چاہئے اور قربانی کرتے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے: وجهت وجهي للذي فطر السموات والارض حنيفاً مسلماً وما انا من المشركين ان صلوتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين لا شريك له وبذلك امرت وانا من المسلمين

اللّٰھم منک ولک بسم اللہ آپ فرماتے ہیں کہ ہر مسلم کی قربانی کے جانور کو مسلم ہی ذبح کرے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تنہا قربانی نہ کرسکے تو وہ اونٹ یا گائے کی قربانی میں حسب استطاعت شرکت کرے۔ آپ فرماتے ہیں کہ قربانی کے لئے اونٹنی کی قربانی افضل ہے اس کے بعد اونٹ کا درجہ ہے اور بچھڑ گائے افضل ہے اس کے بعد بیل اور بچھڑ دنبہ اس کے بعد بکرے پھر مادہ دنبے بھیڑ بکریاں غرض ان سب میں جو نر ہو وہ سب سے زیادہ افضل ہے۔ اس کے بعد خصی کا درجہ ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ قربانی کے لئے ایسے اونٹ جن کے آگے کے دانت ٹوٹ چکے ہوں کام آسکتے ہیں اور بڑی عمر کی گائیں بھی کام آسکتی ہیں اور ایسے بکرے اور بکریاں جن کے آگے کے دانت ٹوٹ چکے ہیں اور دنبے یا بھیڑ کا چھوٹا بچہ بھی جائز ہے دنبے کے علاوہ کسی اور جانور کا بچہ جائز نہیں ہے کیونکہ دنبے کا بچہ حاملہ کرتا ہے اس کے علاوہ کسی اور جانور کا بچہ حاملہ نہیں کرتا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سینگوں والے ایسے مینڈھے کی قربانی کو مستحب سمجھتے تھے جو تاریکی میں چلتا ہو اور تاریکی میں کھاتا ہو اور تاریکی میں دیکھتا ہو اور تاریکی میں مینگنی کرتا ہو۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایسا ہی ایک مینڈھا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر مسجد منیٰ سے جبل ایمن پر اترا تھا رسول خدا صلعم بھی اسی قسم کا مینڈھا قربانی کرتے تھے۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے اندر اور باہر دونوں طرف سے ٹوٹی ہوئی سینگ والے جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے اور اگر صرف باہر کی سینگ ٹوٹی ہوئی ہے تو اس کو اقصم کہتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ قربانی کے جانور کی آنکھ اور کان کو برابر تحقیق کرلو۔ آپ سے لنگڑے جانور کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ منسک یعنی منحر تک پہنچ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس کا لنگڑاپن نمایاں نہ ہو۔ اگر نمایاں ہو تو اس کی قربانی

جائز نہیں ہے اور دبلے پتلے جانور کی بھی قربانی جائز نہیں ہے۔
رسول خدا صلعم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ تھن کٹے ہوئے اور خارش والے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔ اور امیر المومنین علیہ السلام نے کان کٹے ہوئے اور کمزور بوڑھے جانور کی قربانی سے بھی منع فرمایا ہے۔
امام جعفر الصادق علیہ السلام کے نزدیک جس جانور کے آگے کے کان کٹے ہوئے ہوں یا پیچھے سے کٹے ہوئے ہوں یا جس کے کان پھٹے ہوئے ہوں یا جس کے کان میں گول سوراخ ہو ایسے جانوروں کی قربانی مکروہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے صحیح و سلامت جانور خریدا اور اس کو قلادہ یا شعار پہنا دیا اس کے بعد اس میں کوئی عیب پیدا ہو گیا تو وہ کافی ہے اگر اس نے قلادہ یا شعار نہیں لگایا ہے تو بدل ڈالے۔ اگر کسی نے جانور خریدا لیکن اس کو کوئی عیب نظر نہ آیا۔ جب نقد قیمت ادا کر کے جانور کو اپنے قبضے میں لے چکا تو اس وقت اس نے کوئی عیب دیکھا تو اس کی قربانی جائز ہے لیکن اس نے اگر نقد قیمت ادا نہیں کی ہے تو وہ دوسرا جانور بدل کر لے سکتا ہے۔
آپ سے پوچھا گیا کہ منحر تک پہنچنے سے قبل اگر قربانی کا جانور ہلاک ہو جائے یا ٹوٹ پھوٹ جائے تو کیا کیا جائے ؟ آپ نے فرمایا کہ اس کو ذبح کر دیا جائے اور اس کے گلے میں جو قلادہ ہے اس کو خون سے تر کر دیا جائے اور اس کو وہیں چھوڑ دیا جائے تاکہ جو بھی وہاں سے گذرے اس کو معلوم ہو جائے کہ یہ ذبح کیا گیا ہے۔ اگر وہ اس میں سے کھانا چاہے تو کھا سکتا ہے لیکن اگر نذر یا جزا کا جانور ہو تو اس کی جگہ پر دوسرا جانور خریدنا چاہیئے اور نفل ہے تو یہی کافی ہے۔ تطوع کے جانور کا گوشت کھایا جا سکتا ہے لیکن فرض جانور کی قربانی کا گوشت نہیں کھانا چاہیئے۔ ہلاک شدہ قربانی کے جانور کو خواہ وہ واجب کیا گیا ہو یا واجب نہ کیا گیا ہو فروخت نہیں کیا جا سکتا اگر کسی کا جانور ہلاک ہو گیا اور اس کو دوسرا جانور نہ مل سکے تو خدا کے نزدیک وہ زیادہ معذور ہے۔
امام جعفر الصادق فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے قربانی کے جانور کو گم کر دیا ہو اور

اس کی جگہ پر دوسرا جانور خریدنے کے بعد پہلا جانور مل گیا ہو تو اس صورت میں اگر اس نے دوسرے جانور کو قلادہ پہنا دیا ہے تو دونوں کو ایک ساتھ ذبح کر دے اور اگر اس نے شعار اور قلادہ نہیں پہنایا ہے تو اس کو اختیار ہے اگر اس کو اپنا جانور دوسرے شخص کے پاس ملا ہے جس نے اس کو خرید لیا ہے تو اگر اس سے خرید لینا چاہے تو لے لے اور اگر اس کو خریدار نے ذبح کر دیا ہے تو اس کے ذبح کرنے سے یہ قربانی کا جانور اس کے لئے کافی نہ ہوگا۔

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو گم شدہ قربانی کا جانور مل جائے تو پہلے اس کا اعلان کر دے اور اگر اس کا کوئی تلاش کرنے والا نہ موجود ہو تو ایام تشریق کے آخری دن اس کو اس کے مالک کی طرف سے قربانی کر دے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ذبح کرنے کے بعد اگر قربانی کا جانور چوری ہو جائے تو اس کی طرف سے یہ قربانی کافی ہے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خداصلعم نے حکم دیا ہے کہ جو شخص قربانی کا جانور اپنے ہمراہ لے جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے جانور پر نشان لگا دے اور عرفہ وغیرہ کے مناسک میں اس کو اپنے ساتھ رکھے۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خداصلعم جب اپنے جانور کی قربانی کر چکے تو آپؐ نے قربانی کے ایک ایک اونٹ کا ایک ایک ٹکڑا لے کر پکانے کا حکم دیا چنانچہ وہ پکایا گیا آپ نے اس میں سے کھایا اور مجھے بھی حکم دیا تو میں نے بھی کھایا آپ اس کا شوربہ گھونٹ گھونٹ کر کے پی گئے مجھے بھی آپ نے حکم دیا تو اس میں سے میں نے بھی پیا آپ نے مجھ کو اپنے قربانی کے جانور میں شریک فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے شوربہ پی لیا تو گویا اس نے گوشت بھی کھا لیا ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر تطوع یا قربانی کا جانور کسی نے ذبح کیا ہو تو اس میں سے کھائے اور پھر صدقہ کر دے اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے جتنا چاہے کھائے اور کھلائے اور کسی کو ہدیہ کے طور پر دیدے یا خیرات

کردے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ : فکلوا منها واطعموا البائس الفقیر۔ اور یہ بھی ارشاد ہے کہ : فکلوا منها واطعموا القانع والمعتر۔ ۱۷ ۲/۳۶

ترجمہ : پھر جب وہ اپنے بازوؤں پر گر پڑیں تو ان میں سے تم خود بھی کھاؤ اور قناعت کرنے والے فقیروں اور محتاجوں کو کھلاؤ۔

آپ فرماتے ہیں کہ جس کسی نے بھی قربانی کی ہو اس کو منیٰ سے قربانی کے جانور کی کوئی چیز نہ لے جانی چاہئے الا آنکہ اونٹ کے کوہان میں سے دوا کے لئے لے جایا جائے اور اون، کھال، بال وغیرہ جس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے یہ مستحب ہے کہ چمڑے کو صدقہ کر دیا جائے اور اگر قصاب کو کھال اور گوشت اور قلادہ اُجرت میں دیدیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کسی نے قربانی کا جانور خریدا اور اس نے سمجھا کہ تر و تازہ ہے مگر وہ لاغر نکلا تو اس کی جانب سے اس جانور کی قربانی کافی ہے اسی طرح کسی نے لاغر سمجھ کر خریدا لیکن وہ تر و تازہ نکلا تو جائز ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر قربانی کے جانور کو واجب نہ کیا گیا ہو تو فروخت کرنے اور بدلنے کا اختیار ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ : لیشهدوا منافع لهم ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات علی ما رزقهم من بهیمة الانعام ۱۷ ۲۲/۲۷۔

ترجمہ : تاکہ اپنے دنیا و آخرت کے فائدوں پر فائز ہوں اور خدا نے جو جانور چار پائے انھیں عطا فرمائے ہیں ان پر ذبح کے وقت چند معین دنوں میں خدا کا نام لیں۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایام معلومات اور معدودات سے مراد ایام تشریق ہیں قربانی کے دن کے بعد کے تین دن کو ایام تشریق کہا جاتا ہے ایام تشریق اس لئے کہا جاتا ہے کہ لوگ قربانی کا گوشت سورج کی روشنی میں رکھ دیتے ہیں تاکہ وہ سوکھ جائے۔

پس یوم النحر سے یوم عید الضحیٰ مراد ہے اس کے بعد ایام تشریق کا پہلا دن ہے۔

اس کو یوم القر بھی کہتے ہیں یوم القر اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس روز لوگ منیٰ میں اقامت کرتے ہیں اور عوام اس کو یوم الرؤس بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ اس دن سروں کو کھاتے ہیں اور پھر اس کے بعد کا دن کوچ کا پہلا دن ہے اور پھر اس کے بعد کا دن کوچ کا دوسرا دن ہے۔ یہ ایام تشریق کا آخری دن ہے۔

بال منڈوانے اور کتروانے کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے مزدلفہ سے نکلنے کا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تم منیٰ پہنچو تو اپنے جانور کی قربانی کرو اور سر کو منڈواؤ ان دونوں میں سے جو چاہو پہلے کر لو کوئی مضرت کی بات نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ سر کو منڈوانا کتروانے سے بہتر ہے۔ کیونکہ رسول خداؐ صلعم نے حجۃ الوداع اور عمرہ حدیبیہ کے موقع پر سر کو منڈوایا تھا۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس کا سر گنجا ہو وہ اپنے سر پر صرف استرا پھروائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ عورت جب اپنا احرام کھولے تو اپنے سر کے گیسوؤں کے سروں کو کاٹ دے اور آپ نے فرمایا کہ سر منڈوانے والا کنپٹیوں کے نیچے ابھری ہوئی ہڈیوں تک منڈوائے۔

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص منیٰ میں سر منڈوانا بھول جائے اور راستے میں یاد آئے تو اس وقت منڈوائے اور کسی کے ذریعہ اپنے بالوں کو منیٰ تک پہنچا سکتا ہو تو وہاں پہنچا دے۔ امیر المومنین نے بالوں کو دفن کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ابن آدم کے جسم سے جو چیز بھی نکل جائے وہ مردار ہے احرام والا جب سر کو منڈوائے تو اپنے ناخون کتروائے استرے سے بالوں کے منڈوانے کو عربی میں حلق کہا جاتا ہے اور قینچی سے چھٹوانے کو تقصیر کہا جاتا ہے خواہ تھوڑا چھوڑ

دیا جائے یا زیادہ لیکن سر کو منڈوانا چھٹوانے سے افضل ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ پروردگار تو سر منڈوانے والوں پر رحم فرما عرض کیا گیا کہ اے رسول خدا صلعم اور متصرین آپ نے فرمایا کہ پروردگار تو سر منڈوانے والوں پر رحم فرما! آپ سے عرض کیا گیا کہ اور متصرین! اصحاب نے تین مرتبہ عرض کیا چوتھی مرتبہ جب لوگوں نے کہا تو آپ نے فرمایا کہ تو محلقین اور مقصرین دونوں پر رحم فرما پس اس سے معلوم ہوا کہ افضل سر کو منڈوانا ہے اور چھٹوانا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: لقد صدق اللہ رسولہ الرویا آمنین محلقین رؤسکم ومقصرین۔ پس اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے سر منڈوانے کا ذکر کیا ہے اور یہی افضل ہے۔

منی میں ادائے مناسک کے درمیان حاجیوں کو کیا کیا عمل کرنا واجب ہے اسکا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا ہے کہ جب تم قربانی کے دن مزدلفہ سے منیٰ کی طرف جاؤ تو پہلے جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارو اور جب منیٰ پہنچو تو قربانی کرو اس کے بعد سر کے بال منڈواؤ۔

حضرت علی علیہ السلام آیت کریمہ: لیقضوا تفثھم ولیوفوا نذورھم ولیطوفوا بالبیت العتیق۔

ترجمہ پھر لوگوں کو چاہئے کہ اپنی اپنی (بدن کی) کثافت دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور کعبہ کا طواف دیں کے متعلق فرماتے ہیں التفث سے کنکر مارنا، سر کے بال منڈوانا مراد ہے اور نذریں پوری کرنے سے یہ مراد ہے کہ اگر کسی نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے تو اس کو پوری کرے اور طواف سے مراد یہ ہے کہ قربانی کرنے کے بعد زیارت کا طواف کیا جائے اور عید قربان کے دن سر کو منڈوا یا جائے اور یہ طواف جسے طواف افاضہ اور طواف حج کہا جاتا ہے واجب کیا

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلعم قربانی کے دن بیت اللہ الحرام کیطرف تشریف لے گئے تھے اور آپ نے ظہر کی نماز مکہ معظمہ میں پڑھی تھی۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کی زیارت میں جلدی کرنا چاہیئے. قربانی کے دن زیارت میں تاخیر نہ کرنا چاہیئے اگر دوسرے دن بھی کوئی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے. آپ فرماتے ہیں کہ جب تم قربانی کے دن بیت اللہ کی زیارت کو جاؤ تو پہلے طواف زیارت یعنی طواف افاضہ کرو پہلے تم بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کرو اور مقام ابراہیم کے عقب میں دو رکعت نماز پڑھو۔ اور صفا و مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کرو جب اس سے فارغ ہو چکو تو پھر تمہارے لئے خوشبو لگانا کپڑا پہننا حلال ہے اس کے بعد تم بیت اللہ میں آؤ اور طواف النساء کرو اور اس طواف کے بعد صفا و مروہ کے درمیان سعی نہیں کرنا چاہیئے. اس کے بعد تمہارے لئے وہ سب کچھ حلال ہے جو محرم ہونے کی حالت میں بیوی سے مقاربت وغیرہ حرام کیا گیا ہے. لیکن شکار کرنا حلال نہیں ہے۔ وہ تو منیٰ سے کوچ کرنے کے بعد ہی حلال ہوتا ہے. آپ نے فرمایا ہے کہ حاجی منیٰ کی راتوں کو منیٰ ہی میں گذارے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم بیت اللہ الحرام کی زیارت کو جاؤ تو منیٰ واپس لوٹ آؤ اور ایام تشریق کی تمام راتیں منیٰ ہی میں بسر کرو۔ اگر کسی نے قصداً منیٰ کی راتوں کو کسی اور مقام پر گذار دیا تو ہر رات کے عوض ایک بکری کی قربانی کرے۔ اگر بھول کر اور لاعلمی کی وجہ سے ایسا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے۔

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے آپ فرماتے ہیں آنحضرت صلعم منیٰ میں قصر نماز پڑھتے تھے. امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے آیت کریمہ: فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا ۲ $\frac{۲}{۱۹۹}$۔

ترجمہ: پھر جب تم ارکان حج بجا لا چکو تو تم اس طرح اللہ کا ذکر کرو جس طرح تم اپنے باپ داداؤں کا ذکر کرتے ہو بلکہ اس سے بھی بڑھ کے۔ کے متعلق فرمایا کہ مشرکین قربانی کے دنوں میں اپنے باپ داداؤں پر فخر کیا کرتے تھے اور اپنے اسلاف

کا ذکر کرتے تھے حالانکہ ان کو کسی قسم کا کوئی شرف حاصل نہ تھا۔ پس مسلمانوں کو اس کی جگہ پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اہل بیت کرام صلعم سے ایام تشریق میں ذکر الٰہی کے متعلق بکثرت دعائیں منقول ہیں لیکن ان میں سے کوئی دعا مخصوص نہیں ہے۔ جتنی زیادہ دعا کی جائے وہ افضل ہے اگر کوئی چاہے تو ہر روز بیت اللہ کی زیارت کر سکتا ہے اور چاہے تو تطوع کا طواف کرتا رہے لیکن طواف سے فارغ ہو کر دن ہی میں منیٰ چلا آئے اور وہاں آ کر رات بسر کرے یہاں تک کہ ایام تشریق کے بعد منیٰ سے کوچ کر جائے۔

منیٰ سے کوچ کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: واذکروا اللہ فی ایام معدودات فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ ومن تاخر فلا اثم علیہ لمن اتقی الخ امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یوم النحر کے بعد اگر تم چاہو تو منیٰ میں تین دن تک قیام کرو اور اگر دو ہی روز میں وہاں سے کوچ کرنا چاہتے ہو تو اس کا اختیار ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ ومن تاخر فلا اثم علیہ یعنی اگر کوئی منیٰ سے جلد نکل جانا چاہے یا تاخیر سے نکلنا چاہے تو دونوں صورتوں میں اس پر کوئی گناہ لازم نہیں آتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے ایام تشریق کے دوسرے ہی دن جانے کی جلدی کی جو قربانی کے دن سے گنا جائے تو تیسرا دن ہوتا ہے تو ظہر کی نماز پڑھ کر نکلے اور کنکریاں مار کر غروب آفتاب کے درمیان کوچ کرے۔ اگر سورج غروب ہو جائے تو پھر منیٰ میں ہی رات گذارے۔ اور کسی نے تیسرے دن جانے کا ارادہ کیا ہو تو وہ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد دن کے آخری حصے تک جا سکتا ہے۔ لیکن جب تک کنکریاں نہ مارے منیٰ سے

کوچ نہ کرے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص کوچ سے قبل اپنے اسباب کو مکہ کی جانب روانہ نہ کرے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص منیٰ سے مکہ کی طرف کوچ کرے تو وہ محصب میں جسے بطحا کہتے ہیں تھوڑی دیر تک قیام کرے پھر مکہ کی طرف کوچ کرے رسول اکرم صلعم نے ایسا ہی کیا تھا۔ امام باقر علیہ السلام بھی اس پر عمل کرتے تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جس نے منیٰ سے کوچ کرنے میں جلدی کی ہے اگر وہ لوگوں کے آنے تک مکہ میں قیام کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ سے بیت اللہ میں داخل ہونے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی داخل ہو سکتا ہو تو داخل ہو لیکن ازدھام کا خوف ہو تو اپنے نفس کو ہلاکت میں نہ ڈالے آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کعبہ میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو تو غسل کرنا مستحب ہے

اہل بیت کرام علیہم السلام سے خانہ کعبہ میں داخل ہونے کے وقت پڑھنے کے لئے بکثرت دعائیں مروی ہیں لیکن ان میں سے کوئی دعا مخصوص نہیں ہے پس جو شخص کعبہ میں داخل ہو تو وہ خوب دعا کرے۔

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے بیت اللہ کے اندر دونوں ستون کے درمیان سرخ پتھر پر نماز پڑھی تھی اور پشت کعبہ کی طرف آپ کا منہ تھا۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی تھی۔ امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ کعبہ کے اندر فرض نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ منیٰ سے کوچ کرنے کے بعد ہی کعبہ میں داخل ہونا چاہیے اور جو شخص حج ادا کرنے کے بعد مکہ سے جانا چاہتا ہو تو وہ سب سے آخر میں بیت اللہ کا الوداعی طواف کرے۔ وہ بیت اللہ کو وداع کرتے وقت اپنا ہاتھ حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان رکھے اور دعا کرے اور الوداع کہہ کے واپس نکل آئے وداع کے متعلق اہل بیتؑ سے بکثرت دعائیں منقول ہیں لیکن ان میں سے کوئی دعا مخصوص نہیں ہے۔

❖

عمرہ مفردہ کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ : واتموا الحج والعمرۃ للہ۔

ترجمہ: اور صرف خدا ہی کے واسطے حج اور عمرہ کو پورا کرو۔

امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے آپ فرماتے ہیں عمرہ کرنا فرض ہے اور حج کے برابر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: واتموا الحج والعمرۃ للہ۔ امیر المومنین فرماتے ہیں کہ عمرہ کرنا واجب ہے۔ ہم نے کتاب الحج کے شروع میں جو کچھ اس بارے میں ذکر کیا ہے وہ اس کی تائید میں ہے ہم نے کیفیت عمرہ اور اس کے ساتھ حج کرنے کی صورت کو بیان کر دیا ہے۔ حج کے ساتھ عمرہ کرنا اور حج سے قبل عمرہ مفردہ اور حج کے بعد عمرہ مفردہ کرنے کا بیان اوپر گذر چکا ہے۔

امام جعفر الصادق فرماتے ہیں کہ ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنے تک جو کچھ بھی دونوں کے مابین اس مدت میں گناہ ہوتا ہے اس کو یہ دونوں مٹا دیتے ہیں۔ رسول خدا صلعم فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔ امام جعفر الصادق فرماتے ہیں کہ جس مہینہ میں تم چاہو عمرہ کر سکتے ہو۔ لیکن افضل عمرہ ماہ رجب کا عمرہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حج کے مہینوں میں اگر کسی نے عمرہ کیا اور وہ حج کئے بغیر چلا گیا تو یہ عمرہ مفردہ ہے۔ اور اگر عمرہ کے ساتھ حج کیا تو وہ حج تمتع ہے۔ آپ سے حج کے بعد عمرہ کرنے کے متعلق پوچھا گیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ ایام تشریق ختم ہو جانے کے بعد اگر سر منڈوانے کا امکان ہو تو پھر عمرہ کرے۔ آپ فرماتے ہیں کہ عمرہ مفردہ یہ ہے کہ بیت اللہ کا طواف۔ اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی جائے اور اس کے بعد اگر تم اس وقت احرام کھولنا چاہو تو کھول سکتے ہو اور جب تم حرم میں داخل ہو تو لبیک کہنا بند کر دو اور جب عمرہ کرنے والا طواف دے چکے اور سعی کر چکے تو

احرام کھول دے اور اگر چاہے تو لوٹ جائے اور اگر اس کے ہمراہ ہدی (قربانی کا جانور) ہو تو مکہ میں ذبح کردے اس کے بعد اگر نفل طواف کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔

صدّ اور اِحصار کا بیان

صد عن البیت یعنی بیت اللہ الحرام کی زیارت سے روک دیا جائے یہ اس وقت ممکن ہے کہ حج و عمرہ کرنے والے اور بیت اللہ الحرام کے درمیان دشمن حائل ہوں۔ جیسا کہ مشرکین نے حدیبیہ کے سال میں رسول اکرم صلعم کے ساتھ کیا تھا۔ آپ جب بمقصد عمرہ تشریف لے جارہے تھے تو مشرکین نے راستے ہی میں آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے منع کردیا تھا۔ آپ کے ہمراہ (ہدی) قربانی کا جانور بھی تھا۔ چنانچہ اس وقت خداوند تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ: ھم الذین کفروا وصدوکم عن المسجد الحرام والھدی معکوفا ان یبلغ محلہ۔

ترجمہ: یہ وہی لوگ تو ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد الحرام میں جانے سے روکا اور قربانی کے جانوروں کو بھی نہ آنے دیا اور وہ اپنی جگہ پر پہنچنے سے رُکے رہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ عام الحدیبیہ رسول خدا صلعم مدینہ سے عمرہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے تھے آپ کے ہمراہ ایک ہزار سے زائد اصحاب تھے۔ جب آپ مقام ذی الحلیفہ پہنچے تو آپ نے اور آپ کے اصحاب نے احرام باندھا اور قربانی کے جانور کو قلادہ پہنایا اور شعار لگایا۔ یہ خبر قریش کو پہنچی اور یہ واقعہ فتح مکہ سے پہلے کا ہے۔ چنانچہ قریش نے آپ کے مقابلے کے لئے لشکر جمع کیا جب آنحضرت صلعم مقام عسفان کے پاس پہنچے تو آپ کو قریش کی تیاریوں کی اطلاع ملی۔ آپ نے ان کو

کہلایا کہ ہم جنگ کرنے کے لئے نہیں آئے ہیں ہم تو عمرہ کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔ اگر قریش کی خواہش ہو تو میں ایک مدت تک کے لئے ان سے صلح کر سکتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ وہ ہمارا راستہ چھوڑ دیں اگر میں غالب آیا تو قریش چاہیں تو دین مذہب اختیار کر سکتے ہیں جس میں دوسرے لوگ داخل ہو چکے ہیں اور انھیں انکار ہو گا تو پھر میں ان سے جہاد کروں گا یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے گا۔ اللہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے چنانچہ آپؐ کے اور قریش کے درمیان قاصدوں کی آمد و رفت ہوئی اور آپ نے ان سے اس بات پر صلح کر لیا کہ آپ اس سال تو واپس لوٹ جاتے ہیں لیکن آئندہ سال اگر آپ نے چاہا تو عمرہ باندھ کر آئیں گے۔ قریش نے جواب دیا کہ عرب یہ ہرگز گوارا نہ کریں گے کہ کوئی شخص مکہ میں جبرًا داخل ہو پس آپ نے ان کو مذکور جواب دے دیا اور پھر وہیں پر آپ نے اپنے قربانی کے جانور کو ذبح کیا اور بالوں کو ترشوایا پھر آپؐ اور آپ کے تمام اصحاب واپس لوٹ آئے چنانچہ اسی طرح اس شخص کو بھی عمل کرنے کا حکم ہے جس کو اس وقت بیت اللہ الحرام سے روک دیا گیا ہے جبکہ اس نے حج یا عمرہ کرنا اپنے اوپر فرض کر لیا ہے یا دونوں کو ایک ساتھ اپنے اوپر فرض کر لیا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں وہ صرف بالوں کو ترشوا لے، اور واپس لوٹ جائے۔ اگر کسی کے ہمراہ قربانی کا جانور ہو تو اپنا سر نہ منڈوائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الهدی محله۔

ترجمہ: اور جب تک قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے اپنے سر نہ منڈواؤ۔ ایسا اسی وقت کرنا چاہئے جب حاجی میقات سے گذر چکا ہو اور احرام باندھ لیا ہو اور قربانی کے جانور کو قلادہ پہنا چکا ہو۔ اور اگر میقات سے پہلے ہی اس کو روک دیا گیا ہے تو واپس چلا جائے۔ خواہ احرام باندھ لیا ہو یا نہ باندھا ہو۔

اور قربانی کے جانور کو ذبح نہ کرے خواہ قلادہ پہنایا ہو یا نہ پہنایا ہو اگر اس کے ساتھ قربانی کا جانور ہے کیونکہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ میقات سے پہلے احرام

نہ باندھنا چاہیئے۔ اور اگر کسی نے باندھ لیا اور اس کا احرام جاتا رہا تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے۔

احصار مرض کو کہتے ہیں اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: فان احصرتم فما استیسر من الھدی۔ ترجمہ: پس اگر تم بیماری وغیرہ کی وجہ سے مجبور ہو جاؤ تو پھر جیسی قربانی میسر آوے کر دو۔ امام جعفر الصادقؑ سے منقول ہے آپ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص راستے میں بیمار ہو جائے اور قربانی کے جانور کو بھیجدے تو؟ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ حج کی حالت میں ہو تو اپنے ساتھیوں سے عہد و پیمان کرلے کیونکہ قربانی تو قربانی کے دن ہی کی جاتی ہے۔ اگر عمرہ کی حالت میں ہو تو اپنے ساتھیوں کے مکہ میں داخل ہونے کے معین دن تک انتظار کرے۔ اور اس گھڑی پر نظر رکھے جس کا اس نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ جب وہ گھڑی آجائے تو بالوں کو چھٹوائے اور احرام کھول دے۔ اور اگر احرام کے بعد راستے میں بیمار ہو گیا اور اپنے اہل وعیال کی طرف واپس جانا چاہتا ہے تو واپس ہو جائے اور ایک اونٹ یا گائے کی قربانی کر دے۔ اگر وہ حج کی نیت سے نکلا تھا تو آئندہ سال اس کو حج کرنا واجب ہے۔ اور عمرہ کی نیت سے نکلا تھا تو اس پر عمرہ کرنا واجب ہے کیونکہ ایک مرتبہ امام حسین علیہ السلام عمرہ کرنے کی نیت سے مدینہ سے روانہ ہوئے تھے مگر آپ راستے ہی میں بیمار پڑ گئے جب یہ خبر امیر المومنین علیہ السلام کو پہنچی تو آپ مدینہ سے امام حسین علیہ السلام کی تلاش میں نکلے اور مقام سقیا میں امام حسین علیہ السلام کے پاس پہنچے وہ اس وقت بیمار تھے۔ امیر المومنینؑ نے پوچھا کہ جان پدر کیا شکایت ہے؟ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے درد سر ہو رہا ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے ایک اُونٹ طلب فرمایا اور اس کو ذبح کیا اور سر کے بالوں کو منڈوایا اور آپ کو مدینہ واپس لے آئے جب امام حسین علیہ السلام نے درد سر سے شفا پائی تو آپ نے عمرہ کیا آپ سے عرض کیا گیا کہ اے فرزند رسولؐ آپ اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے درد سے شفا پا جائے تو کیا اس کے لئے عورت حلال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں جب تک کہ

وہ بیت اللہ کا طواف نہ دے گا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی نہ کرے گا حلال نہیں ہے؟ آپ نے عرض کیا گیا کہ پھر رسول خدا صلعم جب حدیبیہ سے واپس لوٹ آئے تھے تو آپ کے لئے عورتیں حلال ہو گئی تھیں حالانکہ آپ نے طواف نہیں کیا تھا؟ صادق آل محمد علیہ السلام نے کہا کہ اس بارے میں دونوں برابر نہیں ہیں کیونکہ رسول خدا صلعم کو روکا گیا تھا اور امام حسین علیہ السلام بیمار ہو گئے تھے ہم نے جو کچھ اوپر بیان کیا ہے وہ سب مصدود اور محصور کے لئے ہے یہ سب اسی صورت میں ہے جبکہ میقات سے احرام باندھا جا چکا ہے لیکن اگر میقات سے پہلے کوئی شخص بیمار ہو گیا یا روک دیا گیا تو اس صورت میں اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے وہ لوٹ کر چلا جائے اور قربانی کا جانور ہو تو فروخت کر دے غرض جو چاہے سو کرے کیونکہ اس نے اس جانور کو ابھی واجب نہیں کیا ہے یعنی نہ تو ابھی شعار لگایا ہے نہ قلادہ پہنایا ہے اور یہ سب کچھ میقات سے احرام باندھنے کے بعد ہی کیا جاتا ہے۔

دائم المرض اور اموات کی جانب سے حج کرنیکا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ میرے والد بہت بوڑھے ہو چکے ہیں اور انہوں نے حج نہیں کیا ہے تو کیا میں کسی شخص کو ان کی طرف سے حج کرنے کے لئے زاد راہ اور ساز و سامان دے کر بھیج سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اس کے ثبوت میں ایک واقعہ عہد رسالت کا یہ ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے رسول خدا صلعم سے پوچھا کہ آیا وہ اپنے والد کی جانب سے حج کر سکتی ہے اس لئے کہ اس کا والد بہت بوڑھا ہو چکا ہے؟ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ ہاں جاؤ تم حج کرو کیونکہ جس طرح یہ ممکن ہے کہ تمہارے والد پر قرض ہو اور تم اس کو اپنے والد کی طرف سے ادا کرو تو وہ ادا ہو جاتا ہے شیخ اور عجوز دونوں

دائم المرض میں داخل ہیں۔ یہ دونوں اگر اپنے مال سے حج کروانا چاہیں تو حج کروائیں
یا اپنی اولاد کو اپنی طرف سے خرچ دے کر بھیجیں جیسا کہ ہم نے کتاب الصوم میں ان
کے روزے کے متعلق ذکر کیا ہے کہ اگر وہ دونوں روزہ نہ رکھ سکتے ہوں تو
روزہ نہ رکھیں اور ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔ کیونکہ ان دونوں سے کوئی
امید نہیں ہے کہ وہ روزہ رکھ سکیں گے پس ایسی صورت ان دونوں کے حج کے
سلسلے میں بھی یہی حکم ہے کہ وہ دونوں حج کرنے پر کبھی قادر نہ ہوں گے نہ ایسی
کوئی امید ہے کہ جس امید پر وہ آئندہ سال کے لئے حج کو ٹالتے رہیں۔

امام جعفر الصادقؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہ وصیت
کر جائے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی طرف سے اسلامی حج کروایا جائے اگر وہ
اپنے مال کا تیسرا حصہ مقرر کر جائے تو اس کو علیحدہ کر دیا جائے اگر اس نے تعین نہیں
کی ہے تو اصل مال میں سے نکال لیا جائے بشرطیکہ اس نے اپنی طرف سے حج کرنے
کی وصیت کی ہو اور جبکہ وہ اپنا فرض حج کر چکا ہو تو پھر یہ حج اس کی طرف سے اس
کے مال کے تیسرے حصے سے کیا جائے۔ ایک شخص کو بھیجا جائے جو اسی کی طرف
سے حج کرے۔ اور اس کو اجرت دی جائے پس خرچ سے جو بچ رہے سو یہ اسی کا
حق ہے جس کو بھیجا گیا ہے اور ایسے شخص کو حج پر بھیجنے میں کوئی حرج نہیں ہے
جس نے ابھی اپنا حج نہیں کیا ہے۔ اگر کر چکا ہے تو ایسا شخص زیادہ بہتر ہے۔ عورت
مرد کی طرف سے حج نہ کرے۔ الا آنکہ اس کے سوا کوئی مرد موجود نہ ہو یا پھر وہ
عورت افضل ہے جو مردوں سے زیادہ مناسک کو ادا کر سکتی ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے کسی شہزادے
کا حج کروایا تو آپ نے حج کرنے والے سے شرط کی کہ وہ احکام و عبادات کو
برابر ادا کرے گا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اگر تم نے شرط کے مطابق مناسک
حج کو برابر ادا کیا تو یہ اس کا حج ہو گا جس کی طرف سے تم نے حج کیا ہے۔ اور تم
کو شرط کی ادائے گی اور اپنے جسم کو تھکانے کا اجر ملے گا۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے اُجرت پر دوسرے کا حج کر لیا تو اس کے حج سے فارغ ہونے کے بعد وہ اپنے لئے عمرہ و طواف جو بھی کرنا چاہے کر سکتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی اور کی طرف سے حج کرنے کے لئے جائے تو وہ احرام باندھتے وقت یہ کہے: اللّٰھم انی احج عن فلان فتقبل منہ واٰجرنی عن قضائی عنہ۔

حج کے فوت ہو جانے کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص عرفہ کے موقف میں لوگوں سے جا ملے اور ان کے ساتھ کوچ کرنے سے پہلے کچھ دیر موقف پر بھی کھڑا رہے تو اس کا حج ہو گیا اور اگر وہ عرفات سے نکلنے کے بعد آیا اور عرفات میں رات کے وقت پہنچا اور وہاں ٹھہر کر اس نے ذکر الٰہی کیا اور لوگوں کے مزدلفہ سے کوچ کرنے سے پہلے مزدلفہ میں پہنچ گیا تو اس نے حج پا لیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص طلوع فجر سے قبل میدان عرفات میں جا پہنچا اور مقام جمع یعنی مزدلفہ میں اس وقت آیا جبکہ لوگ نکل چکے تھے اور سورج بھی طلوع ہو چکا تو اس کا حج فوت ہو گیا اب وہ حج کو عمرہ میں بدل دے اور اگر لوگ وہاں سے نکلے نہ ہوں تو اس کا حج ہو گیا اور جب تک لوگ مشعر حرام سے نہ نکل جائیں حج فوت نہیں ہوتا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے حج کا احرام باندھا اور وہ عرفہ میں وقوف نہ کر سکا اور مزدلفہ میں صبح کی نماز بھی فوت ہو گئی تو اس کا حج فوت ہو گیا اب وہ حج کو عمرہ میں تبدیل کر دے پھر آئندہ سال اس پر

حج کرنا واجب ہے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کسی نے حج کی نیت سے احرام باندھا یا تمتع بالعمرۃ الی الحج کا احرام باندھا اور وہ مکہ میں قربانی کے دن پہنچا، تو وہ طواف بیت اللہ کرے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کر کے احرام کھول دے اور حج کو عمرہ سے بدل دے اگر کسی نے حج تمتع بالعمرہ کا احرام باندھا یا دونوں کو ایک ساتھ جمع کر دیا ہے اور وہ مکہ سے ایسے تنگ وقت میں پہنچا ہے کہ اگر عمرہ کے لئے طواف و سعی کرتا ہے تو حج فوت ہونے کا اندیشہ ہے اس وقت جلدی سے جا کر موقف میں لوگوں کے ساتھ شامل ہو جائے اور اپنے حج کو ادا کرے اور اس حج کو حج مفرد قرار دے۔ اس کے بعد پھر سے عمرہ کرے اور اگر اس نے یہ شرط کی تھی کہ جہاں روک دیا جائے گا وہیں قربانی کرے گا تو یہ اس کا عمرہ ہوگا۔ اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے اور اگر کوئی شرط نہ تھی تو اس پر آئندہ سال حج کرنا واجب ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

کتاب الجہاد

(۷)

جہاد کے فرض ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر محمد مصطفےٰ صلعم سے خطاب کرکے فرمایا ہے کہ : قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السموات والارض لا الہ الا ھو یحیی ویمیت فآمنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یومن باللہ وکلماتہ واتبعوہ لعلکم تھتدون۔ ۹ ۱۵۸ ۔

ترجمہ : (اے رسول تم ان لوگوں سے) کہدو کہ لوگو! میں تم سب لوگوں کے پاس اس خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں جس کے لئے خاص سارے آسمان و زمین کی بادشاہت (حکومت) ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہی زندہ کرتا ہے وہی مار ڈالتا ہے۔ پس لوگو! خدا اور اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ جو خود بھی خدا پر اور اس کی باتوں پر دل سے ایمان رکھتا ہے اور اس کے قدم بقدم چلو تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

اور دوسرے مقام پر اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے کہ: وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔

ترجمہ: (اے رسول) ہم نے تو تم کو تمام دنیا کے لوگوں کے لئے (نیکوں کو بہشت کی خوشخبری دینے والا اور بروں کو عذاب سے) ڈرانے والا (پیغمبر) بنا کر بھیجا مگر بہتیرے لوگ (اتنا بھی) نہیں مانتے۔

کتاب الٰہی کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ رسول خدا صلعم تمام انسانوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے اس لئے اگر کوئی شخص آپ کی نبوت کا انکار کرتا ہے اور آپ کی رسالت کو ماننے سے گریز کرتا ہے تو اس کے ساتھ جہاد کرنا واجب ہے۔

رسول اکرم صلعم کا یہ ارشاد ہے کہ مجھے تمام بنی نوع انسان کا پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں گورے اور کالے سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے آپ کو یہ حکم دیکر بھیجا کہ انسانوں کو خدا کی طرف بلاؤ اور جب وہ تکذیب کریں تو ان سے اپنا منہ پھیر لو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے کا حکم اس آیت کریمہ میں موجود ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن۔

ترجمہ: (اے رسول) تم لوگوں کو اپنے پروردگار کی راہ پر حکمت اور اچھی اچھی نصیحت کے ذریعہ سے بلاؤ اور بحث و مباحثہ کرو بھی تو ایسے طریقے سے جو لوگوں کے نزدیک سب سے اچھا ہو۔ اور تکذیب کرنے والوں سے اعراض کرنے کا حکم اس آیت کریمہ میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: واعرض عن الجاھلین

ترجمہ: اور (اے رسول) جاہلوں کی طرف سے منہ پھیر لو۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر حجت کی تاکید کردی اور حجت کو تمام کردیا اور اس کے رسول محمد مصطفےٰ صلعم نے ان تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا پھر بھی ان میں سے کتنے لوگ کفر و سرکشی اور تکذیب میں حد سے گذر گئے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اور اپنے دین کی اس طرح نصرت کی کہ اس نے آپ پر اور جو آپ پر ایمان لائے تھے اُن پر کافرین اور

مکذبین کے ساتھ جہاد کرنا فرض کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم وعسی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم وعسی ان تحبوا شیئا وھو شر لکم ۲/۲۱۵۔

ترجمہ: (مسلمانو) تم پر جہاد فرض کیا گیا اگرچہ تم پر شاق ضرور ہے اور عجب نہیں کہ تم کسی چیز (جہاد) کو نا پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے حق میں بری ہو۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ: فاذا انسلخ الاشھر الحرام فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم وخذوھم واحصروھم واقعدوا لھم کل مرصد فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم۔ ۹/۱۰۔

ترجمہ: پھر جب حرمت کے (چاروں) مہینے گذر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ (بے تامل) قتل کر دو۔ اور ان کو گرفتار کر لو۔ اور ان کو قید کرو اور ہر گھات کی جگہ میں ان کی تاک میں بیٹھو پھر اگر وہ لوگ اب بھی شرک سے باز آئیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔

چنانچہ آنحضرت صلعم نے اسی فرمان الٰہی کے مطابق ان مشرکین کے ساتھ جہاد کیا تھا جنہوں نے آپ کی رسالت اور نبوت کی تکذیب کی تھی۔ اور آپ نے خدا کے حکم سے ایک قوم کے ساتھ ایک مقررہ مدت تک کے لئے صلح کر لیا تھا تاکہ ان پر اتمام حجت ہو جائے۔

پھر پروردگار عالم نے آپ کو یہ حکم دیا کہ اب ان کے عہد و پیمان کو ختم کر دو۔ اور وہ حکم اس آیت کریمہ میں موجود ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: براءۃ من اللہ ورسولہ الی الذین عاھدتم من المشرکین۔ ۹/۱۔

ترجمہ: اے مسلمانو! جن مشرکوں سے تم لوگوں نے صلح کا عہد و پیمان کیا تھا اب خدا اور اس کے رسول کی طرف سے ان سے (اکدم) بیزاری ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا

گیا کہ اے امیرالمومنین آپ کے افضل ترین مناقب کیا کیا ہیں؟ حضرت علی نے فرمایا کہ میرے افضل ترین مناقب تو وہی ہیں جن کے لئے میں نے کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا ہے۔ پھر آپ نے اپنے بہت سے مناقب بیان فرمائے اور ان میں سے ایک منقبت یہ بیان کی کہ جب پروردگار عالم نے اپنے پیغمبر محمد مصطفےٰ صلعم پر سورۂ برائت اتاری تو آپ نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برأت دے کر اہل مکہ کی جانب روانہ کردیا۔ جب وہ نکل کر دور چلے گئے تو جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے خدا کا یہ پیغام آنحضرت صلعم کو پہنچایا کہ اے محمدؐ آپ کی جانب سے سورۂ برائت علی کے سوا اور کوئی نہ پہنچائے پس اس وقت رسول اکرم صلعم نے مجھے بلایا اور حکم دیا کہ میں آپ کے ناقۂ عضبا پر سوار ہوکر حضرت ابوبکر سے جاملوں اور ان سے سورۂ برأت کو واپس لے لوں۔ چنانچہ فرمان رسالت مآب صلعم کے مطابق میں حضرت ابوبکر سے راستے ہی میں جاملا۔ اس وقت حضرت ابوبکر نے کہا کہ کیا بات ہے اے علی تمہیں بتاؤ کیا اللہ و رسول کی جانب سے مجھ پر کچھ خفگی ہے؟ میں نے ان سے کہا ایسا نہیں ہے بلکہ آنحضرت صلعم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان کی جانب سے سورۂ برأت وہی شخص اہل مکہ کی طرف لے کر جائے جو ان کے خاندان سے ہے۔ صادقِ آل محمدؐ فرماتے ہیں کہ امیرالمومنینؑ نے حضرت ابوبکر سے سورہ برائت کو واپس لے لیا اور آپ مکہ معظمہ پہنچے۔ عید قرباں کے دن ظہر کے بعد آپ سورہ برأت لے کر اُٹھے۔ اور اس کو پڑھ کر سنایا۔ کہ: براۃ من اللہ و

رسولہ الی الذین عاھدتم من المشرکین فسیحوا فی الارض اربعۃ اشھر۔ ۹/۱۔۱۰

ترجمہ: (اے مسلمانو) جن مشرکوں سے تم لوگوں نے صلح کا عہد و پیمان کیا تھا۔ اب خدا اور اس کے رسول کی طرف سے ان سے (اکدم) بیزاری ہے۔ (تو اے مشرکو) بس تم چار مہینہ چین سے روئے زمین پر سیر و سیاحت کرلو۔ یعنی ذی الحجہ کے بیس دن اور محرم، صفر، ربیع الاول کا پورا مہینہ اور ربیع الآخر کے دس دن تک اور یہ بھی فرمایا کہ کوئی ننگا مرد اور ننگی عورت اور مشرک و مشرکہ آج سے بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔ خبردار! رسول خدا صلعم کے ساتھ صلح کا جو عہد و پیمان تھا اب اس کی مدت

صرف چار مہینہ ہے۔ امام جعفر الصادقؑ نے باقی حدیث بیان کی تھی جس کو ہم نے یہاں مختصر کر دیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہر مسلمان پر جہاد کرنا فرض ہے کہ : کتب علیکم القتال۔

ترجمہ: (مسلمانو) تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے۔ اگر مسلمانوں کا ایک گروہ مصروف جہاد ہو تو اس وقت تک دوسرے تمام لوگوں کو جہاد سے دور رہنے کا اختیار ہے جب تک کہ جہاد کے رہنماؤں کو مدد کی ضرورت نہ ہو۔ اور اگر مجاہدین کو امداد کی ضرورت ہو تو اس وقت ان کی بھرپور مدد کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وما کان المومنون لینفروا کافۃ۔ ۹/۱۲۱

ترجمہ: اور یہ بھی مناسب نہیں کہ مومنین کل کے کل اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوں۔ البتہ کوئی مہم درپیش آجائے جس میں پوری جماعت کی ضرورت ہو تو اس کے لئے سب نکل پڑیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: انفروا خفافاً و ثقالاً وجاھدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ۔ ۹/۴۱

ترجمہ: (مسلمانو) تم ہلکے پھلکے ہو یا بھاری بھرکم (مسلح) بہرحال جب تم کو حکم دیا جائے تو فوراً چل کھڑے ہو اور اپنے مال و نفوس سے خدا کی راہ میں جہاد کرو۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: خفافاً و ثقالاً سے یہ مراد ہے کہ ــــ نوجوان اور بوڑھے جہاد کے لئے نکلیں اور آیت کریمہ: ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعداً علیہ حقاً فی التوراۃ والانجیل والقرآن ومن اوفی بعھدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذلک ھو الفوز العظیم۔ ۹/۱۱۱

ترجمہ: اس میں تو شک ہی نہیں کہ خدا نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان

کے مال اس بات پر خرید لئے ہیں کہ (ان کی قیمت) ان کے لئے بہشت ہے اسی وجہ سے یہ لوگ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو (کفار) کو مارتے ہیں اور (خود) بھی مارے جاتے ہیں (یہ) پکا وعدہ ہے (جس کا) پورا کرنا خدا پر لازم ہے۔ اور ایسا پکا ہے کہ توریت اور انجیل اور قرآن (سب) میں لکھا ہوا ہے کہ اپنے عہد کا پورا کرنے والا خدا سے بڑھ کر اور کون ہے تم تو اپنی خرید و فروخت سے جو تم نے خدا سے کی ہے خوشیاں مناؤ۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا ان تمام لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے جو خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ یا صرف ایک ہی قوم سے مراد ہے اور باقی قوم نہیں؛ امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب یہ آیت کریمہ رسول خدا صلعم پر نازل ہوئی تو اس وقت بعض صحابہ نے اس کے متعلق آپ سے پوچھا تو آپ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناھون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ وبشر المومنین $\frac{9}{111}$

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس میں ان مومنین کی صفات بیان کردی ہیں جن کا جان و مال اس نے خرید لیا ہے پس جسے جنت کی خواہش ہو تو وہ خدا کی راہ میں مذکورہ شرائط پر جہاد کرے۔ ورنہ وہ ان لوگوں میں ہے جن کے متعلق رسول اللہ نے کہا تھا کہ خدا اپنے دین کی نصرت ایسے لوگوں سے کرے گا جو معمولی حیثیت کے لوگ ہیں۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے دیہاتیوں کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا ان پر جہاد فرض ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں الا آنکہ اس وقت جب اسلام پر کوئی مشکل آن پڑے۔ خدا کی پناہ کہ اسلام پر کوئی ایسا بھی وقت آئے جب کہ وہ دیہاتیوں کا محتاج ہو۔ اور جب تک اعراب جہاد نہ کریں مال غنیمت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے دل میں بزدلی کا شمہ برابر حصہ محسوس کرتا ہو تو وہ جہاد میں شریک نہ ہو۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ بزدل کو لائق نہیں ہے کہ وہ جہاد میں شرکت کرے کیونکہ وہ جلد شکست کھا جائے گا

لیکن وہ جن اسباب سے جہاد کرنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ اپنے اس سازو سامان سے دوسرے مجاہد کو آراستہ کردے۔ اس صورت میں اس کو مجاہد کا اجر ملے گا۔ اس سے ذرا بھی کم نہ ملے گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب تک غلاموں کی ضرورت پیش نہ آئے ان پر جہاد فرض نہیں ہے اور نہ عورتوں پر جہاد فرض ہے اور نہ کم عمر لوگوں پر جہاد فرض ہے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب امام کے پاس اہل بدر کے مجاہدین جتنی تعداد جمع ہو جائے یعنی تین سو تیرہ مجاہدین تو اس وقت امام پر جہاد کے لئے اُٹھ کھڑے ہونا اور نظام حکومت وقت کو بدل دینا واجب ہے۔

جہاد میں ترغیبات کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقر علیہ السلام اور آپ کے آباء کرام اور حضرت علی علیہم السلام سے منقول ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ ہر نعمت کے متعلق اللہ بندے سے پوچھے گا سوائے اس کے جو خدا کی راہ میں خرچ کی گئی ہے۔

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد نماز پر ہے۔ زکوٰۃ اس کی شاخ ہے اور اس کا شگوفہ خدا کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلعم فرماتے ہیں کہ سفر کرو تو منافع اٹھاؤ گے۔ روزہ رکھو تو تندرست رہو گے۔ جہاد کرو تو مال غنیمت پاؤ گے۔ اور حج کرو تو استغفار نصیب ہو گا۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ ایمان کے چار ارکان ہیں۔ صبر، یقین، عدل، جہاد آپ فرماتے ہیں کہ اپنے ہاتھوں سے راہ خدا میں جہاد کرو اگر ایسا نہ کر سکو تو اپنی زبانوں سے جہاد کرو اور یہ بھی نہ کر سکو تو اپنے دلوں سے جہاد کرو۔ تم پر ہر امام عادل کیساتھ

جہاد کرنا فرض ہے کیونکہ جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ رسول خدا صلعم کا ارشاد ہے کہ حاملین قرآن عرفاء اہل جنت ہیں اور مجاہدین فی سبیل اللہ ان کے قائدین ہیں اور مرسلین اہل جنت کے سردار ہیں۔ آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ سب سے بڑا سخی وہ ہے جو خدا کی راہ میں اپنی جان تک کو نچھاور کر دے۔ اور سب سے بڑا بخیل وہ ہے جو سلام کرنے میں بخل کرے۔

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب موسیٰؑ و ہارون نے اپنے رب کو پکارا تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ میں نے تم دونوں کی دعا قبول کرلی۔ علاوہ بریں جو بھی میری راہ میں جہاد کرے گا میں اس کی دعا قبول کروں گا۔ جیسا کہ میں نے تم دونوں کی دعا کو قبول کرلیا ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مجاہد کی غیبت کرے گا یا اس کو اذیت پہنچائے گا یا اس کے اہل و اقربا میں اس کی برائی کرے گا تو قیامت کے روز ایک نشان گاڑا جائے گا اور اس کے تمام گناہوں کو ظاہر کیا جائے گا۔ پھر اس کو منھ کے بل جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر نیکی سے بڑھ کر ایک نیکی ہے یہاں تک کہ نیکیاں کرتے کرتے بندہ خدا کی راہ میں شہید ہو جاتا ہے اور ہر نافرمانی سے بڑھکر ایک نافرمانی ہے۔ یہاں تک کہ بندہ نافرمانی کرتے کرتے اپنے باپ یا ماں کو مار ڈالتا ہے۔

رسول اکرم صلعم کا ارشاد ہے کہ راہ خدا میں خون کا جو قطرہ مجاہد کے جسم سے نکلتا ہے اس سے بڑھ کر خدا کے نزدیک اور کوئی قطرہ زیادہ محبوب و پسندیدہ نہیں ہے یا پھر وہ آنسو کا قطرہ جو شب تاریک میں خوف الٰہی کے سبب ٹپکے۔

آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ میری امت کا ہر مومن صدیق اور شہید ہے۔ خدا اس تلوار سے جس کو چاہے گا کرامت عطا کرے گا۔ اتنا فرمانے کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت کی والذین آمنوا باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم۔

ترجمہ: جو لوگ خدا اور اس کے رسول پر ایمان لائے یہی لوگ اپنے پروردگار کے نزدیک صدیقوں اور شہیدوں کے درجے میں ہوں گے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز ہر آنکھ کی نیند اڑ گئی ہوگی سوائے ان تین آنکھوں کے۔ ایک وہ جو راہ خدا میں جاگی ہے۔ دوسری وہ آنکھ جو حرام کاموں پر نگاہ ڈالنے سے روکی گئی ہے۔ یا وہ آنکھ جو آدھی رات میں خوف الہٰی کی وجہ سے رو پڑی تھی۔

امام باقر علیہ السلام آیت کریمہ: رضوا بان یکونوا مع الخوالف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے یہ پسند کیا کہ وہ خوالف یعنی عورتوں کے ساتھ رہیں۔

زید ابن امام زین العابدینؑ نے کہا کہ لباس التقویٰ سے خدا کی راہ میں ہتھیار پوش ہونا مراد ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جس نے راہ خدا میں جہاد کیا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ رومیوں نے جب اس حصے پر حملہ کیا تھا جہاں حضرت لوط علیہ السلام رہتے تھے اور ان کو قید کر لیا تھا۔ جب اس کی خبر حضرت ابراہیمؑ کو ہوئی تو آپ تشریف لے گئے اور ان کے پنجوں سے حضرت لوط کو نجات دلائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے لشکر کا علم بنایا تھا۔

راہِ خدا میں گھوڑوں کو آراستہ کرنے کی ترغیب کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے مسلمانوں کفار کے مقابلے کے واسطے جہاں تک تم سے ہو سکے اپنے بازو کے زور سے اور بندھے ہوئے گھوڑوں سے لڑائی کا سامان مہیا کرو اس سے خدا کے دشمنوں اور اپنے دشمن پر دھاک بٹھا لوگے۔ امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ خدا کے پاس ایسے فرشتے ہیں جو گھوڑوں کے ان مالکوں پر درود بھیجتے ہیں جو ان کو خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے ساز و سامان سے آراستہ کرتے ہیں۔ امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو

شخص خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لیئے گھوڑے کی پرورش کرے گا۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے گا تو اس کی گھاس اس کا نقش قدم اور ہر وہ چیز جس پر اس کے پیر پڑے ہوں گے ان تمام کو بروز قیامت اس کے میزان میں بطور نیکیوں کے شمار کیا جائے گا۔

امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے رسول خدا صلعم نے ان سے فرمایا کہ اے علی خدا کی راہ میں جہاد کے لئے جن گھوڑوں کو باندھے رکھا جاتا ہے اور ان پر جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے۔ یہ وہی نفقہ ہے جس کے متعلق خدا نے اس آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ: الذین ینفقون اموالھم باللیل والنہار سرا و علانیۃ۔

ترجمہ: جو لوگ رات کو دن کو چھپا کے دکھا کے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دنیا میں جن گھوڑوں پر بیٹھ کر مجاہدین نے جہاد کیا ہوگا وہی گھوڑے ان کو جنت میں ملیں گے۔ آپ سے منقول ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میرا گھوڑا اس وقت ہنہنایا جب کہ حضرت جبرئیل میرے پاس کھڑے تھے جبرئیل مسکرائے میں نے ان سے پوچھا کہ اے جبرئیل مسکرانے کا کیا سبب ہے انہوں نے کہا کہ مجھ کو اس وقت مسکرانے سے کون سی چیز روک سکتی ہے جب کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ میدان جنگ میں مسلمانوں کے گھوڑوں کی آواز سے کفار کے دل دھڑک رہے ہیں اور ان کے اعضا لرز رہے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک مسلمان شخص گھوڑے پر بیٹھ کر رسول اکرم صلعم کے پاس ہو کر گزرا۔ اس نے آنحضرت صلعم کو سلام کیا تو اس کو رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ تم دونوں پر سلام ہو۔ میں نے عرض کیا کہ اے رسول خدا صلعم کیا وہ اکیلا نہ تھا آپ نے فرمایا کہ میں نے اس مسلمان پر اور اس کے گھوڑے دونوں پہ سلام بھیجا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلعم کا یہ ارشاد ہے کہ دنیا کا ہر کھیل کود باطل ہے سوائے تیراندازی اور اپنے گھوڑے کو سدھانا اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ ملاعبت کرنا یہ سب سنت ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خداصلعم نے فرمایا کہ گھوڑے کی چوٹی میں تاقیامت خیر و برکت باندھا گیا ہے اور گھوڑوں کے مالکان کو ان سے مدد ملتی ہے ان کے گردن کے بال گرمی کے سامان ہیں ان کی چوٹیاں حسن و جمال ہیں۔ ان کی دُم (مور چھل) جھاڑنے کا سامان ہیں ان میں سے کسی چیز کو بھی کاٹنے سے آپ نے منع فرمایا ہے اور آپ نے ان کو خصی کرنے سے بھی منع کیا ہے۔

رسول اکرم صلعم کا ارشاد ہے کہ گھوڑوں کی گردنوں میں ہار پہناؤ، اور ان کے گلوں میں تانت کے تار نہ باندھو۔ آپ نے گھوڑوں کے درمیان مسابقت کی رخصت دی ہے آپ نے گھوڑوں کے درمیان خود مسابقت کروائی ہے اور اس کے لئے کچھ اوقیہ چاندی مقرر کیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ سوائے ان تین چیزوں کے کسی اور چیز میں مسابقت جائز نہیں ہے۔

گھوڑوں کے درمیان، اونٹوں کے درمیان تیراندازی کے درمیان مسابقت کرنا جائز ہے۔

آدابِ سفر کا بیان

امام جعفر الصادقؑ علیہ السلام اور آپ کے پدر بزرگوار امام باقرؑ اور آپ کے آباء کرام اور رسول خداصلعم سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص سفر کے لئے نکلتا ہے اور اس نے اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے لئے دو رکعت نماز پڑھی ہے تو یہ کسی اور کو قائم مقام بنانے سے بہتر ہے۔ وہ نکلتے وقت جو نماز پڑھتا ہے وہ پڑھنے کے بعد یہ دعا کرے کہ اے پروردگار میں اپنی جان مال اہل و عیال دین و دنیا آخرت و امانت اور اپنا آخری عمل تیرے حوالے کرتا ہوں۔ اگر کوئی مومن ایسا کرے گا تو خدا اس کی ہر مراد کو پوری کرے گا۔

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار امام باقر رضوان اللہ علیہ

کے پاس آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص وداع ہونے کے لئے آیا تھا کیونکہ وہ سفر پر جارہا تھا۔ اس شخص سے آپ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار امام زین العابدینؑ جب کبھی اپنی جائداد کی دیکھ بھال کے لئے جانے کا ارادہ فرماتے تو آپ جس قدر ممکن ہوتا صدقہ کرتے اور اس سے آپ خدا سے اپنی سلامتی خریدتے آپ یہ اس وقت کرتے جب اپنا پیر رکاب میں رکھتے۔ اور جب سفر سے بخیریت لوٹ آتے تو خدا کا شکر ادا کرتے اور جو کچھ بنتا صدقہ کرتے۔ اتنا فرمانے کے بعد آپ نے اس شخص کو وداع کر دیا۔ اور وہ شخص سفر پر چلا تو گیا لیکن آپ کی نصیحت پر اس نے عمل نہ کیا۔ اور وہ راستے میں ہلاک ہو گیا۔ جب یہ خبر امام باقرؑ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص کو نصیحت تو کی گئی لیکن اے کاش اس نے نصیحت پر عمل بھی کیا ہوتا۔

ایک مرتبہ امیر المومنین علیہ السلام نے جب کسی سفر کا قصد فرمایا تو اپنے گھوڑے پر برابر بیٹھ جانے کے بعد یہ دعا پڑھی الحمد للّٰہ سبحان اللّٰہ الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون۔ اس کے بعد تین مرتبہ آپ سورہ فاتحہ پڑھا پھر تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ پھر یہ دعا پڑھی: سبحانک اللھم انی ظلمت نفسی فاغفرلی انہ لا یغفر الذنوب الا انت اس کے بعد آپ ہنسے جب آپ سے پوچھا گیا کہ اے امیر المومنینؑ آپ کے ہنسنے کا سبب کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول خدا کو اسی طرح نماز پڑھنے کے بعد ہنستے ہوئے دیکھا تھا۔ جب میں نے پوچھا کہ اے پیغمبر خداؐ آپ کے ہنسنے کا سبب کیا ہے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب بندہ خدا سے کہتا ہے کہ پروردگار تو مجھے معاف کر دے تو اس کو بندے کے اس قول پر تعجب ہوتا ہے کہ اس کا بندہ یہ جانتے ہوئے کہتا ہے کہ اس کے سوا کوئی اور اس کے گناہ کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ سفر کی سنت ہے کہ جب کچھ لوگ مل کر سفر کرتے ہوں تو ان کو اپنا اپنا سفر خرچ نکالنا چاہیے اور پھر اس کو اکٹھا کر کے ایک ساتھ خرچ کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے ہر ایک کو سہولت اور خوشی

حاصل ہو گی اور آپس میں صلح صفائی بھی رہے گی۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ مروتیں دو قسم کی ہیں۔ حضر کی مروت، اور سفر کی مروت۔ پس حضر کی مروت تلاوت قرآن اور مسجدوں میں نماز کے لئے حاضر ہونا اور نیکوں کی دوستی اور علم فقہ میں غور کرنا ہے اور سفر کی مروت زاد راہ خرچ کرنا ہے اور ان رفقاء سفر کے خلاف کچھ بھی نہ بولنا جو سفر سے جدا الگ ہو چکے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ غزوۂ تبوک کے موقع پر آنحضرت صلعم کو کچھ دور تک پہونچانے گئے تھے اور آپ غزوۂ تبوک میں اس لئے شریک نہ ہو سکے تھے کہ آنحضرت صلعم نے ان کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ اور جب آنحضرت صلعم غزوۂ تبوک سے واپس ہوئے تو آپ خود آنحضرت صلعم کے استقبال کے لئے نہیں گئے تھے۔

امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب آپ سفر پر تشریف لے جاتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے: اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ و اشھد ان محمدً عبدہ ورسولہ الحمد للّٰہ الذی ھدنا للاسلام وجعلنا من خیر امۃ اخرجت للناس سبحان الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین۔ اللھم انی اعوذ بک من وعثاء السفر وکآبۃ المنقلب وسوء المنظر فی الاھل والمال والولد اللھم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی الاھل والمستعان علی الامر اطو لنا البعید وسھل لنا الحزونۃ واکفنا المھم انک علی کل شئ قدیر۔

امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے بار برداری اور سواری کے جانوروں پر ان کی طاقت سے زیادہ سامان لادنے سے منع فرمایا ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ سواری اور بار برداری کے جانوروں کی پیٹھ کو کرسیاں نہ بناؤ کیونکہ سواری کے اکثر جانور بعض اوقات اپنے سوار سے زیادہ اچھے ہوتے ہیں۔ اور سوار سے کہیں زیادہ اللہ کے مطیع و فرمانبردار ہوتے ہیں۔ اور سوار سے کہیں زیادہ خدا کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک بار بردار جانور کو دیکھا

جس پر بہت زیادہ بوجھ لادا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس جانور کا مالک کہاں ہے۔ جب تلاش کیا گیا تو وہ نہ ملا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو یہ حکم سنا دو کہ وہ قیامت کے دن اس جانور کے ساتھ خصومت کے لئے تیار ہو جائے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جانوروں کے مالکوں پر اپنے جانوروں کے لئے یہ چھ باتیں فرض ہیں (۱) سوار جب اپنی سواری سے اُترے تو فوراً چارہ کھلائے۔ (۲) جب پانی کے پاس سے گزرے تو پانی پلائے (۳) اور جانوروں کو حق بات پر مارے (۴) اور طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادے (۵) اور طاقت سے زیادہ جانور کو نہ چلائے (۶) اور اس کے اوپر بلا ضرورت بیٹھا نہ رہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے جانوروں کو آگ سے داغنے کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر نشانی کے لئے داغا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن آپ نے جانوروں کے منہ پر داغنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے ایک شخص کو اپنے اونٹ پر لعنت بھیجتے ہوئے سنا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تو لوٹ جا اور ہمارے ساتھ ملعون اونٹ پر نہ چل۔ اور امیر المومنین علیہ السلام جانوروں کو گالیاں دینا ناپسند کرتے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس خدا کی جس نے محمد رسول اللہ صلعم کو نبی بنا کر مبعوث کیا ہے۔ اور رسول اکرم صلعم کے ذریعہ آپ کے اہل بیت کو عزت بخشی ہے۔ تم لوگ دنیا کی زندگی میں جن باتوں سے دوچار ہوئے ہو وہ سب قرآن حکیم میں موجود ہے۔ پس اس بارے میں آج جو شخص چاہے مجھ سے پوچھ سکتا ہے اس وقت ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا کہ اے امیر المومنینؑ میرا سواری کا جانور بڑا ہی اڑیل ہو گیا ہے میں اس سے بہت خوف زدہ رہا کرتا ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ اس کے داہنے کان میں اس آیت کو پڑھو: ولہ اسلم من فی السموٰت والارض طوعا و کرھا و الیہ یرجعون۔ چنانچہ اس نے جب اس پر عمل کیا تو اس کا جانور بالکل مطیع ہو گیا۔

امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے دشمنوں کی طرف قرآن لے کر سفر کرنے سے اس خوف سے منع فرمایا ہے کہ قرآن مشرکین کے ہاتھ میں نہ پہنچ جائے۔ اور آپ نے تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ تنہا شخص ایک شیطان ہے۔ اور دو شخص ہوں تو دو شیطان ہیں اور تین ہم سفر ہوں تو یہ ایک جماعت ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ وہ شخص جو جانور پر سوار ہے پیدل چلنے والے سے زیادہ حقدار ہے کہ وہ راستے کے بیچ سے چلے۔ اور ننگے پاؤں والا جوتا پہن کر چلنے والے سے زیادہ حقدار ہے کہ وہ راستے کے بیچ سے چلے۔

امیرالمومنین سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ آنحضرت صلعم کیساتھ ایک غزوہ میں تھے۔ جب لوگوں کے اژدھام سے راستہ تنگ ہوگیا تو آنحضرت صلعم نے ایک منادی کو اس بات کے اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جو شخص راستہ تنگ کرے گا اس کا جہاد مقبول نہ ہوگا۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نرمی کو پسند کرتا ہے اور اس راہ میں لوگوں کی مدد کرتا ہے پس جب تم ان گنگے جانوروں پر سواری کرو اور بے آب وگیاہ بنجر زمین سے تمہارا گذر ہو تو اس وقت تیز رفتاری کے ساتھ گذر جاؤ تاکہ تم اس زمین سے اس حالت میں نکل جاؤ کہ جانور قوی ہوں کمزور نہ ہوں۔ اور اگر سرسبز زمین پر گذر ہو تو وہاں منزلوں پر اتر جاؤ اور رات میں چلا کرو کیونکہ دن سے زیادہ رات میں منزلیں طے ہوتی ہیں۔ راستوں کے پشت کو اپنی منزل نہ بناؤ۔ کیونکہ وہاں درندے اور سانپ رہتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہم لوگ آنحضرت صلعم کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک تھے۔ سفر اتنا دراز ہوگیا کہ پیدل چلنے والے تھک کر چور ہو گئے پس وہ لوگ ایک دن صف بستہ ہوکر کھڑے ہو گئے۔ جب آپ کا وہاں سے گذر ہوا تو ان لوگوں نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے رسول خدا صلعم سفر بہت طویل ہوگیا ہے اور ہم کو بہت مشقتیں پہنچ چکی ہیں۔ اور اب ہم پیدل چلنے

سے عاجز اور پریشان ہو چکے ہیں۔ اس وقت آنحضرت صلعم نے ان کے حق میں دعاء خیر فرمائی۔ اور ان کو ثواب کی ترغیب دی اور ان سے فرمایا کہ تم لوگ جلدی جلدی قدم اٹھا کر چلو اس سے تمہاری اکثر تکالیف دفع ہو جائے گی۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس پر جب عمل کیا تو ان کی بہت سی تکالیف دور ہو گئیں۔

امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ امیر قوم کو سب سے سست رفتار گھوڑے پر سوار ہونا چاہئے تاکہ کمزور لوگ اس کے ہمرکاب ہو کر چل سکیں۔

امام حسین علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ میری امت کے لوگ جب کشتی میں سوار ہوتے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ والارض جمیعا قبضتہ یوم القیامۃ والسموات مطویات بیمینہ سبحانہ وتعالی عما یشرکون۔ بسم اللہ مجرٖھا ومرسھا ان ربی لغفور الرحیم پڑھتے ہیں تو غرق ہونے سے محفوظ رہتے ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کشتی میں سوار ہو تو بسم اللہ مجرٖھا ومرسھا ان ربی لغفور رحیم اور اس کے بعد اللھم بارک لنا فی مرکبنا واحسن سیرنا وعافنا من شر بحونا پڑھے۔

صاحبان امر کے حقوق اور ان کے فرائض کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔

ترجمہ: اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول (محمد مصطفیٰ صلعم) کی اور تم میں سے جو صاحبان امر ہیں ان کی اطاعت کرو۔ پس اس آیت کریمہ میں اولوالامر (صاحبان امر) سے وہ ائمہ طاہرین علیہم السلام مراد ہیں جن کے قبضے میں دین کے تمام امور ہوتے

ہیں اور وہ بھی صاحبان امر میں سے ہے جس کو ائمہ طاہرینؑ نے امیر مقرر فرمایا ہے بس اس کی اطاعت بھی انہیں کی اطاعت کی طرح اس وقت تک واجب ہے جب تک کہ وہ خود ائمہ طاہرین علیہم السلام کی اطاعت پر لازم ہو اگر وہ مقرر کیا ہوا امیر ائمہ طاہرین کا باغی اور عاصی ہو جائے تو اس کی بالکل اطاعت نہ کرنی چاہیے۔ اور اگر وہ ان لوگوں کو جن پر اس کو امیر مقرر کیا گیا ہے خدا کی کتاب قرآن پاک اور ائمہ طاہرین علیہ السلام کے حکم کیخلاف دعوت کرے تو ایسے داعی کی اطاعت واجب نہیں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے ایک مہم پر ایک لشکر روانہ کیا اور انصار میں سے ایک شخص کو لشکر کا امیر بنا دیا اور لوگوں کو اس کی اطاعت کا حکم فرمایا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ لشکر کے لوگوں پر غضبناک ہو گیا ان سے کہنے لگا کہ کیا رسول خدا صلعم نے تم لوگوں کو میری اطاعت کرنے کا حکم نہیں فرمایا؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ اس نے کہا کہ پس میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ جاؤ میرے لئے لکڑیاں جمع کرو۔ پس جب وہ لکڑیاں جمع کر چکے تو اس امیر نے کہا کہ اس میں آگ لگا دو انہوں نے اس میں آگ لگا دی پھر ان سے کہا کہ تم لوگ آگ میں کود جاؤ۔ انہوں نے اس کا ارادہ ہی کیا تھا کہ وہ باہم ایک دوسرے کو پکڑنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم لوگوں نے تو دوزخ کی آگ سے ہی بچنے کے لئے تو رسول خدا صلعم کا دامن پکڑا تھا چنانچہ وہ اسی گفتگو میں مصروف تھے کہ آگ ٹھنڈی ہو گئی اور امیر کا غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا۔ جب اس کی خبر رسول اکرم صلعم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ اس آگ میں کود جاتے تو تا قیامت اس سے باہر نہ نکلتے۔ اطاعت تو فقط نیکی کے کام میں واجب ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ مخلوق کے جس حکم کی اطاعت سے خالق کی نافرمانی ہوتی ہو تو ایسے حکم کی اطاعت نہ کرنا چاہیے۔

امیر قوم کو خود اپنے نفس کا جائزہ لینا چاہیئے

اس سلسلے میں جو واجبات ہیں اس کا بیان

اے وہ انسان جو بادشاہ بھی ہے مملوک بھی ہے یاد کر کہ تو پہلے کس حال میں تھا اور آج تو کیا ہو گیا ہے۔ اے شخص (امیر) تو اس چیز کو اپنے نفس کے لئے گرہ باندھ لے جو الگی ہے اور عہد ماضی کو عہد مستقبل کے لئے دلیل بنا اور سب سے پہلے تو خود اپنی جان کو نصیحت کر اور تو اپنے خاص خاص معاملات میں اور تجھ پر کیا کیا فرائض عائد ہوتے ہیں اور تیرے کیا کیا حقوق ہیں ان تمام پر غور و فکر۔ پس یاد رکھ کہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک بندے کو کیا اجر و ثواب ملیں گے اس کا پتہ بندے کے اپنے اعمال سے زیادہ کوئی اور چیز نہیں بتا سکتی ہے اور لوگوں کے دلوں میں اس کی کیا قدر و منزلت ہے اس کا بھی پتہ اسی کے آثار ہی بتلاتے ہیں۔ پس تو اپنے خاص خاص معاملات اور اپنے نفس کے بارے میں خدا کا خوف رکھ اور تجھ پر خداوند تعالیٰ نے جو فرائض عائد کئے ہیں اس سلسلے میں خدا کو نگراں سمجھ اور خاکساری کے ساتھ خدا کی عبادت کر کیونکہ اس نے تجھ کو بلند کیا ہے۔ اور اس لئے بھی کہ انکساری اور تواضع عبودیت کی خاصیت ہے اور کبر و غرور ربوبیت کی خصوصیت ہے۔ اور یاد رکھ کسی ایسے "مقام" کی طلب جو تیرا حق نہیں ہے۔ تجھے میانہ روی سے ہٹا نہ دے اور یاد رکھ کہ خدا کی وہ نعمتیں جو اس نے تجھ کو بخشی ہیں۔ کہیں وہ تجھ کو خدا کے حقوق کی تعظیم سے غافل اور آپے سے باہر نہ کر دیں۔ خداوند تعالیٰ کا حق تجھ پر عظمت کے اعتبار سے بے انتہا ہے۔ اور یاد رکھ یہ نہ سمجھنے لگنا کہ اس وقت پروردگار عالم نے تجھ کو جو عزت و کرامت بخشی ہے اس سے تم پر خدا کے حقوق و فرائض کچھ ساقط ہو گئے ہیں اور مزید برآں تم اس بات کے مستحق ہو گئے ہو کہ تم سے عبادت کے دشوار کام کا بوجھ اتار دیا جائے اور پھر تم شہوتوں اور خواہشات نفسانی کے دریا

میں غرق ہو جاؤ۔ پس تم یقین رکھو کہ اگر تم نے ایسا کیا تو تمہارے دل پر میل جم جائے گا اور جو اعمال ذکر کر چکا ہے ان کا انجام برا ہوگا۔ پس تو اپنی قدر و منزلت کو پہچان اور اپنے نتائج کو اچھی طرح سے یاد کر اور اپنے دل کو نتائج پر غور و فکر کا عادی بنا کیونکہ جو شخص جس چیز کی فکر میں لگا رہے گا وہ اس کو اکثر یاد کرے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اس میں خوب غور و فکر سے کام لو اور جو تمہارے شریک کار ہیں ان کی بابت بھی خوب غور و فکر کیا کرو اور یاد رکھو کہ تم غایت درجہ میں اپنے کسی زندہ شخص کی موت سے نکل جانے والے نہیں ہو کیونکہ قباحت کی گھڑی تمہارے پیچھے پیچھے آرہی ہے اور وہ چیز جس سے تم اپنے فرائض ادا کرتے ہو تم سے ذرا بھی تمہاری ان لذتوں کو قطع کرنے والی نہیں ہے جو تمہارے لئے حلال ہیں الا آنکہ تم میانہ روی کو چھوڑ کر ان بے نفع لغویات کی جانب مائل ہو جاؤ کہ جن سے تم کو صرف ضرر ہی پہنچنے والا ہے۔ اور تم اپنے سر پہ ایسا بوجھ اٹھا لو جس میں صرف تمہاری آنکھوں کو ہی حظ ملنے والا ہے اور اس کے پیچھے تمہارے سوا کسی اور کے لئے بھی کوئی فائدہ نہیں ہے۔

جب صورت حال یہ ہے تو تم کو چاہیئے کہ ایسی چیز کی تمنا اور خواہش کم کرو اور اس کے نتیجہ سے بے انتہا ڈرو۔

امیر لشکر کو ہدایت

اور عبرت دلانا ان لوگوں کے ذکر سے جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں

غور کر لے وہ انسان جو بادشاہ بنایا گیا ہے اور مملوک بھی ہے یاد کر کہاں ہیں تیرے آباء و اجداد اور کہاں ہیں وہ بادشاہ اور ان کے شہزادے جو تمہارے دشمنوں میں سے تھے اور جب سے یہ دنیا وجود میں آئی ہے اس وقت سے اس کو کھاتے رہے ہیں پس تو بھی وہی کھاتا ہے جس کی طرف وہ اشارہ کر گئے ہیں اور تو بھی وہی نظام چلاتا ہے جو وہ

چلا کر گئے اور بھلا سوچ تو کہ کہاں ہیں وہ خزانے جن کو انہوں نے جمع کیا تھا اور کہاں ہیں ان کے وہ اجسام جن کو وہ بڑی راحت پہنچاتے تھے اور کہاں ہیں ان کے وہ شہزادے جن کو وہ عزت و کرامت دیتے تھے کیا تم کو اس وقت ان کی برائے نام بھی کوئی نسل نظر آتی ہے اور ان میں سے کوئی گمنام شخص موجود ہے۔ پس خدا کے جن احسانات کی امید کرتے تھے اگر اس نے تم پر کچھ احسان کئے ہیں تو ان کو یاد کرو اور نصیب پر ہرگز تمہاری نفسانیت غالب نہ ہونے پائے اور یاد رکھنا تمہارے اپنے شہزادوں پر نرمی اور شفقت کہیں تم کو ان کے لئے مال و دولت جمع کرنے پر آمادہ نہ کر دے اور وہ مال و دولت خدا کے اس فیصلے کے درمیان حائل ہو جائے جو اس نے ان کے خلاف فیصلہ کیا ہے۔ اور اس فیصلے کو نافذ کرنے کا ارادہ بھی کر چکا ہے اگر تم نے ایسا کیا تو تم اپنی جان کو دوسروں کے معاملات میں پڑ کر ہلاک کرو گے اور تم اپنی جان کو اس شخص کو عیش و آرام پہنچانے کے لئے مشقت میں ڈالو گے جو تمہارا کچھ بھی خیال نہیں کرتا اور نہ تمہارے دکھ درد کا اس کو احساس ہے اور تم موت اور اس کی اچانک آنے والی مصیبت کو یاد کرو اور تم موت کے جلد نازل ہونے سے اپنے کو محفوظ نہ سمجھو اور دنیا کے زوال کو خوب یاد کرو اور انقلاب زمانہ کو یاد کرو اور تم نے اپنے ساتھ اور دوسروں کے ساتھ دنیا کے بدلتے ہوئے رنگ کو جو دیکھا ہے اس کو یاد کرو۔

اس میں شک نہیں کہ تم عامۃ الناس میں سے بالکل نئے

پس تم بادشاہوں کے کبر و غرور اور حدود سلطنت میں ان کے جبر و تشدد اور اپنی رعایا پر ان کے گھمنڈ کو عیب سمجھتے تھے اور تم سطوت کی طرف بادشاہوں کے دوڑ کر جانے کو اور ان کے مالک سزاؤں کو اور درگذر اور رحم و کرم کی راہ چھوڑ دینے کو اور ان کے مالک بننے اور غلبہ پانے کی بری راہ کو اور ماتحتوں کے ساتھ ظلم و جور سے پیش آنے کو اور اپنے انجام کے بارے میں کم غور و فکر کرنے کو ان کی موت سے طویل غفلت کو اور شہوتوں میں خوب رغبت رکھنے کو اور نیکیوں کو کم یاد رکھنے کو اور اللہ تعالیٰ کے انتقام کی بابت کم غور و فکر کرنے کو اور عبرتوں سے کم فائدہ اٹھانے کو اور

تغیرات کے لئے ان کے امن و چین میں عرصہ تک رہنے کو اور ان کے سروں پر گذرتے ہوئے حالات سے کم نصیحت پکڑنے کو اور ان کے صرف وصول کرتے ہی رہنے کی خواہش اور جو دوسروں کو دینا واجب ہے اس کو کم دینے کی خواہش کو اور کمزوروں پر عرصہ دراز تک سختیاں کرنے کو اور ان کی یہ خواہش کہ دوسرے ایثار کرتے رہیں اور وہ خود نذرانے لیں اور اصرار پر لازم رہیں اور جس کام کے لئے وہ پیدا کئے گئے ہیں اس سے ان کے غافل رہنے کو اور جو کچھ عمل کر چکے ہیں اس کو معمولی سمجھنے کو اور جو فرائض ان پر عائد کئے گئے تھے ان کو ضائع کر دینے کو تم بادشاہوں کا عیب سمجھتے تھے۔ کیا بادشاہوں کے خلاف تمہاری یہ سب عیب جوئی بر بنائے نصیحت تھی اور تم ان کے ان تمام افعال کو قبیح سمجھتے تھے؟ یا ان کے عیش و آرام کو دیکھ کر تم ان سے رشک حسد کی وجہ سے عیب نکالتے تھے پس اگر تم نے بر بنائے نصیحت ان کے اعمال و افعال کو عیب سمجھا تھا تو آج تم خود اس بات کے زیادہ مستحق ہو کہ اپنی جان کو نصیحت کرو اور اگر رشک و حسد کی وجہ سے تم بادشاہوں کی عیب جوئی کرتے تھے تو تمہیں بتاؤ کہ کیا تمہارے پاس خدا کی قدرت و سطوت سے بچنے کے لئے کوئی امان کا سامان ہے یا تمہارے پاس خدا کے عذاب سے بچنے کا کوئی اور ذریعہ ہے یا پھر تم خدا کی نعمتوں کی وجہ سے اب اس کی رضا جوئی سے مستغنی اور بے نیاز ہو چکے ہو۔

یا خداوند تعالیٰ نے تم کو جس کرامت اور عزت سے نوازا ہے اس کی وجہ سے تم خدا کی ناراضگی میں اضافہ کرنے پر اور اس کی نافرمانی پر مصر رہنے کے لئے طاقتور بن گئے ہو یا پھر تمہارے لئے بھاگ کر جانے کی کوئی ایسی جگہ ہے جہاں تم خدا کے عذاب سے محفوظ ہو گئے۔ یا اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی اور پروردگار ہے جس کے پاس تم جا کر پناہ حاصل کرو گے یا تم کو خدا کے عذاب پر صبر کرنے کی قوت حاصل ہے یا دنیا کے گھیروں میں سے تم کو کسی ایسے گھیرے کی امید ہے جو تم کو خدا کی قدرت سے باہر نکال کر کسی اور کی قدرت کے سپرد کر دے پس تم اپنی جان کے لئے ان تمام امور میں اچھی طرح سے غور و فکر کرو اور اس میں اپنی عقل اور قوت فکر کام میں لاؤ اور

اس بات کو اپنے دل کے سامنے بار بار لاؤ اور تم اچھی طرح سے جان لو کہ جیسے تم دوسروں کے حال پر نظر رکھتے ہو ویسے ہی لوگ تمہارے حال پر بھی نظر رکھتے ہیں اور جس طرح سے تم دوسروں کے متعلق بولتے ہو ویسے ہی وہ تمہارے متعلق بھی کہتے ہیں ذرا دیکھو تو کہاں ہیں بادشاہ؟ اور کہاں ہیں جمع کئے ہوئے وہ ساز و سامان جن کی بدولت ان میں عیب نکالے گئے تھے اور ان کے بارے میں چہ میگوئیاں کی گئی تھیں؟ ذرا سوچو تو کہ وہ اپنے ساز و سامان میں سے اپنے ساتھ کیا کیا لے گئے اور اپنے بعد آنے والوں کے لئے کیا کیا چھوڑ گئے؟ تم اپنے حال اور اپنے ہم شکل گذشتہ لوگوں کے حال پر غور کرو اور تم نے اور ان لوگوں نے جو کچھ جمع کیا تھا اس پر بھی غور کرو کیا ان میں سے کوئی بھی اپنا وہ خزانہ باقی رکھ سکا جب اس کو چھین لینے کا خدا نے ارادہ کر لیا تھا اور کیا تم جب بے خزانہ تھے تو خدا نے جب اس بادشاہت کو تمہارے حوالے کرنے کا ارادہ کیا تو کسی آزار میں مبتلا ہو گئے؟ پس تم یہ نہ سمجھو کہ یہ خزانے تم کو فائدہ دیں گے۔ ان خزانوں پر آج بھی بھروسہ نہ کرو اور کل کے لئے ان سے کسی نفع کی امید نہ رکھو بلکہ تم دوسری تمام اشیاء سے زیادہ ان خزانوں سے ڈرو اور اپنے نزدیک ان کے انجام کو بہت زیادہ وحشتناک تصور کرو۔ تم نفع اور فائدہ کے اعتبار سے اعمال صالحہ کو اپنے نزدیک زیادہ محبوب اور زیادہ قابل وثوق خزانہ سمجھو اور عمدہ آثار کو گرہ باندھ لو بس بلا شبہ اگر تم نیک اعمال میں اپنی نفسانیت کو کام میں لاؤ گے اور دوسری باتوں سے اپنی نفسانی خواہش کا رخ موڑ دو گے تو تمہارا رنج و غم کم ہو جائے گا اور پھر تم عیش و آرام کے ساتھ بے فکر خوشگوار زندگی گذارو گے اور مال و دولت جمع کرنے والے جتنا اپنے ذخیرے سے خوش ہوتے ہیں اس سے کہیں زیادہ تم اپنے نیک اعمال اور زہد و تقویٰ کو افضل ترین باعث مسرت اور آنکھوں کی ٹھنڈک سمجھو اور یاد رکھو تم ذخیرہ اندوزی اور خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرو اور تم حرام مال و دولت کو بہت زیادہ جمع کر کے اسے قوت نہ سمجھو اور ناحق بخششوں کی تقسیم کو سخاوت نہ سمجھو۔ کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کو مٹا دیں گے البتہ قوت اور سخاوت تو یہ ہے کہ تم اپنی نفسانی خواہش پر قابو رکھو

اور تمہارے لئے جو کچھ حلال ہے اس کو لینے میں بخل سے کام لو اور تم پر جو واجب ہے اس کی سخاوت کرو اس راہ میں اپنے علم سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنے غیروں کے جو حالات تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں ان سے عبرت اور نصیحت پکڑو اور ہر امر کو نافذ کرتے وقت اس عامل کی طرح اپنے نفس کے ساتھ خصومت کرو جو حق کے لئے جادو جہد کرتا ہے اور اللہ کے لئے اور لوگوں کے لئے انصاف کرتے وقت اپنی جان کے ساتھ مروت اور کوئی لحاظ نہیں کرتا ۔ اور جہاں کوئی جائے عذر نہ ہو وہاں خواہ مخواہ اپنی جان کے لئے کوئی عذر تلاش نہیں کرتا ۔ اور ہلاکت کے جال میں پھنسنے کے لئے اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہیں کرتا اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نفسانیت کا فوری نتیجہ بڑا لذیذ ہوتا ہے مگر بعد میں اس کا انجام خطرناک اور تکلیف دہ ہوتا ہے۔

صاحبان امر کو اپنی رعایا کے ساتھ اور اپنی جانوں کیساتھ عدل و انصاف سے پیش آنے کا حکم اور اس کا بیان

اپنی رعیت کے ساتھ اپنے دل کو رحمت و محبت اور حسن سلوک سے پیش آنے کا شعور دلاؤ ان کے ساتھ درندوں جیسا سلوک نہ کرو اور اپنی رعایا کی چھوٹی چھوٹی لغزشوں کو غنیمت سمجھو کیونکہ یہ لوگ نسبتاً تمہارے بھائی ہیں اور مخلوق ہونے کے اعتبار سے تمہارے ہم شکل ہیں رعایا سے بے شمار لغزشیں ہوتی ہیں اور اسباب و علل بھی اتنے ہی ان کے سامنے آتے ہیں اور قصد و ارادہ اور خطا میں ان کے ہاتھ چل پڑتے ہیں پس تم ان کو اسی طرح معاف کردو جیسے کہ تم یہ چاہتے ہو کہ جو ذات تمہارے اور تمہاری رعایا کے سر پر ہے وہ تم کو معاف کردے اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ تم کو آزمایا ہے اور تم کو ان کے امور کا مالک بنایا ہے اور خدا نے تم کو عدل و محبت اور درگذر

کی جو معرفت عطا کی ہے نہ تم پر خدا کی حجت کے طور پر ہے۔ پس تم ہرگز ہرگز خدا کی محبت کو ترک کرنے کے مستحق نہیں ہو اور تم ہرگز خدا سے جنگ کرنے کے لئے اپنے نفس کو سامنے نہ لاؤ کیونکہ خدائی انتقام سے بچنے کے لئے تمہارے پاس چارۂ کار نہیں ہے اور خدا کی رحمت اور بخشش سے تم بے نیاز کبھی نہیں ہو اور یاد رکھو تم کسی کو سزا دینے میں ہرگز عجلت سے کام نہ لینا اور اچانک پیش آنے والے حادثہ میں اگر کنارہ کشی کا راستہ ہو تو اس میں جلد بازی سے کام نہ لو اور خبردار تم ہرگز یہ نہ کہتے پھرنا کہ میں امیر اولی امر ہوں مجھے اس بات کا اختیار ہے کہ میں جو چاہوں سو کروں اگر تم نے ایسا کہا تو اس سے بڑی تیز رفتاری کے ساتھ تمہارا عمل ٹوٹ کر گر جائے گا اور جب تم اپنی خوشحالی پر ناز کرنے لگو اور اچانک تم کو عظمت و بزرگی حاصل ہو گئی ہو اور اس کی وجہ سے تمہارے اندر اتنا گھمنڈ پیدا ہو گیا ہو کہ تم اترانے لگے ہو اور تم اس عظمت کی بدولت اپنے ماتحت لوگوں پر اور قادر بن گئے ہو تو اس وقت تم پر خدا کی جو قدرت ہے اس کی عظمت کو یاد کرو اور تم موت اور موت کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے اس میں غور و فکر کرو کیونکہ جب تم اس پر غور کرو گے تو تمہارا فخر و غرور کم ہو جائے گا اور اپنے اترانے سے باز آجاؤ گے اور تم اپنے نفس میں جن باتوں کو بزرگی اور عظمت کا موجب سمجھ بیٹھے ہو وہ تمہاری آنکھوں میں حقیر اور معمولی ہو جائیں گی اور خبردار تم کبھی بھی خدا کی عظمت و جبروت میں مقابلہ اور برابری کا تصور کبھی نہ کرنا اور خدا کے ملک میں اس کے ساتھ دھوکہ بازی نہ کرنا کیونکہ خداوند تعالیٰ ہر جبر کرنیوالے کو ذلیل اور دھوکہ باز کو حقیر بنانے والا ہے۔ تم اپنی جان اور اپنے اہل و عیال اور اپنے خواص کی طرف سے بھی رعایت کے لوگوں کے ساتھ انصاف کرو اگر تم نے انصاف نہ کیا تو تم ظلم کرو گے اور جو شخص اللہ کے بندوں پر ظلم کرے گا تو خدا اپنے بندوں کی طرف سے خود اس کے مقابل میں خصومت کے لئے کھڑا ہوگا۔ اور جس کے ساتھ خصومت کرنے والا خود اللہ تعالیٰ ہو تو یہ خدا کے ساتھ جنگ کرنا ہوگا۔ یہاں تک کہ خدا اس کو پسپا کر دے گا ظلم کرنے پر اصرار کرنے سے بڑھ کر خدا کی نعمتوں میں

تبدیل کرنے والی اور اس کے انتقام کو جلد بلانے والی کوئی اور دوسری چیز نہیں ہے کیونکہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مظلوم کی فریاد کو سنتا ہے اور خداوند تعالیٰ ظلم کرنے والوں کا دشمن ہے۔ اور جس کا دشمن خدا ہوگا وہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ ہلاک ہونے والا ہے اور میزان حق میں معاملات کا درمیانی حصہ تم کو زیادہ پسندیدہ ہونا چاہیے اور بیچ کا یہ راستہ خدا کی اطاعت اور عوام کی خوشی کا نہایت ہی جامع راستہ ہے۔ اور رعایا میں سے ایک فرد بھی رضا جوئی میں والی پر زیادہ بار گراں نہیں ہے اور نہ کوئی آزمائش کے وقت مدد میں زیادہ کمی کرنے والا ہے اور نہ ان میں کوئی اصرار کے ساتھ مانگنے والا ہے۔ اور نہ اس کے ساتھ جب دیا جائے تو کوئی کم شکر ادا کرنے والا ہے اور نہ تاخیر کے وقت کوئی عذر خواہ ہے۔ اور نہ رعایا میں کوئی مصائب کے وقت خواص سے کم صبر کرنے والا ہے۔ اور یاد رکھو کہ ولی الامر کے تمام امور کا شیرازہ اور بادشاہ کا دست و بازو اور دشمنوں کے لئے غیظ و غضب اس کی عام رعایا ہی ہے اور جب رعایا تمہارے دوسروں کو چھوڑ کر تمہاری اطاعت پر لازم رہے اس وقت تک تمہارا میلان ان کی طرف رہنا چاہیے اور رعایا میں سے جو شخص تمہارے نزدیک لوگوں کے عیوب کو زیادہ بیان کرنے والا ہو اس سے تم زیادہ بغض رکھو کیونکہ لوگوں میں جو عیوب نامعلوم تھے ان کو کشف کرنے سے اظہار نفرت کے زیادہ حقدار تھے کیونکہ جو معاملہ تمہارے سامنے ظاہر ہو صرف اسی کے بارے میں تم پر حکم جاری کرنا واجب ہے اور جو تم سے پوشیدہ ہے اس کا فیصلہ تو اللہ پر چھوڑ دو اور تم جو چیز اپنی جان کے لئے ناپسند کرتے ہو اس کو دوسروں کے لئے بھی ناپسند کرو اور تم سے جہاں تک ہو سکے پردہ پوشی کرو تو خدا تمہاری اس چیز پر پردہ ڈالے گا جس کو تم چھپانا چاہتے ہو لوگوں سے کینہ رکھنے کی ہر گرہ کو کھول دو اور تم رعایا سے کینہ کے ہر اسباب کو قطع نظر کر دو اور ہرگز تم شک و شبہ میں مبتلا نہ ہوا کرو اور کسی چغل خور کی بات خواہ ناصحانہ کیوں نہ ہو ماننے میں جلد بازی سے کام نہ لو کیونکہ ایسا شخص دھوکہ باز اور فریبی ہوتا ہے اور نہ تم اپنے مشورہ میں کسی

بخیل اور کنجوس کو شامل کرنا جو غایت درجہ فضل و کرم میں کوتاہ ہے اور نہ کسی حریص اور لالچی کو اپنے مشورہ میں شامل کرو کیونکہ وہ تم کو محتاج بنا دے گا اور حرص و آز کو تمہارے سامنے مزین کر کے پیش کرے گا اور نہ کسی بزدل کو مشورہ میں شامل کرو کیونکہ وہ امور کو تم پر تنگ کر دے گا۔ اور یاد رکھو کہ کنجوسی، بزدلی، اور حرص و لالچ ان تمام کی خاصیت ایک ہی ہے اور یہ سب خاصیت خدا سے بدگمانی کرنے کے سبب جمع ہوتی ہیں اور تم اچھی طرح سے جان لو کہ تمہارے معاملات میں بدترین دخل کرنے والا اور بدترین وزیر وہ ہے جو شریروں کا دخیل اور وزیر ہے اور ان کے گناہوں میں برابر کا شریک ہے اور وہ ان کے لئے ہر مقام میں کھڑا رہا ہے پس ایسے لوگوں کو تم ہرگز اپنے معاملات میں دخیل نہ بناؤ اور ان کو اس طرح اپنی حکومت میں شریک نہ کرو جس طرح سے کہ وہ تمہارے اغیار کی حکومت میں شریک ہوئے ہیں اور وہ لوگ تمہارے حضور میں جو کچھ بھی حاضر کریں اس پر تم ہرگز لبھانہ جانا کیونکہ یہ لوگ ظالموں کے بھائی اور گنہگاروں کے مددگار ہیں اور وہ طمع کے بھیڑیئے ہیں حالانکہ معرفت میں ان سے بڑھ چڑھکر ان کی جانشینی کرنے والے لوگ تم کو ملتے ہیں اور ان کی نصیحت سے بلند ترین لوگ موجود ہیں جنہوں نے معاملات کی اچھی طرح چھان بین کی ہے اور امور کے برائیوں کو پہچان لیا ہے اور جو واقعات اس کے سر سے گزر چکے ہیں ان کو اس نے اہمیت دی ہے۔ ایسا شخص تمہارے لئے بہت کم تکلیف دہ ہوگا۔ اور عمدہ ترین مددگار ثابت ہوگا اور تم پر سخت مہربان ہوگا اور تمہارے اغیار سے کم دوستی اور محبت رکھنے والا ہوگا وہ ان لوگوں میں سے ہے جو ظالموں کے ظلم پر نہ اور نہ گنہگاروں کے گناہ میں کوئی تعاون کرتے ہیں پس تم ایسے ہی لوگوں کو اپنا خواص مقرر کرو اور ان کو اپنی خلوتوں میں لے کر بیٹھو اور وہ بھرے دربار میں بھی تمہارے پاس حاضر ہوں اور ان میں سے بھی جو سب سے زیادہ حق بات کہتا ہو اور تمہاری رعایا کے ساتھ انصاف کرتے وقت زیادہ احتیاط سے کام لیتا ہو اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھو اور جو بات تم کو ناپسند ہو اس کے ذکر سے تمہارے ساتھ سب سے کم مناظرہ

کرتا ہو اور تم اہل زہد و تقویٰ اور اہل صدق و صفا اور صاحبان عقل و تمیز اور صاحبان حسب سے چپٹے رہو اور تمہارے قتل پر تمہارے وزیروں اور تمہارے اہل و عیال میں سے جو اتراتا ہو یا تم نے جو کیا ہی نہیں ہے اس کو تمہارے سامنے آراستہ کر کے پیش کرتا ہو تو تم ان سب سے بغض رکھو۔ اور تم نے اگر کوئی کارنمایاں انجام دیا ہے تو اس کو افشار کرنے سے لوگوں کو خاموش رکھو کیونکہ بہت زیادہ اترانے سے طبیعت میں گھمنڈ پیدا ہو جاتا ہے اور گھمنڈ عزت سے ذلت میں گرا دیتا ہے۔ اور اکثر اقوال جس میں کذب شامل ہو وہ سلطان کے تزکیہ کا باعث ہے کیونکہ اس میں حق کی حدوں پر قائم نہیں رہا جا سکتا ہے سوائے اس کے کہ افراط کی طرف قدم اٹھ جائیں اور نیکوکار اور بدکار دونوں کو ایک ہی درجہ میں نہ رکھو کہ جس میں دونوں برابر ہوں۔ کیونکہ اس سے نیکوکار نیک کام کرنے سے رک کے رہیں گے۔ اور بدکار لوگ اپنی بدکاری کے اور عادی بن جائیں گے۔ اور تم اسے اچھی طرح سے جان لو کہ رعایا کا ولی امر کے ساتھ حسن ظن کا موجب ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہے۔

ولی امر رعایا کے سروں سے تکلیفوں کو دور کر دے اور ان سے کم نفرت رکھے تو رعایا اس کے ساتھ حسن ظن رکھتی ہے جب تم ایسا کرو گے تو اس سے تمہارے دل میں رعایا کے لئے حسن ظن پیدا ہو گا۔ اور جب تم اپنی رعایا کے ساتھ حسن ظن رکھو گے تو اس سے تمہارے بہت سے انکار دور ہو جائیں گے اور اہل خیر میں سے تمہارے حسن ظن کا وہی شخص زیادہ حقدار ہے جس کو تمہاری آزمائش پسند آئی ہے اور تمہارے سوئے ظن کا وہ شخص زیادہ حقدار ہے جس کو تمہاری آزمائش بری معلوم ہوئی ہے پس تم اس معاملے کی اچھی طرح پہچان کر لو اور خبردار ایسی سنت جس پر تمہارے پہلے صالحین نے عمل کیا تھا اور جس پر محبتیں جمع ہوئی ہیں۔ اور عام عام لوگوں کا حال بہتر ہوا تھا پس ایسی سنت کو تم ہرگز قطع نہ کرنا اور نہ تم کوئی ایسی سنت جاری کرنا کہ جس سے عہد ماضی کی سنت عدد انصاف کو ضرر پہنچے

اور اس کو توا جملے گا مگر تم پر اس سنت عدل کو توڑنے کی وجہ سے گناہ عائد ہو اور تم علماء کی صحبت میں بیٹھ کر خوب علم سیکھو اور حکماء کے ساتھ عدل و انصاف کی سنتوں کو برقرار رکھنے میں مناظرہ کرو اور اس کو اس صورت میں قائم رکھنے پر بحث و مباحثہ کرو جس سے لوگوں کا حال درست ہو سکے کیونکہ اس سے حق کو زندگی ملے گی اور باطل کو موت جس کی دلیل کے لئے لوگوں کے احوال کی درستگی کافی ہے۔ کیونکہ "سنت صالحہ" ان اسباب حق میں سے ایک سبب ہے جس سے سنت کی معرفت ہوتی ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ نیک سنت پر چلنے والے خدا کی اطاعت کی راہ پر ہیں۔

لوگوں کے طبقات کی معرفت

تم اچھی طرح سے جان لو کہ لوگوں کے پانچ طبقے ہیں ان میں سے ہر ایک کی درستگی ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہے۔ پس ان میں سے فوجیں ہیں اور ان میں سے حاکم کے مددگار قضاۃ، عمال، اور محرر وغیرہ ہیں اور زمینداروں میں سے اہل خراج وغیرہ اور ان میں سے تجارت پیشہ، اور کاریگر وغیرہ ہیں اور ان میں سے نچلے طبقے کے لوگ جو ضرورتمند اور محتاج ہیں پس فوجیں خدا کے حکم سے رعایا کی حفاظت کرتی ہیں اور ان سے بادشاہ کی زینت اور اسلام کا وقار ہے اور ملک میں امن و حفاظت کا موجب ہیں اور فوجوں کا دارو مدار خراج، اور مال غنیمت پر ہے جس سے وہ اپنے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنے پر قادر ہوتے ہیں وہ اسی پر اپنی حالت کی درستگی کا اعتماد کرتے ہیں اور لشکر کے اہل و عیال کی خوراک کا بھی اسی پر مدار ہے اور فوجوں اور اہل خراج کا بھی دارو مدار قاضیوں، عاملوں اور محرروں پر ہے کیونکہ یہی لوگ ان کے تمام کام کاج

انجام دیتے ہیں کہ اور ان کے منافع کو جمع کرتے ہیں اور اپنے خواص اور عوام سے اس سلسلے میں محفوظ رہتے ہیں اور ان تمام کا دار و مدار تاجروں اور کاریگروں پہ ہے کیونکہ انہیں کی صنعتوں سے وہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور انہیں کی وجہ سے ان کے بازار لگتے ہیں اور ان کو اپنے ہاتھوں سے بنانے کی ضرورت نہیں پڑتی اور نچلے طبقہ کے محتاج اور پریشان حال لوگ تمام لوگوں کی طرف محتاج ہیں اور خدا کی ذات ہی یہ سب کے لئے واسع ہے اور ہر ایک کے لئے امیر پر استحقاق کے مطابق حق ہے اس کے حق سے امیر کو اس وقت تک نجات نہیں ہے جب تک کہ وہ محتاج کے حق کا بندوبست نہ کر دے اور خدا سے اس کے لئے مدد طلب کرے اور خواہ اس کی نفسانی خواہش مخالف ہو یا موافق اپنے نفس کو حق کی ادائے گی پر آمادہ رکھے۔

افواج کے کن کن معاملات میں والی کو دھیان دینا چاہیئے اس کا بیان

تمہارے نزدیک جو شخص بڑا بردبار ہو اس کو اپنے لشکر کا قائد اور والی مقرر کرو اور وہ علم اور عمدہ سیاست اور اچھے اخلاق کا بھی مالک ہو دیر میں غصہ ہوتا ہو اور عذر جلد قبول کرتا ہو کمزور پہ رحم کرتا ہو اور طاقتور کے ساتھ اصرار سے کام لیتا ہو اس کو سختی کرنا ذرا بھی اچھا نہ لگتا ہو اور کمزوری کی وجہ سے فرض کے انجام دینے سے نہ رکتا ہو اور تم صاحبان فقہ اور اہل دین اور نیکو کاروں کی صحبت میں رہو اور پھر ان میں سے جو اہل شجاعت ہیں ان سے تعلق رکھو کیونکہ ان پہ لطف و کرم کا مدار ہے اور یہ اہل شجاعت عزت و وقار کی ایک شاخ ہیں اور وہ خدا کے ساتھ حسن ظن اور ایمان کی دلیل ہیں اس کے علاوہ تم افواج کے امور

کی اسی طرح چھان بین کرو جیسے ایک باپ اپنے بیٹے کے معاملات کی چھان بین کرتا ہے اگر تم ان کو کسی چیز سے نوازو تو تم اس کو اپنے دل میں ہرگز عظیم نہ سمجھنا اور نہ تم جس لطف سے ان کے ساتھ پیش آؤ اس کو حقیر سمجھنا اس لئے کہ تم ان کے ساتھ جو بھی حسن سلوک کرو گے خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو وہ ان کے ہمراہ رہے گا اور دیکھو ان کے صرف موٹے موٹے امور میں اپنی نگاہ کے بھروسے پر ان کے باریک امور کی چھان بین کو ترک نہ کر دینا کیونکہ نازک جگہ پر بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اور موٹے موٹے معاملات تو ایسے ہیں کہ ان کو کئے بغیر چھٹکارا ہی نہیں ملتا ہے اور تمہارے نزدیک بحایا سے زیادہ قابل توجہ افواج ہونی چاہیے اور تمہارے نزدیک کا مرتبہ بھی افضل ہونا چاہیے ان کے ساتھ پورا پورا تعاون کرو اور تم ان کو اور ان کے اہل و عیال کو اتنا وافر سرمایہ دو بدو کہ جس سے وہ تمام افکار سے بے نیاز ہو کر تمہارے دشمنوں سے پورے خلوص کے ساتھ جہاد کریں اور تم ان کو اکثر اس بات کا احساس دلاتے رہو کہ ان کی عزت و کرامت اور ان کے امور کی نگرانی کا کام تمہارے دل میں جاگزیں ہے اور تم اس بات کو عملاً ثابت کر دو اور بڑے لطف و مہربانی کے ساتھ ان کے دلوں کو اپنی طرف مائل کر لو کیونکہ والیوں اور حاکموں کی آنکھیں اس وقت ٹھنڈی ہوتی ہیں جبکہ شہروں میں ہر طرف امن و امان کا ڈنکا بجتا ہے اور افواج کی محبت کا ظہور ہوتا ہے جب وہ اس حال میں ہوں گے تو ان کے سینے سلامت ہوں گے اور ان کی نگاہیں درست ہوں گی اور امراء پر ان کا گھیرا سخت ہوگا اور تم اپنی افواج کو خاص طور پر صرف اموال غنیمت کے حوالہ نہ کر دو بلکہ ہر مال غنیمت کے وقت تم بھی ان کو اپنی طرف سے عطیہ دو کہ جس سے ان کو شوق پیدا ہو اور وہ اس کے مانند دوسرا عطیہ حاصل کرنے کے لئے جد وجہد کریں اللہ کی قوت اور نصرت کے سوا کسی اور کی قدرت و طاقت نہیں ہے اور ان میں سے جو اہل شجاعت ہوں ان کو انعامات سے نوازو اور تم ان کی تعریف کرے اور ایک ایک شخص کی بابت تحقیق کر کے اور میدان جہاد میں اس نے

جو کارنامہ انجام دیا ہے اس کی معلومات فراہم کر کے ان کی گہرائیوں میں جو صورتیں پوشیدہ ہیں ان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کے لئے مدد کرو کیونکہ اس سے بہادروں کو اور دوسروں کو شوق پیدا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے اوپر اپنے ان جاسوسوں کو بطور نگراں مقرر کر دو جو امانت دار اور سچے ہوں وہ معرکہ کے وقت ان کے پاس حاضر ہوں اور جو بھی وہ کارنامہ انجام دیں اس کو قلمبند کر لیں تاکہ تمہیں ایسا محسوس ہو کہ گویا تم اس موقع پر خود حاضر تھے اور پھر ان میں سے ہر ایک نے جو کارنامہ انجام دیا ہے اس سے واقف کراؤ اور کسی کے کارنامے کو دوسرے کا کارنامہ ہرگز نہ قرار دینا اور نہ اس میں سے کچھ کمی کرنا اور جس نے جیسا کارنامہ انجام دیا ہو اسی کے مطابق اس کو بدلہ دو اور اس کو ایک سند لکھ دو کہ تاکہ اس سے اس کی حوصلہ افزائی ہو اور تمہارے پاس اس کے متعلق جو خبریں پہنچی ہوں اس سے واقف کرو۔ اور تم کسی اعلیٰ درجہ کے آدمی کے معمولی کارنامے کو ہرگز بڑھا کر نہ پیش کرنا اور نہ کسی معمولی آدمی کے بڑے کارنامے کو ہلکا سمجھنا اور اگر ان میں سے کسی کو کوئی عارضہ پیش آجائے یا کسی سے کوئی بدخلقی ظاہر ہو جائے اور اس سے پہلے وہ عمدہ کارنامے انجام دے چکا ہے تو تم اس کو اپنے لئے ہرگز فاسد اور برا مت خیال کرنا کیونکہ عزت تو خدا کے ہاتھ ہے جب چاہتا ہے دیتا ہے اور جب چاہتا ہے واپس لے لیتا ہے۔

اگر شجاعت ایجاد کی جا سکتی ہے تو اکثر لوگ اپنے اندر شجاعت پیدا کر لیتے۔ مگر شجا تو ایک طبیعی چیز ہے جو خدا کے دست تصرف میں ہے جس کے لئے جس قدر چاہتا ہے شجاعت کا حصہ اس کے لئے مقدر فرما دیتا ہے۔ اور یاد رکھو تمہارے شہسواروں میں کوئی ایسا جانباز جو تمہارے دشمنوں کو میدان جنگ میں بہت قتل کرتے والا تھا اگر وہ لڑتا لڑتا مارا جائے تو تم اس کے پس ماندگان کے ساتھ ویسے ہی حسن سلوک اور محبت سے پیش آنا جیسا کہ کوئی مرنے والا کسی معتمد شخص کو جب وصیت کر جاتا ہے تو وہ مرنے والے پس ماندگان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے تم اس کے پسماندگان کے ساتھ اتنا اچھا سلوک کرنا کہ مرنے والے بہادر کی موت کے ان پر کوئی آثار

باقی نہ رہیں اور نہ ان کو اس کے مرنے کا کوئی غم ہو اُس حُسن سلوک سے دوسرے شہسواروں کے دل تم پر مائل ہوں گے اور اطاعت زیادہ کریں گے اور تمہارے امر کی روک تھام کے لئے میدان جنگ میں موت کے منہ میں جانے سے تمہارے شہسواروں کی جیبیں خوش ہوں گی۔ تمام طاقت و قدرت خدا کے لئے ہے۔

ولی امر کو لائق ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان جن امور کے فیصل کئے جاتے ہیں ان پر بھی غور و فکر کرے

(اے والی امر) تم لوگوں کے درمیان فیصلوں پر اس شخص کی طرح غور کرو جو خدا کے حکم کی قدر و منزلت سے بخوبی واقف ہے۔ کیونکہ حکم (فرمان) خدا کے عدل و انصاف کا ترازو ہے جو زمین میں مظلوم کو ظالم سے انصاف دلانے کے لئے نصب کیا گیا ہے اور اس لئے کہ طاقتور سے کمزور کا حق چھین کر اس کو دیدیا جائے اور یہ میزان اس لئے نصب کیا گیا ہے تاکہ خدا کے حدود کو انھیں راستوں پر برقرار رکھا جائے کہ جن پر بندوں اور شہروں کی درستگی کا مدار ہے۔ پس تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے اپنی رعایا میں سے اس شخص کو منتخب کرو جو تمہارے نزدیک سب سے افضل ہو علم اور زہد و تقوی کا سب سے زیادہ جامع ہو اور معاملات سے تنگی محسوس نہ کرتا ہو اور نہ جھگڑے اس کو غضبناک کر دیتے ہوں اور کلام میں رک جانے والا اس کو تنگ دل نہ کر دے اور ظلم کرنے والے کا ظلم اس کو حد سے تجاوز نہ کر دے اور نہ اس کا نفس لالچ کی طرف مائل ہو اور نہ وہ عجب و غرور میں مبتلا ہو اور امور کے فیصلے میں معاملے کی تہ تک پہنچے بغیر تھوڑے سے غور و فکر پر اکتفا نہ کرتا ہو جہاں شبہہ ہو وہاں سب سے رک جانے والا ہو اور وہ اپنی جان کے لئے سب سے زیادہ دلیل و حجت رکھتا ہو اور حجتوں کے ہجوم سے بہت کم پریشان ہو اور امور کے کھل جانے

اور دونوں جھگڑنے والوں کی وضاحت اور حجت و دلیل پر سب سے زیادہ صابر اور برداشت کرنے والا ہو اور بے حد تعریف سے وہ مغرور نہ ہو جاتا ہو اور برانگیختگی کے سبب بے خوف نہ ہو جائے اور اس کی طبیعت میں اطلاع دینے کی یہ عادت نہ پڑ جائے کہ یہاں تک کہا جانے لگے کہ فلاں نے کہا ہے فلاں نے کہا ہے اگر کسی شخص میں یہ تمام خوبیاں موجود ہوں تو اس کو تم امور کے فیصل کرنے پر مقرر کرو یعنی اس کو والی اور قاضی مقرر کرو۔

اور تم خود بھی اس کے فیصلوں اور کام کاج کا اچھی طرح سے معائنہ کرو اور اس کو اتنا کافی وظیفہ دو کہ وہ حرص و طمع سے بے نیاز ہو جائے اور لوگوں کے سامنے دست سوال نہ پھیلائے اور اس کو تم اپنے نزدیک ایسے مرتبے میں بٹھاؤ کہ اس مرتبے کی کسی اور کو طمع نہ ہو تاکہ وہ اپنے آپ کو اس بات سے محفوظ سمجھے کہ لوگ تمہارے پاس اس کی غیبت اور چغلی نہیں کھا سکتے پس اس صورت میں وہ کسی امید کی خاطر کسی سے مرعوب نہ ہوگا اور نہ عمدہ تعریف کے لئے خوشامد کرے گا اور جب وہ تمہارے دربار میں آئے تو اس کو عزت سے اپنے پاس بٹھاؤ اور تم اس کے فیصلوں کو جاری کرو اور اس کے لئے چند مددگار مقرر کرو جن کو اپنے لئے وہ اہل علم میں سے خود منتخب کرے اور تم اپنے ممالک کے لئے جن قاضیوں کو مقرر کرو ان کے بارے میں تم خود تحقیقات کر لو پھر تم ان کے فیصلوں اور معاملوں کی چھان بین کرتے رہو اور ان احکام کی چھان بین کرو جو ان کے سامنے قسم قسم کے آتے رہتے ہیں اور یاد رکھو ان کے فیصلے میں ذرہ برابر بھی اختلاف نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس سے عدل و انصاف کا خون ہوگا اور دین ننگا ہو جائے گا اور افتراق و اختلاف کا دروازہ کھل جائے گا اور یاد رکھو قاضیوں کے درمیان اسی وقت اختلاف پیدا ہوتا ہے جب کہ وہ امام کو چھوڑ کر اپنی رائے پر اکتفا کرتے ہیں اور یاد رکھو جب دو قاضیوں میں اختلاف ہو جائے یہ دونوں اختلاف کی حالت میں اپنے اپنے فیصلے پر قائم نہیں رہ سکتے الا یہ کہ ان کو جس مسئلے میں اختلاف ہوا ہے امام کے سامنے پیش کرنا چاہئے اور اسی پر بس نہیں ہے بلکہ جس مسئلے میں بھی لوگوں

کو اختلاف ہو جائے اسے امام کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ ولا قوۃ الا باللہ۔

والی کو اپنے عاملوں کے جن امور کی نگہداشت رکھنا ضروری ہے ان کا بیان

اے والی تم جن عاملوں کو مقرر کرو ان کے امور کی چھان بین کرلو اور تمہارا عاملوں کو مقرر کرنا تمہارے اختیار و انتخاب سے ہونا چاہیے کسی خوف اور ایثار کی بنا پر نہ ہونا چاہیے کیونکہ نفس کی خواہش سے کسی کو اعمال کے لئے منتخب کرنا اور ان معاملات میں لاپرواہی سے عدول حکمی کرنا ظلم و جور اور اللہ کے ساتھ خیانت کا موجب ہے۔ اور اس سے لوگوں کو نقصان اور ضرر پہنچانا ہے۔ لوگوں اور والیوں کے معاملات اسی شخص کے صلاح و مشورہ سے درست ہو سکتے ہیں جس سے وہ اپنے معاملات اور کام کاج میں مدد لیتے رہتے ہیں اور جو باتیں ان سے پوشیدہ ہوتی ہیں۔ ان سے نمٹنے کے لئے جس کو وہ منتخب کرتے ہیں اس سے ان کے امور بھی درست ہو سکتے ہیں۔ پس تم اپنے کام کاج کی انجام دہی کے لئے ان لوگوں کا انتخاب کرو جو زہد و تقویٰ اور علم و فقہ اور سیاست کے ماہر ہیں اور اچھے گھرانے کے لوگ جو دین و ورع اپنے اندر رکھتے ہیں اور تجربہ کار صاحبان عقل و حیا ہیں تم ان کی صحبت سے وابستہ رہو کیونکہ یہ لوگ اپنے اندر عمدہ اخلاق رکھتے ہیں اور اپنے نفس کی اصلاح و حفاظت خوب کرتے ہیں۔ وہ بہت کم لالچی اور امور کے انجام پر دوسروں سے عمدہ نظر رکھتے ہیں پس چاہیے کہ ایسے لوگ تمہارے عامل اور مددگار ہوں۔

اور ان میں سے جو تمہارے شعبہ ہیں انھیں کو صرف اپنا عامل مقرر کرو اور ان کو انعام و اکرام سے خوب نوازو اور ان کے لئے روزی کشادہ کردو کیونکہ ان کو اس سے اپنی جانوں کی اصلاح میں تقویت پہنچے گی اور ان کے ہاتھوں میں دوسروں

کا جو سرمایہ ہے وہ اس کے تناول سے بے نیاز ہوں گے اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ جب وہ کسی چیز کے بارے میں تمہارے حکم کی خلاف ورزی کریں گے اور تمہاری امانت کا کچھ حصہ خیانت کر کے لے لیں گے تو اس وقت ان پر تمہاری یہ نوازشات اور رزق کی کشادگی تمہارے لئے حجت ہوگی پھر اس کے باوجود تم خود ان کے کام کاج کی چھان بین کرتے رہو اور سچے اور امانت دار جاسوسوں کو ان کے پیچھے لگا دو اس سے وہ ملک و قوم کی تعمیر میں جدوجہد کریں گے اور رعایا کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں گے اور ظلم و ستم سے باز رہیں گے اور ان کو مددگاروں کی بھی حاجت نہ ہوگی اور رعایا کو تقویت ملے گی اور تم تکبر اور جبر و نخوت کرنے والوں کو عامل بنانے سے پرہیز کرو اور ان لوگوں کو عامل بنانے سے بچو جو گھمنڈ، تعریف، شہرت اور دنیاوی عزت کے دلدادہ ہیں شرف تو صرف تقویٰ ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر تم اپنے کسی عامل کو دیکھو کہ اس نے خیانت کی جانب اپنا ہاتھ بڑھایا ہے یا کسی بدکاری کا مرتکب ہوا ہے اور تم کو تمہارے جاسوسوں کی طرف سے بھی اس کی خبریں بہم پہنچ چکی ہیں اور تمہاری رعایا بھی اس عامل کی برائی بیان کرتی ہے تو یہ اس کے خلاف تمہارے لئے کافی شہادت ہے پس تم نے اس کو اچھی طرح جسمانی سزا دے دی اور اس کی خوب خبر لی پھر تم نے اس کو لوگوں کے سامنے کھڑا کر دیا تو یہ اس کی سزا ہوگی اور دوسرے لوگ نصیحت و عبرت حاصل کریں گے۔ انشاء اللہ۔

والی کو اہل خراج کے جن امور کا معائنہ کرنا چاہیئے اس کا بیان

تم اہل خراج کی دیکھ بھال رکھو اور جن باتوں سے ان کی بہتری اصلاح و درستگی ہوتی ہو ان پر نظر رکھو کیونکہ ان کی اصلاح و بہتری میں دوسروں کی بہتری ہے اور ان کے ماسوا لوگوں کی بہتری اہل خراج پر منحصر ہے۔ کیونکہ دوسرے تمام لوگوں

کو چھوڑ کر صرف اہل خراج ہی پر پورا دار و مدار ہے باقی لوگ تو ان کے اہل و عیال ہیں جن کی پرورش کی ان پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ پس تم ان کی زمینوں کی تعمیر پر خوب دھیان دو اور ان کے خراج کی سہولت سے وصولی سے زیادہ تم ان کے معاشی کی بہتری کا خیال رکھو کیونکہ خراج کی سہولت سے وصولی آباد کاری پر موقوف ہے۔ جو شخص آباد کاری اور تعمیر کے بغیر سہولت سے صرف خراج وصول کرنا چاہتا ہے وہ شہروں کو تباہ و برباد کرتا ہے اور بندوں کو ہلاک کرتا ہے۔ وہ اس پر تھوڑے ہی دنوں تک قائم رہ سکتا ہے۔ لیکن تم کو تو یہ چاہئے کہ تم ہر شہر سے اہل خراج کو جمع کرو اور ان کو یہ حکم دو کہ وہ تم کو اپنے اپنے شہروں کے احوال سے مطلع کریں اور جس بات سے ان کی بہتری ہو سکتی ہے اس کو بتائیں اور وہ تم کو اپنی زمین کے حال سے اور اپنے خراج کی سہولت سے آگاہ کریں اس کے بعد تم ان باتوں کے متعلق ان سے دریافت کرو جن کو تمہارے نزدیک دوسرے جاننے والوں نے پیش کیا ہے اگر وہ اپنے خراج کے بار ہونے کی شکایت کریں یا پانی کی کمی یا زمین کی اس خرابی کی شکایت کریں کہ وہ پانی میں ڈوب گئی ہے یا پیاسی رہ گئی ہے یا کسی مہلک آفت کی شکایت کریں تو تم ان کے خراج میں اتنی تخفیف کر دو کہ جس میں تم کو اللہ سے ان کے پھلنے پھولنے کی امید ہو اور اہل خراج اپنے جن امور کی اصلاح و درستگی نہیں کر سکتے اس کے لئے تم ان کی امداد کا حکم جاری کرو پس خداوند تعالیٰ ان کے امور کی درستگی اور بہتری کے نتیجے میں تم کو خوشی اور ثواب عطا کرے گا اس لئے تم ان کی تکالیف کو دور کر دو اور تم اس بات پر یقین رکھو کہ اہل خراج کے جس بوجھ کو تم ہلکا کرو گے یا ان کے سروں کی جن مشکلوں کو اپنے سر لو گے وہ ان کے پاس تمہارے لئے ایسا ذخیرہ ہو گا جس سے ان کو تمہارے شہروں کی آباد کاری میں مدد ملے گی تمہارے ملک کو آراستہ کرنے میں مدد ملے گی اور ساتھ ہی ساتھ پروردگار عالم اس سے تمہاری یاد کو بہتر بنا دے گا اور تم اپنے کل کے لئے اس سے ان کو لبریز کر دو گے اور جب تم

اہل خراج کی زمینوں کو آباد اور ان کے خراج کی بآسانی وصولی اور ان کی محبت اور عمدہ تعریف اور ان میں کار خیر کا فیضان دیکھوگے تو اس سے تمہاری آنکھ ٹھنڈی ہوگی اور تم کو خوشی حاصل ہوگی اور اس سے پہلے جب کہ تم ان کو تکلیف دیکر خراج وصول کرتے تھے اب تمہارے لئے یہ بہترین ذخیرہ ہوگا اور اگر تم پر کوئی مشکل آپڑے اور اس کو دُور کرنے کے لئے تم کو ان کے اعتماد کی ضرورت پیش آجائے تو تم ان کی قوت وطاقت کی زیادتی کی وجہ سے اس چیز پر بھروسہ کر سکوگے جو تم نے ان کے پاس اندوختہ جمع کر رکھا ہے۔

وہ تم سے محبت کریں گے اور تمہارے ساتھ حسن ظن رکھیں گے اور تم نے عدل وانصاف اور نرمی کا جو سلوک ان کے ساتھ کیا ہے اس سے وہ تم پر بھروسہ کریں گے اور جب ان کو اس بات کی معرفت ہوگی کہ جو امور پیش آچکے ہیں اس کی وجہ سے تم نے ان کے عذر کو قبول کرلیا ہے تو وہ اسے اپنے لئے قوت تصور کریں گے اور پھر تم ان پر جو بوجھ بھی لادوگے اس کو اپنی قوت سے اٹھا لیں گے تم ان پر جو بوجھ بھی لادوگے اس سے ان کے نفوس خوش ہوں گے کیونکہ عدل خدا کی اجازت سے تم ان پر جو بوجھ بھی لادوگے وہ اٹھالے گا شہروں کی عمرانیت خزانوں کا منھ دولت سے بھرنے سے زیادہ نفع بخش ہے کیونکہ خزانے تو ہمیشہ شہروں کی آبادکاری اور عمرانیت سے پُر ہوا کرتے ہیں پس جب شہر خراب ہوجاتے ہیں تو خزانوں کا وہ مادہ بند ہوجاتا ہے اور جب زمین غیر آباد اور تباہ ہوجاتی ہے تو خزانے بھی مال و دولت سے خالی ہوجاتے ہیں اور زمین پر بسنے والے اسی وقت تباہ و برباد ہوتے ہیں جب والی وحاکم ذخیروں میں اسراف سے کام لیتے ہیں اور زمانہ سے بدگمان ہوجاتے ہیں اور عبرتوں سے کم فائدہ اٹھاتے ہیں بس ان کو تو صرف اسی بات کی معرفت ہوتی ہے کہ انہوں نے خراج میں جو تخفیف کی ہے اس سے انھوں نے آئندہ سال کے لئے اندوختہ جمع کرلیا ہے اور انھیں صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جن امور پر خرچ کرنا واجب

ہے وہ اسی ذخیرہ میں سے کریں گے۔ اس سے ان زمینوں کے خراج میں آسانی ہو گی اور اس سے زمین میں ان کے لئے عمدہ ترین نشانی ہو گی مگر وہ خود دیکھتے ہیں اور کہنے والا ان سے کہتا ہے کہ سال رواں کی مالگذاری کی وصولی آئندہ سال کے لئے یہ سمجھ کر نہ چھوڑو کہ گویا تم آئندہ سال بھی زندہ رہو گے ؟

ہمیں تو اس معاملے میں ان کی اس رائے پر اور جو اس بات کو ان کے سامنے مزین کر کے پیش کرتے ہیں ان کی رائے پر بڑا ہی تعجب ہوتا ہے کہ والی جبکہ ان دو مرتبوں میں سے کسی ایک ہی مرتبہ میں ہے یا تو وہ مالگذاری کو آئندہ سال کے لئے باقی رکھ چھوڑے اس سے یہ فائدہ ہو گا کہ زمین اور رعایا کی بہتری اور بہبودی ہو گی مگر اس نے اس کا یہ نتیجہ نکالا کہ اس اندوختہ سے اسی کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور اس کو خوشی حاصل ہو اور اس سے اس کے اپنے ہم وغم کم ہوں اور اس کے عوض پروردگار سے ثواب کا مستحق ہو یا تو وہ اس مرتبہ میں ہو گا کہ قبل از ازیں کہ زمانہ مستقبل آئے اس کی مدت حیات ہی منقطع ہو جائے اس صورت میں اس نے جو بہتری کے کام اور احسانات کئے ہیں ان کا زیادہ محتاج ہو گا اور اس عمل پر اس کی عمدہ تعریف ہو گی اس کے حق میں زیادہ دعا ء کی جائے گی اور اس کو بارگاہ خداوندی سے افضل ترین ثواب ملے گا اور اگر اس نے اصلاح اور بہتری کی غرض سے نہیں بلکہ شہروں اور لوگوں کو ویران اور تباہ و برباد کرنے کی غرض سے خزانوں کا منہ بھر دیا تو پھر وہ کسی اور کے لئے بد عمال ہو گیا اس کئے کا گناہ اسی کے سر ہو گا۔ والیوں کے کارناموں میں سے صرف یاد ہی باقی رہ جاتی ہے اور وہ اپنی سیرت اور اپنے آثار ہی کی وجہ سے یاد کئے جاتے ہیں انکی سیرت اور ان کے آثار اچھے ہوں گے تو ان کو اچھے نام سے یاد کیا جائے گا اور اگر سیرت اور آثار برے ہیں تو ان کو برے نام سے یاد کیا جائے گا رہا دنیا کا مال تو اس پر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ اس سے دوسرے فائدہ اٹھاتے ہیں اس پر نوبت پھر جانے کی وجہ سے اموال پر بھی نوبت پھر جاتی ہے پس اہل دولت حسرت و یاس میں مبتلا

ہو جاتے ہیں اگر تم احسان اور بدسلوکی کا انجام اور اس کے مابین عقلوں کی گمشدگی اور وارفتگی دیکھنا چاہو تو گذشتہ ادوار میں جو نیک و بدکردار والی و حاکم گذر چکے ہیں۔ ان کے امور پر غور کرو تو تم ان میں سے دو قسم کے والی و حاکم پاؤ گے ایک والی تو تم کو ایسا ملے گا جو لوگوں کے درمیان اچھے کردار کا حامل ہوگا عوام پر اس کی تکلیف کم ہوگی حق و واجب کے ادا کرنے ہیں اس کا نفس سخی ہوگا چاہے اس کے ملک اور اس کے جسم کی لذت میں نقصان ہی کیوں نہ ہوتا ہو اور چاہے لوگوں کے درمیان اس کے عمدہ تعریف میں کمی کیوں نہ ہوتی ہو یا پھر تم ان میں سے ایسا والی و حاکم پاؤ گے جو لوگوں کے درمیان بدکردار ہوگا اس کی تکلیف لوگوں پر زیادہ ہوگی اس سے اس کو اپنے ملک میں تو عزت حاصل ہوگی مگر دنیا و آخرت میں عزت کم ہو جائیگی پس اس کے جمع کئے ہوئے مال پر نظر نہ کرو بلکہ اس نے جو کار خیر جمع کئے ہیں اور جو نیک کام انجام دیئے ہیں ان کی طرف دیکھو اس میں کوئی شک نہیں ہے نیکو کار کی ہمیشہ مدد کی جاتی ہے اللہ ہی توفیق دینے والا اور راہ صواب بتانے والا ہے۔

والی کو محرروں کے جن امور کی نگہداشت کرنی چاہیئے اس کا بیان

تم اپنے کاتبوں یعنی محرروں کی نگہداشت کرو ان میں سے تم ہر اس کاتب کے حالات کو پہچانو جس کے تم جتنے محتاج ہو کیونکہ کاتبوں کو ایک خاص مقام حاصل ہے اور مقام و مرتبہ کے لئے ایک خاص حق یعنی ادب ہے جس کو دوسرا کوئی شخص ادا نہیں کر سکتا ہے پس تم اپنے بڑے بڑے امور کے لئے ان میں سے ایسے بلند پایہ کاتبوں کا انتخاب کرو جو ان میں سے ہر ایک اپنے منصب کے لائق ہو اور تم جو کام اس کو سونپو وہ اسے بخوبی انجام دے سکتا ہو۔ پس تم اپنے ان مخصوص

خطوط کی کتابت پر جس میں تمہارے سربستہ راز اور تمہاری تدبیریں محفوظ ہیں ایسے کاتب کو مقرر کرو جو ادب صالحہ کے تمام طریقوں کا جامع ہو اور جو ہر قسم کے بڑے بڑے امر میں تمہارا سب سے بڑا امدادگار ہو اور وہ ان امور میں سب سے زیادہ پختہ رائے رکھتا ہو اور باعتبار دین سب سے بہتر ہو اور نصیحت کے اعتبار سے سب سے زیادہ قابل وثوق اور تمہارے اسرار کو سب سے زیادہ چھپانے والا ہو وہ عزت وکرامت ملے تو آپے سے باہر نہ ہو جائے اور نہ لطف ومہربانی سے گھمنڈ میں مبتلا ہو جائے اور نہ اس میں لطف ومہربانی کی وجہ سے اتنی جرأت پیدا ہو جائے کہ وہ خلوت میں تم پر احسان جتانے لگے۔ یا سرعام اس کے اظہار کا موقع تلاش کرے اور تمہارے غیر کے جو خطوط اس کے پاس آتے ہیں ان کے جوابات کو تمہارے لین دین کے عمدہ طریقوں کو اچھی طرح قلمبند کر کے جاری کرتا ہو اور جس گرہ کو تمہارے لئے باندھا ہے اس کو دوچند نہ کرتا ہو اور جو گرہ تم پر بندھ گئی ہے اس کے کھولنے میں عاجز نہ ہو اور ساتھ ہی ساتھ اپنے نفس کی معرفت سے امور میں جو درجہ اس کو حاصل ہے اس سے بے خبر نہ ہو کیونکہ جو شخص جتنا ہی اپنے نفس کی قدر ومنزلت سے بے خبر ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ دوسروں سے بے خبر اور ناواقف ہوگا۔ اور اس سے کم درجہ کے جو تمہارے خطوط ہیں اور تمہارے خراج کے کاغذات اور تمہارے لشکر کے دفاتر ہیں ان تمام کی کتابت پر ایسے کاتبوں کو مقرر کرو جن کو قوم نے خود اپنی ذاتی تحقیقات سے منتخب کیا ہو کیونکہ کتابت کا یہ اہم کام تمہارے بلند پایہ امور میں سے ہے کیونکہ یہ کام تمہارے اور رعایا کے فائدہ کے لئے نہایت ہی جامع ہے۔ پس تم اپنی فراست اور حسن ظن پر اعتبار کر کے ان کا انتخاب نہ کر لینا کیونکہ دلی امر کی فراست کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی اختلاف کی چیز نہیں ہے اور بہت سے لوگوں میں حسن ظن کرنے کے لئے اس سے زیادہ مختلف کوئی امر نہیں ہے مگر تم سے پہلے وہ جن امور کے متولی ہو چکے ہیں اس سلسلے میں ان کے جو آثار باقی رہ گئے ہیں ان کو سامنے رکھ کر ان کا انتخاب کرو کیونکہ یہی ایک ایسا عمدہ طریقہ ہے کہ جس سے بعض لوگ بعض کے امور پر استدلال

کرتے ہیں اور ان امور مذکورہ میں سے جو سب سے اہم ہو اس پر ایک ذمہ دار شخص کو سردار مقرر کرو جو امانت دار اور صاحب رائے ہو جس کو نہ بڑے سے بڑا امر مغلوب کرتا ہو اور نہ جس کے نزدیک چھوٹے سے چھوٹا امر ضائع ہو جاتا ہو پھر اس کے ساتھ تم ان کے معاملات کی تفتیش کو نہ چھوڑو ان کے تمام کاموں پر نظر رکھو تم کو ان کے جو حال نہ معلوم ہوں ان کے متعلق جاننے کے لئے اگر سوال کرو تو لطف و مہربانی کے ساتھ سوال کرو حتیٰ کہ جن امور کا تم نے ان کو والی بنایا ہے اس سلسلے میں لوگوں کے ساتھ ان کے معاملے کی کیفیت کا حال تم کو معلوم ہو جائے گا کیونکہ اکثر کاتبوں اور محرروں میں عزت و نخوت اور غرور کا مادہ ہوتا ہے اور بہت جلد لوگوں سے پریشان ہو جاتے ہیں اور نزاع کے وقت بے قرار اور کبیدہ ہو جاتے ہیں اور معاملہ پر نظر ثانی کے وقت تنگدل ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو اپنی حاجت کی طلب ضروری ہوتی ہے پس جب وہ اپنے سروں پر تاخیر اور سختی کو جمع کر لیتے ہیں تو اس کا عیب تم پر چسپاں کرتے ہیں اور اس کی زحمت و تکلیف تم پر ڈالتے ہیں اور اسی میں تمہارے امور کی بہتری ہے اور ساتھ ہی ساتھ تم کو اس کا اجر عظیم خدا کی بارگاہ میں ملیگا۔ انشاءاللہ۔

تاجروں اور کاریگروں کے جن امور کی نگہداشت والی و حاکم کو رکھنی چاہیئے اس کا بیان

تم تاجروں اور اہل صنعت و حرفت پر نظر رکھو اور ان کے لئے اچھی وصیت کرو کیونکہ یہی لوگ تو عام انسانوں کے لئے کارآمد مادہ ہیں جن کی صنعتوں سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور اہل صنعت و حرفت خشکی اور تری میں پہاڑوں کی چوٹیوں سے اور دشمنوں کے ممالک سے ان کے لئے جو نفع بخش چیزیں ہیں ان کو مہیا کرتے ہیں ان

سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

اور یہ اہل صنعت و تجارت ان جگہوں سے کارآمد اشیاء لے آتے ہیں جن کی اکثر لوگوں کو خبر تک نہیں ہوتی اور نہ وہ وہاں سے لانے کی طاقت نہ رکھتے ہیں۔ اور نہ خود اپنے آپ کوئی کاریگروں کا کام انجام دے سکتے ہیں پس ان سب باتوں کی وجہ سے اہل صنعت و تجارت کے کچھ حقوق و حرمت ہیں جن کی حفاظت ضروری ہے۔ پس تم ان کے امور کی چھان بین کرو اور ان کے متعلق اپنے عاملوں لکھو۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی جان لو کہ ان میں سے اکثر تاجر کنجوس لالچی ہوتے ہیں اور مہنگا فروخت کرنے کے لئے مال کو روک رکھتے ہیں اور مہنگائی کے موقع کی تلاش میں بیٹھے رہتے ہیں وہ لوگوں پر عرصہ حیات تنگ بنا دیتے ہیں اور ان پر اپنا حکم چلاتے ہیں اس سے لوگوں کو بہت بڑا نقصان پہنچتا ہے اور یہ والیوں اور حاکموں کے لئے عیب کی بات ہے۔ پس ان کو اس سے منع کرو اور اس سلسلے میں تم خود ان کے پاس جاؤ اور جو تمہارے حکم کی خلاف ورزی کرے اس کو سخت سزا دو انشاءاللہ۔

والی و حاکم کو مسکینوں اور محتاجوں کے جن امور کی نگہداشت کرنی چاہئے اس کا بیان

اور تم محتاجوں اور مسکینوں کے امور سے لاپرواہی اور بے توجہی نہ کرنا خدا کے مال میں سے ان کے لئے ایک حصہ مخصوص کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن پاک میں زکوٰۃ اور خیرات کے اموال سے ان کے لئے جو حصے مقرر کر دیئے ہیں ان میں حق و انصاف کے ساتھ تقسیم کر دیا جائے اور اپنے تمام اعمال میں اس سے ڈرتے رہو صرف ایک ہی موضع کے لوگ زکوٰۃ و خیرات کے دوسرے موضع کے لوگوں سے زیادہ حق دار نہیں ہیں بلکہ جو مساکین و محتاج دور کے شہروں اور گاؤں میں رہتے ہیں ان کا اتنا ہی حق ہے جتنا کہ

نزدیک رہنے والوں کا ہے ان تمام کی پرورش اور نگرانی کا کام تم کو سپرد کیا گیا ہے پس تم دوسروں کے امور کی نگہداشت کی وجہ سے ان محتاجوں اور مسکینوں کے امور سے غافل اور لاپرواہ نہ بن جانا کیونکہ تمہاری جانب سے ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک حصہ مقرر ہے اگر تم نے اس کا حصہ نہیں دیا تو تم معذور نہ سمجھے جاؤ گے۔ تم ان فقراء اور مساکین کے حالات کی تحقیق کرو جن کی حاجتیں تمہارے پاس پہنچ تک نہیں ہیں اور ان لوگوں کی حاجتیں اور ضروریات کو معلوم کرو جن کو آنکھیں ذلیل سمجھتی ہیں اور جب وہ تمہارے پاس اپنی حاجت پیش کرتے ہیں تو لوگ ان کو حقیر سمجھتے ہیں تم ان ضرورتمندوں اور مسکینوں کے لئے کسی ایسے شخص کو مقرر کردو جو باعتبار نصیحت تمہارے نزدیک نہایت قابل وثوق ہو وہ خیر کے کاموں میں نہایت ڈرتا ہو اور خدا کے واسطے بہت زیادہ تواضع کرتا ہو اور وہ ناتوانوں کو حقارت سے نہ دیکھتا ہو اور نہ بڑے لوگوں کو عزت و شرف کی نظر سے دیکھتا ہو ایسے شخص کو تم یہ حکم دو کہ وہ ضرورت مندوں کے معاملات کو تمہارے روبرو پیش کرے اور پھر تم ان کے امور میں خوب چھان بین کرو کیونکہ رعایا میں جو کمزور و ناتواں اور لاغر ہے وہ عدل و انصاف اور نگہداشت کا ان لوگوں سے زیادہ محتاج ہے جو تر و تازہ اور کھاتے پیتے موٹے تازے ہیں۔ اور تم بیمار اور مصیبت زدہ کمزور لوگوں کی خبر لو اور ان حاجت مندوں کی خبر لو جو اپنے آپ کو چھپاتے ہیں اور لوگوں سے بھیک مانگنے کے لئے اپنے آپ کو منظر عام پر نہیں لاتے اور نہ وہ بھیک مانگنے پر اعتماد رکھتے ہیں۔ پس تم خدا سے قربت اور خوشی حاصل کرنے کے لئے خدا کے مال میں سے ایک حصہ مقرر کردو کیونکہ اعمال سچی نیتوں سے ہی خالص اور بے لوث ہوا کرتے ہیں۔

والی و حاکم کو جن آداب اور حسن سیرت سے آراستہ ہونا چاہئے انکا بیان

اس کے باوجود کہ تم ہر صاحب حق کو اس کا حق دیتے ہو پھر بھی ان میں سے اکثر لوگوں کو اس بات کا امکان ہونا چاہیئے کہ وہ اپنی حاجتوں کو خود تمہارے روبرو پیش

کریں اگرچہ والیوں اور حاکموں پر یہ ایک قسم کا بوجھ اور تکلیف ہے اور حق تو بوجھل ہوتا ہی ہے مگر ان لوگوں پر نہیں جن پر سے خدا نے بوجھ کو ہلکا کر دیا ہے اسی طرح خدا کا ثواب بھی میزان میں ثقیل اور بوجھل ہوتا ہے۔ پس تم اپنی جانب سے حاجتمندوں کے لئے کچھ سرمایہ مخصوص کردو اور ان کے لئے ایک وقت مقرر کردو جس میں ان کو تم سے ملنے کی پوری اجازت ہو اور وہ تمہارے روبرو جو کچھ پیش کریں اس کو خود سے سنو۔ تم ان سے نہایت لطف اور نرمی سے پیش آؤ اور ان میں جو نادانی اور حماقت ہے اور ہمکلامی سے عاجزی ہے تو تم ان کے اس عجز کو اپنی طرف سے بلا کسی نفرت اور چڑچڑا پن کے برداشت کرلو۔ پس ان میں سے تم جن کو عطیات سے نوازو تو نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ عطیات دو اور تم جس کو محروم رکھنا چاہو تو اس کو حسن و خوبی کے ساتھ واپس لوٹا دو۔ والیوں اور حاکموں کے امور کو سب سے بڑھ کر جو چیز ضائع کرنے والی ہے وہ ان کی سستی ہے اور آج کے کام کو کل پر اور اس گھڑی کے کام کو دوسری گھڑی پر ڈالتے رہنا ہے۔ اور لازم و واجب کاموں کو چھوڑ کر غیر واجب کاموں میں مشغول ہو جانا ہے۔ پس تم ہر کام کے لئے ایک وقت مخصوص کردو پھر اس سے کبھی تم پیچھے نہ رہنا پھر تم اس وقت میں اپنی پوری کوشش صرف کردو اور ہر دن کے تمام کام کو انجام دو اور ہر پل اور ہر گھڑی کام میں صرف کرو اور تم اپنے نفس کے واسطے اپنے اور خدا کے درمیان افضل وقت مقرر کرلو اگرچہ ان تمام اوقات میں تمہاری نیت سچی ہے تو وہ سب اللہ کے لئے صرف ہوتے ہیں۔ اور شب و روز میں اپنے دینی فرائض پر کسی اور چیز کو مقدم نہ کرو الا آنکہ تم اس دینی فرض کو اچھی طرح انجام دے لو اور عرصہ دراز تک پردے میں نہ رہو کیونکہ اس سے لوگوں کو تم سے بدگمانی پیدا ہو جائے گی اور امور میں تمہارے خلاف فساد ہو جائے گا۔ کیونکہ لوگ تو بشر ہیں ان سے جو غائب چیزیں ہیں وہ ان کا کوئی علم نہیں رکھتے اور تم اپنے دربانوں کو منتخب کرو ان میں سے جو لوگوں پر اثر رکھتے ہیں اور دوسروں کے حق میں دست درازی کرتے ہیں اور کم انصاف کرتے ہیں ان کو ہٹا دو۔ اور تم ہرگز اپنے خاندان والوں میں سے یا اپنے خدم و حشم میں سے کسی کو کوئی جاگیر نہ دینا

اگر اس کے نزدیک رہنے والے لوگوں کو جاگیر میں مضرت پہنچی ہو تو ایسی جاگیر خریدنے کی ان کو اجازت بھی نہ دینا اور اگر تمہارا دشمن تم کو صلح کی دعوت دے تو اس کو قبول کرنے سے انکار نہ کرنا کیونکہ صلح سے فوج کو آرام ملتا ہے اور غموں سے نجات ملتی ہے اور شہروں میں امن و امان پھیل جاتا ہے پھر جب تم طاقتور ہو جاؤ اور موقع ہاتھ آجائے تو دشمن کے عہد نامے کو لوٹا دو اور اس سے جنگ کرنے کے لئے خدا سے مدد مانگو اور جب تم کو دشمن صلح کی دعوت دے تو تم اپنے سے خوب بچ کر بڑے احتیاط سے کام لو کیونکہ بسا اوقات صلح کے نام سے دغا اور فریب کیا جاتا ہے اور جب تم معاہدہ کر لو تو اس کو قلمبند کر لو کہ عہد کو پورا کرو گے اور تم امانت اور سچائی کے ساتھ اپنی ذمہ داری کی حفاظت کرو اور خبردار کبھی بھی خدا کے عہد و پیمان کے ساتھ غداری اور عہد شکنی نہ کرنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عہد اور اپنی ضمانت کو امان بنا کر اپنی رحمت سے اس کو بندوں کے لئے جاری کیا ہے اور تنگ حالت میں صبر سے کام لوگے تو یہ تنگی دُور ہو جائے گی۔ غداری سے بہتر ہے کہ تم اس کے انتقام اور برے انجام سے ڈرو جو خون حلال نہیں اس کو بہانے میں پہل کرنے سے بچو کیونکہ اس سے بڑھ کر کسی اور چیز کا زیادہ برا انجام نہیں ہے اور تم زوال پذیر ملک کو طاقتور بنانے کی کوشش نہ کرو، کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ اس ملک کی اور تمہاری بقاء سے تم کو کیا حصہ اور نصیبہ ملے گا جبکہ تم اس کے پیچھے اپنی جان کو ہلاک کر دو گے اور اپنے رب کی ناخوشی بھی اپنے سر مول لو گے اور تم اپنے نفس پر گھمنڈ کرنے اور اعتماد کرنے سے بچو کیونکہ ایسے موقع کو شیطان اپنے دل میں نہایت قابل وثوق فرصت تصور کرتا ہے اور تم وقت سے پہلے امور کے انجام دینے میں جلد بازی سے کام نہ لو اور جب کام کے انجام دینے کا وقت اور موقع ہو تو اس وقت سستی سے کام نہ لو اور جب امر دشوار ہو جائے اس کے بارے میں جھگڑا نہ کرو اور جب امور روشن ہو جائیں تو اس وقت سستی نہ کرو کیونکہ ہر امر کے لئے ایک

محل اور مقام ہوتا ہے اور ہر حالت کے لئے ایک صورت حالی ہوا کرتی ہے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ اچھے کام کا حکم دو اور برے کاموں سے روکو اور یاد رکھو کہ جس شخص میں یہ تین خصلتیں ہوں گی وہی نیک عمل کرنے کا حکم کرے گا اور بُرے کام سے روکے گا ایک تو وہ جس کام کا امر کرے یا جس کام سے روکے اس میں نرمی سے کام لے اور اور دوسرے جس نیک کام کا حکم دے یا جس برے کام سے روکے تو اس میں عدل و انصاف سے کام لے اور تیسرے یہ کہ جس نیک کام کا امر کرے یا جس بُرے کام سے منع کرے تو اس سے اچھی طرح واقف ہو۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ وہ امام جو خداوند تعالیٰ کی جانب سے مقرر ہے یا وہ شخص جس کو امام نے اپنے عادل اور منصف مزاج والیوں اور حاکموں میں سے مقرر کیا ہے جب یہ لوگ کسی کے مدد طلب کریں تو ان کی مدد کرنی چاہیئے اور جب کوئی کام دیں تو اس کو بجا لانا چاہیئے جس کام کا حکم دیں اس کو امام کے واسطے یا امام کے ساتھ مل کر عمل کرنا اور اس کی ولایت میں مدد کرنا اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور اس عمل سے جو کمائی حاصل ہو وہ حلال ہے اور ظالم اماموں کے لئے کام کرنا یا اس کے لئے کام کرنا جس کو انھوں نے قائم کیا ہے اور ان کے ساتھ رہ کر کمائی کرنا حرام ہے اور اس میں خدا کی نافرمانی اور معصیت ہے۔

⁂

جنگ سے قبل جن کاموں کو انجام دینا چاہیئے ان کا بیان

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے اور آپ کے پدر بزرگوار اور آباء کرام سے اور حضرت علی علیہم السلام سے منقول ہے کہ جب آنحضرت صلعم کسی لشکر کو مہم پر روانہ کرتے تو سب سے پہلے آپ فوج کے افسر اعلیٰ کو اپنے دل میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت فرماتے تھے اور اس کے ہمراہ جو مسلمان ہیں ان کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتے تھے اور یہ وصیت کرتے تھے کہ تم لوگ خدا کے نام سے جنگ کرو اور خدا کی راہ میں جنگ کرو اور رسول خدا صلعم کے دین و ملت کے لئے جنگ کرو اور یاد رکھو جب تک تم اپنے مد مقابل قوم پر اتمام حجت نہ کرلو اس وقت تک ان سے جنگ نہ کرنا وہ اس طرح کہ پہلے تم ان کو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اور جو کچھ میں خدا کی طرف سے لایا ہوں اس کے اقرار کی دعوت نہ کرلو جنگ نہ کرلو اگر وہ ان باتوں کو قبول کرلیں تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں پھر اس وقت تم ان کو اپنے گھروں سے مہاجرین کے گھروں کی طرف منتقل ہونے کی دعوت کرو اگر وہ وہاں سے منتقل ہو جائیں تو ٹھیک ورنہ ان کو آگاہ کردو کہ وہ دیہاتی مسلمانوں کے درجے میں ہیں ان پر بھی وہی احکام الہی جاری ہوں گے جو تمام مسلمانوں پر جاری ہیں۔ البتہ اموال غنیمت میں سے ان کو کوئی حصہ نہ ملے گا اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کردیں تو ذلت کے ساتھ جزیہ دینے کی دعوت دو اگر اس پر راضی

ہو جائیں تو ان سے جھگڑا نہ کرو اور جزیہ دینے سے بھی انکار کردیں تو ان کے خلاف جنگ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور ان سے جنگ کرو اور یاد رکھو جنگ میں کسی بچے، بوڑھے، اور عورت کو قتل نہ کرنا، بشرطیکہ وہ تم سے جنگ نہ کرتے ہوں۔ اور جنگ کے درمیان کسی کو مثلہ نہ کرنا یعنی کسی کے ہاتھ کان، ناک وغیرہ نہ کاٹنا اور نہ کسی کو طوق پہنانا اور نہ غداری کرنا۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ لشکر کی روانگی سے قبل جاسوسوں اور ہراول دستہ کو بھیجنا مناسب سمجھتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلعم نے عام حدیبیہ کے موقع پر آپ نے قبیلہ خزاعہ میں سے ایک جاسوس کو اپنی روانگی سے قبل بھیجا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے لشکر کے اترنے کے بعد خندق کھودنے کی رخصت دی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے رسول اللہ صلعم کے خندق کھودنے کا ذکر فرمایا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ حملہ کرنے سے پہلے پرچم اور نشان باندھ لینا مناسب خیال کرتے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ کسی قوم سے اس وقت تک جنگ نہ کرنی چاہیئے جب تک کہ ان کو دین حق کی طرف بلا نہ لیا جائے یعنی جبکہ ان کے پاس دعوت اسلام پہنچی نہ ہو اور اگر دعوت پہنچ چکی ہے اور دعوت کے ذریعہ ان پر حجت تمام کی تو بہتر ہے اور قبل اس کے کہ ان کو اسلام کی طرف بلایا جائے ان سے جنگ کی گئی۔ درانحالیکہ ان کو دعوت پہنچ چکی تھی تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے بھی بنی مصطلق پر اس وقت حملہ کردیا تھا جبکہ وہ غافل تھے آپ نے ان سے جنگ کی تھی اور ان کی اولاد کو قید کر لیا تھا اور آپ نے جنگ کے وقت ان کو کوئی دعوت نہیں کی تھی۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آج تو لوگ اچھی طرح واقف ہو چکے ہیں کہ ان کو کس چیز کی طرف بلایا جاتا ہے اور حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ

آنحضرت صلعم نے حکم دیا ہے کہ جنگ سے قبل جو علامتی لفظ ہوتا ہے اس کو اعلان کر دینا چاہیئے۔ اور تمہاری فوج کا علامتی لفظ اللہ کے اسمار میں سے کوئی ایک نام ہونا چاہیئے۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ یہ حکم مستحب ہے واجب نہیں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جنگ بدر میں اصحاب رسول اللہ صلعم کا شعار یا منصور امت تھا اور جنگ بدر میں مہاجرین کا شعار یا بنی عبداللہ اور خزرج کا یا بنی عبدالرحمٰن اور اوس کا یا بنی عبیداللہ تھا۔ امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ قبیلہ مزینہ کے کچھ لوگ رسول اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان سے رسول اکرم صلعم نے فرمایا کہ تمہارا شعار کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ "حرام" ہمارا شعار ہے آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تمہارا شعار حلال ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے جنگ حنین کے موقع پر یہ کہکر لوگوں کی حوصلہ افزائی کی تھی کہ جو بغیر بھرپور زخم کھائے گرفتار ہو جائے گا وہ ہم میں سے شمار نہ ہوگا۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے کوفہ کے منبر سے اس طرح لوگوں کو ہمت دلائی تھی کہ اے گروہ اہل کوفہ تم لوگ دشمنوں سے جنگ میں صبر و تحمل سے کام لینا ورنہ خدا تم پر ایسی قوم کو مسلط کر دے گا کہ جن سے تم اس حق کے زیادہ مستحق ہو۔ حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میدان سے بھاگ جانا گناہ کبیرہ ہے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص دو آدمیوں کے مقابلہ سے بھاگ جائے تو یہ کہا جائے گا کہ وہ بھاگ گیا اور جو تین آدمیوں کے مقابلہ سے بھاگ جائے تو ایسے شخص کو بھگوڑا نہیں کہا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر یہ فرض کیا ہے کہ وہ مشرکین کی دوگنی تعداد کے مقابل جنگ کریں۔

حضرت علی سے منقول ہے کہ آنحضرت صلعم نے دارالحرب وغیرہ میں اگر پھلدار درخت ہو تو اس کو اکھاڑنے اور جلانے سے منع فرمایا ہے۔ الا آنکہ مسلمانوں

کے فائدے کے لئے اس کو اُکھاڑا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ ما قطعتم من لینۃ او ترکتموھا قائمۃ علی اصولھا فباذن اللہ ولیخزی الفاسقین ۲۸ ۵۹/۴ ترجمہ (مومنو) کھجور کا درخت جو تم نے کاٹ ڈالا یا جوں کا توں ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا تو خدا ہی کے حکم سے اور مطلب یہ تھا کہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ کے نزدیک یہ بات مکروہ اور ناپسندیدہ ہے کہ جنگ کے وقت مرد اپنا ہتھیار ڈال دے۔ صلوۃ الخوف کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ ولیاخذو احذرھم اسلحتھم ۵ ۱۰۱/۴ ترجمہ اور اپنی حفاظت کی چیزیں اور ہتھیار (نماز میں) ساتھ لئے رہیں اور اس کے بعد فرمایا ہے کہ ود الذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم و امتعتکم فیمیلون علیکم میلۃ واحدۃ (ترجمہ) کفار تو یہ چاہتے ہی ہیں کہ کاش تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے ساز و سامان سے ذرا غفلت کرو تو اکبارگی سب کے سب تم پر ٹوٹ پڑیں۔ پس افضل اور بہتر یہی ہے کہ جو شخص میدان جہاد میں ہو وہ کسی حال میں بھی اپنا ہتھیار الگ نہ کرے۔

حضرت علی سے مروی ہے کہ آپ سورج کے زوال کے بعد جبکہ نماز ظہر پڑھی جا چکی ہو اس وقت جنگ کی ابتدا کرنا پسند فرماتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ پانچ مواقع پر دعا کو غنیمت سمجھو تلاوت قرآن کے وقت، اذان کے وقت، بارش کے وقت، فریقین کے مڈبھیڑ کے وقت، اور مظلوم کی پکار کے وقت آپ جب اپنے دشمن سے نبرد آزما ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے بارے الہا! تو ہی میرے لئے پناہ اور اور ناصر و مددگار رہے۔ بارے الہا! تیری قوت کے بھروسہ پر میں حملہ کرتا ہوں اور جنگ کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلعم نے جنگ احد کے موقع پر اس طرح دعا کی تھی کہ بارے الہا! تیری ذات تمام حمد و ثناء کے لائق ہے۔ اور تیرے ہی دربار میں شکایت کی جاتی ہے اور تجھی سے مدد مانگی جاتی ہے۔ اسوقت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمایا کہ اے محمدؐ آپ نے اللہ کو اس کے سب سے بڑے نام سے پکارا ہے

طریقۂ جنگ کا بیان

امام جعفر الصادق سے اور آپ کے پدر بزرگوار سے اور آپ کے آباء کرام سے اور حضرت علی علیہم السلام سے منقول ہے کہ جب رسول اکرم صلعم سے نبرد آزما ہوتے تو پہلے پیادہ پا فوج پھر گھوڑے سوار فوج اور پھر اونٹ سوار فوج کو ترتیب سے کھڑا کر دیتے تھے اور حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ جب جنگ کے لئے کوچ کرتے تو فوج کے دستوں کو مرتب کرتے اور قبیلوں کو متفرق کر دیتے تھے۔ ان میں سے ہر گروہ پر ایک شخص کو مقرر کر دیتے اور صفوں کو آراستہ کرتے اور گھوڑے سوار فوج کو ترتیب سے کھڑا کر دیتے پھر جنگ کے لئے کوچ کرتے تھے۔

آپ جب جنگ کے لئے کوچ کرتے تو فوج کو تین ٹکڑیوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ میمنہ، میسرہ اور قلب جہاں آپ خود تشریف رکھتے تھے۔ آپ ان کے آپس میں روابط قائم کرتے تھے۔ اور ان پر سربراہ کو مقرر کرتے تھے۔ آپ لوگوں کو آہستہ بولنے اور دعا کرنے کا حکم دیتے تھے اور آپ ان کو اپنے دلوں کو مضبوط رکھنے اور اپنی اپنی تلواروں کو میان سے باہر رکھنے اور اپنی تعداد کا مظاہرہ کرنے اور ہر شخص کو اپنی جگہ پر ثابت قدم رہنے اور جو دشمن پر حملہ کرتا اس کو حملہ کے بعد واپس آکر صف میں کھڑے ہونے کا حکم فرماتے تھے۔

حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ آپ نے مقابلہ کے لئے مبارز کو للکارنے کی اجازت دی ہے۔ رسول اکرم صلعم کے عہد مبارک میں جو لوگ مقابلہ کے لئے صف سے باہر نکلے تھے۔ آپ نے ان کا ذکر بھی کیا تھا۔ آپ نے جنگ کے اوصاف کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ پہلے پیادہ پا فوج کو آگے کرنا چاہیئے۔ پھر تیر انداز و تاکہ وہ خوب تیر برسائیں اور لشکر کے دونوں بازو قریب قریب ہوں اور مضبوط گھوڑے سوار دستے کو پرچم اور مقدمۃ الجیش کے لئے بلا: عماد قوت بناؤ۔ اگر کوئی گھوڑا سوار دشمن کے

لشکر سے نکل کر آئے تو اس کے لئے اپنے مرکز سے نہ ہو لیکن جس کو معلوم ہو کہ دشمن اس کے نشانے پر ہے تو وہ اپنے مرکز کو مضبوط بنانے کے بعد اپنے مرکز سے ہٹے اور موقع سے فائدہ اٹھائے اور جب اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے تو اپنے مرکز پر واپس آجائے اور جب تم حملہ کرنے کا ارادہ کرو تو صاحب القدمہ یعنی ہراول دستے کا افسر اعلیٰ پہل کرے۔ اگر وہ کمزور ہو جائے تو فوج کا پانچواں دستہ اور مسلح فوج چاروں طرف جھاڑیوں میں اور اونچی جگہوں پر حفاظت کے لئے کمین گاہوں میں چھپے رہیں۔ اور اگر تم پر حملہ کی پہل دشمن کرے تو اس وقت تم خوب نیزہ مارو اور اپنی جگہ پر ثابت قدم رہو اور صبر سے کام لو اور تیر اندازوں کو بھی خوب تیر برسانا چاہیئے اور پرچموں کو خوب لہراؤ اور ڈھالوں کو کھنکھاؤ اور جو لوگ زرہ پوش ہیں وہ دشمنوں کے روبرو ہو جائیں۔ اگر وہ معمولی سی بھی شکست کھا جائیں تو ان پر سب سے پہلا دستہ حملہ کرے اور سب مل کر یکبارگی حملہ نہ کریں جب تک کہ حملہ کرنے والا دشمن کے روبرو کھڑا رہے اگر وہ کھڑا نہ رہ سکے تو تم اس کی تھوڑی تھوڑی مدد کرو اور تم اپنی صفوں سے چمٹے رہو اور اپنی جگہوں پر ثابت قدم رہو۔ پس جب شکست کے آثار نظر آجائیں تو تم لوگ اپنی جماعت کے ساتھ بغیر تتر بتر ہوئے فوجی ترتیب کی صورت میں واپس ہو جاؤ۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر دشمن تمہاری جانب کوچ کرے تو خندقوں کے دروازوں پر صف بستہ ہو جاؤ۔ پس وہاں تلواروں کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے اور صفوں کو مستحکم کرنے کے بعد زمین پر ثابت قدم رہنے کے سوا اور کچھ نہ کرو تم ان کے چہروں کی طرف نہ دیکھو اور ان کی تعداد سے تم خوف نہ کھاؤ مگر جس زمین میں تمہارے وطن ہیں ان پر نظر رکھو۔ اگر وہ تم پر حملہ کر دیں تو تم دو زانوں ہو کر بیٹھ جاؤ اور صف بستہ مستحکم حالت میں بغیر کسی شگاف کے ڈھالوں کے پیچھے چھپ جاؤ اور اگر بیٹھ پھر اگر بھاگ کھڑے ہوں تو ان پر تلواروں سے تم حملہ کر دو اور اگر وہ ثابت قدم رہیں تو تم بھی فوجی ترتیب کے ساتھ ثابت قدم رہو۔ اگر وہ شکست کھائیں تو اپنے گھوڑوں

پر سوار ہوکر دشمنوں کی طلب میں نکل جاؤ اور پناہ بخدا تم شکست کھا جاؤ تو باہم دعا کرو اور اس وقت اللہ کو یاد کرو اور اس سزا کو یاد جس سے خدا نے میدان سے بھاگ جانے والوں کو ڈرایا ہے اور جس کو تم بیٹھ پھراتے ہوئے دیکھو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دو اور جھنڈوں کو اکٹھا کر کے باندھ لو اور جو تھوڑے مال و اسباب والے اور آسان حالت میں ہیں وہ شکست خوردہ لوگوں کو جلدی سے جماعت اور جھنڈوں میں اکٹھا کرلیں اور جو اس حال میں ہو وہ تمہاری طرف بھاگ کر چلا آئے۔ پس جب تمہارے اطراف جمع ہو جائیں اور تم کو امداد پہنچ جائے اور شکست خوردہ فوج واپس آجائے تو لوگوں کو ان کے قائدین کے ساتھ لاحق کر دو اور ان کو مستحکم طور سے آراستہ کرلو۔ پھر جنگ کرو اور خدا سے مدد مانگو اور صبر و تحمل سے کام لو اور شکست کے وقت ثابت قدم رہنے میں اور دشمن کی فوج پر ایک تنہا شخص کا اپنی شجاعت پر بھروسہ کر کے حملہ کرے تو اس میں بہت فضل و ثواب ہے۔

جیسا کہ امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جنگ احد میں جب اصحاب رسول اکرم صلعم سے جدا ہو گئے اور صرف آپ کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام ثابت قدم رہے لوگوں کا اس وقت جو حال تھا وہ معلوم ہے پس رسول خدا صلعم کو چھوڑ کر میں کیسے چلا جاؤں ؟ ایسا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ میں آپ سے پہلے اپنی جان آپ پر قربان کر دوں گا اور میرا خون آپ کے خون سے پہلے بہہ جائیگا۔ پس رسول خدا صلعم نے یہ سن کر آپ کی خوب تعریف کی۔ پھر آپ نے دیکھا کہ دشمنوں کا ایک دستہ آپ کی طرف بڑھ رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے علی تم اس پر حملہ کر دو۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے اس لشکر پر حملہ کر کے اس کو متفرق کر دیا۔ اور ہشام بن امیہ مخزومی کو قتل کر ڈالا۔ پھر دوسرا لشکر آیا۔ رسول خدا صلعم نے پھر حضرت سے فرمایا کہ اے علیؑ تم اس لشکر پر بھی حملہ کر دو۔ چنانچہ آپ نے اس پر حملہ کر کے اس کو بھی منتشر کر دیا۔ اور عمر بن عبداللہ جمحی کو مار ڈالا۔ پھر دوسرا لشکر

آیا۔ آنحضرت صلعم نے پھر حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ اس پر حملہ کردو۔ پس حضرت علی نے اس پر حملہ کر کے اس کو منتشر کردیا۔ اور بنی عامر بن لوی کے بھائی شیبہ بن مالک کو قتل کر ڈالا۔ اس وقت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ کے ساتھ ساتھ تھے۔ اس وقت جبرئیلؑ علیہ السلام نے کہا کہ اے محمدؐ یہ علیؑ کی آپ کے ساتھ مواسات اور ہمدردی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے جبرئیل علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔ اس وقت جبرئیل بول اٹھے کہ اے محمدؐ اور میں تم دونوں سے ہوں۔

مشرکین سے جنگ کرنیکا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ فاذا انسلخ الاشھر الحرام فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم۔ ۱۰ $\frac{۹}{۷}$ ترجمہ۔ پھر جب حرمت کے چاروں مہینے گذر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ بے تامل قتل کردو۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق ۲۶ $\frac{۴۷}{۴}$۔ ترجمہ۔ تو جب تم کافروں سے بھڑو تو ان کی گردنیں مارو۔ یہاں تک کہ جب تم ان کو زخموں سے چور کر ڈالو تو ان کی مشکیں کس لو اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم ۲ $\frac{۱}{۱۹۰}$ ترجمہ۔ اور تم ان مشرکوں کو جہاں پاؤ مار ہی ڈالو۔ اور ان لوگوں نے جہاں (مکہ) سے تمہیں شہر بدر کیا ہے تم انھیں باہر کرو۔ اور ارشاد باری ہے کہ اذن الذین یقاتلون بانھم ظلموا ان اللہ علی نصرھم لقدیر ۱۷ $\frac{۲۲}{۳۸}$ ترجمہ۔ مسلمانوں سے کفار لڑا کرتے تھے۔ چونکہ وہ بہت ستاتے تھے اس وجہ سے انھیں بھی جہاد کی اجازت دیدی گئی۔ اور خدا تو ان لوگوں کی مدد پر یقیناً قادر ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ تمام روئے زمین اور جو کچھ اس کے اندر ہے وہ تمام اللہ اور اس کے اولیاء کرام اور ان کے اتباع مومنین کا حق ہے پس زمین کا جو حصہ ان کافروں اور ظالموں کے ہاتھوں میں ہے اس کے حقدار تو اولیاء اللہ ہیں وہ اس سلسلے میں مظلوم ہیں۔ اِس راہ میں ان کو جہاد کی اجازت دی گئی ہے۔ چنانچہ اس سے متعلق خداوند تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القریٰ ۲۸ ۵۹/۶ ترجمہ: تو جو مال خدا نے اپنے رسول کو دیہات والوں سے بے لڑے دلوا دیا ہے پس فیئ کسی چیز کے اپنے اہل اور اصل جگہ کی طرف لوٹ جانے کو کہتے ہیں۔ اس پر سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فاء الفیئ جب کہ سایہ لوٹ جاتا ہے اور اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ فان فآءو فان اللہ غفور رحیم۔ ترجمہ اگر لوٹ جائیں تو خدا بخشنے والا مہربان ہے۔ صادق آل محمد علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ان مہاجرین کے بارے میں نازل ہوئی تھی جن کو مکہ سے شہر بدر کر دیا گیا تھا کیونکہ اس ذکر کے بعد ہی خدا نے فرمایا ہے کہ الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا یہان یقولوا ربنا اللہ۔ ترجمہ۔ وہ مسلمان جن کو ناحق ان کے گھروں (مکہ سے) شہر بدر کر دیا گیا، ان کا صرف یہی قصور تھا کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ آپ نے سائل سے فرمایا کہ یہ آیت کریمہ مہاجرین کے بارے میں ہے اور ان تمام لوگوں کے بارے میں جو ان کے حال سے مشابہہ ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ اگر مان لیا جائے کہ یہ آیت مہاجرین کے لئے مخصوص ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مہاجرین کے علاوہ دوسروں کو جہاد کی اجازت نہیں ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مشرکون کو قتل کرنے کا عام طور سے حکم دیا ہے اور آنحضرت صلعم نے یہ بتا دیا ہے کہ ان تمام مشرکین میں سے بعض قتل سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ و انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ۱۴ ۱۶/۴۴

ترجمہ۔ اور ہم نے تم پر یہ قرآن نازل کیا ہے تاکہ جو احکام لوگوں کے لئے نازل کئے گئے ہیں تم ان سے صاف صاف بیان کر دو۔ ہم اس سے پہلے یہ لکھ چکے ہیں کہ عورتوں بچوں، بوڑھوں کو اس وقت تک نہ قتل کیا جائے جب تک کہ وہ خونریز جنگ نہ کریں۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے جنگ بدر کے موقع پر لوگوں سے یہ فرمایا تھا کہ خاندان عبدالمطلب میں سے جس کو تم قید کر سکو اس کو قتل نہ کرو کیونکہ ان کو میدان جنگ کی طرف مجبور کر کے لایا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ان کے ہمثل ہوں تو حسب قدرت ان کو قتل سے محفوظ رکھا جائے۔ حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ قبیلہ خثعم کی طرف آنحضرت صلعم نے ایک لشکر کو روانہ فرمایا جب قبیلہ خثعم کو ان کے آنے کا احساس ہوا تو وہ سجدے میں گر کر پناہ مانگنے لگے مگر انھوں نے ان میں سے بعض کو مار ڈالا۔ جب اس کی اطلاع رسول خدا صلعم کو ہوئی تو آپ نے ان کو قتل کرنا پسند کیا اور آپ نے یہ فرمایا کہ ان کے سجدہ کرنے کی وجہ سے ان کے وارثوں کے لئے عقل یعنی خون بہا کا نصف حصہ ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ میں ہر اس مسلم سے بری ہوں جو ایک گھر میں مشرک کے ساتھ ٹھہرے گا۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ مشرکوں کو کو لوہے، پتھر، آگ، پانی وغیرہ جس چیز سے بھی قتل کرنا ممکن ہو ان کو قتل کرنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے اہل طائف پر منجنیق نصب کر دیا تھا اور آپ نے فرمایا کہ اگر مشرکوں کے ساتھ ان کے قلعہ میں مسلمانوں کی بھی جماعت ہو اور وہ ان کو اپنے ساتھ کھڑا کر لیں تو ان کو تیر مارنے کا قصد نہ کرو تم مشرکوں کو تو تیر سے مارو لیکن مسلمانوں کو خبردار کر دو کہ اگر ان کو جبر یہ لا کھڑا کیا گیا ہے تو بچیں اور جس قدر ان سے دور رہ سکیں دور رہیں۔ اگر تم نے ان میں سے

کسی مسلمان کو قتل کر دیا تو اس کا خوں بہا دینا پڑے گا۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تم کو اہل حرب میں سے کوئی شخص ہاتھ لگ جائے اور وہ یہ دعویٰ کرے کہ وہ تمہاری طرف قاصد بن کر آیا ہے تو اگر اس کا پتہ اور ثبوت مل جائے تو تم اس کا کچھ نہیں کر سکتے جب تک کہ وہ اپنا پیغام پہنچا کر اپنے اصحاب سے نہ جا ملے۔ اگر تمہیں اس کے قاصد ہونے کا کوئی ثبوت نہ ملے تو اس کی بات نہ قبول کرو۔

قیدیوں کے احکام کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد و اما فداء حتی تضع الحرب اوزارھا ۲۶ ترجمہ۔ تم جب کافروں سے بھڑو تو ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم انھیں زخموں سے چور کر ڈالو تو ان کی مشکیں کس لو۔ پھر اس کے بعد یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا یا معاوضہ لیکر رہا کرنا۔ یہاں تک کہ دشمن لڑائی کے ہتھیار رکھ دیں۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے جنگ بدر میں کچھ لوگوں کو قید کر لیا تھا اور ان سے معاوضہ لیکر چھوڑ دیا تھا۔ پس امام کو اختیار ہے کہ جب مشرکوں پر اللہ تعالیٰ اس کو امکان عطا کرے تو وہ چاہے ان کو قتل کر ڈالے یا قید کر لے اور ان کو اموال غنیمت میں ڈال کر قرعہ اندازی کے ذریعہ تقسیم کر دے۔ ان میں سے جس پر احسان کرنا مناسب سمجھے تو ان پر احسان کرے اور جن سے معاوضہ لینا مناسب سمجھے ان سے معاوضہ لے کر چھوڑ دے۔ جبکہ امام کو اس بات کا پورا علم ہو کہ وہ جو کچھ بھی کرے گا اس میں مسلمانوں کی بھلائی اور بہتری ہے اور مشرکوں کے قلعہ میں سے کوئی نکل کر چلا آئے یا کسی مسلمان کے حکم پر مشرکوں کے لشکر سے کوئی باہر چلا آئے۔ پس اس کے

متعلق وہ یہ حکم کرے کہ اس کو غلام بنالیا جائے یا قتل کر دیا جائے یا وہ ذمی کے طور پر رہے تو ان تمام صورتوں میں وہ جو بھی حکم دیگا جائز ہوگا۔ اگر اس کے برعکس حکم کرے گا تو وہ جائز نہ ہوگا۔ پھر اس کے حکم سے اس کی پناہ گاہ کی جانب اس کو لوٹا دیا جائے اور اس سے جنگ کی جائے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ بنی قریظہ سعد بن معاذ کے حکم پر اپنے قلعوں سے باہر نکل آئے تھے۔ پس آنحضرت صلعم نے سعد کو حکم دیا کہ وہ اس کا فیصلہ کریں۔ پس انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان میں سے جو مقاتل ہیں ان کو قتل کر دیا جائے اور ان کی اولاد کو غلام بنالیا جائے۔ اس وقت آنحضرت صلعم نے سعد سے فرمایا کہ تم نے اللہ کے اس حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے جو سات آسمان سے اترا ہے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ واجب ہے کہ قیدی کو کھانا کھلایا جائے اور پانی پلایا جائے اور اس کے ساتھ نرمی کی جائے چاہے اس کو قتل کرنے کا ہی ارادہ کیوں نہ ہو۔

امام حسین علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ مسلمان قیدی کو آزاد کرنا اس سرزمین کے لوگوں پر واجب ہے جہاں اس نے جنگ کی تھی۔

پناہ اور امان دینے کا بیان

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ تمام مسلمانوں کی ضمانت ایک ہی نوعیت کی ہوتی ہے۔ ان میں ایک ادنیٰ آدمی بھی کسی کی ضمانت لے سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے مسجد خیف میں خطبہ دیا۔ اس میں آپ نے فرمایا کہ اس شخص پر خدا کی رحمت جس نے میری بات سنی اور اس کو یاد رکھا اور جس نے اس کو نہیں سنا تھا اس تک پہنچا دیا۔ پس یاد رکھو کہ کتنے حامل فقہ ایسے ہیں جو حقیقت میں فقیہ نہیں ہیں اور کتنے حامل فقہ تو ایسے ہیں جو اپنے سے بلند پایہ فقہ کے محتاج ہیں۔ اور

آپ نے فرمایا کہ یہ تین باتیں ایسی ہیں کہ جن کے ساتھ مرد مومن کا دل خیانت نہیں کرتا۔ بے لوث عمل، مسلمانوں کے ائمہ کو "نصیحت" یعنی خیر خواہی کرنا اور ان کی جماعت کو نصیحت کرنا کیونکہ ان کی دعوت مسلمانوں پر محیط ہے اور تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ ان کا خون یکساں اور برابر ہے۔ ان میں سے ادنیٰ آدمی بھی کسی کی ضمانت لے سکتا ہے پس جب کوئی مسلمان کسی مشرک کو پناہ دے تو واجب نہیں ہے کہ اس کی ضمانت کو توڑ دیا جائے۔ مشرکوں کے سامنے اسلام کی شرطیں پیش کی جائیں۔ پس اگر وہ اسلام لانا قبول کریں یا پھر ذمی بن کر رہیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کی پناہ گاہوں کی طرف واپس کر کے ان سے جنگ کی جائے۔ اگر اس کے بغیر ان میں سے کسی کو قتل کر دیا گیا تو اس کے قاتل پر خون بہا دینا واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ فتحریر رقبۃ مومنۃ ودیۃ مسلمۃ الی اھلہ ۴/۹۲ ترجمہ۔ اور ایک بندۂ مومن کا آزاد کرنا واجب ہے اور قاتل پر وارثانِ مقتول کو خون بہا دینا واجب ہے۔ رسول اکرم صلعم سے اور امام باقر علیہ السلام سے یہ مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مشرکوں کو اگر کوئی ذمی یا مشرک مسلمانوں کے ساتھ ان کی چھاؤنی میں پناہ دے تو اس کی ضمانت مقبول نہ کی جائے۔

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی مسلمان کسی مشرک کو پناہ دینے کا اشارہ کرے اور وہ اس کے حکم پر اتر آئے تو وہ پناہ اور امان میں ہے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں امان کسی زبان ہو جائز ہے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی مشرک پناہ چاہتے ہوئے مسلمانوں کی سرزمین میں داخل ہو جائے اور پھر وہاں سے لوٹ کر جانا چاہے تو وہ دار المسلمین سے کوئی ایسا ہتھیار لیکر نہ جائے جو اس کے لئے مفید اور کار آمد ہو اور کوئی ایسی چیز بھی نہ لے جانے پائے جس سے وہ جنگ کرنے پر قادر ہو جائے اور پناہ مانگنے والے مشرکوں

کے مابین جو معاملات دار الحرب میں تھے وہ اپنے معاملات کا فیصلہ کرنے کے لئے مسلمانوں کے روبرو پیش کریں تو ان کے ایسے معاملات کا کوئی فیصلہ نہ کیا جائے البتہ دار الاسلام میں اگر ان کے مابین کوئی نزاع ہو تو اس کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے اور جب کوئی عورت پناہ طلب کرتے ہوئے دار الاسلام میں داخل ہو تو اس سے اس کے مشرک شوہر کی عصمت ختم ہو جاتی ہے اور جب کوئی پناہ کا طالب مشرک دار الاسلام میں داخل ہو تو اس نے جو کچھ دار الشرک میں مال و دولت چھوڑا ہے وہ غلبہ کی صورت میں مالِ غنیمت میں شمار ہوگا اور اگر دار الشرک میں اسلام لانے کے بعد دار الاسلام میں مسلمان ہو کر داخل ہوا ہے تو اس کے تمام بچے مسلمان ہوں گے اور اس کے مال پر اسی کا حق ہوگا۔

صلح، معاہدہ اور جزیہ کا بیان

ہم اس سے قبل لکھ چکے ہیں کہ عام حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت صلعم نے اہلِ مکہ کے ساتھ معاہدہ کیا تھا پس امام کو اور جس کو امام نے قائم کیا ہے اس کو صلح اور معاہدہ کے بارے میں سوچنے کا اختیار ہے سا گر وہ اس کو مسلمانوں کے حق میں بہتر سمجھے تو مشرکوں سے کچھ مال یا کسی اور چیز پر بطور ضمانت قبضہ کر کے سال دو سال کے لئے صلح کرلے۔

اور زیادہ سے زیادہ مشرکین امام یا نائب امام کے ساتھ دس سال تک کا معاہدہ کر سکتے ہیں اور واجب ہے کہ ان کے معاہدے کی پوری پابندی کی جائے اور ان کی ضمانت کو توڑا نہ جائے۔ لیکن اگر امام کو یا اس شخص کو جس کو امام نے مقرر کیا ہے مشرکین کے ساتھ جنگ کرنے ہی میں مسلمانوں کی بھلائی نظر آئے۔ مدت گزرنے سے پہلے تو مشرکین کے عہد و پیمان کو واپس کر دینا چاہیئے۔ امام ان کو باقاعدہ مطلع کر دے کہ وہ ان سے جنگ کرنے والا ہے۔ پھر جنگ

کرے۔ ہم نے یہاں پر جو کچھ لکھا ہے وہ سب اہل بیت رسول علیہم السلام سے منقول ہیں

اور اگر اہل کتاب جزیہ دیں تو ان سے قبول کر لیا جائے اور ان سے جنگ نہ کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الاخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون ۱۰ ۹/۲۹ اہل کتاب میں سے جو لوگ نہ دل سے خدا ہی پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ روز آخرت پر اور نہ خدا اور اس کے رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں۔ اور نہ سچے دین ہی کو اختیار کرتے ہیں۔ ان لوگوں سے لڑے جاؤ۔ یہاں تک کہ وہ لوگ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور جن لوگوں کے ساتھ معاہدہ کیا گیا ہے ان پر کسی قسم کا ظلم کرنے سے آنحضرت صلعم نے منع فرمایا ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے اور آپ کے پدر بزرگوار سے اور آپ کے آباء کرام سے اور حضرت سے اور رسول اکرم صلعم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت آئے گی جب جس کے ساتھ عہد و پیمان کیا گیا ہے۔ اس کو اس طرح کھایا جائے گا جیسے گھاس کھائی جاتی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص ذمی کے اس جزیہ کو معاف کر دے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے لازم قرار دیا ہے یا معاف کر دینے کے لئے ذمی کی سفارش کرے گا تو وہ اللہ و رسول اور تمام مسلمانوں کے ساتھ خیانت کرے گا۔

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جزیہ مجاہدین کا عطیہ ہے اور صدقہ ان لوگوں کے لئے ہے جن کا ذکر خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ جزیہ میں ان کا کچھ بھی حق نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ عدل و انصاف کا دامن کتنا کشادہ ہے۔ لوگوں کے ساتھ اگر عدل و انصاف

کا برابر سلوک کیا جائے تو وہ محتاج نہ رہیں گے۔ امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مشرکین کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے جن ذمیوں سے مدد لی جائے ان کا جزیہ معاف کر دینا چاہیئے۔ حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کسی عربی کا جزیہ قبول نہ کیا جائے۔ اگر وہ اسلام نہ لائیں تو ان کے ساتھ جہاد کیا جائے۔ آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ مجوسی اہل کتاب ہیں مگر ان کی شرع مٹ چکی ہے۔ آپ نے ان کا پورا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ ان سے بھی جزیہ لیا جائے۔

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ آزاد ذمیوں میں سے جو بالغ مرد ہیں ان پر جزیہ ادا کرنا واجب ہے اور ان میں سے جو غلام ہیں ان پر جزیہ واجب نہیں ہے اور عورتوں اور بچوں پر واجب نہیں ہے اور گاؤں کے سرداروں اور مالداروں میں سے ہر شخص سے ہر سال اڑتالیس درہم جزیہ لیا جائے اور درمیانی طبقہ کے لوگوں سے چوبیس درہم جزیہ لیا جائے اور نچلے درجہ کے لوگوں سے بارہ درہم جزیہ لیا جائے۔ اس کے علاوہ جن کے پاس زمینداری ہے ان پر خراج بھی واجب ہے۔ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، عورت ہو یا مرد سب سے خراج وصول کیا جائے۔ اور ان میں سے جو اسلام قبول کرلے اس کا جزیہ تو معاف کر دیا جائے لیکن خراج معاف نہ کیا جائے کیونکہ خراج تو زمین کا وصول کیا جاتا ہے اگر انھوں نے زمین ہی کو فروخت کر دیا ہے اور اس پر مسلمان قابض ہو چکے ہیں اس صورت میں اس زمین کا خراج لیا جائے گا اور اگر پناہ کا طالب مشرک اپنے ساتھ دو سو درہم یا اس سے زیادہ اپنے ہمراہ لیکر دار السلام میں داخل ہو تو اس کا دسواں حصہ لے لیا جائے اور مال و اسباب ہو تو اس کی قیمت لگا کر دسواں حصہ لیا جائے۔

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے ذمیوں سے جزیہ کی

جگہ پر اسی قیمت کے مال و اسباب لینے کی رخصت دی ہے اور امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے ذمیوں سے جزیہ میں شراب اور سور سے کمائی ہوئی رقم لینے کی رخصت دی ہے۔ کیونکہ ان کا اکثر سرمایہ حرام کمائی اور سود کا ہوتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے منع فرمایا ہے کہ جب تم اہل کنائس کے پاس جاؤ تو ان کے گرجا میں نہ ٹھہرو۔ آپ نے فرمایا کہ ان پر لعنت برستی ہے۔ آپ نے ان پر سلام میں پہل کرنے سے منع فرمایا ہے لیکن اگر وہ سلام کی ابتدا کریں تو صرف وعلیکم کہدو۔ آنحضرت صلعم نے دارالاسلام میں نیا گرجا بنانے سے منع فرمایا ہے۔ صادق آل محمد علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ ذمی نہ حرم میں داخل ہوں نہ دار الہجرۃ میں داخل ان دونوں جگہوں سے ان کو نکال دیا جائے۔

تقسیم سے قبل مالِ غنیمت کا حکم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ومن یغلل یات بما غل یوم القیامۃ ثم توفی کل نفس ما کسبت وھم لا یظلمون پ۴ ع۱۶ ترجمہ۔ اور جو خیانت کرے گا تو جو چیز خیانت کی ہے قیامت کے دن وہی چیز بعینہٖ خدا کے سامنے لانا ہوگا اور پھر ہر شخص اپنے کئے کا پورا بدلہ بھر پائے گا اور ان کی کسی طرح حق تلفی نہ کی جائے گی۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے اور آپ کے بزرگوار سے اور آپ کے آباء کرام سے اور حضرت علی علیہم السلام سے منقول ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اس عباء کے صاحب کو جس نے اس کو خیانت کر کے حاصل کیا ہے۔ میں نے جہنم میں دیکھا ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ مال غنیمت میں سوئی دھاگا تک برابر تقسیم کردو۔

امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلعم نے منع فرمایا ہے

کہ مال غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے جانور پر سواری نہ کرنا چاہیئے کہ وہ کمزور ہو جائے اور نہ اس میں سے ایک کپڑا پہننا چاہیئے کہ وہ پرانا ہو جائے لیکن تقسیم سے پہلے مسلمانوں کو دشمنوں سے جہاد کرنے کے لئے مال غنیمت کی ضرورت ہو تو اس سے فائدہ اُٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ان کو استعمال کرکے واپس مال غنیمت میں رکھ دینا چاہیئے جیسے ہتھیار اور جانور وغیرہ کی ضرورت ہو تو کام میں لایا جائے اور مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے گھانس اور کھانے کی چیزوں کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ جنگ خیبر کے موقع پر رسول اللہ صلعم کے اصحاب کو کھانے کی بہت سی چیزیں ملی تھیں جن کو انھوں نے مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے کھا لیا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے اپنے حصّے کو فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس کے حصّے کا مال ابھی نامعلوم ہے اور فوج کے افسر علیٰ کو یہ اختیار ہے کہ وہ مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے اس میں سے کوئی عمدہ سی ایک چیز اپنے لئے منتخب کرلے۔

مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے یمن کی جانب فوج کے دو دستوں کو روانہ فرمایا تھا۔ ایک فوج کے قائد علی علیہ السلام تھے اور دوسری فوج کے خالد بن ولید، آنحضرت صلعم نے ان سے فرمایا تھا کہ جب کہیں تم لوگ باہم مل جاؤ تو علی تم پر حاکم ہوں گے اور جب تم متفرق ہو جاؤ تو دونوں میں سے ایک اپنے حاکم و قائد ہوگا۔ چنانچہ ہوا ایسا کہ لوگوں نے کچھ عورتیں گرفتار کی تھیں۔ پس حضرت علی علیہ السلام نے ان میں سے اپنے لئے ایک لڑکی کو منتخب کر لیا تھا۔ خالد بن ولید نے اس کی اطلاع آنحضرت صلعم کو کر دی اس نے بریدہ اسلمی کو ایک خط دے کر آنحضرت صلعم کی جانب روانہ کیا اور اس کو یہ تاکید کر دی کہ آنحضرت صلعم کو وہ اپنی زبان سے جا کر اس کی اطلاع کرے۔ پس اس نے ایسا ہی کیا تو اس وقت آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔

علی جو بھی منتخب کرلیں اس کا ان کو اختیار ہے اور رسالتمآب صلعم کے چہرۂ انور پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ بریدہ نے کہا کہ اے رسول خدا صلعم میں اس وقت آپ کی پناہ کا طالب ہوں۔ آپ نے مجھے ایک شخص کے ساتھ بھیجا تھا اور اس کی اطاعت کا حکم بھی دیا تھا۔ پس میں نے تو اس کی اطاعت کی تھی۔ اس نے مجھے جو پیغام دیکر بھیجا تھا اس کو میں نے پہنچا دیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے بریدہ علی ظالم نہیں ہیں اور نہ وہ ظلم کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں وہ میرے بھائی، میرے وصی اور میرے بعد میرے ولی امر ہیں۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص کسی مشرک کو دار الحرب میں گرفتار کرلے اور اس کو پیدل چلنے کی طاقت نہ ہو اور نہ سوار کرنے کے لئے جانور ہو اور اس کا خوف ہو کہ اگر چھوڑ دے گا تو وہ بھاگ کر مشرکوں میں شامل ہو جائے گا تو اس کو قتل کر ڈالے چھوڑے نہیں۔ مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے اور تقسیم کے بعد جن اسباب کو اٹھا کر نہ لایا جا سکے ان کے ساتھ ایسا ہی طرز عمل اختیار کیا جائے۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جن اموال غنیمت کو نہ اٹھایا جا سکے اور نہ دار المشرکین سے لیجایا جا سکے ان کو تلف کر دینا چاہیئے۔ اور اسباب و ہتھیار کو آگ میں جلا دینا چاہیئے اور سواری کے جانوروں اور چوپایوں کو ذبح کر کے آگ میں جلا دینا چاہیئے مگر ان جانوروں کی کوچ نہ کاٹی جائے۔ کیونکہ کوچ کاٹنا بدترین مثلہ ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے جن اموال پر مشرکوں نے قبضہ کر لیا ہو پھر غلبہ کے وقت وہ اموال ان کے پاس مل گئے تو ان اموال کے جو مالک ہیں ان کے وہی اصلی حقدار ہیں۔ کسی مسلم کے ہاتھ سے وہی مال لیا جائے جس کو وہ دینا پسند کرے اور جب فوج کا افسر اعلے

اس شخص کے لئے کچھ انعام مقرر کرے جس نے میدانِ جہاد میں کسی کو قتل کیا تھا یا کوئی کارنامہ انجام دیا تھا یا کسی دشمن پر غالب آیا تھا تو جو انعام دینا مقرر کیا گیا ہو اس کو پورے پورا دینا چاہیئے اور تقسیم سے قبل مالِ غنیمت میں سے اس انعام کو الگ کر دینا چاہیئے۔ مقتول کا وہ تمام مال و اسباب جو اس کے مرنے کے بعد لوٹا گیا ہے تو اس پر اسی مسلمان کا حق ہے جس نے اس کو قتل کیا تھا مگر اس سے خمس لے لیا جائے۔

مالِ غنیمت کی تقسیم کا بیان

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت عمار بن یاسر اور عبید اللہ بن ابی رافع اور ابوالہیثم بن تیہان کو مسلمانوں کے درمیان اموالِ غنیمت کی تقسیم کا حکم دیا تھا اور ان سے یہ بھی فرمایا تھا کہ مالِ غنیمت کی تقسیم میں عدل و انصاف سے کام لینا کسی کو کسی پر فضیلت نہ دینا۔ پس انھوں نے جب مالِ غنیمت کا حساب کیا تو انھیں معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کو تین تین دینار برابر مل سکتا ہے پس انھوں نے اسی حساب سے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ اس وقت طلحہ اور زبیر بھی اپنے اپنے لڑکوں کو ساتھ لے کر ان کے پاس آئے انھوں نے ان میں سے ہر ایک کو تین تین دینار دیدیئے۔ اس وقت طلحہ اور زبیر نے کہا کہ حضرت عمر ہم کو اس طرح سے نہیں دیتے تھے پس تم لوگوں نے یہ اپنی طرف سے کیا ہے یا تمہارے صاحب حضرت علی کے حکم سے ایسا کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہم کو حضرت علی علیہ السلام نے ایسا ہی کرنے کا امر فرمایا تھا۔ وہ دونوں جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں آئے۔ انھوں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنے کچھ مال و اسباب کے پاس دھوپ میں کھڑے ہیں اور ایک مزدور کام کر رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ کیا آپ ہمارے ساتھ سایہ میں تشریف لا سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ انھوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم مالِ غنیمت کی تقسیم کے وقت آپ کے عاملوں کے پاس

گئے تو انہوں نے ہم میں سے ہر ایک کو اتنا ہی دیا جو انھوں نے دوسرے تمام لوگوں کو دیا تھا۔ آپ نے ان سے فرمایا تھا کہ پھر تم لوگ اس وقت مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ حضرت عمر ہم کو مالِ غنیمت میں سے اس طرح نہیں دیتے تھے۔ آپ نے ان دونوں سے فرمایا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ رسول خدا صلعم تم لوگوں کو کتنا دیتے تھے؟ بس وہ دونوں خاموش ہو گئے؟ آپ نے ان سے فرمایا کہ کیا آنحضرت صلعم مسلمانوں کے درمیان برابر مالِ غنیمت تقسیم نہیں فرماتے تھے۔ دونوں نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ اچھا تم دونوں یہ بتاؤ کہ آیا تم دونوں کے نزدیک سنّت رسول اللہ صلعم پر عمل کرنا بہتر ہے یا سنّت عمر پر چلنا بہتر ہے؟ دونوں نے کہا کہ سنت رسول پر عمل کرنا افضل ہے۔ مگر اے امیرالمومنین ہمارے لئے تو سابقت اور عناد اور قرابت حاصل ہے۔ پس آپ اگر مناسب سمجھیں تو ہمارا درجہ عام مسلمانوں سے مساوی قرار نہ دیں آپ نے ان سے فرمایا کہ تم دونوں کی سبقت کچھ میری سبقت سے بھی بڑھ کر ہے؟ دونوں نے کہا کہ نہیں بلکہ آپ ہم سے سابق ہیں۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ تو یہ بتاؤ کہ تم دونوں قرابتداری میں مجھ سے زیادہ قریب ہو یا میں؟ دونوں نے کہا کہ نہیں آپ بلحاظِ قرابت زیادہ اقرب ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم دونوں کا عناد بڑھ کر ہے یا میرا عناد؟ دونوں نے کہا کہ نہیں بلکہ اے امیرالمومنین آپ کا عناد[1] بڑھ کر ہے۔ تب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم بخدا میں اور میرا یہ مزدور دونوں اس مالِ غنیمت میں برابر کے حصّے دار ہیں۔ اس وقت آپ نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے مزدور کی طرف اشارہ کر کے بتایا دونوں نے آپ سے کہا کہ ہم اس کے لئے آئے تھے اور دوسرے کام سے بھی آئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ دوسرا کام کیا ہے؟ دونوں نے کہا کہ ہمارا عمرہ کرنے کا ارادہ ہے۔ پس ہمیں اس کی اجازت عنایت فرمائیں۔ آپ نے ان سے کہا کہ تم جاؤ لیکن تم دونوں کا ارادہ عمرہ کرنا نہیں ہے۔ مجھے تم دونوں کے امر کی خبر مل چکی ہے اور تم دونوں کی آرام گاہ بھی دکھا دی گئی ہے۔ وہ دونوں

---

[1] عناد راہ جہاد میں مشقت اٹھانا۔

چل پڑے۔ آپ یہ آیت کریمہ تلاوت فرما رہے اور وہ دونوں سُن رہے تھے۔
کہ فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عاھد علیہ
اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیماً۔ ۲۶ پ۹ ترجمہ تو جو عہد کو توڑے گا تو اپنے
اپنے نقصان کے لئے عہد کو توڑتا ہے اور جس نے اس بات کو جس کا اس نے عہد
خدا سے کیا ہے پورا کیا تو اس کو عنقریب ہی اجر عظیم عطا فرمائے گا پس مال غنیمت
کے جو مسلمان اس کے مستحق ہیں اس کو ان کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ
تقسیم کرنا واجب ہے۔ اموال غنیمت میں سب کو برابر حصہ دینا چاہیئے۔ اور
مال غنیمت وہی ہے جس کو انھوں نے جنگ کر کے حاصل کیا تھا مگر انھوں نے
جو اموال جنگ کے بغیر پایا ہے وہ سب کا سب اللہ و رسولؐ کا ہے۔
اور رسول کے بعد ہر زمانہ کے امام کا حق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد
ہے کہ ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القری فللہ وللرسول ولذی
القربیٰ ۲۸ پ۵۹ تو جو مال خدا نے اپنے رسولؐ کو دیہات والوں سے
بے لڑے دلوایا ہے وہ خاص خدا اور رسول اور ان کے قرابتداروں
کا ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہے کہ فما اوجفتم علیہ من خیل ولا
رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء ۲۸ پ۵۹ ترجمہ:۔
تم نے اس کے لئے کچھ دوڑ دھوپ تو کی نہیں نہ گھوڑوں سے نہ اونٹوں سے
مگر خدا اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہتا ہے غلبہ عطا کرتا ہے۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ باغ
فدک بھی اسی مال غنیمت میں سے تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بغیر لڑے
دلوا دیا تھا۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ فآت ذا القربیٰ
حقہ ترجمہ:۔ (اے رسول) تم اپنے قرابت داروں کو ان کا حق دے دو
اس وقت آنحضرت صلعم نے باغِ فدک سیدۂ عالم جناب فاطمہ زہرا علیہا
السلام کو عنایت کر دیا۔ جب آنحضرت صلعم وفات پا گئے تو حضرت ابوبکر

نے ان سے واپس لے لیا اور جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو انھوں نے باغ فدک مروان کو جاگیر میں دے دیا اور جب مروان حاکم ہوا تو اس نے باغ فدک کا دو تہائی حصہ اپنے بیٹے عبدالملک کو دے دیا اور ایک تہائی حصہ سلیمان کو دے دیا۔ اور جب عبدالملک والی ہوا تو اس نے اپنا دو تہائی حصہ عبدالعزیز کو دے دیا اور ایک تہائی حصہ سلیمان کے پاس رہا۔ پھر جب سلیمان والی ہوا تو اس نے ایک تہائی حصہ کو عمر بن عبدالعزیز کو دے دیا۔ پھر جب عمر بن عبدالعزیز والی ہوئے تو انھوں نے پورا باغ فدک آل فاطمہ کو واپس کر دیا۔ اس وقت عمر بن عبدالعزیز کے پاس بنی امیہ جمع ہوئے اور انھوں نے کہا کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور آپ کے آباؤ اجداد میں سے جو خلفاء گذرے ہیں ان کے طرز عمل کو ناپسند کیا ہے۔ اس لئے باغ فدک کو واپس کر دیا ہے۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز ہر سال باغ فدک کا غلہ جمع کرتے اور اتنا ہی اور اتنا ہی اس میں زیادہ کر کے اولاد فاطمہ میں تقسیم کر دیتے تھے۔ پھر ان کے بعد آل عباس نے باغ فدک کو اپنے مصارف کے لئے مخصوص کر لیا تھا۔ اس کے بعد جب خلیفہ مامون کا زمانہ آیا تو اس نے دور دراز شہروں سے تمام فقہاء کو جمع کیا۔ انھوں نے باغ فدک کے بارے میں باہم بحث مباحثہ کیا تو سب کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ باغ فدک جناب فاطمہ علیہا السلام کا حق ہے۔ جن لوگوں نے فدک کو ان سے لے لیا تھا۔ ان کے ظلم و ستم کی شہادت دی۔ چنانچہ خلیفہ مامون عباسی نے پھر باغ فدک اولاد فاطمہ کو واپس کر دیا۔ یہ واقعہ تاریخ میں بہت ہی مشہور و معروف

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جس سرزمین پر مسلمانوں نے گھوڑے نہ دوڑائے ہوں اور نہ وہاں پر جنگ کی ہو یا کسی قوم نے صلح کر کے خود بخود اپنے مال و اسباب کو یوں ہی دے دیا ہو وہ زمین چاہے ویران ہو یا سرسبز وادیاں ہوں ان پر رسول صلعم کا حق ہے آپ جس کو چاہیں دے دیں اور آپ کے بعد امام کا حق ہے۔ قرآن پاک میں یہ آیا ہے مال غنیمت اللہ کا حق ہے تو یہ

بطور تعظیم کے کہا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ کے لئے ہے اور مال غنیمت میں ہمارے لئے دو حصے ہیں۔ ایک تو قرابت داری کا حصہ اور دوسرا وہ ہے جس میں ہم تمام لوگوں کے ساتھ شریک ہیں۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے، آیت کریمہ یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ والرسول (اے رسول) تم سے اموال غنیمت کی بابت لوگ پوچھتے ہیں تو (اے رسول) تم ان سے کہدو کہ تمام اموال غنیمت اللہ اور رسول کا حق ہے۔ کے متعلق آپ نے فرمایا کہ اس آیت میں جن اموال غنیمت کا ذکر ہے اس سے وہ دیہات اور زمین مراد ہے جہاں مسلمانوں نے اپنے گھوڑے نہیں دوڑائے ہیں اور نہ جس مال و اسباب کے لئے مسلمانوں نے جنگ کی ہے پس ایسی زمین اور دیہات اور مال و اسباب صرف امام کا حق ہے۔ امام جس کو چاہے عنایت کر دے۔ آپ سے ایسی زمین کی بابت پوچھا گیا جس کو جبریہ فتح کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت وہاں جو مسلمان موجود ہوں اور ان کے بعد جو آئیں ان کی مدد اور حفاظت کے لئے اگر امام مناسب سمجھے تو وقف کر دے اور اس زمین کو تقسیم کر دینا مناسب ہو تو تقسیم کر دے۔

زمین اور اس کی ہر چیز اللہ و رسول کے لئے ہے اور رسول کے بعد امام زمین کی ہر چیز میں رسول کا قائم مقام ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ امام نے اپنے اصحاب میں سے جو حاضر تھے ان کو فرمایا کہ تم لوگ خدا کی حمد و ثنا کرو، کیونکہ تم حلال کھاتے ہو اور حلال پہنتے ہو اور حلال عورتوں سے ملتے ہو۔ کیونکہ تم کو ہمارے حق کی معرفت حاصل ہے اور تم ہماری ولایت میں ہو تم وہی چیز لیتے ہو جسے ہم تمہارے لئے دل سے پسند کرتے ہیں اور جو لوگ ہماری مخالفت کرتے ہیں اور ہمارے برحق ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ وہ حرام کھاتے ہیں، حرام پہنتے ہیں اور حرام کاری کرتے ہیں۔ صادق آل محمد علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ مال غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ ان میں سے چار حصوں کو تو ان لوگوں میں تقسیم

کردیا جائے جنہوں نے اس پر جنگ کی تھی اور پانچواں حصہ ہم اہل بیت میں جو یتیم اور مسکین اور مسافر ہیں۔ ان کا حق ہے اور خدا کے فضل و کرم سے آج ہم میں نہ کوئی مسکین ہے نہ مسافر ہے پس خمس میں ہمارے لئے وافر حصہ ہے۔ اس کے علاوہ اموال غنیمت کے چار حصوں میں ہم مسلمانوں کے برابر کے شریک ہیں۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت عمر اموال غنیمت کا پانچواں حصہ مجھے دیتے تھے جسے میں رسول اللہ صلعم کے قرابت داروں میں تقسیم کر دیتا تھا یہاں تک کہ جب سوس اور جندی سابور کا خمس ملا تو حضرت عمر نے کہا کہ اے اہل بیت یہ مال غنیمت کا تمہارا پانچواں حصہ ہے اور حال یہ ہے کہ اس وقت کچھ مسلمان پریشان حال اور زیادہ ضرورت مند ہیں۔ پس اگر تم مناسب سمجھو تو ان میں تقسیم کر دو۔ اس وقت حضرت عباس بن عبدالمطلب نے بڑھ کر کہا کہ اے عمر تم ہمارے حق میں عیب نہ نکالو۔ میں نے کہا کہ ہم ان قابلِ رحم مسلمانوں سے اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ پس حضرت عمر نے مسلمانوں کی جس ضرورت کا ذکر کیا تھا اس کو پورا نہ کیا گیا۔ حتیٰ کہ امیرالمومنین نے اس سلسلہ میں سفارش کی تو حضرت عمر نے اس خمس کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ پس قسم بخدا وہ دن تھا اور آج کا دن ہے کہ پھر ہم کو نہ وہ قرض ادا کیا گیا اور نہ کبھی خمس ہمارے سامنے پیش کیا گیا۔ نہ انھوں نے پیش کیا۔ نہ ان کے بعد آنے والوں نے۔ حتیٰ کہ آج میں اپنے اس مقام ہوں۔

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب رسول اکرم صلعم وفات پا چکے تو حضرت ابوبکر نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ تم اپنے خمس سے مسلمانوں کی مدد کرو۔ پس انھوں نے لے لیا اور اس میں سے ذرہ برابر بھی نہیں دیا۔ جب یہ خبر فاطمہ زہرا علیہا السلام کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ ہم کو ہمارا وہ حصہ جس کا ذکر خدا کی کتاب میں موجود ہے اور تم اس سے اچھی طرح سے واقف بھی ہو۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ ان کو اچھی طرح معلوم ہے کہ علیؑ مسند خلافت

کے ان سے زیادہ حقدار تھے۔ حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے
فرمایا کہ مال غنیمت کے چار حصّے ان مجاہدین کے لئے ہیں جنہوں نے جنگ کی تھی
گھوڑا سواروں کے لئے دو حصّہ ہے اور پیدل فوج کے لئے صرف ایک حصّہ ہے۔
امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے پوچھا گیا کہ کیا حضرت عثمان
بدر میں موجود تھے ؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول خدا
صلعم نے ان کو مال غنیمت میں سے حصّہ دیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں اور کس
طرح ایسے شخص کو حصّہ مل سکتا ہے جو جنگ میں حاضر نہیں ہوا تھا ؟ آپ سے
پوچھا گیا کہ کیا طلحہ حاضر تھے ؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر کہا گیا کہ زبیر حاضر تھے !
آپ نے فرمایا کہ وہ جنگ بدر میں تو حاضر تھے لیکن جنگ جمل میں بھاگ گئے
تھے اگر انھوں نے مومنین سے جنگ کی تھی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کو قتل
کر کے وہ خود ہلاک ہوئے اور انھوں نے کافروں سے جنگ کی تھی تو وہ جیسا کہ
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ خدا کے غضب میں پھنسے اور ان کا ٹھکانا جہنم
ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے پیٹھ پھرانے والے اور میدان جنگ سے بھاگ جانے
والے کے لئے عذاب جہنم کو واجب قرار دیا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام سے
منقول ہے آپ نے فرمایا کہ غلام کے لئے مال غنیمت میں سے کچھ بھی حصّہ نہیں ہے۔
خواہ اس نے جنگ ہی کیوں نہ کی ہو ہاں اگر اس نے میدان جنگ میں کوئی اہم کارنامہ
انجام دیا ہے تو امام یا وہ شخص جس کو امام نے مقرر فرمایا ہے وہ گرپڑے مال میں سے
جو مناسب سمجھے اس کو دیدے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مال غنیمت حاصل کرنے
سے قبل اگر کوئی مسلمان دارالحرب میں مر جائے تو وہ مال غنیمت میں اپنے حصّہ کا
حقدار نہیں ہے لیکن جو مال غنیمت حاصل ہونے کے بعد مر گیا تو اس کا حصّہ بطور میراث
اس کے وارثوں کو دیا جائے۔

اہل بغاوت سے جنگ کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احدٰھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓ الی امر اللہ الخ ان اللہ یحب المقسطین ۲۹ ۴۹/۸ ترجمہ اگرچہ مومنین میں سے دو فرقے آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں میں صلح کرا دو۔ پھر اگر ان میں سے ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تم بھی اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع کرے۔ بے شک خدا انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے پس اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح مشرکین سے جنگ کرنا فرض کیا ہے اسی طرح باغیوں سے جنگ کرنا بھی فرض کیا ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے جن باغیوں سے جنگ کی تھی ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اس کے سوا کوئی اور چارہ نہ تھا کہ میں ان سے جنگ کروں یا پھر محمد رسول اللہ صلعم پر جو نازل کیا گیا تھا اس کا انکار کر دوں۔

امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہاں یہ لوگ ان لوگوں سے بڑھ کر گنہگار ہیں جنھوں نے رسول خدا صلعم سے جنگ کی تھی آپ سے پوچھا گیا کہ اے فرزند رسول یہ کس طرح ممکن ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ اس لئے کہ وہ عہد جاہلیت کے لوگ تھے اور ان لوگوں نے تو قرآن پڑھا تھا اور صاحبان فضل کے فضل و مرتبہ سے واقف تھے پس انھوں نے جو کچھ کیا تھا وہ سمجھ بوجھ کے بعد کیا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے' آپ نے فرمایا کہ مجھے عہد توڑنے والوں' اور ظلم کرنے والے مارقین سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا تھا پس میں

نے اسی حکم کے مطابق ان سے جنگ کی۔ پس عہد توڑنے والے اہل بصرہ اور اصحاب جمل ہیں اور دین سے نکل جانے والے خوارج ہیں اور ظلم کرنے والے اہل شام میں سے معاویہ کے گروہ والے ہیں۔ آپ نے جن اہل قبلہ سے جنگ کی تھی ان کی بابت پوچھا کہ کیا وہ کافر تھے؟ آپ نے فرمایا کہ انھوں نے احکام اور نعمتوں کے ساتھ کفر کیا تھا۔ ان کا کفران مشرکوں کی طرح نہیں ہے جنہوں نے نبوت کا انکار کیا اور اسلام کا اقرار نہ کیا۔ اگر ان کا کفر مشرکین کے کفر کی طرح ہوتا تو ہمارے لئے ان سے شادی بیاہ کرنا ان کے ذبیحہ کا کھانا حلال نہ ہوتا اور نہ ان کی میراث حلال ہوتی۔ پس حضرت علی علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق اگرچہ وہ بالحقیقت مشرک نہ تھے لیکن وہ صرف اپنی زبان سے اقرار کی وجہ سے نام کے مسلمان تھے۔ پس اس اقرار کی وجہ سے ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا حلال ہے۔ اور ان کی میراث بھی حلال ہے۔ ہم نے جو کچھ کہا ہے اس کی تائید رسول خدا صلعم اور حضرت علی علیہ السلام سے منقول روایت سے ہوتی ہے۔ پس اس سلسلے میں جو روایت رسول خدا صلعم سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ جبکہ آپ کچھ مال مسلمانوں کے درمیان تقسیم فرما رہے تھے کہ اچانک ایک شخص جس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی اور بھویں تنی ہوئی تھیں۔ آپ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ آپ نے جو کچھ تقسیم کیا ہے اس میں انصاف سے کام نہیں لیا ہے۔ اتنا کہکر وہ پیٹھ پھر اکر چلا گیا۔ ادھر آنحضرت صلعم کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا اور آپ نے فرمایا کہ جب میں ہی انصاف نہیں کر سکتا ہوں تو پھر کون عدل وانصاف کر سکتا ہے؟ لیکن مجھ سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی ایسی ہی اذیت دی گئی تھی تو انہوں نے صبر کیا تھا۔ پھر آپ نے اپنے چوطرف حاضرین سے خطاب کر کے فرمایا کہ ہے کوئی جو اس شخص کو جا کر قتل کر آئے۔ پس حضرت ابوبکر اٹھے تو انہوں نے اس کو مسجد حرم میں نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ انھوں نے جا کر رسول خدا صلعم سے کہا کہ اے رسول خدا صلعم میں نے اس

شخص کو نماز پڑھتے پایا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تم بیٹھ جاؤ پھر آپ نے فرمایا کہ ہے کوئی جو اس شخص کے پاس جا کر اس کو قتل کر آئے؟ تو اس وقت حضرت عمرؓ اٹھ کھڑے ہوئے وہ بھی اس کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر واپس آ گئے اور دربار رسالت میں عرض کیا کہ اے رسول خدا صلعم میں نے اس کو نماز پڑھتے ہوئے پایا تھا اور ابھی وہ نماز سے فارغ نہیں ہوا ہے آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم بھی بیٹھ جاؤ پھر آپ نے فرمایا کہ کون ہے جو اس شخص کو جا کر قتل کر آئے گا؟ اس بار حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے رسول خدا صلعم میں اس شخص کو قتل کر دوں گا آنحضرت صلعم نے فرمایا اے علیؑ کیا تم اس کو قتل کرو گے؟ مگر وہ تو اب تم کو ملے گا بھی نہیں چنانچہ حضرت علی علیہ السلام تشریف لے گئے مگر اس کو نہ پا کر واپس لوٹ آئے اور آنحضرت کو واقف کیا آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر تم لوگوں نے اس کو مار ڈالا ہوتا تو میرے بعد تم میں سے کبھی بھی دو شخص اختلاف نہ کرتے۔ عنقریب اس شخص کی نسل سے ایسی قوم پیدا ہوگی جو قرآن تو پڑھے گی مگر وہ ان کے حلق سے تجاوز نہ کریگا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح شکار سے تیر آر پار ہو جاتا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ اے رسول خدا صلعم شکار سے تیر کا نکلنا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی شکاری شکار پر تیر چلاتا ہے تو وہ شکار کے جسم کو سخت چوٹ لگنے کی وجہ سے چھید کر اس طرح نکل جاتا ہے کہ اس میں خون کا ایک قطرہ بھی نہیں لگتا۔ بس یہی حال ان لوگوں کا ہے اگرچہ وہ اسلام میں داخل ہوں گے مگر اسلام سے ان کو ذرا بھی لگاؤ نہ ہوگا۔

اور حضرت علی علیہ السلام سے جو مروی ہے وہ یہ ہے آپ نے جنگ جمل میں لوگوں کو لڑائی کی خوب ترغیب دی تھی۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم لوگ ائمہ کفر کو قتل کرو کیونکہ ان کے لئے کوئی عہد و پیمان نہیں ہے شاید کہ وہ لوگ باز آ جائیں پھر آپ نے فرمایا کہ قسم بخدا اس آیت میں جن ائمہ کفر کا ذکر ہے ان پر آج سے پہلے کبھی بھی ایک تیر نہیں چلایا گیا ہے اور آپ نے جنگ صفین میں لوگوں سے فرمایا تھا کہ احزاب کے باقی ماندہ لوگوں کو اور شیطان کے دوستوں کو قتل کر دو تم لوگ ہر اس شخص کو مار ڈالو جو یہ کہتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے جھوٹ کہا ہے سچ کہا ہے

یہ لوگ اپنے دل میں جو چھپائے ہوئے ہیں اس کے برعکس یہ کہتے ہیں کہ اللہ اور رسولؐ نے سچ کہا ہے۔

باغیوں کے گروہ سے جنگ کرنے پر آپ نے لوگوں کو جو ترغیب دی ہے اس سلسلے میں آپ سے یہ روایت مروی ہے آپ کو اس امر کی اطلاع ملی کہ معاویہ کے ایک دستے نے شہر انبار پر حملہ بول دیا اور امیر المومنین علیہ السلام کی جانب سے وہاں جو شخص گورنر مقرر تھا اس کو قتل کر ڈالا اور انھوں نے مسلمانوں کی حرمت لوٹی ہے۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام تنہا نہایت غصہ کی حالت میں مقام نخیلہ پہنچے آپ کو لوگوں نے آواز دی اور وہاں لوگوں نے آپ کو جا لیا اور عرض کیا کہ اے امیر المومنین واپس لوٹ چلئے ہم اس مصیبت سے نمٹ لیں گے اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ قسم بخدا تم نہ تو میرے لئے کافی ہو نہ اپنے لئے پھر آپ ان کے درمیان خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے خدا کی حمد و ثناء کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے پس جو جہاد نہ کرے گا خدا اس کو ذلت کا لباس پہنائے گا اور رسوائی اور مصیبت میں مبتلا ہوگا میں نے تم سے کہا تھا اور تم کو اس بات کا حکم دیا تھا کہ اس قوم سے جنگ کرو قبل اس کے کہ وہ تم سے جنگ کریں اور یاد رکھو کہ جس قوم سے اس کے گھر کے آنگن میں جنگ ہوئی ہے وہ ذلیل و خوار ہوئی ہے پس تم شاید اور عنقریب کہہ کر ٹال مٹول کرنے لگے پس اس کا نتیجہ کیا ہوا دیکھا تم نے کہ معاویہ کے اس عامل نے انبار پر حملہ بول دیا اور میرے عامل ابن حسان کو مار ڈالا اتنے ہی پر بس نہیں کیا بلکہ اس نے اور اس کے ساتھیوں نے مسلمانوں کی عزت لوٹی مجھے یہ خبر ملی ہے کہ وہ مسلمان عورت اور ذمی کے پاس چلے جاتے تھے اور وہ پازیب اور کان کی بالیاں لوٹ کر چلے جاتے تھے ان کو عورتوں کے پاس جانے سے کوئی نہ روکتا تھا پھر وہ اس حال میں واپس گئے کہ ان میں سے ایک شخص بھی زخمی تک نہیں ہوا تھا پس قسم بخدا اگر کوئی مسلمان غیرت مند اس ذلت و رسوائی کے غم سے مارے افسوس کے مر بھی جائے تو وہ میرے نزدیک ملامت کے لائق نہ ہوگا بلکہ اس کے لئے تو افسوس سے مر جانا ہی بہتر تھا۔ مجھے کتنا تعجب ہے دلوں کی جدائی

اور حزن و ملال کی کثرت پر جس کا باعث یہ قوم ہے جو باطل پر جمع ہو گئی ہے اور تم ہو کہ اپنی حق طلبی کے لئے کمزور اور بزدل ہو گئے ہو حتی کہ تیروں کا نشانہ ہو گئے ہو تم سے جنگ کی جاتی رہی ہے اور تم جنگ نہیں کرتے تم پر تو حملہ کیا جاتا ہے اور تم حملہ نہیں کرتے خدا کی نافرمانی کی جا رہی ہے اور تم اس سے خوش ہوتے ہو جب میں تم سے کہتا ہوں کہ ان سے سخت گرمی میں جنگ کرو تو تم کہتے ہو کہ یہ سخت گرمی کے دن ہیں ذرا موقع دیجیے کہ ہمارے سر سے سخت گرمی کے یہ ایام گذر جائیں۔ اور جب میں تم سے کہتا ہوں کہ سردی کے موسم میں ان سے جنگ کرو تو تم کہتے ہو کہ یہ سردی کے سخت دن ہیں پھر تمہیں بتاؤ میرے اور تمہارے لئے ان دو وقتوں کے سوا اور کون سا وقت ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ تم سردی اور گرمی سے بھاگتے ہی نہیں بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ تم لوگ اس سے زیادہ تلوار سے بھاگتے ہو اسے! مردوں کے مشابہ لوگو تم لوگ مرد نہیں ہو اے کمینہ خصلت گھٹیا عقل رکھنے والو تم لوگوں نے اپنی نافرمانی اور مدد نہ کر کے میرے دل کو غصہ سے بھر دیا ہے قریش نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ فرزند ابو طالب بہادر تو ضرور ہے لیکن لڑائی کے فن سے واقف نہیں ہے تمہیں بتاؤ کہ پھر مجھ سے زیادہ کون فن حرب سے واقف ہے؟ میں جب بیس سال کا تھا کہ اسی وقت سے میدان جنگ میں ہوں اور اس وقت میں ساٹھ سال کا ہو چکا ہوں مگر اس کی رائے ہی کیا جس کی اطاعت نہ کیجائے خدا مجھ کو تمہاری جگہ پر تم سے اچھے لوگوں کو عطا کرے اور میری جگہ پر تمہارے لئے ایسے شخص کو مقرر کر دے جو تمہارے حق میں بہت برا ہو قسم بخدا اب تو میرا یہ حال ہے کہ میں نہ تو تمہاری امداد کا امیدوار ہوں اور نہ تمہاری بات کو سچ مانتا ہوں تم جس کے لئے تیر بنو گے اس کے حق میں ناکام تیر ثابت ہو گے اس وقت جندب بن عبداللہ اٹھے اور کہا کہ اے امیرالمومنین میں اور میرا یہ بھائی ہم دونوں وہی بات کہتے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہی تھی کہ رب انی لا املک الا نفسی واخی $\frac{5}{25}$

ترجمہ: پروردگارا میں اپنی جان اور اپنے بھائی کے سوا کسی اور چیز کا مالک نہیں ہوں پس اے امیرالمومنین آپ ہم کو حکم دیجیے کہ قسم بخدا ہم ضرور آپ کے

آگے جنگ کریں گے خواہ آپ کی مراد پانے کے لئے ہمیں انگاروں اور کانٹوں پر ہی کیوں نہ چلنا پڑے پس حضرت علی علیہ السلام نے ان کی تعریف کی اور فرمایا کہ خدا تم پر رحم کرے تم کہاں میری مراد کو پہنچو گے ؟ پھر آپ واپس آگئے اور حضرت علی علیہ السلام سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے جمعہ کے دن حمد وثنا کے بعد لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے لوگو ! تمہارے جسم تو اکٹھا ہیں لیکن تمہاری مرادیں مختلف ہیں جس کو تم بلاتے ہو اس کو تمہارا بلانا پسندیدہ نہیں ہے اور جس کے ساتھ تم ہمدردی کرتے ہو اس کا دل رنج وغم سے راحت نہیں پاتا تمہاری بات سخت سے سخت آدمی کو کمزور بنا دیتی ہے اور تمہارا طریقۂ کار ایسا ہے کہ تمہارا دشمن تمہارے اندر لالچ اور طمع کرتا ہے جب میں تم سے کہتا ہوں کہ تم اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرو تو تم کہتے ہو کہ کیسے اور کب ؟ اور ہم عمر رسیدہ گمراہوں کو پہچانتے بھی نہیں ہیں تم مجھ سے تاخیر کا سوال کرتے ہو جس طرح سے قرضدار قرضہ ادا کرنے میں تاخیر کرتا ہے۔ افسوس، صد افسوس ذلیل انسان ظلم وستم کو دفع نہیں کر سکتا اور حق سچائی اور کوشش ہی سے ملتا ہے۔ پس تم لوگ اپنے اس گھر کے علاوہ کس گھر کی حفاظت کرو گے اور میرے بعد تم لوگ کس امام کے ساتھ جہاد کرو گے۔ اب تو میرا یہ حال ہو گیا ہے کہ مجھے تمہاری امداد کی کوئی لالچ نہیں ہے اور نہ تم کو دعوت کرنے کی مجھے رغبت ہی ہے خدا مجھے اور تمہیں الگ الگ کر دے اور خدا تمہارے عوض ایسے لوگوں کو مہیا کر دے جو میرے لئے تم سے بہتر ہوں اور میری جگہ پر تمہارے لئے کسی ایسے شخص کو مسلط کر دے جو تمہارے لئے مجھ سے بدتر ہو اتنا فرمانے کے بعد آپ منبر سے اتر آئے جب شام ہو گئی تو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر خواہی کرنے لگے مگر آپ نے اس کے جواب میں ان سے فرمایا کہ تم لوگ عنقریب میرے بعد ذلیل وخوار ہو گے اور اتنے برے انجام کو پہنچو گے کہ جسے لوگ تمہارے خلاف حجت بنا لیں گے یہاں تک کہ تمہاری آنکھیں رونے لگیں گی اور تمہارے گھروں پر محتاجگی کا عالم طاری ہو گا اور خدا تو ظالموں کو ہی دور رکھتا ہے۔ چنانچہ کعب بن مالک بن جندب ازدی جب امیر المومنین ؑ

ارشادِ گرامی کو یاد کرنے اور لوگوں کے حال کو دیکھتے تو روتے اور کہتے کہ قسم بخدا امیرالمومنین علیہ السلام نے سچ فرمایا تھا اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ نے جو کچھ فرمایا تھا ہم نے وہ تمام باتیں دیکھ لیں۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ جو لوگ آپ کے ساتھ جنگ میں شریک نہ تھے آپ نے ان کے عطیہ کو بند کر دیا اور ان کو اعراب کے درجہ پر رکھ دیا اور جب ابن عمر نے عطیہ طلب کرتے ہوئے آپ کو خط لکھا تو حضرت علی علیہ السلام نے اس کے جواب میں یہ لکھا کہ جب تم نے ہماری جنگ میں شک و شبہ کیا تو پھر ہم کو بھی تم کو عطیہ دینے میں شک پیدا ہو گیا اس کے جواب میں ابن عمر نے لکھا کہ قسم بخدا جنگ میں آپ سے پیچھے رہنے پر مجھے ندامت و افسوس ہے انھوں نے اس بارے میں نہایت عمدہ گفتگو کی تھی پس آپ نے ان کو عطیہ سے نوازا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے توبہ کے بعد ہی ان کو عطیہ سے نوازا تھا۔

باغیوں میں سے اگر کوئی کسی مردِ مومن کو قتل کر دے تو اس کی شہادت کے فضل میں ابو عبدالرحمٰن سلمی سے یہ روایت منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ صفین میں موجود تھا پس میں نے عمار بن یاسر کو حملہ کرتے ہوئے دیکھا تھا وہ میدان کارزار میں نہایت عمدہ کارنامہ انجام دے کر اس حال میں لوٹے کہ مار کاٹ سے ان کی تلوار مڑ گئی تھی اس وقت امیرالمومنین علیہ السلام کے ساتھ اصحاب رسول اللہ صلعم کی ایک جماعت بھی تھی جنہوں نے رسول خدا صلعم کے اس قول کو سنا تھا کہ اے جماعت بھی تھی جنہوں نے رسول خدا صلعم کے اس قول کو سنا تھا کہ اے عمار تم کو باغیوں کا گروہ قتل کرے گا چنانچہ عمار جس وادی کی طرف جاتے لوگ ان کا پیچھا کرتے تھے اتنے میں انھوں نے علیؑ کے علم بردار ہاشم بن عتبہ کو دیکھا کہ انھوں نے جھنڈا گاڑ دیا ہے ہاشم ایک چشم تھے حضرت عمارؓ نے ہاشم سے کہا کہ اے یک چشم بزدل؟ اس یک چشم میں کوئی بھلائی نہیں ہے جو جنگ میں نہیں آتا تم ہمارے ساتھ مل کر حملہ کرو پس ہاشم نے یہ شعر پڑھتے ہوئے

جھنڈا اکھاڑ لیا کہ "اعور (یک چشم) اپنے اہل و عیال کے لئے محل کا طالب ہے نے زندگی کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مارا اور اب وہ ملول خاطر ہو چکا ہے اور اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ وہ شکست کھا جائے یا دشمنوں کو شکست دیدے۔

" حضرت عمارؓ نے ہاشم سے کہا کہ اے ہاشم آگے بڑھو موت نیزوں کے اطراف میں ہے اور جنت چمکتی ہوئی تلواروں کے نیچے ہے اگر شہید ہو گئے تو تم محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھ رفیق اعلیٰ میں حورالعین سے جا ملو گے پس ان دونوں حضرات نے مل کر ایسا حملہ کیا کہ پھر زندہ لوٹ کر نہیں آئے اور دونوں شہید ہو گئے۔ خدا کی رحمت ان دونوں پر شہادت کے بعد ابن عمرو نے حضرت عمارؓ کو شہید کرنے کے متعلق دو آدمیوں کو جھگڑا کرتے ہوئے سنا ان میں سے ہر ایک یہ کہتا تھا کہ اس نے عمارؓ کو قتل کیا ہے۔ پس عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ ان دونوں کے لئے بڑے تعجب کی بات ہے کہ دونوں اس بارے میں جھگڑا کر رہے ہیں کہ کون جہنم میں داخل ہوگا حضرت عمارؓ نے کہا کہ مجھے میرے کپڑے میں دفن کر دو میں اسی حالت میں قیامت کے دن خصومت کروں گا۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن مجھے اور معاویہ کو بارگاہ الٰہی میں کھڑا کیا جائے گا پس ہم حجت و دلیل کریں گے پس ہم میں سے جو کامیاب ہوگا تو اس کے اصحاب بھی کامیاب ہوں گے۔ اور حضرت علی علیہ السلام سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ کوفہ میں خطبہ دے رہے تھے کہ خوارج میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ حکم صرف خدا ہی کے لئے ہے پس حضرت امیرالمومنین خاموش رہے پھر یکے بعد دیگرے کئی اُٹھے جب انہوں نے یہی بات بکثرت دہرائی تو آپ نے فرمایا کہ بات تو سچ ہے مگر یہ کلمۂ حق ہے باطل کی طرف بلایا جاتا ہے۔ کہ قیامت تک تم میں سے جو فرقہ بھی خواہ زیادہ ہو یا کم ہم پر خروج کرے گا۔ اس کی موت ہمارے ہاتھوں سے ہو گی اور یقین رکھو کہ تم سے جہاد کرنا افضل ترین جہاد ہے۔ اور افضل ترین شہید وہ ہے جس کو تم نے قتل کیا ہے۔ اور افضل ترین

مجاہد وہ ہے جس نے تم کو قتل کیا ہے۔
پس تم آج جو چاہو کرو لیکن یاد رکھو کہ قیامت کے دن اہل باطل ہی ناکام و نامراد ہوں گے اور ہر خبر کی ایک مدت ہے پس تم کو عنقریب معلوم ہو جائے گا۔
امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ باغیوں کے گروہ کو جنگ سے پہلے دعوت کی جائے تو یہ بہتر ہے ورنہ انھیں تو خبر ہی ہے کہ ان کو کس بات کی طرف بلایا جا رہا ہے اور یہ بھی لائق ہے کہ جب تک وہ جنگ کی ابتدا نہ کریں ان سے جنگ کی پہل نہ کی جائے۔ حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے جنگ جمل میں محمد بن حنفیہ کو جھنڈا دیا تھا آپ نے ان کو اپنے آگے رکھا امام حسنؑ کو میمنہ پر مقرر کیا اور امام حسینؑ کو میسرہ پر اور آپ خود جھنڈے کے پیچھے رسول خدا صلعم کے نچر شہبار پر بیٹھے تھے۔ ابن حنفیہ کا بیان ہے کہ لوگ ہم سے قریب ہو گئے اور انھوں نے ہم پر تیر کی بارش شروع کر دی اور ہمارے ایک آدمی کو قتل کر دیا اس وقت میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا میں نے دیکھا کہ آپ پر سخت نیند کا غلبہ ہے میں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اس حال میں بھی آپ سو رہے ہیں؟ جبکہ دشمنوں نے ہم پر تیر کی بارش کر دی ہے اور انہوں نے ہمارے ایک آدمی کو قتل بھی کر دیا ہے اور لوگ ہلاک ہو رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم دوشیزہ لڑکی کی طرح باتیں کرتے ہو یہ جھنڈا رسول اللہ کا جھنڈا ہے پس آپ نے اس کو پکڑ کر ہلایا اس وقت ہوا ہمارے خلاف تھی پس ہوا کا رُخ ان کی طرف ہو گیا اور آپ نے آستین چڑھالی اور ان پر سخت حملہ کیا اور تلوار سے اتنا مارا کہ آپ کی قبا کا دامن خون میں تر ہو گیا اور تلوار مڑ گئی۔

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ اہل بغاوت سے جنگ کی جائے اور ان کو ان تمام ہتھیاروں سے قتل کیا جائے جس سے مشرکوں کو قتل کیا جاتا ہے اور اہل قبلہ میں سے ان کے خلاف جس کی مدد مل سکے مدد لی

جائے اور اگر قدرت ہو تو ان کو اس طرح قید کیا جائے جس طرح مشرکوں کو قید کیا جاتا ہے جنگ صفین میں جب امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں ایک قیدی کو پیش کیا گیا تو اس نے کہا کہ اے امیرالمومنین علیہ السلام آپ مجھے قتل نہ کیجئے آپ نے فرمایا کہ کیا تم میں اتنی بھلائی ہے کہ بیعت کر سکتے ہو؟ اس نے کہا کہ ہاں پس جو شخص اس کو قید کر کے لایا تھا آپ نے اس سے فرمایا کہ اس کا ہتھیار اب تمہارا ہے اور آپ نے اس شخص کو رہا کر دیا تھا اسی طرح عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ایک قیدی کو لائے تھے جس کو آپ نے قتل کر دیا تھا جب بصرہ پہنچے تو حضرت عمار نے آپ سے پوچھا کہ اے امیرالمومنین آپ ان لوگوں کے ساتھ کیسا سلوک کریں گے؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں ان کے ساتھ احسان اور معافی کا سلوک کروں گا جس طرح کہ فتح مکہ کے دن آنحضرت صلعم نے مکہ والوں کے ساتھ احسان اور عفو کا سلوک کیا تھا۔

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ امیرالمومنین علیہ السلام اپنے دشمنوں کے ساتھ محض اپنے شیعوں کی خاطر عفو و کرم کا سلوک کرتے تھے کیونکہ آپ یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ کے بعد ان کے دشمن عنقریب شیعوں پر غالب آجائیں گے اس لئے آپ نے اس بات کو پسند کیا کہ آپ کے بعد جو شخص مسند خلافت پر آئے گا وہ آپ کی پیروی کرتے ہوئے آپ کے شیعوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے گا اور آپ کے طرز عمل سے متجاوز نہ ہوگا امیرالمومنین علیہ السلام کے حسن سلوک کے باوجود لوگوں نے یہ سمجھا کہ آپ نے ظلم و ستم سے کام لیا ہے اور جب اہل بغاوت شکست کھا جائیں اور ان کا کوئی ایسا گروہ موجود ہو کہ جہاں جا کر پناہ لے سکتے ہوں تو ان کا پیچھا کیا جائے اور زخمیوں پر ضرب کاری لگایا جائے اور جیسے بھی ممکن ہو ان کو قتل کر دیا جائے۔

حضرت علی علیہ السلام نے اصحاب صفین کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا تھا کیونکہ ان کے پیچھے معاویہ کا ہاتھ کام کر رہا تھا اور جب باغیوں کا کوئی ایسا گروہ نہ ہو تو قتل کرنے کے لئے ان کا پیچھا نہ کیا جائے اور نہ زخمیوں پر ضرب کاری لگائی جائے

کیونکہ جب وہ پیٹھ پھرا کر بھاگیں گے تو منتشر ہو جائیں گے۔

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب طلحہ اور زبیر مارے گئے اور حضرت عائشہ گرفتار ہو گئیں اور اصحاب جنگ جمل شکست کھا چکے تو اس وقت آپ نے ان کے ساتھ حسن سلوک کیا تھا آپ کے منادی نے یہ ندا کی کہ اے لوگو! کسی زخمی پر ضرب کاری نہ لگاؤ اور نہ کسی پیٹھ پھرا کر بھاگنے والے کا پیچھا کرو اور جو اپنا ہتھیار ڈال دے اس کو امان ہے اس کے بعد آپ نے رسول اکرم صلعم کا خچر شہباء منگایا اور اس پر بیٹھ کر فرمایا کہ اے فلاں اے فلاں یہاں آؤ جب قبیلہ ہمدان کے تقریباً ساٹھ شیوخ آپ کے پاس جمع ہو گئے انھوں نے اپنی ڈھالوں کو رکھ دیا تھا اور تلواروں کو میان میں کر لیا تھا اور نیزوں کو باندھ لیا تھا اور انہوں نے خود پہن رکھا تھا حضرت علی علیہ السلام اس حال میں چلے کہ وہ سب شیوخ آپ کے چاروں طرف تھے آپ ایک بہت بڑے گھر کے پاس پہنچے آپ نے اسے کھولنے کے لئے فرمایا چنانچہ اس گھر کو کھولا گیا تو اس میں عورتیں تھیں جو آنگن میں رو رہی تھیں جب انھوں نے آپ کو دیکھا تو یکبارگی سب کی سب چیخ مار کر کہنے لگیں کہ یہی دوستوں کا قاتل ہے پس آپ نے ان سے کچھ بھی نہ فرمایا اور حجرۂ عائشہ کے متعلق پوچھا سو وہ بھی آپ کے لئے کھول دیا گیا پس اس میں سے آپ نے عذر خواہی کے یہ الفاظ سنے نہیں بخدا ہاں قسم بخدا اس کے بعد جب آپ باہر نکلے تو آپ کی نظر گندمی رنگ کی ایک دراز قد عورت پر پڑی جو گھر کے اندر چہل قدمی کر رہی تھی آپ نے ان سے فرمایا کہ اے صفیہ انھوں نے کہا کہ لبیک اے امیر المومنین آپ نے فرمایا کہ کیا تم ان کتیوں کو مجھ سے دور نہ کرو گی؟ جن کو یہ بدگمانی ہے کہ میں دوستوں کا قاتل ہوں اگر میں دوستوں کا قاتل ہوتا تو اس حجرے میں جو لوگ ہیں ان کو بھی قتل کر دیتا اور جو اس حجرے میں ہیں ان کو بھی قتل کر دیتا اور جو اس حجرے میں ہیں ان کو بھی قتل کر دیتا۔

آپ نے تین حجروں کی طرف اشارہ فرمایا پس گھر کے اندر جو عورت چیخ رہی تھی وہ خاموش ہو گئی اور جو کھڑی تھی وہ بیٹھ گئی۔ اصبغ جنہوں نے اس واقعہ کو بیان کیا

ہے وہ کہتے ہیں کہ ان حجروں میں سے ایک حجرے میں عائشہ اپنی خواص کے ساتھ بیٹھی تھیں اور دوسرے میں مروان بن حکم اور دوسرے نوجوانان قریش تھے اور تیسرے میں عبداللہ بن زبیر اپنے اہل و عیال کے ساتھ تھے اصبغ سے پوچھا گیا کہ آپ لوگوں نے ان پر اپنے ہاتھ کیوں نہیں اٹھائے اور ان کو کیوں نہیں مار ڈالا ؟ کیا یہ لوگ اسلام کے جسم میں ناسور نہ تھے پس ان کو کیوں باقی رکھا گیا ؟ اصبغ کہتے ہیں کہ قسم بخدا ہمارے ہاتھ تلواروں کے قبضوں پر پہنچ چکے تھے اور ہماری نگاہیں ان کے بارے میں امیرالمومنین کے فرمان کی منتظر تھیں پس آپ نے کچھ بھی نہیں کیا ان پر آپ کا رحم و کرم کشادہ ہو گیا انھوں نے باقی واقعہ کو طول کے ساتھ بیان کیا تھا جس کو ہم نے یہاں مختصر کر دیا ہے۔

اہل عدل و انصاف اگر اہل بغاوت کو پناہ دیں تو وہ مشرکین کو پناہ دینے کے ہم پلہ ہے اگر کوئی عادل شخص کسی باغی کو پناہ دے تو وہ امان میں ہے جب تک کہ اس کو اس کے پناہ گاہ تک پہنچا نہ دے۔

اہل بغاوت کے اموال غنیمت کا حکم

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب اہل جمل کو آپ شکست دے چکے تو وہ لوگ اپنے لشکر گاہ میں جو مال و اسباب لائے تھے وہ سب آپ کے ہاتھ آیا اس کو آپ نے پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا ان میں سے چار حصہ آپ نے اصحاب کو دیدیا اور چل پڑے جب بصرہ پہنچے تو آپ کے اصحاب نے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین آپ اصحاب جمل کی اولاد اور ان کے اموال کو ہمارے درمیان تقسیم کر دیں آپ نے فرمایا کہ یہ تمہارے لئے حلال نہیں ہے ان لوگوں نے کہا کہ اے امیرالمومنین پھر کس طرح آپ نے ہمارے لئے ان کا خون حلال قرار دیا تھا درانحالیکہ ان کی بیوی بچوں کو غلام بنانا حلال نہیں ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ دیکھو مردوں نے ہم سے جنگ

کی تھی پس ہم نے بھی مردوں سے جنگ کی لیکن عورتیں اور بچے تو ان پر ہم کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مسلمان ہیں اور دار الہجرت میں ہیں پس تم کو ان پر کوئی اختیار نہیں ہے لیکن انہوں نے جس ساز و سامان کے ذریعہ تم پر چڑھائی کی تھی اور جو مال و اسباب ان کے لشکر کے پاس تھے ان پر تمہارا پورا اختیار ہے اور جو مال و اسباب ان کے گھروں میں ہیں سو خدا کے حکم کے مطابق وہ ان کی اولاد کی میراث ہیں اور ان کی عورتوں پر ایام عدت گذارنا واجب ہے پس تم کو نہ تو ان پر اور نہ ان کے بچوں پر کوئی اختیار ہے جب انھوں نے اس بات کو کئی بار دہرایا تو آپ نے ان سے فرمایا کہ اچھا تو آؤ عائشہ پر قرعہ اندازی کرو جس کے حصہ میں آئے لے جائے اس لئے کہ وہی تو اس فتنہ کی جڑ ہیں۔ وہ سب کہنے لگے ہم خدا سے معافی چاہتے ہیں۔ آپ نے بھی فرمایا کہ میں بھی خدا سے معافی چاہتا ہوں۔ پس وہ سب کے سب خاموش ہو گئے اور انھوں نے باغیوں کے گھروں کے مال و اسباب اور ان کی اولاد اور عورتوں کے متعلق کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ پس اہل بغاوت کے ساتھ اس قسم کا سلوک کرنا چاہیئے۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اہل بغاوت اپنے ساتھ جو مال و اسباب ہتھیار، حیوان، لونڈی، غلام وغیرہ لے کر حملہ آور ہوں وہ مال غنیمت ہے ان کو پانچ حصوں میں بانٹ کر اسی طرح سے تقسیم کیا جائے جس طرح مشرکوں کے اموال غنیمت کو تقسیم کیا جاتا ہے اور حضرت علی علیہ السلام سے یہ بھی منقول ہے کہ جب لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لیا تو آپ نے حضرت عثمان کے گھر میں مسلمانوں کے جو مال و اسباب اور ہتھیار تھے ان پر قبضہ کر لیا اور جو مال و اسباب حضرت عثمان کے ذاتی تھے ان کے وارثوں کے سپرد کر دیا اور آپ سے یہ بھی روایت ہے کہ اشعث بن قیس جو آذر بائیجان پر حضرت عثمان کی طرف سے گورنر مقرر تھے جب وہ وہاں سے واپس آئے تو ان کے پاس ایک لاکھ درہم تھے بعض نے کہا کہ انہیں حضرت عثمان نے جاگیر میں دیا تھا اور بعض نے کہا کہ اشعث

نے اپنی گورنری کے زمانے میں اسے جمع کیا تھا پس امیرالمومنین علیہ السلام نے اشعث کو حاضر کرنے کا حکم دیا تو انھوں نے اس سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ اے امیرالمومنین میں نے اسے آپ کی گورنری کے زمانے میں نہیں پایا ہے آپ نے اشعث سے فرمایا کہ قسم بخدا اگر تم نے اس رقم کو مسلمانوں کے بیت المال میں جمع نہیں کیا تو اس تلوار سے تم کو ضرور مارونگا پھر جہاں چاہے تم کو لگ جائے پس اشعث نے اس رقم کو آپ کے سامنے لاکر رکھ دیا۔ اور آپ نے اس کو لیکر مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کر دیا آپ اسی طرح حضرت عثمان کے تمام گورنروں کے پیچھے پڑ گئے ان کے ہاتھوں میں جو کچھ بھی آپ کو ملا اس پر قبضہ کر لیا اور انھوں نے جو کچھ تلف کر دیا۔ اس کا انھیں کو ذمہ دار قرار دیا۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب لوگوں نے آپ سے بیعت کر لیا تو آپ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ خبردار ہر وہ جاگیر جسے حضرت عثمان نے دیا تھا اور ہر وہ مال جسے انھوں نے بطور عطیہ دیا تھا اس کو مسلمانوں کے بیت المال میں واپس کر دیا جائے کیونکہ باطل حق کو نہیں مٹا سکتا قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے دانے کو اگایا اور مخلوق کو پیدا کیا ہے اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ اس مال سے عورتوں کی شادی کی گئی ہے اور شہروں میں ادھر ادھر کر دیا گیا ہے تو میں اس کو ضرور حاصل کر کے مستحق تک پہنچاؤں گا کیونکہ حق بات اور عدل و انصاف ہی سے تمہارے لئے کشادگی ہو سکتی ہے۔ پس جو عدل و انصاف پر بے قابو ہو گا وہ ظلم و ستم پر تو اور بے قابو اور بے لگام ہو گا۔

دو گروہوں کے مابین جو کچھ ہو چکا اس کے حکم کا بیان

ہم اس سے قبل بیان کر چکے ہیں کہ خدا کے حکم کے مطابق اہل بغاوت سے اس وقت تک جنگ کی جائے جب تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع نہ ہو جائیں اور خداوند تعالیٰ نے باغیوں سے جنگ کرنے کا جو حکم دیا ہے اسی میں ان کی قتل کرنے کی اباحت

بھی موجود ہے پس اگر اہل عدل میں سے کسی نے کسی باغی کو مار ڈالا اور قاتل پہچانا جائے یا نہ پہچانا جائے اس قتل کے سلسلے میں اس پر کوئی تاوان عائد نہ ہوگا کیونکہ اس نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جس کو قتل کرنے کا حکم خدا نے دیا ہے اور خدا نے باغیوں کو اہل عدل کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم ہی نہیں دیا ہے کہ جس سے ان کا اہل عدل کو قتل کرنا مباح ہوگا پس اگر یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں باغی نے اہل عدل میں سے کسی کو قتل کر دیا ہے ان سے جنگ کے وقت یا کسی اور موقع پر تو جب وہ مل جائے تو اس کو گرفتار کر لیا جائے اور ہم نے جو کچھ کہا ہے اس کی تائید خدا کے اس ارشاد سے ہوتی ہے کہ فان فاؤا فان اللہ غفور رحیم۔ ترجمہ: پس اگر وہ رجوع کر لیں تو خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ پس کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ہماری اس بات کو باطل ٹھہرائے یا فاسد قرار دے بلکہ ہماری بات تو آیت مذکورہ سے ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ فئی ممکن ہی نہیں سوائے اس کے کہ حق کی جانب رجوع کیا جائے۔ اسی طرح معلوم ہو جائے کہ فلاں باغی نے اہل عدل کا مال لے لیا ہے تو اس سے طلب کیا جائے اور جب قاتل غیر معلوم ہو اور مال کا لینے والا بھی نامعلوم ہو تو اس صورت میں کچھ بھی واجب نہیں ہے کیونکہ یہ معلوم نہیں ہے کہ کس پر حکم جاری کیا جائے اور کسی کو بغیر کسی جرم کے پکڑنا بھی واجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ ۸ $\frac{6}{114}$

ترجمہ: اور کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھانے کا۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ بنی اسد بن عبد العزیٰ کا ایک مرد آپ کے روبرو پیش کیا گیا جس نے حضرت عثمان کے محصور ہونے کے وقت ایک انصاری کو قتل کر دیا تھا جب حضرت عثمان قتل ہو گئے تو انصار نے اس قرشی کو دیکھا کہ وہ ان کے درمیان چل پھر رہا ہے پس انصار میں سے ایک شخص اس پر جھپٹ پڑا اور اس کو قتل کر دیا پس اہل قرشی نے ان انصار کے خلاف دادخواہی کی جنھوں نے قرشی کو مار ڈالا تھا۔ قرشی کے لوگوں نے کہا کہ اس انصاری نے ہمارے ساتھی کو قتل کرنے میں پہل کی تھی پس حضرت علی علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ

تمہارے صاحب نے ان کے صاحب کو ظلم سے قتل کر دیا تھا ور آنحالیکہ ان کا صاحب مظلوم تھا پس آپ نے قاتل انصاری کے برخلاف ان کی مدد کی۔ اور اہل بغاوت کو ان کی بغاوت کی وجہ سے ایک دوسرے کو کچھ تکلیف ہو تو وہ اکارت ہے۔ اور اگر اہل عدل کا امام یہ مناسب خیال کرے کہ اہل بغاوت کے ساتھ صلح کرنے میں اہل عدل کے لئے طاقت اور بھلائی کا موجب ہے تو ان سے ویسے ہی صلح کر لے جس طرح مشرکین سے صلح کی جاتی ہے اور اگر اہل عادل کے پاس باغیوں کے مال و اسباب ہوں تو جب تک وہ بغاوت پر قائم رہیں تب تک ان کے اموال کو روک لیا جائے اور جب وہ حق کی طرف رجوع ہو جائیں تو ان کو واپس کر دیا جائے اس کو مال غنیمت نہ سمجھا جائے بلکہ صرف روک رکھا جائے تاکہ وہ اس مال کے ذریعہ اہل عدل سے جنگ کرنے پر قدرت نہ پا سکیں اور جب امر و حکم اہل عدل کے اختیار میں ہو تو اہل بغاوت کو ہمراہ لیکر مشرکوں کے ساتھ جنگ کی جائے اور اگر اموال غنیمت ہاتھ آجائے تو اہل عدل کا امیر اس کو لے کر پانچ حصوں میں بانٹ دے پانچواں حصہ خود لے اور چار حصوں کو اہل عدل اور اہل بغاوت میں برابر تقسیم کر دے اور اہل بغاوت کا امیر خمس میں سے ذرا بھی نہ لینے پائے اگر قبضہ کر لے تو اس کے خلاف جنگ کی جائے۔ یہ اہل بیت رسول علیہم السلام سے مروی ہے۔

اہل قبلہ میں سے کس کو قتل کرنا جائز ہے اس کا بیان

اگر کوئی شخص احکام اسلام میں سے کسی ایک حکم کا انکار کر دے اور شرائع اسلام میں سے کسی شرع کا منکر ہو جائے تو اس سے جنگ کی جائے یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے چوروں سے جنگ کرنا اور بحالت خلع ان کو قتل کرنا مباح اور جائز ہے۔

امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ سے ایسے شخص کے متعلق

پوچھا گیا جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا ہے آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم سے یہ حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے اور اگر میں ہوتا تو مال کو چھوڑ دیتا اور اس کے لئے جنگ نہ کرتا اور اگر چور قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو مرد مسلم کو صرف اپنی جان کی مدافعت کرنی چاہیے۔ چور کے پاس سے جو مال برآمد ہو اگر اس کے اصل مالک کا پتہ چل جائے تو اس کو واپس کر دیا جائے۔ اور اگر سردار اور جاسوس ہاتھ آجائیں تو دونوں کو قتل کر دیا جائے اہل بیت رسول علیہم السلام سے یہی مروی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے مرتد کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص دین اسلام پر پیدا ہوا پھر اس نے اپنے دین کو بدل ڈالا اس سے توبہ نہ کروائی جائے بلکہ قتل کر دیا جائے۔ اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا پیرو تھا اور اسلام لانے کے بعد پھر مرتد ہو گیا تو تین دن تک اس سے توبہ کروائی جائے پس اگر توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ قتل کر دیا جائے اور اگر عورت ہو تو اس کو قید خانہ میں ڈال دیا جائے یہاں تک کہ وہ بحالت قید مر جائے یا توبہ کرلے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ کے سامنے بے دینوں کو جب پیش کیا گیا تو آپ نے ان کو قتل کر کے جلا دیا تھا۔ اور اگر ایک قوم اسلام سے پھر جائے اور وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ ایک گھر میں جمع ہو جائیں تو ان سے مشرکوں کی طرح جنگ کی جائے اور جب ان پر غلبہ حاصل ہو جائے تو جنگ کرنے والوں کو قتل کر دیا جائے اور جب ان پر غلبہ حاصل ہو جائے تو جنگ کرنے والوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے بشرطیکہ ان کی عورتیں بھی مردوں کی طرح اسلام سے مرتد ہو گئی ہوں پس اگر مرتدین کسی گھر میں پیوست نہ ہوں تو ان کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں میں سے اگر کوئی عورت مرتد ہو جائے تو اس کو تاموت قید میں رکھا جائے یا پھر وہ توبہ

کرلے اور جب مرتدین کی اولاد بالغ ہو جائے تو ان پر اسلام پیش کیا جائے اگر وہ مذہب اسلام قبول کرلیں تو ٹھیک ورنہ جو مرد ہیں ان کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں کو قید خانہ میں ڈال دیا جائے یہاں تک کہ اسلام قبول کرلیں یا پھر قید میں مر جائیں۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی رسولہ ووصیہ وآلہما

تمام شد